رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۷۱

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما انا قاسم واللہ یعطی

القاسم

دور جدید

جلد ۳ — محرم الحرام سنہ ۱۳۳۶ھ — نمبر ۱

مرکز العلوم الاسلامیہ جامعۂ قاسمیہ دار العلوم دیوبند کا ماہوار دینی و علمی رسالہ

زیر ادارت

فخر الہند حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب ناظم ثانی جامعۂ قاسمیہ

باہتمام

خاکسار طاہر بن احمد القاسمی نائب المدیر

مطبع قاسمی دیوبند میں طبع ہوکر

دفتر القاسم دار العلوم دیوبند سے شائع ہوا

قیمت سالانہ دو روپیہ آٹھ آنہ مع محصول ڈاک

فی پرچہ ۳

رسالہ القاسم ماہ محرم الحرام ۱۳۴۶ھ ہجری

بیادگار حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قدس اللہ سرہ بانی دار العلوم دیوبند

بسرپرستی

قدوۃ الانام حضرت مولانا الشاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی و حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری و حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی و حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب صدر مہتمم و دیگر مقدس و مقتدر علماء

دیوبند سے شائع ہوتا ہے

معذرت

(۱) اس نمبر میں باوجود اضافہ صفحات بعض مفید و موعود مضامین شائع نہ ہو سکے جس پر اظہار افسوس اور وعدہ اشاعت کیا جاتا ہے۔

(۲) ذی الحجہ نمبر ۲ اکے بعض پرچوں کے شروع میں القاسم کے اعلان کے بجائے دفتری کی غلطی سے کتبخانہ قاسمی دیوبند کا خط لگ گیا جس سے ناظرین کو اشتباہ ہوا ہوگا۔ اس خط کو علیحدہ کر دیا جائے اور غلطی کو معاف فرما دیا جائے۔"

(کارکنان القاسم)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

القاسم کا تیسرا سال

الحمد للہ والمنۃ کہ القاسم کے دو سال بخیر و خوبی اختتام کو پہونچے ۔

اور اس کی زندگی کا تیسرا سال شروع ہوتا ہے کہ جس کا پہلا نمبر آپ کے ہاتھوں میں ہے ۔ مکرم ناظرین ، ہمیں اپنی بے بضاعتی اور قومی بے توجہی کے باعث جن دشواریوں کا سامنا اس درمیان میں ہوا ہے اس کو تو ہم ہی خوب جانتے ہیں ۔

لیکن خدائے قدوس کے فضل و کرم سے ہم جس نہج پر بھی اس کو قائم رکھ سکے اسپر بہزار مسرت و ابتہاج خالق جل مجدہ کے شکر گذار ہیں جس نے ہمارے قدموں میں ثبات و استقلال بخشا ۔

ساتھ ہی ہم اپنے مکرم ناظرین کا شکریہ ادا کئے بغیر نہیں رہ سکتے جنہوں نے ہمارے ساتھ غایت خلوص و ہمدردی کا ثبوت دیا ہے اور اپنی ہر ممکن سعی سے دریغ نہیں فرمایا ہے ۔ بعض کرمفرماؤں نے القاسم کی توسیع اشاعت کو اپنا مذہبی فرض قرار دیکر اسکی دستگیری فرمائی ہے کارکنان القاسم ان کی خدمت میں بحضور قلب ہدیۂ تشکر و امتنان پیش کرتے ہیں ۔ اور آئندہ بھی ان کی مذہبی و علمی ہمدردی کی طرف نظر لگائے ہوئے ہیں ۔

(کارکنان القاسم)

توہین سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

وہ مصائب و ادبار کی گھنگور گھٹائیں جو دن بدن مسلمانوں کے مطلع ترقی کو ڈھانپتی چلی جا رہی ہیں وہ تشتت و افتراق کی نحوست جس کی بدولت گھر گھر خانہ جنگی ہو رہی ہے وہ صدمات جن کیوجہ سے زندگی تلخ اور عیش سم ہوگیا ہے مسرت کے مواقع میں بھی اظہار ماتم سے جنکی باعث مہلت و فرصت نہیں ہے ان میں سب سے بڑا حادثہ اور سب سے بڑا صدمہ بعض مفسد آریوں کی بدکلامی و توہین ہے جن سے مسلمانوں کے دل پاش پاش ہو چکے ہیں۔

ایک مسلمان اپنے باپ کے متعلق گالیاں ممکن ہے کہ سن لے ایک فاسق و بدکار مسلمان سے یہ ہو سکتا ہے کہ وہ احکام شریعت کی پروا نکرے لیکن یہ کسی مسلمان سے کسی وقت اور کسی حال بھی نہیں ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے آقائے نامدار فداہ ابی و امی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق کوئی اہانت آمیز جملہ یا اہانت آمیز اشارہ و کنایہ بھی سن سکے۔ خدا کی قدرت ہے کہ وہ دال ساگ کھانیوالی قوم جو اب سے چند برس پہلے ہمارے ادنی سے ادنی فرد کو بھی سب و شتم نکر سکتی تھی بلکہ ہمکو اپنا محافظ جان و مال سمجھتی تھی آج اس قوم کا ہر کس و ناکس بے باکانہ ہمارے آقا رسول فداہ ابی و امی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق سب و شتم علی الاعلان کرنے پر تلا نظر آ رہا ہے اور تعزیرات ہند کے اوراق اسکو قانونی گنجایش فراہم کرنے میں کنور دلیپ سنگھ کے فیصلہ کیصورت میں کافی امداد پہنچا رہی ہیں۔

ایک صدمہ ہو تو انسان خاموش رہے دو مرتبہ کوئی ستا کر چپ ہو جائے تب بھی صبر و سکون سے کام لیا جا سکتا ہے لیکن جبکہ رنگیلا رسول کے داغ پر پوری طرح مرہم رکھا بھی نہ گیا ہو اسپر ورتمان وغیرہ کے نمک پاشی کا اضافہ ہو جائے جس میں صریح طور سے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کی گئی ہے تو ہر منصف مزاج انسان کو جسکے دل و دماغ میں خدا نے کچھ بھی رحم و عدل ودیعت کیا ہو غور کر لینا چاہئے کہ مسلمان ایسی صورۃ میں کیا کچھ نکریں گے اور بصورت عدم انسداد نہیں کیا کرنا چاہئے۔"

مسلمانان ہند کو گورنمنٹ سے سخت شکایت ہے کہ وہ مذہبی معاملات میں بہت ہی تساہل برت رہی ہی اور اسطرح سے اُن فتنوں کا دروازہ کھول رہی ہی جو انجام کار اسی کے حق میں مضرت رساں ہونگے۔

یہ ہم کو اچھی طرح سے یقین ہے کہ ہندوؤں نے خلافت کے زمانہ کو غنیمت خیال کیا اور مسلمانوں کی ہمدردی حاصل کر کے انہوں نے وہ سب کچھ کرلیا جو انہیں کرنا تھا مگر کیا انگریز بھی اُسی قسم کی دوستی سے فائدہ حاصل کرنے کے لئے اس وقت مسلمانوں کو کچلنا چاہتے ہیں۔؟

یہ ہمکو تسلیم ہے کہ آریوں نے ابتدا ازحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کبار کی شان میں گستاخیاں نہیں کیں بلکہ تبرا باز شیعوں نے ہی یہ سب وشتم کا موقع غیر مسلم اقوام کو دیا ہی لیکن کیا آریہ محض اس حوالہ سے برات کر سکتے ہیں، ہمارے اندرونی اختلافات کی آڑ لیکر وہ ہر کام کرنیکے مجاز ہوسکتے ہیں ہرگز نہیں یہ سچ ہی کہ ہمکو کسی وقت میں بھی غیر مسلموں سے حقیقی شکست نہیں ہوئی بلکہ جب ہوئی اپنوں ہی سے ہوئی اور ایک معنی کر یہ ہمارے مذہب کی حقانیت کا بین ثبوت بھی ہی لیکن ہندوستان کے آریہ یاد رکھیں کہ ہم اپنے پیشوا وپیغمبر ونکی نسبت کسی سے کوئی جملہ نہیں سن سکتے، خواہ اسمیں رافضی ہوں خواہ قادیانی ہوں خواہ آریہ ہمیں ہمارا مذہب بتلاتا ہی کہ اسلام کے حلقہ میں صرف وہی شخص رہ سکتا ہی جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپکے صحابہ کے طریق پر چلتا ہی اور انہیں مانتا ہی، لیکن جو آپ کو نہیں مانتا یا آپکے سچے جانشینوں سے بغض رکھتا ہی وہ گو ایک وقت تک مسلمین کی فہرست میں شمار بھی ہو لیکن اس کا نام دفتر اسلام میں ہرگز ثبت نہیں رہ سکتا اور ایسے لوگ بعینہ انھیں کھوٹے سکوں کے مشابہ ہیں جو ظاہر میں گو اصل سکہ کے ہموزن وہمشکل ہیں لیکن حقیقت میں وہ خرمہرہ کی وقعت سے بھی گرے ہوئے ہیں جیسے ایک آریہ کھوٹا سکہ نہیں لیتا اور اگر لے تو چلا نہیں سکتا۔ اسیطرح بعنوان المسلمین یا اور شیعوں کی خرافات کی آڑ لیکر قانون سے اپنی جان بھی نہیں بچا سکتا۔ انگریزوں کو ہندو مسلم جذبات کا فرق اور ایفائے عہد کے بیشمار واقعات کو ہمیشہ سامنے رکھنا چاہئے اور ہر معاملہ میں پوری طرح اسکو ملحوظ رکھنا چاہیے۔

علمائے دیوبند کیطرف سے جو تار والیسرائے بہادر اخبارات زمیندار وانقلاب و دیگر اسلامی

جرائد کو ورتمان اخبار کی بدکلامی واہانت النبی کی بابتہ دیا گیا ہے۔ جس میں صاف صاف اپنے جذبات کا اظہار کیا گیا ہے رسالہ "القاسم" اس کی حرف بحرف تصدیق کرتے ہوئے امیدوار ہے کہ گورنمنٹ ورتمان کے اڈیٹر سے مسلمانوں کی دل آزاری کی مکافات میں تعزیرات ہند کی دفعات سے چشم پوشی نکریگی۔

اور سات کروڑ مسلم رعایا کی مذہبی جذبات کو پامال نکریگی۔

خادم السلف

طاہر بن احمد القاسمی

(کان اللہ لہٗ)

تہذیب معاشرت

فرصت کے وقت رسالہ اشاعت اسلام دیکھا کرو،

اپنے احباب کو سنایا کرو، (اقارب)

تاکہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ دنیا میں اسلام کیونکر پھیلا "تلوار سے پھیلا یا صداقت سے پھیلا اور پھیلا تو اُس نے دنیا کو کیا سے کیا کر دیا"

اگر دو ہزار مسلمان عہد کریں

کہ ہم اشاعت اسلام کو کم از کم پانچ پانچ مسلمانوں کو سنائیں گے تو چند روز ہی میں دس ہزار مسلمان نور نبوت سے روشنی حاصل کرسکتے ہیں اور دین کے بہت سے حالات سے واقف ہوسکتے ہیں صفحات ۵۳۶ کاغذ ولایتی ۲۵ پونڈ قیمت (۳ روپئے) علاوہ محصول ڈاک،، ہر قسم کی مفید کتابیں اور قرآن شریف ذیل کے پتہ سے طلب کیجئے۔

المعلن:- ناظم کتبخانہ مطبع قاسمی دیوبند

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند

سوال

(۱) جو شخص قاضی شہر ہو اور علم دین نہ رکھتا ہو اور وہ محرم میں تعزیہ داری کرتا ہو اور علم برداری بھی کرتا ہو اور سودی معاملات کرے اس حالت میں اسکو اہل شہر قاضی شہر مانیں یا نہ مانیں اور یہ کہ جو کہ بالکل بے علم ہو اور وہ امر دینی سے ناواقف ہو تو اس سے نکاح اور میلاد پڑھوانا کیسا ہے،، بینوا توجروا۔ مستفتی حافظ رحیم بخش صاحب از متھرا محلہ ہنومان ٹیلہ۔

الجواب

ایسا شخص مقتدا بنانے اور قاضی بنانے کا اہل نہیں کیونکہ وہ فاسق ہے اور مبتدع ہے اور فاسق و مبتدع واجب التوہین ہیں ان کی تعظیم کرنا اور ان کو مقتدا بنانا درست نہیں ہے شامی باب الامامۃ میں مذکور ہے واما الفاسق فقد عللوا کراھۃ تقدیمہ بانہ لا یھتم لامر دینہ وبان فی تقدیمہ للامامۃ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعاً الخ

سوال

(۲) یہاں رواج ہے کہ جب لوگ اہل میت کے پاس جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ بھائی کلام بخشو سب لوگ ہاتھ اٹھا کر الحمد اور قل شریف پڑھتے ہیں اور مردہ کو بخشتے ہیں ہر شخص کے آنے پر ایسا ہی کیا جاتا ہے اور کئی روز تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ جو شخص ہاتھ نہ اٹھاوے اسپر طعن و تشنیع کیجاتی ہے یہ طریقہ مستحب ہے یا بدعت،، المستفتی عبد الحق از ابوہر ضلع فیروزپور،،

الجواب

تعزیت کی اصل یہ ہے کہ اہل میت کی تسلی کرے اور صبر دلانے کے کلمات کہے درمختار میں ہے ویقول اعظم اللہ اجرک واحسن عزاءک وغفر لمیتک الخ،،

یعنی اہل میت سے یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ تجھکو بڑا اجر دے اور تجھکو صبر اور تسلی دے اور میت کی

مغفرت فرماوے پس یہ صورت جو سوال میں درج ہے اس کی کچھ اصل نہیں ہے اور ضروری جاننا اس کا اور التزام کرنا بدعت ہے اور موجب کلفت اہل میت ہے لہذا اس طریقہ کو ترک کرنا چاہیئے ۔

سوال

(۳) موضع گوتہہ ضلع گجرات میں مسمی فضل شاہ مقیم ہے اور مرید بھی قرآن مجید رکھکر کرتا ہے یعنی مریدوں کو قسم کھلاتا ہے اور کلمہ شریف کی تعلیم اس طریقہ سے دیتا ہے لا الہ الا اللہ حق لا الہ الا اللہ صاحبان لا الہ الا اللہ سوھنیا لا الہ الا اللہ پورا کلمہ شریف کبھی راگ میں پڑہتا ہے اگر کوئی اس کو کہے کہ کلمہ شریف پورا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کیوں نہیں پڑہتا تو جواب دیتا ہے کہ گاؤں کو تباہ و برباد کردوں گا ایسا کلمہ پڑہنے والا اور ایسے کلمات تباہی و بربادی کے کہنے والے کیلئے شرعاً کیا حکم ہے ۔

المستفتی احمد علی از سوتہ روڈ بمقام شاہجہانپور کہنہ ڈاکخانہ خاص معرفت محمد یسین خان نمبردار

الجواب

یہ تعلیم اس شخص کی قرآن شریف اور حدیث شریف کے سراسر خلاف ہے اور بدعت ہے اور وہ شخص جو ایسی تعلیم کرتا ہے اور اس پر اصرار کرتا ہے اور پورا کلمہ پڑہنے پر کہتا ہے کہ گاؤں برباد کردوں گا سخت مبتدع جاہل اور ضال و مضل ہے اس سے مرید ہونا اور اس کی پیروی کرنا جائز نہیں ہے فقط واللہ اعلم ۔

باقی آئندہ

تعلیمات اسلام

شورہ و استخارہ، ملوکیت اور جمہوریت

یہ وہ مبارک سلسلہ ہی جسکا آغاز آج سے بارہ برس پہلے ۱۳۴۳ھ میں شروع کیا امیر العلماء حضرت مولانا الحاج المولوی حبیب الرحمن صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند نے رسالہ الرشید میں فرمایا تھا۔ اور جسکا ایک معتدبہ حصہ زینت الرشید ہوکر ناظرین کے سامنے بھی آچکا ہی۔

جسطرح اس سلسلہ کی اہمیت عنوان سے ظاہر ہے۔ اسیطرح مولانا موصوف کا اسم گرامی اس بات کی ضمانت ہی کہ یہ مضمون اپنے موضوع میں علمی۔ تاریخی۔ اور سیاسی انمول موتیوں کا بہترین اور مکمل مجموعہ ہی۔ لیکن افسوس کہ حوادث ایام اور کثرت مشاغل نے اس سلسلہ کو ادھورا چھوڑنے پر مجبور کردیا اور مولانا موصوف اسکو پورا نہ فرما سکے۔ حال میں برادر عزیز مولوی قاری محمد طاہر صاحب سلمہٗ نے اس کنز مخفی کو افادہ عوام کیلئے پھر منظر عام پر لانیکا ارادہ کیا تو سلسلہ کی تکمیل کا بھی خیال پیدا ہوا۔

مولنا موصوف کے ضعف و علالت اور پھر کثرت مشاغل پر نظر کرتے ہوئے آپ سے تو اسکی تکمیل کی درخواست نکر سکے؛

بلکہ یہ قرعہ فال مجھ جیسے ناکارہ کے نام نکالدیا۔ میں کسیطرح اس حریر میں ٹاٹ کا پیوند لگانا پسند نکرتا تھا۔ اور اسیلئے ایک مدت تک باوجود تقاضا و اصرار کے یہی عرض کرتا رہا ؎

کمند کوتہ و بازوی سست و بام بلند		بمن حوالہ و نومیدیم گنہ گیرند	بازوم

لیکن جب یہ التوا رحد ملال تک پہنچنے کا خطرہ ہوا تو بنام خدا قلم اُٹھایا۔ اور جو کچھ میسر ہوسکا ہدیہ ناظرین کردیا؛

مولنا موصوف نے اس مضمون کے ابتداء میں ظاہر فرمایا ہی کہ یہ سلسلہ تین حصّوں اور ایک ضمیمہ میں منقسم ہوگا۔ جنمیں سے پہلے حصہ میں لفظ مشورہ اور شوری کے لغوی معنی اور اسکا اشتقاق اور

ضمن میں لغت عرب کی خوبی وسعت بیان ہوگی۔

دوسرے حصہ میں مشورہ کی غرض وغایت۔ منافع اور نتائج۔ قرآن وحدیث سے مشورہ کا حکم اور اسکی فضیلت۔ مشورہ کے شرائط۔ امور مشورہ طلب کی تقسیم وتفصیل سلف کے اقوال سے استبداد وخودرائی کے نقصان ومفاسد بیان ہونگے اور یہ بھی دکھلایا جائیگا کہ درصورت اختلاف صورت فیصلہ کیا ہونی چاہئے۔

حصہ سوم میں حکماء اُمّت اور عقلاء متقدمین کے اقوال اور اسکے پہلوؤں کی تنقیح وتوضیح اور خلفاء اسلام اور سلاطین کے مشاورات کے چند واقعات ذکر کئے جائیں گے۔

ضمیمہ میں استخارہ مسنونہ کی بحث کیجائیگی۔

ان تین حصوں میں سے پہلے حصہ کو بتمامہا اور دوسرے کا ایک معتد بہ حصہ خود مولانا پورا فرماچکے ہیں۔ تیسرا حصہ اور ضمیمہ بالکل باقی ہے۔

اور دوسرے حصہ کا آخری جزو باقی ہے جسمیں مولانا موصوف کا کلام اس پر ختم ہوا ہے کہ مجلس مشورہ میں اگر اختلاف پیدا ہو تو عقلاً اس کے فیصلہ کی کیا صورت ہوسکتی اور اس کے بعد نقلاً قرآن وحدیث اور عمل سلف سے اس بحث کا فیصلہ ذکر کرنا باقی ہے۔ جس کو اپنی مقدور کے موافق ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم "

بندہ

محمد شفیع دیوبندی عفا اللہ عنہ

۲ / ذی الحجہ ۱۳۴۵ھ ہجری

یہاں تک عقلی طور پر صورت فیصلہ سے بحث کیگئی ہے۔ اسکے بعد ہم مسئلہ کا دوسرا پہلو یعنی شرعی طریق اور سلف کا طرز عمل پیش کرتے ہیں۔ اور حقیقت میں ایک مسلمان کیلئے یہی مشعل راہ ہے۔

نصوص قرآن وحدیث اور تعامل صحابہ وتابعین پر نظر ڈالنے سے بالاجمال اتنی بات کا یقین ہوجاتا ہے کہ شریعت اسلام نے مشورہ کا فیصلہ درصورت اختلاف کثرت رائے کے سپرد نہیں کیا بلکہ قوت رائے کا لحاظ کرتے ہوئے امیر مجلس کو اختیار دیا ہے کہ بجائے اکثریت کے اقلیت کو ترجیح دیدے۔ ہم اس بحث کو کسیقدر تفصیل کیساتھ ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ جس کے ساتھ یہ مسئلہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ حل ہوجائیگا۔ کہ اسلامی خلافت ملوکیت وشخصیت کی شان رکھتی ہے یا جمہوریت کی پھر چونکہ یہ مسئلہ خود ایک مستقل بحث ہے۔ جو مدت سے ملک میں چھڑی ہوئی ہے اس لئے ہم اس گذارش کو اسی عنوان کے ماتحت پیش کرتے ہیں۔ واللہ الموفق للصواب المیسر للصعاب

اسلامی خلافت ملوکیت ہے یا جمہوریت

اسلام جس توسط واعتدال کو اپنی ساتھ لایا ہے اوس کے آثار تمام اسلامی احکام۔ اعتقادات، عبادات، اخلاق، معاملات، سیاسیات ومعاشریات میں نمایاں طور پر مشاہد ہیں۔ اور یہی اعتدال اس امت امیہ کا طغرائی امتیاز ہے۔

وکذلک جعلناکم امۃ وسطا لتکونوا شھداء علی الناس ،،	اسیطرح ہم نے تمھیں ایک متوسط امت بنائی ہے تا کہ تم لوگوں پر گواہ بن سکو۔

مکہ معظمہ کی زاہدانہ زندگی کے بعد جب اسلام تخت سلطنت پر متمکن ہوا۔ تو اس نے اپنی سیاست اور تدبیر ممالک میں بھی اسی اعتدال اور توسط سے کام لیا۔

اور ملوکیت وجمہوریت کے افراط وتفریط کو اٹھا کر سلطنت وسیاست کا ایک ایسا محکم قانون طیار کیا جو تمام مفاسد سے پاک اور تدبیر ممالک کی تمام ضروریات کیلئے صحیح معنوں میں کفیل ہے۔

ملوکیت اور شخصیت کے مفاسد تو محتاج بیان نہیں۔ کیونکہ مروجہ ملوکیت کا خلاصہ یہ ہے کہ (۱) تمام ملک ایک

شخص کا غلام بلکہ غلاموں سے زیادہ پابند ہو۔

(۲) یہ شخص ظلم کرے یا انصاف کسی کو اسکے خلاف لب کھولنے کا حق نہو۔

(۳) عہدہ سلطنت اس کی نسل میں متوارث ہو باپ کے مرنے کے بعد سارا ملک بیٹے کے قبضہ میں آجائے خواہ یہ کیسا ہی جاہل بد خلق اور نا اہل نالائق ہو۔

(۴) تمام ملک کے جان و مال اسکی ایک جنبش لب سے زیر و زبر ہو سکتے ہوں۔

الغرض شخصیت کا قانون محض بادشاہ کی زبان ہے۔ اور تمام خلق اللہ کی موت و حیات محض اسکے رحم پر موقوف ہے۔ ساری مخلوق اسکی ذاتی خواہشات کی تختہ مشق ہے۔

ظاہر ہے کہ اس صورت سے نظام سلطنت کیا قایم رہ سکتا ہے۔ اور لوگوں کے حقوق کیا ادا ہو سکتے ہیں۔

جمہوریت کے مفاسد آجکل کی مصطلحہ اور مروجہ جمہوریت میں اگرچہ وہ مفاسد نہیں جو ملوکیت میں بیان کئے گئے لیکن اسمیں بعض دوسرے ایسے مفاسد موجود ہیں جو نظام عالم کے قطعاً خلاف ہیں۔

(۱) پہلی بات تو یہی ہے کہ جمہوریت میں امیر و بادشاہ کی حقیقت ایک شطرنج کے بادشاہ سے زائد نہیں صرف اتنی عنایت اسکے حال پر کیجاتی ہے کہ اسکی رائے کو دو رائے کا قایم مقام سمجھا جاتا ہے اور بس۔ حالانکہ عالم کا فطری نظام اول سے آخر تک اسی کا مقتضی ہے کہ نظام سلطنت کا ذمہ دار کوئی ایک با اختیار شخص ہونا چاہیئے جسکو حقیقی طور پر امیر اور حاکم کہا جا سکے۔ اور جو امور سلطنت کے حل و عقد کا مالک ہو۔ اور جس کی اطاعت تمام رعایا پر فرض ہو۔

(۲) دوسرے ممبران جمہوریت کے باہمی اختلاف رائے کیوقت جمہوریت کا فیصلہ کثرت رائے کے تابع ہوتا ہے کثرت رائے کے مقابلہ میں تنہا میری کوئی ہستی ہے اور نہ دوسرے اہل رائے اور تجربہ کار لوگوں کی۔

اور یہ ایک ایسی اصولی غلطی ہے جو سیکڑوں غلطیاں اپنے دامن میں رکھتی ہے آج ہمارے یہاں کونسلوں اور بورڈ کے الیکشن میں جو طوفان بے تمیزی کے مظاہرے آئے دن [illegible] کثرت رائے

...یصلوں کے جو ناگوار نتائج ہمیں روزمرہ بھگتنے پڑتے ہیں ان کے مفاسد سے شاید کوئی انسان
...پڑ سکے۔ آٹھ آٹھ آنہ میں رائے بکتی ہی۔ ہر فریق کثرت رائے حاصل کرنے کے لئے ہر جائز
...ز ہتیار کام میں لاتا ہی۔ تعلقات کے دباؤ زور وزر کی نمایشوں سے ووٹ حاصل کئے جاتے
اور بالآخر نتیجہ اوس شخص کے ہاتھ ہوتا ہی جسکی گرہ میں روپیہ زیادہ ہو اور جو رسوموں میں
...یغ خرچ کرنے کا عادی ہو۔ یا جسکے تعلقات یا زور سے لوگ مرعوب ہوں یہ ایک ایسی بدعت
...جسکا ہر شخص سالانہ مشاہدہ کرتا ہی۔

اور پھر یہ طوفان بے تمیزی اپنی برکات جو ملک میں چھوڑ جاتا ہی وہ سب سے زیادہ قابل غور ہیں
...ن کا فتنہ تو چند روز میں ختم ہو جاتا ہی لیکن باہمی خانہ جنگیاں۔ عداوتیں اور بغض و عناد جو اوقت
...میں قایم ہو جاتی ہے وہ اکثر ایسا صدقہ جاریہ ہوتا ہی جو قبروں میں ساتھ جاتا ہی۔

اس سال کونسل کے الیکشن کے زمانہ میں ایک مقتدر باپ اور بیٹے کی جنگ جب اجباری
...ں منظر عام پر آئی تو جس طرح باپ کو بیٹے کے شرمناک عیوب اخبارات و اشتہارات میں
...ح کرنے سے دریغ نہ تھا۔ ہونہار فرزند کو بھی ہم اس میدان کارزار میں باپ سے کسی طرح کم
...تے تھے۔ بلکہ ہر گالی کا جواب اس سے زیادہ وزن کی گالی سے دیا جاتا تھا۔

خیر یہ تو اُس حریت کا نتیجہ تھا جو یورپین تمدن کا لازمی اثر ہی اور جسکا خلاصہ نہ فقط مذہب سی
...دی بلکہ انسانیت کی ہر پابندی سے آزادی ہی۔

الغرض یہ سب اس جمہوریت اور کثرت رائی کے فیصلوں کی برکت ہیں جس کو آج سیاست
...اساسی قانون بنا لیا گیا ہی۔

موجودہ اور مروجہ جمہوریت کے فیصلوں پر اگر تفصیلی نظر ڈالی جائے تو جمہوری حکومت کا خود
...ا امیر یا روپیہ نکلتا ہی اور یا جبر و استبداد اور مکر و فریب کیونکہ جب کثرت رائی کا پردہ فاش ہوتا ہی
...س کے پس پردہ یہی چیزیں کارفرما نظر آتی ہیں۔ اور یہی وجہ ہی کہ الیکشن کے تمام انتخابات میں
...نا و مخود غرض۔ بے جا رست۔ نا اہل لوگ۔ خلق اللہ کی جان و مال کے مالک بن [illegible]

جنکی نیت اور ہمت ابتدا ہی سے اسکے سوا کچھ نہیں ہوتی کہ کہیں حکومت کی کرسی ملجائے۔ پھر مخلوق آرام سے رہے یا تباہ ہو۔ چنانچہ ان کی رائے زنی کا حاصل بھی اس سے زائد نہیں ہوتا کہ جسطرف زیادہ ہاتھ اٹھتے نظر آئے انہوں نے بھی اپنی جھنڈی اسی طرف کے لئے اٹھادی۔ اکثر انہیں یہ بھی خبر نہیں ہوتی کہ کس معاملہ کے متعلق ہم سے رائے لیگئی ہے۔

اوران تمام فتنوں کے طوفان کی ذمہ داری صرف کثرت رائے کے فیصلوں پر ہی اگر اختلاف رائے کیوقت فیصلہ امیر مجلس کے سپرد ہو تو ان میں سے اکثر مفاسد کی جڑ کٹ جاتی ہی۔

الغرض جسطرح شخصیت محض بادشاہ پرستی کا نام ہی اور نظام عالم کے لئے کسیطرح مناسب نہیں۔ اسیطرح آجکل کی مصطلحہ جمہوریت اسکے بالکل خلاف ایک غوغا نا س کا نام ہے جس کے مفاسد بھی شخصیت سے کم نہیں۔

اسلام جو نظام عالم کا حقیقی ذمہ دار ہی اس کا فرض تھا کہ اس افراط و تفریط کے درمیان ایسا راستہ اختیار کرے جو ہر قسم کے مفاسد اور خطرات سے پاک ہو۔

چنانچہ اسلامی حکومت کی بنیاد ایک ایسے قانون پر رکھی گئی جو بعض اعتبارات سے شخصیت سے ملتا ہی اور بعض وجوہ سے جمہوریت کا ہمرنگ ہی۔

یعنی خذ ما صفا و دع ما کدر (جو بات اچھی ہو اسکو اختیار کرلو اور جو بری ہو چھوڑ دو)

کے قانون پر عمل کرتے ہوئے شخصیت و جمہوریت دونوں کی وہ دفعات جو مفاسد پر مشتمل تھیں اسلام نے ان سب کو نظر انداز کر دیا اور جن دفعات کے ماتحت نظام عالم درست ہو سکے ان کو اختیار کر لیا۔ جسکی اجمالی صورت یہ ہی۔

(۱) اسلامی خلافت میں وراثت نہیں چلتی۔ یہ ضروری نہیں کہ باپ کے بعد بیٹا یا اسی کی نسل کوئی اور آدمی خلافت و امارت کا جاگیر دار ہو۔ بلکہ بیعت عامہ یا مشورہ سے انتخاب ہو جا اور یا سابق خلیفہ کسی شخص کو اپنی رائے سے مقرر کر دے (وہ ہی اس عہدہ پر فائز ہوگا۔ ازالۃ الخفاء) ؁

حضرت فاروق اعظم رضؓ اسی دفعہ کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:۔

لاخلافۃ الا عن مشورۃ کنز العمال ص۱۳۹ ج۳ } کوئی خلافت بغیر مشورہ کے نہیں ہوسکتی۔

(۲) مہم معاملات میں تنہا خلیفہ بغیر مشورہ کے طے نہیں کرسکتا۔ آیۃ کریمہ وشاورھم فی الامر" (اور معاملات میں صحابہ سے مشورہ لیجئے) میں خود حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مشورہ کا حکم فرما کر اُمت کے لئے اُسوہ بنا دیا گیا ہے۔

(۳) اگر خلیفہ وقت کوئی خلاف شرع فعل اختیار کرے تو ہر ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان کو حق ہے کہ امر بالمعروف کے قواعد وآداب کا لحاظ رکھتے ہوئے ناصحانہ طور پر کلمہ حق اس کے سامنے پیش کردے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحؒ ازالۃ الخفاء میں اسکے متعلق فرماتے ہیں "واز اعظم انواع جہاد است امر کردن خلیفہ بمعروف ونہی از منکر بغیر خروج بسیف وہمی باید کہ بلطف باشد دون العنف ودر خلوت باشد دون الجلوۃ تا فتنہ برنخیزد" خلفاء راشدین اور صحابہ کے بہت سے واقعات اسکے شاہد عدل ہیں۔

(۴) خلیفہ وقت اگر کسیکو صریح خلاف شرع کام کرنیکا حکم دے تو اُسپر اس کام میں خلیفہ کا اتباع واجب نہیں۔ حدیث میں اسی دفعہ کے متعلق ارشاد ہے۔

لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق | خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں کیجاسکتی۔

(۵) امیر اگر اسلام کو ترک کرکے مرتد ہو جائے تو وہ امارت سے معزول ہو جائیگا۔ اور مسلمانوں پر اس سے جہاد کرنا فرض ہو جائیگا۔ اسیطرح اگر کوئی امیر عام طور پر بے دریغ قتل و غارت اور عورتوں کی عفت دری اور غصب مال کرنے لگے اور شریعت کے قانون کا کوئی لحاظ نہ رکھے تب بھی جائز ہے کہ مسلمان اسکے خلاف جمع ہو کر اُسے معزول کردیں۔ کیونکہ اس کا حکم ڈاکوؤں کا سا حکم ہے (ازالۃ الخفاء ص) لیکن جب تک یہ نوبت نہ آئے بلکہ شخصی طور پر کسی پر ظلم کرے اسوقت تک اس کی بغاوت ہرگز جائز نہیں۔ بلکہ اسکی اطاعت پر صبر کرنا فرض ہے جس کی تفصیل عنقریب آتی ہے۔

جنکی نیت اور ہمت ابتدا ہی سے اسکے سوا کچھ نہیں ہوتی کہ ہمیں حکومت کی کرسی ملجائے۔ پھر مخلوق آرام سے رہے یا تباہ ہو۔ چنانچہ ان کی رائے زنی کا حاصل بھی اس سے زائد نہیں ہوتا کہ جسطرف زیادہ ہاتھ اٹھتے نظر آئے انہوں نے بھی اپنی جھنڈملی اسی طرف کے لئے اٹھا دی۔ اکثر انہیں یہ بھی خبر نہیں ہوتی کہ کس معاملہ کے متعلق ہم سے رائے لیگئی ہے۔

اور ان تمام فتنوں کے طوفان کی ذمہ داری صرف کثرت رائے کے فیصلو نپر ہے اگر اختلاف رائے کیوقت فیصلہ امیر مجلس کے سپرد ہو تو ان میں سے اکثر مفاسد کی جڑ کٹ جاتی ہے۔

الغرض جسطرح شخصیت محض بادشاہ پرستی کا نام ہے اور نظام عالم کے لئے کسیطرح مناسب نہیں۔ اسیطرح آجکل کی مصطلحہ جمہوریت اسکے بالکل خلاف ایک غوغا ناس کا نام ہے جس کے مفاسد بھی شخصیت سے کم نہیں۔

اسلام جو نظام عالم کا حقیقی ذمہ دار ہے اس کا فرض تھا کہ اس افراط و تفریط کے درمیان ایسا راستہ اختیار کرے جو ہر قسم کے مفاسد اور خطرات سے پاک ہو۔

چنانچہ اسلامی حکومت کی بنیاد ایک ایسے قانون پر رکھی گئی جو بعض اعتبارات سے شخصیت سے ملتا ہے اور بعض وجوہ سے جمہوریت کا ہمرنگ ہے۔

یعنی خذ ما صفا ودع ما کدر (جو بات اچھی ہو اسکو اختیار کرلو اور جو بری ہو چھوڑ دو)

کے قانون پر عمل کرتے ہوئے شخصیت و جمہوریت دونوں کی وہ دفعات جو مفاسد پر مشتمل تھیں اسلام نے ان سب کو نظر انداز کر دیا اور جن دفعات کے ماتحت نظام عالم درست ہو سکے ان کو اختیار کر لیا۔ جسکی اجمالی صورت یہ ہے۔

(۱) اسلامی خلافت میں وراثت نہیں چلتی۔ یہ ضروری نہیں کہ باپ کے بعد بیٹا یا اسی کی نسل کا کوئی اور آدمی خلافت و امارت کا جاگیردار ہو۔ بلکہ بیعت عامہ یا مشورہ سے انتخاب ہو جائے اور یا سابق خلیفہ کسی شخص کو اپنی رائے سے مقرر کر دے (وہی اس عہدہ پر فائز ہوگا۔

(ازالۃ الخفاء) ص

حضرت فاروق اعظم رضؓ اسی دفعہ کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں،،
لاخلافۃ الا عن مشورۃ کنز العمال ص۱۳۹ ج ۳) { کوئی خلافت بغیر مشورہ کے نہیں ہو سکتی۔

(۲) مہم معاملات میں تنہا خلیفہ بغیر مشورہ کے طے نہیں کرسکتا۔ آیۃ کریمہ "وشاورھم فی الامر" (اور معاملات میں صحابہ سے مشورہ کیجئے) میں خود حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مشورہ کا حکم فرما کر اُمت کے لئے اُسوہ بنا دیا گیا ہے۔

(۳) اگر خلیفہ وقت کوئی خلاف شرع فعل اختیار کرے تو ہر ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان کو حق ہے کہ امر بالمعروف کے قواعد و آداب کا لحاظ رکھتے ہوئے ناصحانہ طور پر کلمہ حق اس کے سامنے پیش کردے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحؒ ازالۃ الخفاء میں اسکے متعلق فرماتے ہیں "وانا عظم انواع جہادات امر کردن خلیفہ بمعروف و نہی از منکر بغیر خروج بسیف دمی باید کہ بلطف باشد دون العنف و در خلوت باشد دون الجلوۃ تا فتنہ برنخیزد" خلفاء راشدین اور صحابہ کے بہت سے واقعات اسکے شاہد عدل ہیں۔

(۴) خلیفہ وقت اگر کسیکو صریح خلاف شرع کام کرنیکا حکم دے تو اُسپر اس کام میں خلیفہ کا اتباع واجب نہیں۔ حدیث میں اسی دفعہ کے متعلق ارشاد ہے۔
لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق | خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں کیجا سکتی"

(۵) امیر اگر اسلام کو ترک کرکے مرتد ہو جائے تو وہ امارت سے معزول ہو جائیگا۔ اور مسلمانوں پر اس سے جہاد کرنا فرض ہو جائیگا۔ اسیطرح اگر کوئی امیر عام طور پر بے دریغ قتل و غارت اور عورتوں کی عفت دری اور غصب مال کرنے لگے اور شریعت کے قانون کا کوئی لحاظ نہ رکھے تب بھی جائز ہے کہ مسلمان اسکے خلاف جمع ہو کر اُسے معزول کردیں۔ کیونکہ اس کا حکم ڈاکوؤں کا سا حکم ہے (ازالۃ الخفاء ص) لیکن جب تک یہ نوبت نہ آئے بلکہ شخصی طور پر کسی کسی پر ظلم کرے اسوقت تک اس کی بغاوت ہرگز جائز نہیں۔ بلکہ اسکی اطاعت پر صبر کرنا فرض ہے جس کی تفصیل عنقریب آتی ہے۔

یہ چند اصولی دفعات ہیں جو جمہوریت سے ملتی جلتی ہیں شخصی سلطنت میں یہ صورتیں موجود نہیں ہوتیں۔

اور دفعات ذیل شخصیت کی ہمرنگ ہیں۔

(۶) مشورہ میں اگر اختلاف رائے پیش آئے تو فیصلہ کثرت رائے کے سپرد نہیں بلکہ امیر کی رائے پر ہے۔ اور اسکو اختیار ہی کہ اقلیت کو اکثریت پر ترجیح دیدے۔ قرآن عزیز میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مشورہ کا حکم فرمانے کے بعد فاذا عزمت فتوکل علی اللہ (پھر جب آپ عزم کریں تو اللہ تعالیٰ پر توکل کریں) بصیغہ واحد حاضر فرماکر اسکی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ مشورہ کے بعد کسی جانب کو ترجیح دیکر اس کا عزم کرنا یہ فقط آپ کی رائے پر ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلفاء راشدین اور دوسرے خلفاء کے بہت سے معاملات اس کے شاہد ہیں جن کو انشاء اللہ تعالیٰ بتفصیل عرض کیا جائیگا۔

(۷) امیر کی اطاعت ہر مسلمان کے ذمہ سرًّا وعلانیۃً فرض ہی جب تک کہ وہ کسی صریح حرام کا حکم نہ کرے۔ قرآن عزیز میں اسی کے متعلق ارشاد ہی۔

اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم | اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اپنے امراء کی اطاعت کرو۔

(۸) امیر اگر کوئی ظالمانہ حکم نافذ کرے تب بھی رعایا کا فرض ہی کہ اوس کی اطاعت کرے۔ انکو اس وقت صرف اتنا حق ہی کہ امر بالمعروف کے ذریعہ حق بات اس کے سامنے پیش کردیں اور بس۔ لیکن اگر امر بالمعروف کے بعد بھی امیر اپنی اس حکم پر قایم رہے تو رعایا کا فرض ہی کہ صبر کے ساتھ اسکی اطاعت کرے۔ اس کی سرکشی اور بغاوت کے لئے آمادہ ہونا اُسوقت بھی جائز نہیں حدیث میں اس دفعہ کے متعلق بکثرت تصریحات موجود ہیں۔

حضرت جریر ابن عبد اللہ روایت فرماتے ہیں کہ چند گاؤں والے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ بعض صدقات[1]، زکوٰۃ وصول کرنیوالے

[1] اموال ظاہرہ یعنی مال تجارت اور جانوروں کی زکوٰۃ وصول کرنیکے لئے خلیفہ وقت کیطرف سے کچھ لوگ ملازم ہوتے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵)

عامل ہمارے پاس آتے ہیں اور ہم پر ظلم کرتے ہیں (یعنی مقدار واجب سے زیادہ ہم سے وصول کرتے ہیں) آپ نے ارشاد فرمایا

ارضوا مصدقیکم (ابوداؤد) { اپنے عامل صدقہ کو راضی کرو۔

انہوں نے پھر عرض کیا کہ یارسول اللہ اگر وہ ہم پر ظلم کریں تب بھی ہم اُن کو راضی کریں آپ نے ارشاد فرمایا

ارضوا مصدقیکم وان ظلمتم (رواہ ابوداؤد (از مشکوٰۃ) { اپنے عاملین صدقہ کو راضی کرو اگرچہ تم پر ظلم کیا جائے "

یہ عاملین صدقہ چونکہ خلیفہ اور امیر وقت کے نائب ہو کر ان لوگوں کے پاس جاتے تھے اس لئے ان کو مجبور کیا گیا ہے کہ ہر حال میں ان کی اطاعت کریں۔ وہ ظلم کریں تب بھی ان کے ذمہ انکی اطاعت ضروری ہے۔

اسی کے متعلق ایک دوسری حدیث میں حضرت جابر ابن عتیک راوی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

سیاتیکم رکیب مبغضون فاذا جاؤکم فرحبوا بھم وخلوا بینھم وبین ما یبتغون فان عدلوا فلانفسھم وان ظلموا فعلیھم وارضوھم فان تمام زکوتکم رضاھم ولید عوالکم " رواہ ابوداؤد (از مشکوٰۃ)"	قریب ہے کہ تمہارے پاس چند مبغوض لوگ آئیں گے پس جب وہ تمہارے پاس آئیں تو تم انکی ساتھ فراخ دلی سے پیش آؤ اور جو کچھ وہ طلب کریں انکو دیدو۔ اگر وہ انصاف کرینگے تو انکو اسکا فائدہ پہنچیگا اور اگر انہوں نے ظلم کیا تو اسکا ضرر بھی وہ بھگتیں گے تم انکو راضی کرو اسلئے کہ تمہاری زکوٰۃ کا اتمام انکی رضا پر موقوف ہے اور تم انکی ساتھ اسطرح پیش آؤ کہ وہ تمہارے لئے دعا کریں "

ان احادیث سے بصراحت معلوم ہوا کہ امیر وقت اگر ظلم بھی کرے تب بھی رعیت کے لئے اطاعت کے سوا کسی جزیہ کا استعمال جائز نہیں۔ جب تک کہ اس کا ظلم وجور اور بددیانتی عام خلق اللہ کو محیط ہو کر اس درجہ کو نہ پہنچ جائے کہ اسکو ڈاکوؤں کی فہرست میں داخل سمجھا جائے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴ ... تھے جو تمام صدقات وصول کرکے خلیفہ کے پاس جمع کرتے تھے اور پھر خلیفہ ان کو مصرف زکوٰۃ میں اپنے انتظام سے خرچ کرتا تھا۔ ان لوگوں کو عامل صدقہ کہا جاتا تھا۔ جو امیر وقت کے نائب ہو کر صاحب نصاب لوگوں کے پاس جاتے تھے ۱۲ منہ عفی عنہ

ایک شبہ کا ازالہ | لیکن یہ مطلب اسکا ہرگز نہ سمجھا جائے کہ اسلام نے خلیفہ اور امیر وقت کے لئے ظلم کا میدان وسیع کر کے امرا کو ظلم کرنے پر جری اور بیچاری رعیت کو ظلم سہنے پر مجبور کر دیا ہے۔ اور یہ وہی عجمی ملوکیت و شخصیت ہے جس کے مفاسد اوپر بیان کئے گئے ہیں۔

کیونکہ نظام معاملات کی درستی کے لئے اسلام کا ایک خاص حکیمانہ اصول ہے جس کے تمام پہلو دیکھنے کے بعد ہر فہیم انسان یہ کہنے پر مجبور ہوگا کہ لوگوں کے باہمی معاملات کی اصلاح کے لئے اس سے بہتر کوئی قانون نہیں ہو سکتا۔

اسلام نے ایک طرف اگر رعایا کو اسپر مجبور کیا ہے کہ امیر وقت کے ظلم و ستم کے وقت بھی اس کو راضی کرنے کی کوشش کرو اور ہر حال میں اس کی اطاعت تمہارا فرض ہے۔ تو دوسری جانب امرا کو بھی آزاد نہیں چھوڑ دیا بلکہ ان کو اپنی جگہ میں اتنا پابند بنایا ہے کہ اُن کی کوئی حرکت و سکون عدل کے خلاف نہو سکے۔

حضرت معاذ رض کو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے والی یمن بنا کر رخصت کیا ہے۔ تو مفصل وصیتوں کے ضمن میں ارشاد فرمایا ہے۔

ایاك وكرائم اموالهم واتق دعوة المظلوم فانه ليس بينها وبين الله حجاب۔ رواه البخاری ومسلم۔ (مشکوٰۃ)	زکوٰۃ میں لوگوں کے عمدہ عمدہ مال منتخب کرنے سے بچو۔ اور مظلوم کی بد دعا سے ڈرو۔ کیونکہ اس کے اور خدا تعالیٰ کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں۔

نیز حضرت جابر ابن عتیک والی حدیث میں جس جگہ رعایا کو اسکی ہدایت کی گئی ہے کہ ہر حال میں امیر کی اطاعت کریں۔ وہیں ان امرا کو جو لوگوں پر ظلم کریں مبغوض و مردود فرمایا گیا ہے۔

اس کے علاوہ سیکڑوں احادیث ہیں جن میں ذرا سے ظلم کرنے والے امیر کے لئے ایسی سخت سخت وعیدیں فرمائی گئی ہیں۔ کہ اُنکو سُنکر پتہ پانی ہوتا ہے۔

الغرض ادھر امیر کو اپنی جگہ میں ظلم کے پاس جانے سے روکدیا گیا۔ اور ادھر رعایا کو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

معراج اور سائنس

ازقلم فیض رقم جانشین شیخ الہند حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند دام اللہ فیوضہم

سچے مذہب کی تعلیم چونکہ ایسی مقدمات پر مبنی ہوتی ہے جنمیں کسی قسم کی کمزوری نہیں ہوتی اور نہ ان میں وہم وخیال کے تصرفات بیجا کو راہ ہوتی ہی {لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ و لا من خلفہ} اس کے آگے پیچھے سے کسی قسم کی باطل چیز نہیں آسکتی۔

وہ ایک ایسے کامل العقل، راستباز، ہمدرد خلایق، حکیم کے ذریعہ سے پہونچائی ہی جس نے اپنے کمالات کو آفتاب سے زیادہ تر روشن ثابت کر دیا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے زمانہ کے سمجھدار، عمدہ روحانی قابلیت والے اشخاص اسکی روشنی اور ہدایت کے اسیطرح گرویدہ ہوجاتے ہیں جس طرح صحیح اور تندرست معدہ عمدہ غذا کا فریفتہ ہوتا ہوا اسکو اچھی طرح ہضم کرلیتا ہی۔ مگر جس طرح بیمار اور ماؤف معدہ غذا صالح سے نہ صرف نفرت ہی کرتا ہی بلکہ بسا اوقات اسکو ایسی غذا سے نقصان بھی پہنچ جاتا ہی اسیطرح ایسی صاف اور تیز روشنی سے ان لوگوں کو جنکا روحانی معدہ خراب اور مریض ہے نفرت ہوتی ہی اور وہ بجائے ہدایت کے گمراہی کے گڑھوں میں گرجاتے ہیں۔ اگر آیت یضل بہ کثیرا و یہدی بہ کثیرا و ما یضل بہ الا الفاسقین الذین ینقضون عہد اللہ من بعد میثاقہ و یقطعون ما امر اللہ بہ ان یوصل و یفسدون فی الارض اولئک ہم الخاسرون۔۔

خداوند کریم بہت سے لوگوں کو اس قرآن کی روشنی سے گمراہ کرتا ہی اور بہتوں کو ہدایت کرتا ہی۔ سوائے ان (فاسقوں کے جنکے روحانی ہضا برباد ہوگئے ہیں) کیسکو گمراہ نہیں کرتا یہ (فاسق) لوگ خدا کے عہد انکو مضبوط کرنیکے بعد توڑتے ہیں اور جن چیزوں کے جوڑنے کا حکم خدا نے دیا تھا انکو کاٹتے ہیں اور زمین میں فساد کرتے ہیں۔ یہی لوگ ٹوٹے میں پڑنیوالے ہیں

امر ثانی پر دلالت کرتی ہے تو آیت

ھدیً للمتقین الذین یومنون بالغیب الآیۃ	یہ قرآن زور دار ہدایت کرنیوالا ان لوگوں کیلئے ہے جن کے روحانی اعضا صحیح وسالم ہیں انہیں خدا سے ڈرنے اور اس کے مخالف امور سے پرہیز کرنیکا مادہ موجود ہے وہ غیب کی (آنکھوں سے اوجھل ہونیوالی) باتوں پر (دلائل باہرہ) کی بنا پر یقین لاتے ہیں الخ

وغیرہ امر اول کے لئے شاہد ہے۔ ہاں ہاں۔ آفتاب اپنی بے نہایت نورانیت اور تابش کیوجہ سے اگرچہ ایک عالم کیلئے رحمت کاملہ ہے مگر شپرچیگا دڑ، جنات، شیاطین وغیرہ کیلئے باعث عذاب بھی ہے۔ شیرینی تندرست آدمی کیلئے نہایت مرغوب ہے مگر صفراوی بیمار کے لئے بیحد آزار رساں۔ جسطرح احول کو ایک چیز دو دکھائی دیتی ہیں اور اس امر میں وہ اپنے آپ کو حقانی سمجھتا ہے اسیطرح روحانی امراض والے بہت سی ان یقینی اور قطعی باتوں کو نہ صرف اشتباہ کی نظر سے دیکھتے ہیں جنکو ایک سچا پیغامبر اعلیٰ درجہ کا ذکی اور عقلمند پیغمبر لیکر آیا ہے بلکہ اُسپر نہایت زور و شور سے انکار کرتے ہیں۔ اُس کا مذاق اُڑاتے ہیں آوازے کستے ہیں۔ اسکو مجنون و دیوانہ بناتے ہیں۔ حالانکہ خود بیماریوں اور کم عقلیوں میں مبتلا ہیں۔ اگر وہ اپنی بیماری کو پہچان جاتے تو یہ خرابی اون میں رونما ہوتی۔

ہر پیغمبر کے زمانہ میں یہ حالت پیش آئی۔ اور جناب سید الرسل علیہ السلام کے زمانہ نبوت میں بھی واقعہ در پیش رہا۔ معراج جسمانی کا وہ مشہور و معروف واقعہ جس سے نہ صرف احادیث صحیحہ کے دفاتر بھرے ہوئے ہیں بلکہ سورہ اسرا اور سورہ نجم کی آیتیں بھی کفایت سے زیادہ اُسپر روشنی ڈال رہی ہیں۔ ہر زمانہ میں کم عقلوں اور روحانی بیماروں کے لئے موجب حسرت و یاس ہوتا رہا خود زمانہ نبوت میں بہت سے لوگوں کی گمراہی اور ضلالت اسکے باعث ظاہر ہوئی اور ارتداد کے گڑھے میں بہتونکو اپنا دین و ایمان گنوانا پڑا۔ اُن کو ایسی تیز اور قوی حرکت اپنے جیسے جسم سے ادراک عقل اور سمجھ سے بالا معلوم ہوئی اور مستحیل الوقوع خیال کرنے لگے۔ ہر چند بعد از امتحان جسمیں بیت المقدس کی عمارت اور راستہ کی تفصیلات آنے اور جانے والے قافلوں کی کیفیت کا سوال تھا بہت سے

بہت سے لوگوں کو سچائی کا یقین ہو گیا (کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس امتحان میں نہایت اعلیٰ درجہ کی ڈگری حاصل کر لی تھی۔ اور آپ کی خبریں واقعی ثابت ہوئیں تھیں) مگر تاہم ایک جماعت اپنے گمراہانہ اصرار پر جمی ہی رہی۔

جسطرح قرون اولی اسلامیہ میں جب کہ یونانی فلسفہ عربی زبان میں ترجمہ ہو کر شائع ہوا تو اس کے کمزور اور غیر قطعی اصولوں نے ایک تو کریلا کڑوا اور نیم چڑھا کا کام دیا اس بطلیموسی فلسفہ کی بنا پر وہ شبہ جسمانی سریع الحرکتی کا تو تھا ہی آسمانوں کے دروازوں اور اس سے تجاوز کرکے صعود وغیرہ کے بھی کمزور شبہات پیش آئے۔ اُن کو آسمانوں میں خرق والتیام کا ہونا۔ ہر دو آسمان میں ذاصلہ عظیمہ کا متحقق ہونا وغیرہ وغیرہ امور باعث پریشانی ہوئی۔ اس زمانہ میں بھی بہت سے لوگ ڈگمگا گئے۔ اگر ایک جماعت نے اپنے تدین کا ثبوت انکار معراج جسمانی اور اثبات معراج روحانی سے دیا تھا۔ تو دوسری جماعت نے بالکل صفا انکار کر دیا یا طرح طرح کی تاویلیں کیں۔ ملاحدہ نے بھی مختلف وجوہ سے آوازے کسے "

اس زمانہ یورپیت میں بھی جب کہ فیثاغورثی سائنس کا دور دورہ ہوا اور آلات جدیدہ اور اختراعات ریاضیہ نے اپنا پر زور مظاہرہ کیا تو مشرقی عقول مغرب کے سفسطہ کے سامنے اسطرح سربسجود ہو گئیں کہ جو کچھ بھی کسی مغربی یوروپین نے کہدیا بغیر تحقیق مقدمات و تدقیق دلائل آمنّا اور سلمنا کہنے لگے۔ اسکولوں اور کالجوں وغیرہ میں یہ سائنس داخل کیا گیا اور صاف ہوا تو اسے سینوں اور خالی قلوب میں اُسکا نشو ونما اسطرح سے ظہور پذیر ہوا کہ جو جو اصول اور مقدمات اس فلسفہ جدیدہ کے انکو وہاں پلائے گئے تھے نہایت مضبوطی اور آسانی کیساتھ ان کے قوائے فکریہ اور ارواح میں پیچ گئے۔ وہی قطعی نتائج اور یقینی اصول دکھلائی دینے لگے انکا انکار یا ترمیم سب سے بڑا جرم معلوم ہونے لگا مذہبی اصول و قواعد خواہ کیسے ہی قوی اور یقینی کیوں نہوں ان سائنسی اصولوں کے مقابلہ میں کمزور ہی نہیں بلکہ ہیچ بھی معلوم ہونے لگے ان مذہبی اصولوں کی دلائل ان کے مقدمات اُن کے وسائل وغیرہ کو اپنی سادہ لوحی اور یوروپ کی تقلید سائنس جدید کی سبب وجہ

تصدیق کی بنا پر ان لوگوں نے نہ صرف غیر قابل التفات قرار دیا بلکہ اُن کو لچر اور پوچ خیال کرتے ہوئے پس پشت ڈال دیا۔ یا تو مذہب سے بالکل بیگانہ بنگئے اور یا ان مذہبی اصولوں و مسلمات امور کی کانٹ چھانٹ تنسیخ و تبدیل اسطرح پر کردی کہ سائنس جدید کا تصادم بالکل جاتا رہے۔ انہوں نے سائنس کے اصول کو اپنی مساعی کا نقطۂ نظر اور امام بنایا اور مذہبی قطعی اصولوں کو موم کی ناک اور بزعم خود مذہب کے بہت بڑے حامی اور مددگار بنگئے اپنی تقریروں اور تحریروں میں جسطرح اصول مذہبی کو پوری طرح تسلیم کرنیوالوں پر تبرابازی کا بازار گرم کرتے ہوئے اُن کی تجہیل اور تسفیہ کی۔ اسیطرح خراج تحسین وصول کرنے کی غرض سے اپنی مساعی کو جمیلہ اور اپنی کوششوں کو دقیقہ بھی دکھلایا۔ کسی نے کوشش کی کہ روایات معراج میں خلاف واقع انقطاع اور ضعف ثابت کرے کسی نے سعی کی کہ ان میں اضطراب کا پھندا ڈالکر صحت اور اعتبار کے میدان سے دور پھینکدے کسی نے قلم اٹھایا تو معراج جسمانی کی روایتوں پر نام نہاد اعتراضوں کی بوچھار کرکے روحانی معراج کا ڈنکا بجایا۔ کسی نے اسکو بیداری اور یقظہ کے مقام سے نکالکر خواب اور رؤیا کا خوش کُن جنگل دکھایا۔ روایت کے فن میں جب داخل ہوئے تو مسلمات فن روایت کے نہایت مضبوط قلعوں کو نہ صرف مسلمان کر بیٹھے بلکہ اسپر اسقدر زور وشور کی گرز باری اور گولا اندازی کی کہ اس کے اجزا ریت بنکر اُڑ گئے۔ حالانکہ فن تواریخ میں جب ان کے قدم اٹھے تو اسمیں لاکھوں قسم کی ایسی کمزوریوں کے موجود ہوتے ہوئے جنکا فن حدیث کی ضعیف سے ضعیف روایت میں عشر عشیر بھی موجود نہیں ہے ان تاریخی واقعات کو قطعی اور یقینی شمار کرنے لگے۔

فن درایت میں جب انہوں نے جادہ پیمائی شروع کی تو سائنس اور فلسفہ کے اُن مسلمات اور اصولوں کے سامنے جنکا ماننا محض تقلید یا شخصی خیال یا کمزور استخراج کی بنا پر ہے قوی سے قوی اصول مذہبی کی توہین کرنے لگے۔ وہ سائنس جدید جس کی تکمیل کا دروازہ باقرار ارباب فن ابھی تک بند نہیں ہوا اور نہ اُس کے آلات علم ابھی تک پایہ انتہا کو پہنچے ہیں جسمیں روزانہ نئی نئی زیادتیاں اور تنسیخ و تبدیل ہوتی رہتی ہیں اُس کے قواعد کو

برہانی اٹل سمجھنے لگے۔ خود دیکھ رہے ہیں کہ عرصہ دراز تک علماء سائنس روحانیت کا انکار کرتے رہے مگر پھر واقعات و شواہد نے ایسا مجبور کیا کہ نہ صرف وجود جنات و ملائکہ کے مقر ہوئے بلکہ امریکہ کے مشہور مشہور سائنس دان ہمزاد وغیرہ کے وجود کے بھی مقر ہو گئے اور اس کے لئے دلائل حسیہ اور غیر حسیہ کو قائم کرنے لگے۔ ایک عرصہ تک آفتاب کو غیر متحرک مانا جاتا تھا مگر پھر اکتشافات نے مجبور کیا کہ نہ صرف اس کے لئے حرکت وضعی (دوری) کا اقرار کیا جائے بلکہ حرکت اپنی بھی اپنے محور پر تسلیم کیجائے۔ جسطرح روحانیت اور فلکیات میں بیشمار تحقیقات روزانہ ہوتی رہتی ہیں اور سائنس ان کی بنا پر اپنی سابقہ غلطی تسلیم کرتے ہوئے پرانے قواعد اور مسلمات میں تغییر تبدل کرتی رہتی ہے۔ یہی حالت جمادات نباتات وغیرہ میں بھی جاری ہے۔ آج جمادات میں نہ صرف زوجیت کا اقرار ہے بلکہ اُن میں تعشق و نفرت رنج و راحت دل اور روح وغیرہ وغیرہ حالتیں بھی مانی اور ثابت کیجاتی ہیں۔ علم طبقات الارض میں اور علیٰ ہذا القیاس احجار و جواہر وغیرہ میں روزانہ جو جو اکتشافات جدیدہ واقع ہو رہے ہیں اُن کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

کیا تعجب کی بات نہیں ہے کہ ایک ایسے فن کو جو کہ پایہ تکمیل کو ابھی تک نہیں پہنچ سکا۔ اپنا امام بنایا جائے اور باوجود ضعف دلائل فن سائنس جدید مذہب کے قطعی اصولوں میں اعتراضات کو جگہ دی جائے تبدیلی وغیرہ ظاہر کیجائے۔ اور روایات وغیرہ میں باوجود صحت و قطعیت اشتباہات پیدا کئے جائیں۔

جو فتنہ سرعت حرکت کا زمانہ نبوت میں پیدا ہوا تھا اور قرون سابقہ میں اُسپر استزادہ کی نوبت آئی تھی وہی فتنہ مع زیادت متعددہ آج بھی پیش آرہا ہے۔ آج یہ بھی سوال اُٹھایا جاتا ہے کہ آسمانوں کا وجود نہیں۔ ہوا دو تین میل کے بعد ایسی نہیں کہ کوئی حیوان اُس میں زندہ رہ سکے وغیرہ وغیرہ۔

بڑی چیز اس مقام میں جس نے ہر زمانہ کے لوگوں کو حیرت میں ڈالا وہ حرکت کی سرعت کا

انتہائی درجہ ہے جس نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چشم زدن میں بیت المقدس (یروشلم) پہنچایا پھر وہاں سے ساتوں آسمانوں کی درمیانی مسافت کو قطع کرا کے غیر محدود مقام تک سیر کرائی اور پھر تھوڑی سی مدت میں واپس بھی پہنچا دیا۔ رات کا حصہ بھی ختم ہونے پایا تھا کہ یہ سب کارروائی اختتام کو پہنچ گئی۔

یہ چیز اگرچہ جہلاء عرب کے لئے ایک درجہ میں موجب انکار ہوسکتی تھی مگر قرون اولی اسلامیہ کے فلسفیوں کے لئے تو نہایت تعجب خیز ہے اور اس زمانہ کے سائنس دان روشن خیالوں کے لئے اس سے بھی زیادہ باعث تعجب ہے۔

ہم اس مقام پر قدرے تفصیلی روشنی ڈالنا مناسب سمجھتے ہیں۔ عرب کے احوال پر اولاً اور قرون اولی اسلامیہ کے مسلمات پر ثانیاً اور اپنے زمانہ کے سائنس دان حضرات کے اصولوں پر ثالثاً تھوڑی سی بحث کریں گے۔

(۱) عرب کے باشندے کہانت کو تسلیم کرتے تھے جس کا حصول جنات سے ہوتا تھا۔ جنات کی تیزی اور تند حرکت کے ماننے میں ان کو پس و پیش بھی نہوتی تھی۔ اسیطرح ملائکہ اور فرشتوں کی تیز اور قوی حرکت کا ان کو اقرار تھا اور یہی وجہ تھی کہ باوجود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر قسم کی مخالفت اور تکذیب کے انہوں نے کبھی اس مقدمہ کا انکار نہیں کیا کہ بہت جلد بارگاہ خداوندی سے فرشتہ وحی لے آتا ہے۔ یہ کبھی نہیں کہا گیا کہ کسی فرشتہ میں یہ قوت نہیں کہ چشم زدن میں آسمانوں کے اوپر سے کوئی چیز لا سکے اور نہ فرشتوں کے وجود کا ان کو انکار تھا اس لئے ان کو سوچنا چاہئے تھا کہ جب کہ جنات فرشتوں وغیرہ میں اسی قدر قوت ہے کہ آناً فاناً میں کہیں سے کہیں پہنچ جاتے ہیں تو اگر روح نبوی میں اس قدر قوت ہو کہ آناً فاناً میں اس جسم کو لیکر آسمانوں اور ان کے اوپر تک پہنچ جائے یا جسم نبوی نے روح قویہ کی مجاورت کی وجہ سے روحانی خفت ایسی پیدا کر لی ہو کہ آناً فاناً میں روح کے ساتھ اڑتی چلی جائے یا کسی قوی فرشتہ نے آنحضرت علیہ السلام کی روحانی اور جسمانی برداشت کی اور آپ کو

اپنی قوت سے ایک منٹ میں کہیں سے کہیں اٹھا کر پہنچا دیا تو کیا استبعاد ہے اور کیوں یہ امر محال شمار کیا جائے۔

یہی وجہ ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اسکی خبر دی گئی تو فرمانے لگے کہ اگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا ارشاد فرمایا ہے تو ضرور وہ سچے ہیں لوگوں نے جب اس پر تعجب کا اظہار کیا تو فرمانے لگے کہ ہم تو روزانہ اس سے بھی زیادہ تر تیز اور زیادہ تر دور کی خبریں سنتے رہتے ہیں - اور اُن کی تصدیق میں متامل نہیں ہوتے

باقی آئندہ

ازہار العرب

فی

الترجمہ والانشاء والادب

یہ تالیف ہمارے محترم دوست جناب مولانا دین محمد ثاقب فاضل دیوبند کی ہی جو عربی زبان میں ہی اور جسکی تالیف سے غرض عربی خوان طلبہ کی مشق تحریری و تقریری سہولت ہی۔ اسمیں دلچسپ حکایات و فکاہات کے علاوہ مراسلات کا بھی ایک جزو ہی جو نہایت مفید و کارآمد ہی بعض مدارس نے اسکو نصاب میں بھی داخل کرلیا ہی اسکی مختصر تعریف ہماری زبان میں یہ ہی کہ یہ تعریف سے مستغنی ہے حقتعالی مؤلف کی عمر و علم میں برکت عطا فرمائے اور اس رسالہ نافعہ کو مقبول خلائق فرمائے۔

صفحات ۶۲ سائز خورد مطبوعہ ٹائپ پریس قیمت (۶ر) ملنے کا پتہ

مولانا دین محمد خاں ثاقب معلم دار العلوم ڈھاکہ

اساطین اُمّت

چند علمی نکتہ سنجیاں

میرے عزیز بھائی مولوی قاری محمد طاہر سلمہٗ نائب المدیر القاسم نے مجھ فرمائش کی ہے کہ میں "اکابر دار العلوم" کی سوانح اور مختلف حالات بسلسلہ وار القاسم میں دینا شروع کروں اس فرمائش نے مجھے عجیب کشمکش میں مبتلا کر دیا۔ اگر لکھنا شروع کرتا ہوں تو واقعات کا اتنا ذخیرہ اور تسلسل موجود نہیں جسکو سیرۃ یا سوانح نگاری کی صورت میں پیش کرسکوں۔ اور نہیں لکھتا ہوں تو عزیز موصوف کی دلشکنی ہوتی ہے۔ اس لئے میں نے اپنی ناقابلیت کو نبھانے اور اپنے عزیز کے حسن ظن کو قائم رکھنے کے لئے "اکابر دار العلوم" کا مفہوم اک ایسا عام لیلیا جس میں موسسین اور ارکان و اجزاء دار العلوم کے سوا تمام اکابر اُمّۃ ائمہ مجتہدین محدثین۔ فقہاء اور اس آخری دور میں جماعت دیوبند کے تمام کبراء داخل ہوسکیں۔ کیونکہ یہ تمام اکابر اُمّۃ اکابر دار العلوم ہیں۔

جبکہ اس معنوی تصرف سے اکابر دار العلوم کا معنون عام ہوگیا اور ان اگلے اور پچھلے بزرگوں کی مختلف سیرتیں اُس میں داخل کردینے کا امکان آگیا۔ تو مناسب ہے کہ عنوان میں تصرف کرکے بجائے اکابر دار العلوم کے اساطین اُمّۃ عنوان رکھدیا جائے تاکہ اس وسیع و عمیق عنوان کے تحت میں اکابر کی علمی زندگیاں ان کی علمی موشگافیاں اُن کے مناظرے اور ان کے عام علمی آثار پیش کرسکیں۔

یہ کیا عجیب خوش وقتی و نیک قسمتی ہے کہ اس خفیف تصرف کے بعد یہ وہی مبارک عنوان بنگیا۔ جس کے ماتحت ایک عرصہ تک حضرت قبلہ عم محترم فخر الہند مولانا حبیب الرحمن صاحب مدظلہٗ العالی نے ممتاز اکابر اُمّۃ کی سوانح عمریاں اور سیرتیں الرشید کے صفحات پر پیش فرمائی ہیں اور مدتوں یہ بلیغ عنوان اس کی صفحات کی زینت رہا ہے۔

نیز اگر حضرت قبلہ موصوف کے ایک عنوان "دنیا میں اسلام کیونکر پھیلا" کی تجدید صفحات القاسم پر قبلہ و استاذ مولانا اعزاز علی صاحب مدظلہ نے فرمائی اور اگر اُن کے ایک دوسرے عنوان "تعلیمات اسلام" کی تجدید برادر محترم مولانا محمد شفیع صاحب نے کی۔ اور اپنی ذاتی اہلیت و قابلیت کی بنا پر کی تو اس اسوۂ حسنہ نے میرے لئے بھی راہ کھولدی کہ میں اساطین اُمت کے مبارک عنوان کی تجدید کر کے اپنی نااہلیت اور مضامین کی خامیوں کو اپنے بزرگوں کے دامان عنوان میں چھپا سکوں۔ اور اپنے ناقص معلومات کو اکابر کی طرف کسی نہ کسی طرح منسوب کر کے بڑے بڑے عنوان میں نہا سکوں۔"

احقر

(محمد طیب عفا اللہ عنہ)

آج اسلامی دنیا میں داناؤں کی کمی نہیں مدبروں کی قلت نہیں۔ دانشمندوں سے اسلامی برادری معمور ہے۔ لیکن اگر اس دوکان میں کسی متاع کی کمی یا فقدان ہے تو وہ علم اور فراستہ علم ہی جب رشتہ مذہب یا سلسلہ قومیت میں کوئی گتھی پڑ جاتی ہے۔ تو ہم بجائے فراستہ علم کے اسکو صرف ناخن فکر اور کشائندہ دولت ہی سے کہولدینا چاہتے ہیں۔ اسی لئے آج جب کہ دنیا میں مفاسد پر مفاسد بڑھتے جارہے ہیں اور رات کی اندھیری ٹکڑیوں کی طرح فتن اور گمراہیاں پھیلتی جارہی ہیں، ہم اپنی ذاتی آراء ہوا، اور اُن پر اصرار و اعجاب کے ذریعہ ان کے اضافہ کا سبب تو بن سکتے ہیں پر کسی علمی اصلاح اور دانائی کے ضابطہ سے اُن کو مٹا نہیں سکتے۔ کیونکہ ہم نے اپنی دانائی اور عقل کو علم سے جلا دینی ہی چھوڑ دی اور اسطرح اس فراستہ علم کا جو ایک مسلمان کی قومی میراث تھی خاتمہ کر دیا۔ کوئی شبہ نہیں کہ عقل ایک دوربین آنکھ ہے۔ لیکن بہرحال ہر آنکھ کی بینائی اور بصارۃ فرمائی کے لئے روشنی کی لامحالہ ضرورت ہے۔ اندھیری شب میں جبکہ کوئی خارجی روشنی نہ ہو تو آنکھوں کی داخلی روشنی کیا کاربرآری کر سکتی ہے۔

پس خدائے حکیم نے انسان کی فطرۃ میں عقل کی آنکھ ودیعت فرمائی اور اس کی بینائی کے لئے اسپر علم کا سورج چمکایا تاکہ اس کی بیرونی روشنی میں اس آنکھ کی اندرونی روشنی نگاہ بازی کرسکے۔ آج جبکہ اس آنکھ کے سامنے کوئی روشنی نہ رہی تو نتیجہ یہ نکلا کہ تنہا عقل کی روشنی بھی بیکار بلکہ مضرت رسان ثابت ہوئی۔ کیونکہ وہ اندھیری میں نگاہوں کے تیر پھینکتی ہے کبھی یہ تیر مقصد پر جا لگتے ہیں اور کبھی غیر مقصد پر اور جبکہ علم کی وہ روشنی مٹ گئی جس میں مقاصد نظر پڑتے تھے تو عموماً یہ تیر غیر مقاصد ہی کا شکار کرلاتے ہیں۔

بر خلاف اسکے اسلام کے قرون ماضیہ کو دیکھو تو نظر آئیگا کہ علم اور فراستہ علم کے نورانی آثار صرف ارباب تفقہ اور علماء و ائمہ ہی کیساتھ مخصوص نہ تھے۔ بلکہ علماء و فقہاء سے گذر کر سلاطین شعراء۔ اور عامۂ مسلمین کی طبائع پر بھی علمی ہی رنگ غالب آگیا تھا ان کے تمدن اُن کی روزانہ و شبانہ معاشرت ان کی نجی اور بے تکلف مجالس اور ان کی عام قولی و عملی زندگی سے شرائع اسلامی کا ظہور اور علمی روشنی کی جھلک صاف نمایاں نظر آتی تھی۔

علماء کے مذاکرے۔ سلاطین کے دربار۔ شعرا کی مجلسیں۔ عوام کے جتھے اپنے عام حالات کے لحاظ سے علمی اور اسلامی زندگی کا مرقع بنے ہوئے تھے۔

قاضیوں کے فیصلے۔ مفتیوں کے فتاوے۔ ائمہ کی امامت۔ وزراء کی سیاست اور عامۃ الناس کی عام روش صرف علم اور اس کی فراستہ و ذکاوۃ کے رہین منت رہی ہے لوگ جب اپنی جہالت کی گتھیوں میں خود ہی اُلجھ جاتے تھے۔ سلاطین جب اپنی مطلق العنانیوں کی بدولت کوئی ناقابل حل اور مہلک غلطی کرگذرتے تھے۔ اور جب کبھی رشتۂ مذہب و قومیت میں کوئی پیچیدہ گرہ پڑجاتی تھی تو ایک ذکی عالم کی علمی فراستہ اور علمی طاقت ہی ان مشکلات کا حل ثابت ہوتی تھی۔

اسی لئے بالعموم علماء اُمّۃ اور بالخصوص وہ برگزیدہ اور مقبول خلائق ربانیین جن کو سلاطین اُمّۃ کا مبارک لقب دیا جاسکتا ہے غرباء کے لئے شاہ اور شاہوں کے لئے

شہنشاہ بنے رہے ہیں۔ ان کا قبول عام۔ اور رسوخ تام دیکھکر سلاطین انپر رشک کرتے تھے اور ان کی خداداد شوکۃ و قوۃ کا اندازہ کرکے اس سے مرعوب رہتے تھے۔ کیونکہ یہ ہی حقانی انسان عام حالات میں عام مخلوق کے لئے قبلۂ حاجات اور کعبۂ آمال تھے۔ اُمۃ کی دینی تربیۃ اور دنیوی پیچیدگیوں میں انکا دست عقدہ کشا کام کرتا تھا اور بالآخر انہی کی فراستہ اُو براہ ہوتی تھی۔

ذیل کے چند علمی حکایتیں ہمارے مذکورہ دعوی کی تصدیق کرینگی جنکے پیش کرنے سی صرف یہ غرض ہی کہ مسلمانوں کے علمی شوق و رغبت میں کوئی معتد بہ اضافہ ہوجائے اور وہ اپنے موجودہ تنزل کو (جو جہالت کا ادنی نتیجہ ہی) اور اُن اسلاف کے عروج کو (جو ان کے علمی کارناموں کا ثمرہ تھا) بالمقابل سامنے رکھکر ان اکابر کے علمی اسوہ کو مشعل راہ بنانے کی کوشش کریں۔

ان اُرید الا الاصلاح ما استطعت۔

(۱) ایک عقل کے پورے نے اپنی بیوی کو مخاطب کرکے یہ حلف اٹھالیا کہ "اگر میں تجھسے پہلے تیرے کلام کرنے کے کلام کروں تو تجھپر طلاق ہے"۔ بیوی اس سے بھی زیادہ دانشمند نکلی۔ اس نے خاوند کو مخاطب کرکے فوراً یہ حلف اُٹھالیا کہ "اگر میں تجھسے پہلے تیرے کلام کرنے کے کلام کروں تو میرا تمام مال صدقہ ہی" ان حلفوں کے بعد دونوں کو اور بالخصوص خاوند کو سخت اشکال کا سامنا ہوا۔ کہ اگر وہ خود پہلے بولتا ہے تو بیوی ہاتھہ سے جاتی ہے اور اگر بیوی پہلے بولتی ہی تو تمام مال سے ہاتھہ دھونا پڑتا ہی۔ پس اس شخص کا کلام کرنا بیوی کے کلام کرنے پر موقوف اور بیوی کا بولنا اس کے بولنے پر موقوف ہوگیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ خاوند بیوی ایک دوسرے سے کلام نکریں۔ اور چپ بیٹھے ہوئے ایک دوسرے کو باحسرت و یاس دیکھا کریں۔ درصورت کلام یا بیوی جائیگی یا مال سے دست بردار ہونا پڑیگا۔

اس پیچیدہ گتھی میں اُلجھ کر اس پریشان حال نے فقہا کے دروازوں کو کھٹکھٹانا شروع کیا تاکہ اس بلا سے کوئی مخلص اور رہائی کی صورت نکل آئے۔ لیکن عموماً فقہاء نے

علما کو حیرانی تھی کہ ایسی صریح قسم میں وہ کونسا ایسا راستہ پیدا کرسکتے ہیں کہ نہ اس کی بیوی نکاح سے نکلے نہ مال ہاتھ سے جائے اور وہ بدستور ایک دوسرے سے بے تکلف بولنے بھی لگیں۔ بالآخر سفیان ثوری رحمۃ اللہ نے فتویٰ دے ہی دیا کہ اس مشکل سے نجات پانے کی کوئی صورت نہیں اور تم دونوں میں سے کسی ایک کو اپنی قسم میں جھوٹا ہونا ناگزیر ہے اگر خاوند پہلے بول پڑا تو یقیناً بیوی پر طلاق پڑجائیگی اور پھر اسکو علیحدہ نکرنا عمداً کھلی زناکاری میں مبتلا ہونا ہی، اور اگر بیوی پہلے بول پڑی تو یقیناً اس کا تمام مال خیرات کیا جائیگا ورنہ وہ تمام عمر مال حرام سے منتفع سمجھی جائیگی اور ان دونوں گناہوں کی پاداش دینی و دنیوی ظاہر ہی کہ حد درجہ شدید اور ناقابل تحمل ہے۔

بالآخر اسنے سب سے مایوس ہوکر سرخیل ارباب ذکاوت و سرتاج اصحاب فراستہ امام ہمام ابوحنیفہؒ کی ڈیوڑہی پر جبہ سائی کی اور حلف کا کل واقعہ کہہ سناکر اپنی پریشانی درماندگی کا اظہار کیا۔ امام صاحب نے برجستہ فرمایا کہ جا اور جاکر اپنی بیوی سے پہلے تو ہی کلام کر۔ نہ تو اپنی قسم میں جھوٹا ہوگا اور نہ تیری بیوی اور اسلئے نہ تیری بیوی ہاتھ سے جائیگی نہ مال۔ یہ بیچارہ اس خلاف ظاہر فتوی کو سنکر حیران و ششدر رہگیا۔ اور ایک گونہ بے اطمینانی کیساتھ سفیان ثوریؒ کیخدمت میں حاضر ہوا اور فتوی نقل کردیا، سفیان ثوری غضبناک ہوکر اپنی جگہ سے اُٹھے اور امام ابوحنیفہ کے پاس آکر نہایت تیزی سے فرمانے لگے کہ "اے ابوحنیفہ کیا تو حرام شرمگاہوں کو حلال کرنا چاہتا ہی؟ امام صاحب نے فرمایا کیا قصہ ہی؟ سفیان ثوری نے اُس شخص کو اشارہ کیا کہ اپنا سوال اور حلف کا واقعہ دُھرائے۔ چنانچہ حلف کا مسئلہ دُھرایا گیا۔ امام صاحب نے اپنا جواب بھی دُھرادیا۔ سفیان ثوری نے فرمایا آخر یہ کیسے ہوسکتا ہی کہ وہ اپنی بیوی سے کلام میں ابتدا کرے اور پھر طلاق نہو حالانکہ اوسنے اپنی پہلے بولنے ہی پر تو طلاق کو معلق کیا ہے، امام صاحب نے فتوی کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ شوہر کا حلف یہ تہا کہ اگر وہ بیوی کے کلام کرنے سے پہلے اس سے بولے تو اسپر طلاق ہی لہذا اسکے حلف اُٹھانے کے بعد جب بیوی نے حلف اُٹھایا تو وہ پہلے بول پڑی

اور اسی نے کلام میں ابتداء کی پس مرد کی قسم تو ساقط ہوئی اور بیوی قطعاً طلاق سے بچ گئی پس اب قسم ساقط ہونیکے بعد اگر میرے بھیجنے سے یہ شخص جاکر اپنی بیوی سے کلام کریگا تو حانث نہوگا کیونکہ اپنے حلف کے بعد کلام کی ابتدا اسنے نہ کی بلکہ اس کی بیوی کی، نیز اس شخص کے اس کلام کے بعد بیوی بھی اپنی قسم میں جھوٹی نہ ہوئی کیونکہ عورت کے حلف کے بعد پہلا کلام خاوند نے کیا نہ کہ عورت نے۔ لہٰذا نہ عورت پر طلاق پڑی نہ عورت کا مال خیرات ہوا اور نہ دونوں دائمی سکوت کے عذاب میں مبتلا ہوئے۔

یہ ایک جرأمۃ کی ذکاوۃ و فراستہ تھی جس نے دو درماندوں کو از سرنو زندگی کی کامرانی سے شاد کام کیا۔ کیا کسی بادشاہ کی فوج یا اسکا بیشمار خزانہ۔ پھر اس حالف کی تمام برادری و کنبہ ملکر اس کی اس ضیق اور مشکل کو رفع کر سکتے تھے؟ کبھی نہیں لیکن ایک امام وقت اور مجتہد عصر کی تھوڑی سی جنبش زبان نے تمام مشکلات کا منٹ میں خاتمہ کر دیا۔ اب خود ہی خیال کر لو کہ اس پریشان شخص اور اس جیسے ہزاروں مصیبت زدہ انسانوں کے قلوب میں کسی سلطان، گورنر، کمانڈر افواج کی عظمت و محبت جم سکتی تھی یا ان علمائے احبار کی جن کی قلوب واسنہ کا خفیف سے خفیف نور ان کی مشکلات کی بڑی سے بڑی ظلمت کو فنا کر دیتا تھا اور وہ اس نور کے چاندنے میں بآرام اپنی زندگی بسر کرتے تھے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے فتوی کی یہ تفصیل سنکر فرمایا کہ اے ابوحنیفہ تیرے لئے ایسی چھوٹی چھوٹی چیزوں سے علوم کے دروازے کھلتے ہیں کہ ہم اُن سے بے خبر اور غافل محض ہوتے ہیں۔"

رطب العرب

تخمیس القصیدۃ المشہورۃ للشبراوی

ربط القاسم نمبر ۱۱ جلد ۲

معاذ اللہ ان اخزی بخزیی ۔ من التقصیر فی امری ونہیی

خدا کی پناہ کہ میں رسوائی میں گرفتار ہوں اس وجہ سے کہ امر و نہی میں میں نے تقصیر کی ہے

وکم اسعی علی خوفی وخشیی ۔ وحاشا ان یخیب لدیک سعیی

اور بہت میری سعی خوف و خشیت کے ساتھ ہوئی ہے بعید ہو کہ میری سعی آپکی پاس ناکام ہے

ولیس لجود راحتک انقضاء

آپکی دست مبارک کی سخاوت کو ختم ہونا نہیں ہے

فوا اسفا سنو عمری بحد سی ۔ علی الستین قد اربت بخمس

افسوس کہ میری عمر کے سال میرے گمان میں ساٹھ پر پانچ زیادہ ہوگئے

واودع بغتۃ فی لحد رمس ۔ وہا انا بالذنوب ظلمت نفسی

ناگہاں قبر کے اندر رکھ دیا جاؤنگا ۔ ہاں میں نے ضرور اپنے نفس پر گناہوں کا ظلم کیا ہے

وجئتک والکریم لہ وفاء

اور آپ کی خدمت میں آیا ہوں اور کریم وفا ہی کرتا ہے

علی الثقلین قد اوجبت شکرا ۔ بجود قد ملا برا وبحرا

آپ نے دو گروہ عظیم انس جن پر شکر واجب کردیا کیونکہ آپکی جود نے خشکی و تری دنیا کو پر کردیا

مددت یدی السوال الیک فقرا ۔ وحاشا ان تعود یدای صفرا

میں نے بوجہ حاجت مندی کے دست سوال دراز کیا ہے بعید ہے کہ میرے ہاتھ

خالی واپس ہوں

وَفَضْلُكَ لَيْسَ تَنْقُصُهُ الدِّلَاءُ
آپ کے دریائے بخشش کو تو ڈول کچھ کم نہیں کرسکتے

وَآيَاتُ الرِّسَالَةِ مُحْكَمَاتٌ
آپکی رسالت کے آیات نہایت مضبوط ہیں
بَرَاهِينٌ سِوَاهَا وَاضِحَاتٌ
سوا انکے اور دلائل عقلی کھلم کھلا ہیں ۔

عَلَى الدِّيْنِ الْحَنِيْفِي بَيِّنَاتٌ
ملت اسلام پر شاہد ہیں
وَكَمْ لَكَ مُعْجِزَاتٌ بَاهِرَاتٌ
اور کسقدر معجزات آپکے ظاہر ہیں

كَضَوْءِ الشَّمْسِ لَيْسَ لَهَا خَفَاءُ
جیسے آفتاب کی روشنی کہ جسمیں کچھ پوشیدگی نہیں

وَقَوْلٌ لِلْهُدٰى وَافٍ وَشَافٍ
اور آپ کا منزل ہدایت کے لئے وافی شافی ہے
وَاِنْعَامٌ مُبِيْنٌ غَيْرُ خَافٍ
اور آپ کا انعام سب پر ظاہر ہے

وَاِحْسَانٌ مَلَا هٰذِي الْفَيَافِي
اور آپکے وہ احسانات ہیں کہ جنگل بھر گئے
وَاَخْلَاقٌ تَطِيْبُ بِهَا الْقَوَافِي
اور آپکو وہ اخلاق ہیں جنسے اشعار خوشنما ہوگئے ہیں

وَيَحْلُو الْمَدْحُ فِيْهَا وَالثَّنَاءُ
اور ان اشعار میں آپکی مدح وثنا شیریں معلوم ہوتی ہے

فَجُدْ كَرَمًا فَاِنَّكَ مِنْ كَرِيْمٍ
عَطُوْفٍ مُنْعِمٍ رَؤُفٍ رَحِيْمٍ
آپ کرم فرماکر بخشش کیجئے. آپ کیسے کریم ہیں مہربان انعام دینے والے زیادہ مہربان رحم والے

ثَنَاءُكَ فِي كِتَابٍ مِنْ عَلِيْمٍ
آپ کی تعریف قرآن پاک میں ہے
وَاَنْتَ لَنَا عَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ
اور آپ ہمارے لئے ایک بڑے خلق پر ہیں

وَنَحْنُ عَلَى الْعُمُوْمِ لَكَ الْفِدَاءُ
اور ہم سب کے سب آپ پر
قربان ہیں

وَإِنَّكَ قَاسِمٌ وَاللّٰهُ مُعْطِي	فَهَلْ لِي أَنْ يَكُونَ عَطَاءُ قِسْطِي
آپ تو تقسیم فرماتے ہیں اور اللہ دینے والا ہے	کیا میرا حصہ اُس عطا سے ہو سکتا ہے
رضاءً دائماً مِنْ غَيْرِ سُخْطٍ	سَمِعْنَا فِي الضُّحَى وَلَسَوْفَ يُعْطِي
کہ خوشنودی دائمی بلا خفگی مجکو حاصل ہو جائے	ہمنے سورہ والضحی میں سنا ہے۔ ولسوف یعطی یعنی اللہ تعالی عطا فرمائیگا

فَسَرَّ قُلُوبَنَا هٰذَا الْعَطَاءُ

اس عطا نے ہمارے دلوں کو بہت خوش کر دیا

إِذَا عَرَضَ الْعُصَاةُ عَلَيْكَ عَرْضاً	وَتَشْفَعُهُمْ وَهُمْ إِذْ ذَاكَ جَرْضَى

جب گنہگاروں کی آپکے سامنے پیشی ہوگی اور آپ سفارش فرمائیں گے وہ بیچارے غمگین ہونگے

وَتُسْتَرْضَى إِذاً وَتَقُولُ أَرْضَى	وَحَاشَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ تَرْضَى

اسوقت آپ کی رضامندی لیجائیگی اور آپ رضامندی بیان فرمائینگے۔ بعید ہی کہ آپ رضامند ہو جائیں

وَفِينَا مَنْ يُعَذَّبُ أَوْ يُسَاءُ

اور ہم کو یعنی آپکی امت میں کسیکو عذاب یا برائی پہنچے

إِذَا جَسَدٌ لَطِيفٌ مَالَ مَيْلاً	وَأَدْنَاكَ الْإِلٰهُ وَنِلْتَ نَيْلاً
جب آپ کے جسم لطیف نے بشوق میلان کیا	اور جناب باری نے آپکو نزدیک بلایا اور آپنے بہت کچھ حاصل کیا۔
فَقَدْ نُوراً فَلاَ وَتَجُرُّ ذَيْلاً	فَسُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَاكَ لَيْلاً

آپ نار سے قریب تر دامن کشاں بڑھتی تھی۔ پاک وہ ذات ہے جس نے رات کو آپکو سیر کرائی

وَفِي الْمِعْرَاجِ كَانَ لَكَ ارْتِقَاءٌ

اور معراج میں آپ کے لئے مراتب علیا کی ترقی دی

وَفُقْتَ الْكُلَّ بَعْدَ اللّٰهِ دَاهَا	وَخَصَّكَ بِالرِّسَالَةِ وَاصْطَفَاهَا

آپ سب پر اللہ تعالی کے بعد فائق ہیں خوب خوب اور آپ کو اُس نے رسالت کیواسطے مخصوص کیا اور رسالت کو پسند کیا۔

وما من نعمة الا حباها   ونلت من السیادة منتهاها

کوئی نعمت نہیں بچی کہ آپ کو نہ دی ہو   اور سرداری سے تو آپ نے پورا حصہ لیا

علو دون رفعته العلاء

یہ وہ بلندی ہے کہ جسکے بلندی کی سامنے سب بلندیاں پست ہیں

وطئت الفلک من وطئ ودوس   تلقت خیر اقدام بیوس

آسمانوں پر آپ نے قدم رکھا   اور آسمانوں نے مبارک قدموں کی قدمبوسی کی

وجزت السبع فی جوس وحوس   وادناک الالٰہ کقاب قوس

آپ تو دیکھتی بھالتی سات آسمان سے آگے نکل گئے اور اللہ تعالیٰ نے بلامکان زمان بہت ہی قریب بلالیا

مع التنزیہ وانکشف الغطاء

اور سب پردے کھل گئے

وقد اوحی بما اوحی لذکر   دریت حقائق الاشیاء بفکر

آپ کی یادگاری کیواسطے جو کچھ کہا کہا   حقائق اشیاء کا علم آپ کو خوب ہو گیا

فلست بناطق الا بخیر   وخصک بالھدی فی کل امر

اب جو بات آپ فرماتے ہیں علم اور دانشمندی سے فرماتے ہیں اور آپکو خاصکر ہر چیز میں ہدایت فرمائی گئی

فلست تشاء الا ما یشاء

اب آپ وہی چاہتے ہیں جو خدا چاہتا ہے

وحاز الانبیاء لدیک ذخرا   وکل قدموک فکنت اولیٰ

انبیاء نے آپکے پاس کمالات کا ذخیرہ لے لیا   اور امامت کیواسطے آگے آپکو بڑھایا اور آپ اولیٰ تھے

واخبر منک امتہ ببشری   وانت مقدم دنیا واخری

اور ہر نبی نے اپنی امت کو آپ کی خوشخبری دی۔ آپ تو دنیا و آخرت میں سب سے مقدم ہیں"

وَصَلّٰی خَلفَ ظَهرِكَ انبیاءُ

آپ کے پیچھے انبیا نے نماز پڑھی ہے

اِذَا فَزِعُوا لِیَومِ الحَشرِ تُدعیٰ — تُشَفَّعُ حِینَ تَشفَعُ ثُمَّ تَرضیٰ

قیامت کے دن جب لوگ گبھرا جاویں گے تو آپ بلائے جاویں گے آپکی سفارش قبول ہوگی اور آپ خوش ہو جائینگے

وَجُودُكَ فِی کِلَا الدَّارینِ یُرجیٰ — رَسُولَ اللّٰہِ فَضلُكَ لَیسَ یُحصیٰ

اور آپکی بخشش کی دونوں جہان میں امید کیجاتی ہے — رسولخدا آپکی مہربانی بزرگی کی انتہا نہیں

وَلَیسَ لِقَدرِكَ السَّامِی فَنَاءُ

اور آپ کے مرتبہ عالی کو فنا نہیں ہے

وَخُضنَا فِی مَدِیحِكَ قَد وَلَجنَا — وَلَم نَخرُج بِشَیٔ اِذ خَرَجنَا

آپکی مدح سرائی میں داخل ہوکر بہت غور کیا — کچھ بھی نکر سکے جوں کی توں رہی

وَلَم نَبلُغ لِكَ مَدَاهُ مَتیٰ عَرَجنَا — سَمِعنَا فِیكَ مَدحًا فَابتَهَجنَا

اور آگے چڑھے تو اس کی انتہا ہی نہیں ملی — آپکی مدح میں دو شعر حضرت حسّان کے سنے تو ہم خوش ہوگئے

وَصَارَ لَنَا بِمَعنَاهُ اکتِفَاءُ

اور اس کے مقصود پر کفایت کی

وَآثَرَكَ الاِلٰهُ بِکُلِّ سَیبٍ — عَلیٰ کُلِّ الوَریٰ مِن غَیرِ رَیبٍ

خدائے پاک نے ہر عطا میں ساری مخلوقات پر بلاشک آپ کو فضیلت دی

وَلَیسَ القَولُ ذَا رَجمًا بِغَیبٍ — خُلِقتَ مُبَرَّءًا مِن کُلِّ عَیبٍ

اور یہ کہنا اٹکل سے نہیں ہے — آپ ہر عیب سے پاک صاف پیدا کئے گئے ہیں

کَاَنَّكَ قَد خُلِقتَ کَمَا تَشَاءُ

گویا آپ تو ایسے پیدا کئے گئے جیسے آپکا جی چاہتا تھا

وَاِنَّكَ بَيْنَنَا هَيْنٌ وَلَيْنٌ جَمَالُ الدَّهْرِ لِلْكَوْنَيْنِ زَيْنٌ

اور ضرور آپ ہماری ساتھ نرم خو نرم مزاج ہیں۔ زمانہ کیواسطے خوبصورتی۔ اور دونوں جہان کیلئے زینت تھا

وَنُوْرُ الْعَيْنِ لِلْاَعْيَانِ عَيْنٌ وَاَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنٌ

آپ آنکھ کی روشنی۔ سرداروں کے سردار۔ آپ سے خوبصورت زیادہ کسی آنکھ نے نہیں دیکھا

وَاَكْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ

اور آپ سے کامل زیادہ کسی عورت نے نہیں جنا

عَلَيْكَ سَلَامُ رَبِّيْ مَا اَمَالَتْ غُصُوْنَ الرَّوْضِ اَنْسَامٌ وَّمَالَتْ

آپ پر پروردگار کا سلام جب تک ہوائیں باغوں کی شاخہائے درخت کو حرکت دیں اور ہلائیں

وَمَا رَتَعَتْ مَهَا فِيْهَا وَجَالَتْ عَلَيْكَ صَلٰوةُ رَبِّيْ مَا تَوَالَتْ

اور جب تک گاوان وحشی باغوں میں چریں اور دوڑتے پھریں۔ آپ پر پروردگار کا درود جبتک پے در پے

دُهُوْرٌ اَوْ تَلَا صُبْحًا مَسَاءُ

زمانے آتے رہیں۔ اور صبح کے بعد شام آوے

تمت القصیدۃ

حالات دار العلوم دیوبند

یکم ذی الحجہ ۱۳۵۵ھ آج حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی مدظلہ العالی نے مسلم شریف کا درس دیا چونکہ حضرت شاہ صاحب مدظلہ صدر مدرس، دو ماہ کی رخصت پر کشمیر تشریف لے گئے ہیں اسلئے ترمذی شریف کے وقت میں فی الحال مسلم ہو رہی ہے۔

۷ ذی الحجہ ۱۳۵۵ھ مولانا مرتضیٰ حسن صاحب ناظم تعلیمات دار العلوم کیجانب سے سفر میں تشریف لے گئے تھے آج واپس ہوئے ہیں مولانا کے متعدد وعظ اثنائے سفر میں ہوئے اور بہار کے علاقہ میں کئی ایک ہنود مشرف باسلام ہوئے

۸ ذی الحجہ ۱۳۵۵ھ حضرت مہتمم کیجانب سے اعلان ہوا ہے کہ ۹ ذی الحجہ سے ۱۶ ذی الحجہ تک تعطیل عید اضحیٰ رہیگی جو طلبہ اپنے مکان جانا چاہتے ہیں وہ جاسکتے ہیں۔ ۱۶ کی شام کو واپس آجانا چاہیے۔

حضور نظام کیلئے دارالعلوم میں دعا کا انتظام

حضور نظام کے متعلق جو اطلاعات اخبارات میں شائع ہو چکیں ہیں وہ یقیناً ہر درد مند کو اسپر مجبور کئے ہوئے ہیں کہ خدائے قدوس کی بارگاہ میں ہر مسلمان دعا کرے اور امکانی ہمدردی سے دریغ نکرے دارالعلوم کی مسجد میں پانچوقت کی نماز وں کے بعد دعائے تحفظ اقبال و ترقی عمر و دولت ہوتی ہے حق تعالیٰ اسکا ظہور جلد سے جلد فرماوے۔ اور ناخوشگوار تعلقات میں پھر خوشگواری پیدا ہو جائے۔

افسوس اور حسرت کیساتھ یہ اطلاع دیجاتی ہے کہ جناب حافظ فصیح الدین صاحب سوداگر و میونسپل کمشنر و آنریری مجسٹریٹ میرٹھ و ممبر دارالعلوم نے کچھ عرصہ علیل رہکر اس دار فانی سے رحلت فرمائی انا للہ و انا الیہ راجعون،، حافظ صاحب مرحوم عجیب لوگوں میں سے تھے دولتمند ہونے کے ساتھ پکے دیندار بھی تھے اور جماعت دیوبند کے فدائیوں میں ممتاز درجہ رکھتے تھے حال کے دارالعلوم کے جلسہ شوریٰ میں بڑی مستعدی کیساتھ شریک ہوتے تھے اللہ تعالیٰ حافظ صاحب مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ نصیب فرمائے اور نعمات جنت الخلد سے نوازیں حضرت مہتمم صاحب اور مولانا سعید الدین صاحب و دیگر حضرات نے میرٹھ جاکر تعزیت ادا کی

۱۰ ذی الحجہ ۴۵ھ آج نماز عید سے قبل ورتمان اخبار کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے کے زیر صدارت مولانا عزیز الرحمن صاحب مفتی دارالعلوم جلسہ عیدگاہ میں منعقد ہوا ہزاروں مسلمان شریک تھے پہلے مولانا شبیر احمد صاحب کی تقریر ہوئی اور ریزولیوشن پیش کیا گیا پھر مولانا حسین احمد صاحب نے اس کی تائید میں تقریر فرمائی اور اسکے بعد حضرت مہتمم صاحب کی جانب سے مولانا مرتضیٰ حسن صاحب نے مختصر لفظوں کے ساتھ توثیق کی اور نماز عید ادا کی گئی اور اگلے روز وائسرائے بہادر کیخدمت میں متفقہ و منظورہ ریزولیوشن بذریعہ تار بھیجا گیا۔ جسمیں جسٹس دلیپ سنگھ کے فیصلہ پر اظہار ناراضی کیا گیا تھا اور گورنمنٹ ہند کو توجہ دلائی گئی تھی۔

نزاع دیوبند

۱۲ ۱۲/۵۴ھ آج سوء اتفاق سے بعض غلط فہمیوں کی بنا پر دارالعلوم کے طلبا اور دیوبند کے ایک ہندو رئیس
کے باغ کے ملازموں کے درمیان جھگڑا ہوگیا نوبت زد و کوب تک پہنچی کچھ چوٹیں بھی لگیں مگر چونکہ دیوبند
میں ہندو مسلم تعلقات اچھے ہیں اسلئے اس سانحہ نے قومی مسئلہ کی حیثیت پوری طرح اختیار نکی اسلئے ہر قسم
کی بہتری کی توقع ہی۔ کیونکہ اسکا یقین ہر ہر فرد کو ہی کہ یہ معاملہ محض اتفاقی تہا۔

۱۵ ۱۲/۵۴ھ آج پولیس کیطرف سے شناخت ملزمین کی کرائی گئی جسمیں چار طالب علم دو مرتبہ کی شناخت کے وجہ سے
فوراً گرفتار کرلئے گئے اس صدمہ کی کیفیت کسیطرح اس صفحہ میں تحریر کرنا ممکن نہیں حضرت مہتمم صاحب
عصر کے بعد تھانہ میں تشریف لیگئے اور پوری طرح ان کو سکون و دلاسہ دیا کہ تمہارے لئے پوری کوشش
کیجاویگی اور اسی قسم کی چند تقریریں طلبا سے فرمائیں کہ وہ سکون و اطمینان سے رہیں اُن کیلئے پوری
سعی کیجارہی ہی۔ شہر کے با اثر لوگ بھی پوری ہمدردی کیساتھ کام کر رہے ہیں۔

۱۷ ۱۲/۵۴ھ حالات کی رفتار کا تقاضا یہ ہوا کہ دارالعلوم کے مقتدر حضرات اور شہر کے معززین کا ایک مشترکہ
مصالحتی وفد پنڈت آسارام کے پاس جائے چنانچہ دارالعلوم میں جلسہ ہوا وفد کیضرورت پر پوری روشنی ڈالی
گئی ۲۰ آدمی منتخب ہوئے جو اگلے دن شام کو پنڈت آسارام سے ملے پنڈت آسارام نے وفد کیساتھ
نہایت شریفانہ معاملہ کیا اور قبل وفد کی گفتگو کے حادثہ کے متعلق اظہار افسوس کیا اور کہا کہ میں یقین
کئے ہوئے ہوں کہ موجودہ واقعہ محض اتفاقی واقعہ تہا جسکا پہلے سے کسیکو وہم و گمان بھی نہ تہا اور میں
مقتدر وفد کے تشریف آوری سے بیحد شرمندہ ہوں مجھے جسطرح حکم دیا جائیگا اسیطرح عمل کرونگا اسپر
وفد نے انکی فہم و خلق کی داد دیتے ہوئے انکا شکریہ ادا کیا۔

۲۶ ۱۲/۵۴ھ آج ہندو مسلمانوں کے درمیان مصالحانہ گفتگو ہوئی اور وہ طلبا جو شناخت کے سلسلہ میں
زیر حراست تھے ضمانت پر رہا کردیئے گئے۔ امید غالب ہی کہ یہ معاملہ باحسن وجوہ انشاءاللہ ختم ہوجائیگا

(باقی آئندہ)

خاکسار
بشیر حسین نگینوی پیشکار حضرت مہتمم صاحب مدظلہ

القاسم

دور جدید

جلد ۳   صفر المظفر [illegible] ھ   نمبر ۲

مرکز العلوم الاسلامیہ ... دارالعلوم دیوبند کا ماہوار دینی و علمی رسالہ

زیر ادارت

فخر الہند حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب ... ثانی دارالعلوم

[illegible]

[illegible]

[illegible]

رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۴۷۱

صلی اللہ علیہ وسلم انما انا قاسم واللہ یعطی

القاسم

دور جدید

جلد ۳ صفر المظفر سنہ ۱۳۳۶ھ نمبر ۲

مرکز العلوم الاسلامیہ جامعۂ قاسمیہ دار العلوم دیوبند کا ماہوار دینی و علمی رسالہ

زیر ادارت

فخر الہند حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب ناظم ثانی جامعۂ قاسمیہ

باہتمام

خاکسار طاہر بن احمد القاسمی نائب المدیر

مطبع قاسمی دیوبند میں طبع ہوکر

دفتر القاسم دار العلوم دیوبند سے شائع ہوا

قیمت سالانہ دو روپیہ آٹھ آنہ مع محصولڈاک

فی پرچہ

رسالہ القاسم ماہ صفر المظفر ۱۳۴۶ھ ہجری ۴

بیادگار حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قدس اللہ سرہ بانی دار العلوم دیوبند

بسرپرستی

قدوۃ الانام حضرت مولانا الشاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی و حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری و حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی و حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب صدر مہتمم و دیگر مقدس و مقتدر علماء

دیوبند سے شائع ہوتا ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دُنیا کو اسلام سے کس کس طرح رُوگا گیا؟

یں | زمانہ کے انقلابات بھی کیسے کیسے عجائبات اپنے اندر رکھتے ہیں جب ایک واقعہ زمانہ ہماری
ہوں کے سامنے پیش کرتا ہی تو ہم اسکو محیر العقول آثار سے بھرا ہوا دیکھکر عرب کے مُنہ زور شاعر متنبی کا

ر مضت الدھور وما اتین بمثلہ ولقد اتی فعجزن عن نظرائہ

ھنے لگتے ہیں۔ لیکن اوسکے بعد ہی دوسرا واقعہ آکر بتاتا ہی کہ مجھسے قبل کا واقعہ ہیچ تہا۔ در اصل منظیر
ں ہوں۔ اور حقیقت یہ ہی کہ نہ یہ ہی بےنظیر نہ وہ ہی بےمثل۔ بلکہ زمانہ کے اس بازار میں تو ہر ہوتی ہی
بےنظیر ہی" زمانہ کی اس بوقلمونی پر جو لوگ نظر ڈالتے رہنے کی عادی ہیں اُنکے نزدیک زمانہ
ہر ایک حرکت زمانہ کا ہر ایک سکون قابل حیرت اور لائق صد استعجاب ہی۔

یں عجائبات زمانہ میں سے ہمارے زمانہ کے مدعیان عقل و تحقیق مذاہب کی روش ہی جو خواہ
نکے نزدیک موجب صد مدائح ہو مگر کم از کم ہم جیسوں کی زبان سے تو ع بسوخت عقل
یرت کہ ایں چہ بوالعجبی ست + نکلوا ہی دیتی ہی، جن لوگوں کی عقلیں۔ عناد۔ ہٹ دھرمی۔
راہی نخواہی عداوت وغیرہا کے مُہلک امراض نفسانیہ سی فنا کے قریب نہ پہنچ چکی ہوں اُنکا
رض ہی کہ وہ دلائل کی روشنی میں نتائج کی چھان بین کریں، اور دلائل صحیحہ اور براہین قاطعہ جس
انب انکو لیجاویں اُس جانب چلیں۔ یہ طریقہ ہرگز ہرگز صحیح طریقہ نہیں ہی کہ کسی نتیجہ کو ذہن میں
ولاً راسخ کرلیا جائے اور اس کیلئے دلائل کی تفتیش کیجاوے یعنی دعوی کو دلیل کے تابع کرنا مناسب ہے
ر کہ دلیل کو دعوے کے تابع کرنا۔

یکن زمانہ موجودہ کے مدعیان عقل کی رفتار ہی برعکس ہی۔ اُن کے یہاں اولاً ایک دعوی
ائم کرلیا اور نتیجہ صحیح مان لیا جاتا ہی ثانیاً اسکے مناسب دلائل ڈھونڈھے جاتے ہیں۔ اس طریقہ
کا لازمی نتیجہ ہوتا ہی اور یہی ہونا بھی چاہیئے کہ نہ تو ایسے دلائل ہی ملتے ہیں جنسے ایک سمجھدار

انسان اُن کے دعوی کی تصدیق کرے نہ وہ ان دلائل کو مفید مدعا نہ ہونیکے بعد اپنے دعوی سے رُجوع کرسکتے ہیں۔ اس سے زیادہ دشواری یا مضرت یہ ہوتی ہے کہ چونکہ اس مخالف عقل طریقہ کو اختیار کرکے یہ صاحبان اول سے قبل ہی دعوی کو ناقابل ابطال اور روز روشن سے زیادہ بدیہی مان لیتے ہیں اسلئے ان صحیح دلائل اور واضح براہین سے بھی انکو کچھ فائدہ نہیں پہنچتا ہی بلکہ اپنے دعاوی کے مخالف دلائل کی نسبت اول تو وہ پوری کوشش، کامل طاقت اسمیں صرف کردیتے ہیں کہ کسی طرح کوئی موقع نکتہ چینی کا ملجائے اور اسی، حبك الشئ یعمی ویصم، {محبت انسان کو اندھا، بہرا بنادیتی ہو} کے مصداق جنون اعتراض کیوجہ سے وہ خود اپنے دلوں میں اس انصاف کرنے سے قاصر رہتے ہیں کہ ہمارے اعتراضات کسدرجہ کے ہیں۔ فی الحقیقت ان اعتراضات کی جرح مخالف کے دلائل کو مجروح کرتی ہی یا یہ اعتراضات خود ہی مجروح ہیں۔ بلکہ دعوی مظنونہ کے متعلق والہانہ رفتار بسا اوقات صریح سے صریح غلطی کا احساس نہیں ہونے دیتی ہی لیکن اگر مخالف کے دلائل کچھ ایسی ہموار سطح پر ہوں کہ اُن میں کسی قسم کی کجی ظاہر ہی نہوتی ہو تب بھی اس قسم کی روش رکھنے والے صاحبان ان سے فائدہ نہیں اٹھاتے ہیں اور یہ کہکر دل کو سمجھا لیتے ہیں کہ اگرچہ ہمارے دعوی کے خلاف میں دلائل قویہ موجود ہیں انپر انگلی رکھنا ناممکن ہی مگر چونکہ ہمارا دعوی صحیح ہے اسلئے ان دلائل میں یقیناً کوئی نہ کوئی نقصان ہے غرض یہ کہ لاطائل اور لغو نکتہ چینی ہو یا یہ عذر لنگ دلائل صحیحہ سے استفادہ کی محرومی بہرصورت حاصل ہے اسی مضمون کیطرف کلام الٰہی (جل قدرہ وعز شانہ) کے یہ پرشوکت الفاظ اشارہ کرتے ہیں:

ولقد[۵] ذرانا لجہنم کثیرا من الجن والانس۔ لہم قلوب لایفقہون بہا ولہم اعین لایبصرون بہا ولہم آذان لایسمعون بہا اولئك کالانعام بل ہم اضل اولئك ہم الغافلون»۔

---

[۵] اور ہم نے پیدا کئے ہیں دوزخ کیلئے بھتیرے جن اور انسان! ان کے دل ہیں کہ ان سے سمجھتے نہیں اور آنکھیں ہیں کہ انسے دیکھتے نہیں۔ اور کان ہیں کہ انسے سُنتے نہیں، وہ لوگ چوپاؤں کی مثل ہیں بلکہ انسے بھی زیادہ گمراہ یہی لوگ بیخبر ہیں۱۲

ہاتھ، پاؤں، آنکھ، ناک رکھنے والے انسانوں کی جس قسم کا ہم نے ذکر اسوقت کیا ہی ان کے معتقدات، خیالات، دعاوی کچہ اس قسم کے لطائف و ظرائف سے بھرے ہوئے ہیں کہ فی الحقیقت اُن میں سے ہر ایک قابل ذکر ہے تاکہ سمجھدار لوگ ان معتقدات اور ان کے دلائل کو دیکھکر منعم حقیقی کی نعمت عقل کاملہ کا شکر ادا کریں اور سمجھ سکیں، ہمارے خالق نے ہمکو بھی اس جنس کی طرح عاقل نما مجنون نہ بنایا۔

ان مشار الیہا دعاوی میں سے ایک دعوی وہ ہی جس کا تعلق ہمارے اس موضوع سی ہے، یہ جماعت ایسے لوگوں میں پیدا ہوئی کہ نہ اُن کے عقائد میں کسی قسم کا کوئی حُسن نہ اعمال میں نہ اخلاق میں شائبہ انسانیت، نہ معاملات و تعلقات میں رعایت حسن معاشرت۔

نجاسات حقیقیہ عقلیہ کو طہارات۔ حوادث و ممکنات کو قدماء اور واجبات خیال کر لینا انکی چھوٹی سی سنگھڑت ہی۔ جانوروں کی جان کے مقابلہ میں اشرف المخلوقات (انسان) کی غیر محدود جانیں تلف کرنا اور تلف کرانا دوسرے مذاہب کے مسلّم مقتداؤں کو سب وشتم سے یاد کرکے دل آزاری کرنا اون کے اخلاق و معاملات کا ادنی کرشمہ ہی۔

اس سیاہ اور ناہموار شیشہ میں ان لوگوں کو اسلام کی تصویر بھی سیاہ اور کھُردری معلوم ہوئی۔ اور اسیوجہ سے نہ انہوں نے دلائل عقلیہ کا دامن پکڑا۔ نہ اسلامی تعلیمات کو جانچا جنکی جانچ اسوجہ سے کچہ دشوار نہ تھی کہ علمائے اسلام نے اسکے ایک ایک دقیقہ کی تحقیق کی اور اسکو چار دانگ عالم میں شائع کر دیا ہی۔ بلکہ انہوں نے ان مشاہدات و واقعات سے بھی قطع نظر کر لی جو اسلامی قواعد کے ماتحت رہکر مسلمانوں سے ظہور پذیر ہوئے۔ اور یہ سمجھ لیا کہ اسلام کا یہ بحر مواج دنیا کے ہر ہر گوشہ کو تلوار کی پشت پناہی میں محیط ہوا۔

جب یہ خیال ذہن میں راسخ ہو چکا تو اسکے لئے دلائل کی تلاش شروع ہوئی۔ جب یہ نوبت ہو کہ دلائل سے زیادہ دعوی محبوب ہو تو دلائل کا ملجانا کیا دشوار ہی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اگر کبھی نے کفار کی ناقابل برداشت تکالیف سے عاجز آکر تلوار اٹھائی تو اس کو بھی اسلامی تعلیم ہی

کے ماتحت خونریزی کی تعلیم قرار دیا گیا اگر کسی مسلمان پادشاہ نے طریقہ سلاطین کے موافق لشکر کشی کی تو وہ بھی اسلامی جہاد سے تعبیر کیا گیا۔ اور اس سلسلہ نے یہانتک ترقی کی کہ اگر کسی شخص نے ڈاکا ڈالا اور بدقسمتی سے اُس کا شمار مسلمانوں میں ہوا تو کہا گیا کہ مسلمانوں کا مذہب ڈاکہ ڈالنے کو بھی ضروری قرار دیتا ہے۔

اس جماعت کے افراد گائے کی آڑ میں انسانوں کی جانیں تلف کریں مگر اُن کے زعم میں انکا مذہب جیو رکھشا کی تعلیم دیتا ہے اور اگر کوئی شخص نظام دُنیا کو باقی رکھنے کی غرض سے ان مفسدہ پردازوں کی جان لے جو دنیا کے لئے اُن اعضائے فاسدہ کی طرح ہو گئے ہیں جنکو اگر قطع نکیا گیا تو قیامت کبریٰ سے پہلے قیامت کا ہو جانا باغلب ظن ہے تو یہ صاحبان اسکو خونریزی کی تعلیم سے تعبیر کریں۔ ہمارے موضوع سے اگرچہ خارج ہے لیکن یہانپر پہنچکر اسقدر عرض کردینا ضروری ہوگیا ہے کہ اسلامی جہاد بیشک فرض ہے اور ہمارا عقیدہ ہے کہ وہ قیامت تک فرض رہنے والی چیز ہے۔ اور مسلمانوں نے اس فرض کو ادا بھی کیا ہے۔ لیکن وہ کیا چیز ہے؟ کیا یہی کہ دنیا کے امن کو خطرے مین ڈالکر بیگناہ انسانوں کا خون بہایا جاوے؟ مکاری اور دغابازی کے ذریعہ سے اتلاف نفوس کا ارتکاب کیا جاوے؟ تلوار کے ذریعہ سے اسلام لانے پر مجبور کیا جاوے؟ اور اگر اسکو بیموقع کیا جاوے تو موجب ثواب یا باعث صد عذاب؟ اگر اسکی تحقیق کرنی ہو تو اسکے اسلامی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ علمائے اسلام موجود ہیں ان سے تحقیق کرو۔ نہ اس مسئلہ میں کسی قسم کا خفا ہے اور نہ علمائے اسلام کسی مسئلے کو مخفی رکھ سکتے ہیں کیونکہ کتمان علم ان کے یہاں گناہ سمجھا گیا ہے۔ اور پھر یہ بھی نہیں کہ کتابیں عربی زبان میں ہوں۔ خدا کا شکر ہے کہ اس موضوع پر اُردو میں بھی ضخیم اور غیر ضخیم کتابیں تصنیف کی جاچکی ہیں۔

میں بھی اس موضوع پر بحث کرتا لیکن خارج از بحث امر کو داخل کرنا کلام اور متکلم دونوں ہی کیلئے مضر ہے اسلئے مجبوراً اسکو ترک کر کے مقصد کے متعلق کچھ عرض کرتا ہوں"

خلاصہ یہ کہ غیر مسلم جماعتوں نے اسلامی محاسن کیوجہ سے اپنے بچاؤ کی صورت فقط اسمیں

دیکھی کہ اسلامی چہرہ کو انیاب اغوال کی صورت میں پیش کیا جائے اور اسکے خوشنما چہرہ کو منجملۂ بہت سے اتہامات کے علاوہ یہ کہکر بھی مکروہ صورت میں دکھایا جائے کہ اسکی اشاعت صرف بزورِ شمشیر ہوئی ہے۔

علمائے اسلام اس الٰہی خزانہ (اسلام) کے محافظ ہیں اگر وہ اس ودیعت الٰہیہ کی پوری حفاظت نکریں تو ادائے حق واجب سے قاصر ہونگے۔ اس جماعت نے ہمیشہ مخبر صادق (روحی وروح ابی وامی فداہ) کی اس پیشینگوئی کی تصدیق کی ہے "کہ میری اُمّت میں سے ایک ایسی جماعت قیامت تک باقی رہتی چلی جاویگی جو حق کی حمایت کرتی رہیگی۔ تائید خداوندی اسکے ساتھ ہوگی۔ امداد نکرنے والوں۔ مخالفت کرنیوالوں سے اُنکو ذرّہ برابر نقصان نہوگا"

اس بنا پر ضرورت ہوئی کہ اس قبیح روغن قار کو اسلام کے چہرہ سے دور کیا جاوے جسکو زبردستی افترا اور کذب کے ذریعہ سے اسلام کے چہرہ پر مل دینے کی کوشش کیجا رہی ہے چونکہ اس بدنما اعتراض کی (غالباً اس غرض سے کہ اس کی وجہ سے غیر مسلم طبائع میں اشتعال قبول حق سے تنفر بآسانی ہوگا) بہت زیادہ اور مختلف طریقوں سے اشاعت کی گئی اسلئے علمائے کرام (کثر اللہ سوادہم) نے اسکے جوابات بھی پوری قوت اور مختلف طریقوں سے دیئے۔

میرا اپنا خیال ہے کہ علمائے کرام کے تمام جوابات اور اُن کے انداز مؤثر اور مستحسن ثابت ہوئے اگر کامل اور اکمل کا تفاوت ہو تو وہ مضر نہیں۔ ہاں! مَیں اُن جوابات کو خود اچھی نظر سے نہیں دیکھتا ہوں جو "کذئب فی جلد شاۃ" "گرگ بصورت بز" کے مصداق عالم نما جاہلوں نے دیئے"

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب۔ مدظلہٗ مہتمم دارالعلوم دیوبند کا مضمون بعنوان "دنیا میں اسلام کیونکر پھیلا"

مَیں کوئی وسیع النظر شخص نہیں نہ میں نے دنیا کے کتبخانوں میں سیر کی نہ میرے پاس علما کی تصانیف کو جانچنے کا کوئی خاص معیار۔ اسلئے میں اگر کسی تصنیف کے متعلق اپنی رائے ظاہر کروں تو تقلیدی طور پر وہ ہرگز ہرگز قابل تسلیم نہیں اور اسی لئے اگر

کسی کتاب کیلئے مجھسے تقریظ کے طور پر اظہار رائے کے لئے کہا جاتا ہے تو میں بسا اوقات معافی چاہتا ہوں۔ اور خدا کا شکر ہے کہ بعض لوگ کلام سے متکلم کو جانچنے کی کسوٹی پر میرے استعفاء ہی سے میری علمی بضاعت مزجاۃ کو معلوم کر کے تقریظ پر اصرار نہیں کرتے ہیں۔ ہاں! بعض حضرات حُسن عقیدت میں کچھ اس درجہ غالی ہوتے ہیں کہ معافی نہیں دیسکتے ہیں۔ اُن کے فرمانے کی کچھ نہ کچھ تعمیل کرنی ہی پڑتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ چند کتابوں کے سوا میری تقریظ آپ کو نہ ملیگی۔

اس حقیقت حال کے بعد میرے لئے مناسب نہیں کہ میں کسی ایسی تصنیف کے متعلق رائے ظاہر کروں جو "آفتاب آمد دلیل آفتاب" کے موافق اپنی محاسن کی خود ہی دلیل ہو۔ عالم نے اسکے طرز ادا۔ خوش بیانی۔ تاثیر کلام۔ تحقیق واقعات وغیرہا کی داد دی ہو علاوہ ازیں اگر یہ صحیح ہے کہ ؎

واذا اتتك مذمتي من ناقص[1]	فهي الشهادة لي باني كامل

تو یہ بھی صحیح ہے کہ ؎

واذا اتتك مديحتي من ناقص[2]	فهي الشهادة لي باني ناقص

اس بنا پر نہ تو کسی کامل تصنیف کو میری مدح کی حاجت نہ میرے لئے مناسب۔ لیکن اضطراری طور پر میں اسقدر ضرور کہونگا کہ اشاعت اسلام کے سلسلہ میں جسقدر اُردو زبان کی کتابیں میری نظر سے گذریں اُن میں حضرت مولانا مولوی حبیب الرحمن صاحب مدظلہ مہتمم دارالعلوم دیوبند کی تصنیف بعنوان "دنیا میں اسلام کیونکر پھیلا؟" ایسی تصنیف ہے جسنے اسلام پر سے اس اعتراض کو اسطرح دفع کیا کہ ہر منصف مزاج اس کی [illegible] بغیر نہ رہ سکے۔

میں اس تصنیف کے متعلق اپنے تھوڑے سے خیالات کا اظہار القاسم ہی کے نمبروں میں کرچکا ہوں۔

[1] اگر برے لوگ کسی کی مذمت کریں تو ان کا مذمت کرنا ہی اس کے اچھے ہونیکی قطعی دلیل ہے ۱۲ منہ
[2] اگر برے لوگ کسی کی تعریف کریں تو ان کی تعریف ہی اس کے برے ہونیکی قطعی دلیل ہے ۱۲ منہ

حضرت مولانا ممدوح نے اس سلسلہ کو القاسم دورقدیم کے لئے شروع کیا تھا۔ اور اگر اس سلسلہ کی وجہ سے القاسم اسلامی دنیا میں مقبول ہوگیا تو اس مضمون کی خوبیوں کو دیکھتے ہوئے کچھ مستبعد نہیں

میرے مضمون کی ابتدا کیونکر ہوئی؟ | میں ان وجوہ کو القاسم (دور جدید) کے کسی پرچہ میں عرض کرچکا ہوں جنپر میرے عنوان بالا کی بنا ہی لیکن چونکہ اب اسپر مستقلاً خامہ فرسائی کرنی ہی سوائے بالاقتصار انکا عرض کرنا نامناسب نہیں۔

القاسم (دورقدیم) میں حضرت مولانا ممدوح کا یہ مضمون اسوقت شروع ہوا جبکہ میں شعبۂ تبلیغ کے ایک چھوٹے سے مدرسہ میں بچوں کو پڑھایا کرتا تھا۔ اس سلسلہ پر اس مؤثر طریقہ سے بحث ہوتے ہوئے دیکھکر بے اختیار دل چاہا کہ اگر اسی کے بالمقابل اسپر بحث ہوسکے کہ اسلام سے لوگوں کو کس کس طرح روکا گیا تو اس جواب کے دونوں بازو قوی ہو جاوینگے۔ یہ تمنا مجھے تو میری علمی بے بضاعتی کیوجہ سے پوری نہو سکی۔ دوسرے حضرات نے شاید اسطرف توجہ فرمائی۔ یا یہ کہ حضرت مولانا ممدوح مدظلہ کے اس مضمون سے اس ضرورت کو پورا ہوتا ہوا سمجھ لیا۔ اور فی الحقیقت تھا بھی یہی۔ کیونکہ ایک چیز تمام عالم کے عقائد کے خلاف سامنے آویگی تو ظاہر ہی کہ دنیا اس کی مخالفت میں کیا کچھ نکریگی۔ مگر عام فہم کے لئے میرے مظنونہ عنوان کی بھی ضرورت میرے خیال میں تھی۔

یہ مضمون برابر شائع ہوتا رہا اور عالم اسلامی اسکیطرف پیاسے کیطرح ہاتھ بڑھاتا رہا۔ اسی اثنا میں اکابر دار العلوم کے ذریعہ سے منعم حقیقی نے مجکو یہ شرف عطا فرمایا کہ پانچویں سوار کیطرح میں بھی مدرسین دار العلوم دیوبند کی فہرست میں شامل کرلیا گیا۔ اور اسوجہ سے یہ نوبت بھی آتی ہی کہ کبھی کبھی القاسم (دورقدیم) میں کچھ لکھا کروں۔ اس سلسلہ کیوجہ سے میرا وہ خیال ترقی کرتا جاتا تھا۔

بالآخر ایک دردناک وقت آیا کہ القاسم بند ہوگیا اور ظاہر بیں نظروں نے یقین کرلیا کہ اس علمی آفتاب کے طلوع ہونے کی اب کوئی صورت نہیں۔ مگر

وھو الذی ینزل الغیث من بعد ما قنطوا وینشر رحمتہ { اور وہی ہی جو اتارتا ہی بارش اسکے بعد کہ لوگ ناامید ہوچکے اور پھیلاتا ہی رحمت

کی صفت سے متصف ہونیوالی ذات نے میرے مخدوم۔ استاذ زادہ اور علم الہدیٰ ہادی الوریٰ۔

عالم ربانی ۔ واقف علوم حقانی حضرت مولانا الحاج المولوی محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم (قدس اللہ سرہٗ وحشرنا فی زمرتہ) کے چھوٹے پوتے مولانا مولوی قاری حافظ محمد طاہر صاحب (زید عمرہٗ وعلمہٗ وجعلہٗ ممن حذی حذو جدہ) نے اسکی اشاعت کا بار اپنے ذمہ لیا اور پوری ذمہ داری کیساتھ اُس کی اشاعت کی کفالت کی ۔ اور بزیر ادارت حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب مدظلہٗ اعتماد ادارت کی حیثیت سے اُسکو شائع کیا ۔ یہ کوئی امر عجیب نہیں کہ جو شخص خود محنت کا عادی کثرت مشاغل سے نہ گھبرانے والا ہو اسکو دوسروں کے مشاغل بھی کچھ زیادہ وقیع نظر نہیں آتے ہیں میں بھی اگرچہ کثیر المشاغل ہوں اور شب و روز عدیم الفرصتی کا شاکی رہتا ہوں ۔ لیکن مخدومی معتمد المدیر نے میری کثرت مشاغل میں گنجائش سمجھی اور امر کیا کہ میں کچھ نہ کچھ القاسم (دور جدید کیلئے ضرور لکھوں) میں نے اس کا امتثال کیا اور جو کچھ ہو سکا پیش کیا ۔

اس سلسلہ میں وہ چند سطریں بھی بے اختیاری طریقہ سے سپرد قلم ہو گئیں ۔ جو بعنوان "تاریخ کا ایک صفحہ" شائع ہوئیں اور کہا جاتا ہے کہ ناظرین القاسم نے ہمت افزائی کے طور پر اسکی بہت زیادہ تحسین کی بعض حضرات نے مجکو بھی تاکید فرمائی کہ میں اس سلسلہ کو بڑھاؤں ۔ مخدومی معتمد المدیر صاحب نے بار بار فرمایا ۔ میں اسکے امتثال کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب مدظلہٗ نے اپنے مضمون مذکور اشاعت اسلام کی یادداشتیں مجکو دیکر فرمایا کہ اس سلسلہ پر کچھ لکھ ۔

میں بتبسم عرض کرتا ہوں کہ جسوقت حضرت مولانا ممدوح اپنی یادداشتیں عطا فرما کر تمام مضمون مذکور کا امر فرما رہے تھے میں اسوقت بصد حیرت انکا منہ تک رہا تھا کہ یہ کیسی بڑی چیز کا امر فرما رہے ہیں کیا اُن کی مردم شناس نظروں نے پندرہ سال کی طویل اقامت کے بعد بھی مجکو نہ پہچانا ۔

میں نے ابتدائی طفولیت سے ہی یہ نہیں جانا کہ اکابر کے امر کا انکار کسطرح کرتے ہیں ۔ اسلئے یادداشتوں کو بصد فخر لے لیا اور دلکو سمجھا لیا کہ مجکو امتثال کرنا چاہئے ۔ اگر میں خود ناقابل ہوں تو کیا عجب ہے کہ خداوند عالم کی مستغنی ذات ان یادداشتوں کے انتقال من یدالی ید کی لاج رکھ لے ۔ اسی خیال نے ہمت بندھائی اور میں نے اپنی معلومات کی فقدان سے قطع نظر کر کے القاسم کی نمبر میں دونوں وعدے کر لئے کہ اشاعت اسلام کی مضمون کو بھی بقدر وسعت پورا کرونگا ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قبول الصواب فی شمول الحجاب

یعنی

مسئلہ حجاب نسوان پر ایک محققانہ فیصلہ

تمہید | زمانہ موجودہ بلحاظ اس امر کے کہ اس میں قومی اور انفرادی آزادی کے ذرائع پورے طور پر مہیا ہیں اور مادی ترقیات درجۂ کمال کو پہنچ گئی ہیں ازمنۂ سابقہ کے مقابلہ میں ایک خاص امتیازی شان رکھتا ہے۔ اس زمانہ میں جو چیز انسانی طبائع کا جزو لاینفک بن گئی ہے۔ اُس کو ہم مجمل طور پر تہذیب یا آزادی کے نام سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ دہریت۔ الحاد۔ مادہ پرستی اور ہر وہ چیز جو قادر مطلق وحدہٗ لاشریک لہٗ کی جانب سے انسان کو غافل بنائے اس لفظ تہذیب میں مضمر ہے۔ اس تہذیب جدیدہ نے سب سے پہلے اپنی زادبوم یعنی یورپ میں ایک جدید ذہنی ارتقا اور آزادی کی داغ بیل ڈالی جس نے جملہ اخلاقی اور روحانی پابندیوں کو یکقلم مثل خس و خاشاک کے برباد کر دیا اور بنی نوع انسان کو بلا کسی رکاوٹ کے ذہنی و مادی شاہراہ پر قدم بڑھانے کا پروانۂ راہداری عطا کیا۔ اور رفتہ رفتہ نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ مشرقی ممالک بھی اس کی دست درازیوں کا شکار ہونے لگے۔

اگر غور کر کے دیکھا جاوے تو معلوم ہوگا کہ سب سے زبردست آلہ جس کے ذریعہ سے یہ تہذیب جدیدہ اپنا سکہ ممالک مشرقیہ میں جماتی چلی جاتی ہے وہ تعلیم ہے جو اپنی ترویج کے لئے اسی تہذیب کی مرہون منت ہے یا بالفاظ دیگر اسی کی گودوں کی پلی ہوئی ہے۔ اسی تعلیم کے ذریعے سے یہ مہذبین ممالک مغربیہ اپنی تہذیب کا جال ایشیا

عالم ربانی۔ واقف علوم حقانی حضرت مولانا الحاج المولوی محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم (قدس اللہ سرہٗ وحشرنا فی زمرتہ) کے چھوٹے پوتے مولانا مولوی قاری حافظ محمد طاہر صاحب (زید عمرہٗ وعلمہٗ وجعلہٗ ممن عندی خذوجدہ) نے اسکی اشاعت کا بار اپنے ذمہ لیا اور پوری ذمہ داری کیساتھہ اُس کی اشاعت کی کفالت کی۔ اور بزیرادارت حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب مدظلہٗ اعتماد ادارت کی حیثیت سے اُسکو شائع کیا۔ یہ کوئی امر عجیب نہیں کہ جو شخص خود محنت کا عادی کثرت مشاغل سے نہ گھبرانے والا ہو اسکو دوسروں کے مشاغل بھی کچھ زیادہ وقیع نظر نہیں آتے ہیں میں بھی اگرچہ کثیر المشاغل ہوں اور شب وروز عدیم الفرصتی کا شاکی رہتا ہوں۔ لیکن مخدومی معتمد المدیر نے میری کثرت مشاغل میں گنجائش سمجھی اور امر کیا کہ میں کچھ نہ کچھ القاسم (دور جدید کیلئے ضرور لکھوں) میں نے اس کا امتثال کیا اور جو کچھ ہو سکا پیش کیا۔

اس سلسلہ میں وہ چند سطریں بھی بے اختیاری طریقے سے سپرد قلم ہوگئیں۔ جو بعنوان "تاریخ کا ایک صفحہ،، شائع ہوئیں اور کہا جاتا ہی کہ ناظرین القاسم نے ہمت افزائی کے طور پر اسکی بہت زیادہ تحسین کی بعض حضرات نے مجکو بھی تاکید فرمائی کہ میں اس سلسلہ کو بڑہاؤں۔ مخدومی معتمد المدیر صاحب نے باربار فرمایا۔ میں اسکے امتثال کا ارادہ کر ہی رہا تہا کہ حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب مدظلہٗ نے اپنے مضمون مذکور اشاعت اسلام کی یادداشتیں مجکو دیکر فرمایا کہ اس سلسلہ پر کچھ لکھو۔

میں بتبسم عرض کرتا ہوں کہ جسوقت حضرت مولانا ممدوح اپنی یادداشتیں عطا فرماکر تمام مضمون مذکور کا امر فرمارہی تھے میں اسوقت بصد حیرت انکا مُنہ تک رہا تہا کہ یہ کیسی بڑی چیز کا امر فرمارہی ہیں کیا اُن کی مردم شناس نظروں نے پندرہ سال کی طویل اقامت کے بعد بھی مجکو نہ پہچانا۔

میں نے ابتدائی طفولیت سے ہی یہ نہیں جانا کہ اکابر کے امر کا انکار کسطرح کرتے ہیں۔ اسلئے یادداشتوں کو بصد فخر لے لیا اور دلکو سمجھا لیا کہ مجکو امتثال کرنا چاہئے۔ اگر میں خود نااہل ہوں تو کیا عجب ہے کہ خداوند عالم کی مستغنی ذات ان یادداشتوں کے امتثال من یدالی یدکی لاج رکھ لے۔ اسی خیال نے ہمت بندہائی اور میں نے اپنی معلومات کی فقدان سے قطع نظر کرکے القاسم کی نمبرمیں دونوں عدے کرلئے کہ اشاعت اسلام کی مضمون کو بھی بقدر وسعت پورا کرونگا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قبول الصواب فی شمول الحجاب

یعنی

مسئلہ حجاب نسوان پر ایک محققانہ فیصلہ

تمہید زمانہ موجودہ بلحاظ اس امر کے کہ اس میں قومی اور انفرادی آزادی کے ذرائع پورے طور پر مہیا ہیں اور مادی ترقیات درجۂ کمال کو پہنچ گئی ہیں ازمنۂ سابقہ کے مقابلہ میں ایک خاص امتیازی شان رکھتا ہے۔ اس زمانہ میں جو چیز انسانی طبائع کا جزو لاینفک بن گئی ہے۔ اُس کو ہم مجمل طور پر تہذیب یا آزادی کے نام سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ دہریت۔ الحاد۔ مادہ پرستی اور ہر وہ چیز جو قادر مطلق وحدہٗ لاشریک لہٗ کی جانب سے انسان کو غافل بنا دے اس لفظ تہذیب میں مضمر ہے۔ اس تہذیب جدیدہ نے سب سے پہلے اپنے زادبوم یعنی یورپ میں ایک جدید ذہنی ارتقا اور آزادی کی داغ بیل ڈالی جس نے جملہ اخلاقی اور روحانی پابندیوں کو یکقلم مثل خس وخاشاک کے برباد کر دیا اور بنی نوع انسان کو بلاکسی رکاوٹ کے ذہنی ومادی شاہراہ پر قدم بڑھانے کا پروانۂ راہداری عطا کیا۔ اور رفتہ رفتہ نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ مشرقی ممالک بھی اس کی دست درازیوں کا شکار ہونے لگے۔

اگر غور کر کے دیکھا جاوے تو معلوم ہوگا کہ سب سے زبردست آلہ جس کے ذریعہ سے یہ تہذیب جدیدہ اپنا سکہ ممالک مشرقیہ میں جماتی چلی جاتی ہے وہ تعلیم ہی جو اپنی ترویج کے لئے اسی تہذیب کی مرہون منت ہے یا بالفاظ دیگر اسی کی گودوں کی پلی ہوئی ہے۔ اسی تعلیم کے ذریعے سے یہ مہذبین ممالک مغربیہ اپنی تہذیب کا جال ایشیا

میں پھیلاتے ہیں اور یہی وہ تعلیم ہے جس نے ایشیائی روحانیت کو زمانۂ موجودہ میں شکست فاش کردیا ہے۔ اسی بنا پر جو کوشش سرسید احمد خاں نے اس تعلیم مغربی کو مسلمانوں میں رواج دینے کے لئے کی تھی اُس کا مقابلہ علمائے دین نے نہایت جانبازی سے کیا تھا اور اگرچہ بظاہر یہی کہا جاوے گا کہ اس معاملے میں اہل حق کو بین شکست ہوئی لیکن اہل بصیرت پر یہ امر پوشیدہ نہیں ہے کہ علمائے حقانی یہ پیشینگوئی کہ مغربی تعلیم کی وجہ سے ہمارے نوجوان مذہبی لحاظ سے بالکل مردہ ہو جاوینگے حرف بحرف صحیح اُتری آج تقریباً پچاس برس کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ وہی گروہ جو اس تعلیم مغربی سے بطریق اولیٰ بہرہ یاب ہے، تہذیب یورپ کا حد سے زیادہ دلدادہ ہے۔ اس کی نظر میں مذہب کی وقعت ذرہ برابر نہیں۔ اپنے اور اپنی قوم کے لئے دنیوی مفاد کے ممکن سے ممکن ذرائع مہیا کرنے کے واسطے ہر دم آمادہ ہے اور اس ہوسنا کی کا نام ترقی رکھ چھوڑا ہے۔ قرون اولیٰ کے مسلمانوں کو بوجہ اطاعت خداوندی جو دنیوی عروج حاصل تھا اُسکا خیال کر کے اس گروہ کے منہ میں پانی بھر آتا ہے۔ مگر یہ سمجھنے سے قاصر ہے کہ اُن کو رضائے الٰہی مطلوب تھی وہ دنیا کو لات مارتے تھے لیکن دنیا اُنکے پیچھے پیچھے چلتی تھی اور اس کی حالت جداگانہ ہے یہ دنیا کے پیچھے پیچھے چلتا ہے اور دنیا اسکو لات مارتی ہے۔ شروع شروع میں تہذیب جدیدہ کی روشنی نے اس کی آنکھوں کو خیرہ کردیا تھا۔ اور اس نے ہر اس چیز سے جو طرز مغربی سے جداگانہ تھی بیگانہ وشی اختیار کر لی تھی۔ مگر یہ طرز عمل دیرپا ثابت نہوا۔ تہذیب جدیدہ کسی غیر مہذب قوم کے تہذیب یافتہ فرد کو نگاہ رواداری و استحسان سے دیکھنے کی عادی نہیں ہے۔ اُس مہذب فرد کے لئے ضروری ہے کہ اپنی قوم کو جامۂ تہذیب (دیا لیو کھئے کہ جامۂ تعذیب) سے آراستہ کرے ورنہ وہ اپنے مہذب ہم چشموں میں ہرگز قابل وقعت نہیں خیال کیا جاسکتا۔ تہذیب جدیدہ کے اس اصول مخترعہ کو پیش نظر رکھکر اس کے لئے ضروری ہوا کہ اپنی قوم کو مہذب بنانے کا بیڑا اٹھائے۔ مگر عوام الناس کا

مذہبی احساس ملکی اور تمدنی اصلاحات کی راہ میں بُری طرح حائل تھا۔ سوچتے سوچتے یہ ترکیب اس گروہ کے ذہن میں آئی کہ مثل مشہور ہے کہ لوہا لوہے کو کاٹتا ہے پس مذہبی احساس کو مذہب ہی کا نام لیکر فنا کرنا چاہیئے تاکہ آگے چلکر مذہب اپنے مرکز نقل سے ہٹ کر ملکی اور تمدنی ترقی کے لئے راستہ خالی کرے اور ہندوستانی مسلمان اپنی مولویت اور قل اعوذیت پرستی کو چھوڑ کر شاہراہ ترقی پر گامزن ہوں اور اس طرح سے کچھ عرصے کے بعد ہندوستان بھی ارض یورپ کی طرح نمونہ جنت بن جائے۔ بس پھر کیا تھا۔ اس گروہ میں سے اکثروں نے اپنی اپنی طبیعت کے مطابق اپنا ایک نصب العین مقرر کرلیا اور اس نصب العین کی موافقت میں قرآنی آیتوں کی جھوٹی سچی تفسیریں کرنا اور احادیث نبویہ کا موقع بے موقع استعمال شروع کردیا۔ اگر کسی نے یہ مناسب سمجھا کہ سود خواری کی جانب مسلمانوں کی توجہ منعطف کرائے تو اس امر کا خیال رکھا کہ جواز سود آیات و احادیث ہی سے ثابت کرے تاکہ عوام الناس فوراً اس کے دام میں پھنس جاویں۔ اسیطرح جن حضرات کو یہ خبط ہوا کہ عورتوں کی بے پردگی پر مسلمانوں کی ترقی کا دار و مدار ہے تو اُنھوں نے بھی اپنا مطلب آیات و احادیث ہی سے نکالا۔ چنانچہ اب اس زمانے میں یہ تعلیم یافتہ گروہ اس امر کو ثابت کرکے کہ خدا و رسول نے عورتوں کو مستور رکھنے کا حکم نہیں دیا ہے۔ کشت زار اسلام میں اخلاق ذمیمہ و افعال شنیعہ کی تخم ریزی کررہا ہی جسکا نتیجہ یہ ہے کہ بہت سے بھولے بھالے اور سیدھے سادے مسلمان بھی اس کے دام میں پھنس رہے ہیں۔ اسلئے اب اس امر کی ضرورت ہی کہ جہاں تک اس گروہ کے اِس دعوی کا تعلق ہی کہ اسلام میں عورتوں کو مستور رکھنے کا حکم نہیں ہی۔ اس گروہ کی جملہ دست درازیوں کا جو اسنے آیات و احادیث پر روا رکھی ہیں پوری طور پر جواب دیا جاوے۔ پس اسی وجہ سے ہم رسالۂ ہذا کے ذریعہ سے یہ ثابت کرنے کے لئے تیار ہوئے ہیں کہ اسلام میں عورتوں کو مستور رکھنے کا حکم ہے اور ضرور ہے۔ ناظرین سے ہماری

التجا ہے کہ وہ ہمارے لئے ہمارے نوتعلیمیافتہ بھائیوں کے دعوی پر غور کرکے فیصلہ کریں کہ حق کس کی طرف ہے اور کون باطل کی اشاعت کر رہا ہے۔ بس اب اسی کی ضرورت ہے۔ بقول حافظ ؎

خوش بود گر محکِ تجربہ آید بمیاں
تاسیہ روئے شود ہر کہ درو غش باشد

اُصولِ موضوعہ

قبل اس کے کہ ہم ان آیات واحادیث کو جو مسئلہ حجاب نسواں پر نہایت وضاحت سے روشنی ڈالتی ہیں درج کریں اور اُن کے متعلق جملہ تفاسیر واقوال حضرات صحابہ کرام ومفسرین وغیرہم بیان کرکے مخالفین کے اعتراض کا جواب دیں ہمارے لئے یہ لازمی ہوگا کہ چند نہایت ضروری اُمور بطور اُصول موضوعہ کے ناظرین کے گوش گذار کردیں۔ ہم ان اُمور کو سلسلہ وار بیان کرتے ہیں:۔

(۱) بعض احکامات الٰہیہ ایسے ہیں جو حضورؐ کے زمانۂ نبوت میں کچھ عرصے تک نازل نہیں ہوئے اُس کے بعد نازل ہوگئے۔ اس لحاظ سے ہم زمانۂ رسولؐ کو جہانتک کہ ان احکام پر عمل درآمد کا تعلق ہے کم از کم دو حصوں پر منقسم کر سکتے ہیں۔ پہلا زمانہ وہ جسمیں یہ احکام نازل نہیں ہوئے تھے اور ان احکام پر عمل درآمد کے لحاظ سے بالکل آزادی تھی اور دوسرا زمانہ وہ جبکہ یہ احکام نازل ہوئے اور انپر عمل درآمد شروع ہوگیا۔ اسی طرح سے جو احادیث حضورؐ کی ان احکامات کے متعلق ہیں وہ بھی دو قسم کی ہوسکتی ہیں، اول وہ احادیث جو زمانہ آزادی میں خواہ اس لحاظ سے کہ حضورؐ کو الہاماً مطلع فرمایا گیا ہو خواہ

بوجہ اُس نورِ فہم کے جو حضورؐ میں بدرجہ اولیٰ موجود تھی حضورؐ نے محض اسوجہ سے ارشاد فرمائی ہوں کہ وہ اُن خرابیوں کی قدرے روک تھام کریں جنکے تدارک کے لئے احکام خداوندی بعد میں نازل ہوئے ہیں۔

دوسرے وہ جنکو حضورؐ نے احکام نازل شدہ کی رعایت ملحوظ رکھکر ارشاد فرمایا ہو۔ اب آیات متعلقہ حجاب نسواں کو لیجئے تو معلوم ہوگا کہ یہ آیات زمانہ نبوت کے ہوتے ہی فوراً نازل نہیں ہوگئی تھیں۔ پس قبل نزول کا زمانہ فی الجملہ فرقہ نسواں کی آزادی کا زمانہ رہا ہوگا ماسوائے اُن چند رکاوٹوں کے جو حضورؐ نے اپنے نورِ فہم سے اس راہِ آزادی میں بذریعہ اپنے ارشادات کے حائل فرمادی ہوں۔ اور زمانہ مابعد میں یہ آزادی بتدریج (کیونکہ احکام پر عمل ہوتے ہوتے بھی کچھ دیر لگتی ہے) پردے کی صورت میں تبدیل ہوگئی ہوگی۔ یہانتک کہ زمانہ وصال حضورؐ کے قریب پوری پابندی سے پردے کا انتظام ہوگیا ہوگا۔ کتب سیر و احادیث وغیرہ میں حضورؐ کے زمانے کے طرز معاشرت پر غور کرنے سے یہی معلوم ہوتا ہے اور ارشادات نبویؐ کے دیکھنے سے بھی یہی پتہ چلتا ہے جنمیں بعض احکام ایسے ہیں جو من اوّلہٖ الیٰ آخرہٖ عورت کو مکمل پردے کی تعلیم دیرہے ہیں اور اس کے استتار کی اہمیت کو نہایت زور کے ساتھ ثابت کررہے ہیں۔ پس اگر کوئی شخص کوئی ایسی مثال لیکر جو زمانہ آزادی پر چسپاں ہو یا کوئی ایسا ارشاد نبوی لیکر جو اُس زمانے سے متعلق معلوم ہوتا ہو یہ ثابت کرے کہ زمانہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں مستورات آزاد تھیں یا پردے کا مکمل اہتمام نہ تھا۔ تو عقلاً خود خیال کرسکتے ہیں کہ ایسا کہنا کسقدر مستبعد ہوگا اور کہ ایسا کہنے سے تصویر کے دوسرے رُخ یعنی اُن امثلہ اور ارشادات سے جنسے مکمل پردے کا اہتمام اور حکم ثابت ہوتا ہے قطعاً انحراف کیا گیا ہوگا۔

(۲) کسی پیغمبر یا مصلح کے تعلیم منشا، اور مقاصد کے بارے میں جس قدر واقفیت ان احباب اور ہم جلیسوں کو ہوسکتی ہے جو اُس کی صحبت سے براہ راست اور عرصہ دراز تک

مستفید ہوئے ہوں دوسرے کبھی ایسے شخص کو جو اُسکے زمانے سے بہت عرصے کے بعد پیدا ہوا ہو اور کتابوں کے ذریعے سے واقفیت بہم پہنچائی ہو نہیں ہو سکتی۔ اسیطرح سے اُن احباب کا طرزِ عمل بھی بعینہٖ اس پیغمبر یا مصلح کے منشاء کے مطابق ہوا کرتا ہے کیونکہ یہ لوگ اُس کے اوصاف اطوار اور طرزِ معاشرت کا آئینہ ہوتے ہیں اور جس حسن و خوبی اور خوش اعتقادی کے ساتھ اسکے اقوال اور افعال کی تقلید یہ کرتے ہیں وہ معتقدین زمانہ بعیدہ سے ہونا ناممکن ہی۔ مثال کے طور پر حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حواریین کو لے لیجئے۔ کیا کوئی کہسکتا ہی کہ حضرت مسیحؑ کی تعلیم کا ان سے بہتر سمجھنے والا اور اُس پر عمل کرنے والا مذہب عیسوی کے اندر کوئی دوسرا شخص ہوا ہی؟ اور یہی قاعدہ عقلیہ ہی کہ جسقدر اس پیغمبر یا مصلح کے زمانے سے دوری ہوتی جاتی ہو اُسی نسبت سے حسنِ عقیدت تعلیم اور اُس کے اصلی منشاء و مقاصد کو بطرز احسن سمجھنے میں عام طور پر کوتاہی ہوتی جاتی ہے۔ چنانچہ اسی بنیاد پر ہم کہسکتے ہیں کہ وہ زمانہ جو اُس سے قریب ہوتا ہی افضل ہوتا ہی دیگر زمانوں سے جو اُس سے بہت بعید ہوتے ہیں۔ اب اسی اصول پر قیاس کر لیجئے ہمارے حضور اکرمؐ کے صحابہ کرامؓ تابعینؒ و تبع تابعین وغیرہم کی حالت کو نیز اُن حضرات کی حالت کو جو صحابہ کرامؓ تابعین اور تبع تابعین سے قریب تر زمانے میں گذرے ہیں۔ حضورؐ کے منشاء مقاصد اور تعلیم سے جسقدر واقفیت اِن حضرات کو ہوگی ہم کو نہیں ہو سکتی۔ نیز جو خوش عقیدگی اور عمل ان کا ہوگا ہم لوگوں کا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ جسقدر ایماندار جان نثار اور متبع احکام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ حضرات ہونگے ہم نہیں ہو سکتے اور جو کچھ حضورؐ کی تعلیم کے متعلق اُنہوں نے سمجھا ہوگا اور لکھ گئے ہونگے وہ بات نہ ہم سمجھ سکتے ہیں نہ لکھ سکتے ہیں اور یہ صرف ایک قاعدہ عقلیہ ہی نہیں ہی بلکہ ایک واقعۂ تاریخی بھی ہی جو ان حضرات کے سوانح پڑھنے والوں پر ظاہر ہی اور بدیں وجہ اور بھی زیادہ اہمیت رکھتا ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمودہ

احکام[۵] اس بارے میں موجود ہیں جو ہم کو مجبور کر رہی ہیں کہ حضرات صحابہ کرامؓ خصوصاً حضرات خلفائے راشدین قرن اولی اور ان کے لگ بھگ زمانے کے علماء کے فیصلوں پر عمل کریں اور جس بات کو ان حضرات نے تحقیق اور کلام کر کے طے کر دیا ہو یا بالفاظ دیگر جن باتوں پر اجماع امت ہو گیا ہو اسکو اپنے لئے واجب التعمیل سمجھیں۔ پس اگر کسی مسئلے میں جو اجماعی ہو اور یہ ظاہر ہے کہ مسئلہ حجاب نسواں اجماعی بھی ہے کیونکہ ان حضرات میں سے کسی نے بھی اسکے خلاف کچھ نہیں کہا ہے بلکہ جو فیصلے کئے ہیں اُن سے بدرجہ اکمل عورتوں کو پورے طور پر پردے میں رہنے کی تاکید پائی جاتی ہے، کسی زمانے کے لوگ اپنی رائے کے مطابق فیصلہ کریں یا کر چکے ہوں یا جن آیات قرآنی کی تفسیر ان حضرات نے کر دی ہو اور یہ بھی ظاہر ہے کہ آیات متعلقہ پردہ کی تفسیر ان حضرات نے ایسی ہی کی ہے جس سے پورا پردہ ثابت ہوتا ہے اسکے خلاف کسی زمانے کا کوئی عالم اپنی تصنیف کردہ تفاسیر بیان کرے یا کر چکا ہو تو بموجب

حـ۵ (۱) میرے اصحاب ستاروں کے مثل ہیں ان میں سے جس کسی کی تم پیروی کروگے ہدایت پاؤگے۔ (مشکوٰۃ)

(۲) بنی اسرائیل بہتّر طریقوں پر ہو گئے اور میری امت تہتّر طریقوں پر ہو جاوے گی۔ ان میں سے بجز ایک کے باقی سب دوزخی ہونگے۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ وہ کونسا طریقہ ہے آپ نے فرمایا کہ جس پر میں ہوں اور میرے اصحاب ہیں (ترمذی)

(۳) عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ نبیؐ نے انکو لشکر ذات السلاسل پر افسر بنا کر بھیجا وہ کہتے ہیں کہ میں آپکے پاس آیا تو میں نے کہا کون شخص آپ کو زیادہ محبوب ہے آپ نے فرمایا عائشہؓ میں نے کہا مردوں میں سے آپ نے فرمایا کہ ان کا باپ۔ میں نے کہا کہ پھر کون۔ آپ نے فرمایا کہ عمرؓ۔ پھر کئی شخصوں کو گنا۔ پھر میں خاموش ہو گیا۔ اس اندیشے سے کہ مجھکو آخر میں کر دیں۔ (متفق علیہ)

(۴) ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے ابوبکرؓ سے فرمایا کہ تم غار میں میرے ساتھی ہو اور حوض پر میرے ساتھی ہو۔ (ترمذی)

(۵) ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئی اُس نے کسی بارے میں آپ سے گفتگو کرنا چاہی آپ نے اُس کو اپنے پاس پھر آنے کا حکم دیا۔ اُس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر میں آؤں

قاعدہ عقلیہ و احکام حضرت رسالتمآبؐ آپ خود غور فرماویں کہ ایسے اجماع اور تفاسیر کے لئے حکم جواز کہاں سے بہم پہنچایا جا سکتا ہے۔

(۳) احکام الٰہیہ جو بذریعہ وحی نازل ہوئے ہیں اُن میں بعض تو ایسے ہیں جن کی حکمت کی تحقیق بذریعہ نصوص نہیں ہو سکتی مگر بعض ایسی بھی ہیں جن کی حکمت خود اُسی جگہ بذریعہ نصوص بتلا دی گئی ہے۔ پس ایسے احکامات جن کی حکمت بذریعہ نصوص بتلا دی گئی ہر اُس شخص پر واجب العمل ہونگے جس میں وہ علّت پائی جاتی ہو جس کے لئے وہ حکم معہ اُس حکمت کے خاص طور پر نازل ہوا ہے خواہ اُس حکم کا مخاطب کوئی خاص طبقہ یا شخص ہو ورنہ نعوذ باللہ خدا تعالیٰ پر یہ الزام عائد ہوگا کہ بعض کی اصلاح تو اُن کو منظور ہے اور بعض کی نہیں۔ قرآنمجید میں اکثر اس قسم کے احکام اور حوالے موجود ہیں جنکا تعلق کسی خاص طبقے سے ہے مگر ہر وہ شخص جسکو قدرے فہم عطا ہوئی ہے سمجھ سکتا ہے کہ وہ کون مقامات ہیں جنمیں گو خطاب خاص ہے مگر حکم عام ہے۔

(باقی آئندہ)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵) اور آپ کو نہ پاؤں ... اس کی مراد موت سے تھی۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تو مجھکو نہ پائے تو ابوبکرؓ کے پاس جانا۔ (متفق علیہ)

(۶) علیکم بسنتی و سنۃ الخلفاء الراشدین (رواہ ابوداؤد و احمد بن حنبل)

(۷) ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ حضور صلعم نے فرمایا کہ ستر برس پہلے بنی اسرائیل میں ایسی مرد ہوتے تھے جنسے کلام ہوتا تھا یعنی خدا کی طرف سے اُن کے دل میں الہام ہوتا تھا یا فرشتے کلام کرتے تھے حالانکہ وہ پیغمبر نہ ہوتے تھے۔ و یسلم داگر میری اُمت میں ہوگا تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہوگا۔ (بخاری)،،

(۸) سعد بن ابی وقاص اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور پرنور رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قسم اُس کی جس کے قابو میں میری جان ہے کہ نہیں ملتا تجھسے شیطان کسی راہ میں چلتا ہوا مگر کہ چل کھڑا ہوتا ہے اُس راہ میں جو تیری راہ کے سوا ہے۔ یہ حدیث حضورؐ نے حضرت عمر فاروقؓ کے حق میں ارشاد فرمائی ہے۔ (متفق علیہ)،، ۱۲ منہ ؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

آریوں میں مخلوق پرستی

تمہید ہنود کا جدید فرقہ "آریہ سماج"، جو بزعم خود توحید کا مدعی اور استقبال کعبہ، طواف کعبہ و تقبیل حجر اسود کے نام سے دین اسلام پر معترض ہے، کہتا ہے کہ ہمارے آریہ دھرم (دیانندی پنتھ) کے سوا دنیا میں ایسا کوئی مذہب نہیں جسمیں مخلوق پرستی نہ ہو۔ حالانکہ ان کے یہاں مخلوق پرستی کی وہ گرم بازاری ہے کہ توبہ توبہ۔ مختصر رسالہ ہذا آریہ سماج کے اسی راز مخلوق پرستی کو طشت ازبام کرنے کیلئے ہدیہ ناظرین ہے، لیکن پیشتر یہ عرض ہے کہ :-

(۱) خالق مخلوق، مالک ومملوک، قادر و مقدور میں جو تعلق ہے بندہ کا بحیثیت بندہ اپنے افعال و اعمال کے ذریعہ سے اسکو ظاہر کرنے کا نام عبادت ہے۔ اسکی غایت چونکہ محض خدا کی قربت و اطاعت ہے، جو بلا عاجزی اور ماندگی کے ناممکن ہے۔ اسلئے علاوہ اس کے کہ وہ افعال و اعمال یا طریقہ عبادت جو خود خدا کے بتائے اور مقرر کئے ہوئے ہوں، صاف طور پر عبادت کی ہر حرکت عاجزانہ اور ہر ادا نیازمندانہ ہونی چاہئے۔ بندہ پر خدا کا یہ ضروری حق ہے جو نہ بلا عذر معاف ہو سکتا ہے۔ نہ چھوڑا جا سکتا ہے، نہ بلا حکم خدا، غیر خدا کیساتھ برتا جا سکتا ہے:-

(۲) خدا کے سامنے ہمارے اظہار تعلق کے دو جز ہیں، ایک **عبادت** دوسرے **دعا**۔ یا بالفاظ دیگر عبادت کی ایک صورت دعا بھی ہے جسکی حقیقت خدا کی **تعریف** اس سے **طلب**، اسکے سامنے **عاجزی** کرنی ہے۔ اور اسکا مقتضیٰ یہ ہے کہ عبادت کیطرح دعا کیوقت بھی خدا کے سامنے انسان کے باطن میں نہ غیر خدا کی ذرہ برابر گنجائش ہو۔ نہ ظاہر میں کسی قسم کی کچھ بھی لغزش ہو یعنی دل محبت سے لبریز ہو، تو آنکھیں بھی اشک ریز ہوں۔ روح ندامت سے پانی پانی ہو، تو

آواز میں بھی اسکی ترجمانی ہو، پیشانی خاک آلودہ ہو، تو اپنی ہستی بھی نابود ہو، قلب میں اعتراف ہو، تو زبان
پر بھی اقرار ہو، سر نیاز خم ہو، تو دست دعا بھی دراز ہو۔ غرض ہر طرح ناچیز بندہ کو چاہیئے کہ مع اپنی تمام
اعضا و جمیع تعلقات کے سراپا عجز و نیاز میں ڈوبا ہوا پیش مالک، خاک مذلت پر سر بسجود ہو۔ بقول شخصے

سر ہتھیلی پر نگہ سوئے زمین یہ ادب ہے عشق کے دربار کا

یقیناً جسطرح اس شان کی عبادت بندہ کو خدا کی خوشنودی کا مستحق بنا دیتی ہی ویسے ہی اس رنگ
کی دعا بھی طالب کے دامنِ امید کو خدا کی دین (عطا) سے مالامال کرادیتی ہی۔ جیسے عبادت کی
روح، قرب حق کی اُمید ہی۔ ویسے ہی دعا کی جان، حسن قبول کا یقین ہی اور اسمیں کوئی شک نہیں
ایسی زندہ عبادت مقبول اور صادق دعا مستجاب ہی۔

(۳) غیر خدا کو خدا سمجھکر اس کی عبادت کرنی یا غیر خدا کو غیر خدا جانکر بلا حکم خدا اس غیر خدا کیساتھ
برتاؤ کرنا جو خدا ہی کیلئے زیبا ہیں۔ یہ دونوں باتیں چاہی عقیدۃً ہوں یا عملاً، یکساں شرک و
اور بدترین گناہ ہیں۔ مثلاً بادشاہ کے سامنے غیر بادشاہ کو اسی کے ملک کا بادشاہ ماننا، کیسا جبر
شدید ترین جرم ہی، ویسا ہی بادشاہ کی خلاف مرضی، بادشاہ جیسا غیر بادشاہ کا ادب، لحاظ
برتاؤ کرنا بھی وبال جان ہی۔ اس جرم کا مجرم باغی ہی۔ اور باغی کی سزا معلوم و مشہور ہی۔

(۴) آریوں کو اپنے طریق عبادت کی بنا پر خدا کی عبادت کا نام ہی نہ لینا چاہیئے، کیونکہ عبادت
بھی اطاعت ہی اور اطاعت خدا کی مرضی کے مطابق کام کرنیکا نام ہی، اسی لئے خدا مطیع کو
رضامندی و خوشنودی سے سرفراز فرماتا ہی اور یہ جبھی ممکن ہی کہ خود خدا ہی نے بذریعہ وحی
مرضی سے طریقہ عبادت، مقرر کرکے انسانوں کو بتایا ہو۔ مگر آریوں کی مسلمہ و مستند بالذات کتاب
وید کا یہ حال ہی کہ وہ غیر الہامی ہی، غیر اصلی ہی، محرف ہی (چنانچہ دیکھو میری کتاب مطالبہ حق
الہام وید۔ الغرق الکامل، تحریف وید وغیرہ) پس انکا طریق عبادت نہ خدا کا بتایا ہوا ہی، نہ و
کے تعلق کو جو خدا سے ہے صاف اور صحیح طور پر ظاہر کرتا ہی، نہ بندونکو اس سے خدا کی اطاعت و قربت نصیب
ہوتی ہی۔ نہ خدا کی رضامندی و خوشنودی سے بندے بہرہ یاب ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا اسکو ع

کہنا عبث بلکہ ایسی عبادت کرنی بھی معصیت ہی:۔

(۵) آریوں کی دعا بھی انکی عبادت کیطرح مردہ ہی یعنی اس یقین سے کہ خدا دیگا۔ آریوں کی دعا خالی ہی ۔ دیکھو آریہ سماج کے بانی سوامی دیانند آں جہانی ۔ اس سوال کے جواب میں کہ کیا پرمیشور پرارتہنا (مناجات) کرنیوالے کا پاپ (گناہ) دور کر دیگا ؟ "صاف لکھتے ہیں کہ "نہیں" (دیکھو ستیارتھ پرکاش ص۲۳۵) پس یہ یقین رکھکر "کون سنتا ہی فغان درویش" پھر بھی صدا بصحرا دینا۔ ایسی دعا آریہ مہاپرشوں ہی کو مبارک ہو:۔

جب یہیں "جڑ کٹ گئی نخل آرزو کی" تو آریوں کے خدا پرستی کی حقیقت بھی بینقاب ہو کر بحث ختم ہو گئی ۔ مگر نہیں ۔ ابھی انکی مخلوق پرستی کا کرشمہ دکھانا باقی ہی چنانچہ اس ضروری تمہید کے بعد اجمالاً اب وہ بھی ملاحظہ ہو۔

مخلوق پرستی

دیوتا پرستی | آریوں کے گرو سوامی دیانند لکھتے ہیں:۔

(۱) آدم پرجا پتیے سواہا،، اس منتر سے ایک آہوتی دیکر بعد میں جس تاریخ جس نکھشتر میں بچے کا جنم ہوا ہو اس تاریخ اور اس نکھشتر کے دیوتا کے نام سے چار آہوتیاں دین، ایک تاریخ کی دوسری تاریخ کے دیوتا کی تیسری نکھشتر کی، چوتھی نکھشتر کے دیوتا کے نام سے (سنسکار ودھی صفحہ ۱۱۱ مترجمہ دبویا س ڈسکوی)

(۲) نئے مکان میں مالک مکان کے اول داخل ہونیکی رسم میں لکھتے ہیں کہ "باادب فلاں رُخ ہو کر فلاں فلاں منتر پڑھکر ہون کنڈ میں آہوتی دین جنمیں سے ایک منتر کا ترجمہ یہ ہی (وید کے جاننے والے اور پرماتمن آپ دونوں اس گھر کو سکھ اور شانتی دینے والا کر دیجئے اور تمام دیوتاؤں کا اس وقت میں دھیان کرتا ہوں ایضا د حاشیہ صفحہ ۳۱۰)"

(۳) یجروید ادھیائے ۲۴ میں دیوتاؤں کی طویل فہرست موجود ہی اور اسمیں انکے لئے مختلف قسم کے جانور مذکور ہیں

فائدہ ۔ اس سے چند باتیں معلوم ہوئیں (ا) ایک) یہ کہ ہندوؤں کیطرح آریہ بھی پرانک دیوتا کے قائل ہیں (۲) دوسرے) یہ کہ سوامی جی نے ستیارتھ پرکاش طبع سوم ص۲۲۹ میں جو ۳۳ دیوتا کو شمار کرایا

ہے دراصل تعداد میں ان کے یہاں اس سے کہیں زاید دیوتا ہیں (تینتیس) یہ کہ پرانک ہندوں کے مانند خود آریہ بھی دیوتاؤں کی پوجا (پرستش) کرتے ہیں۔ ورنہ خاص اہتمام سے بنائے آگ کے ہون کنڈ میں بڑے ادب کیساتھ منتر پڑھکر دیوتا کے نام آہوتی دینا، بوقت داخلہ مکان جدید تمام دیوتاؤں کا دھیان کرنا، دیوتاؤں کیلئے جانوروں کا ہونا وغیرہ "چہ معنی دارد"، مزید تصدیق کیلئے سوامی جی کی زبانی خود وید کا پرمان سنو، وہ فرماتے ہیں "(جو ۳۳ دیوتا یگیہ میں قائم یا کارآمد ہوتے ہیں وہ بذریعہ اگنی دوت (قاصد حرارت) اپنا اپنا بھاگ (حصہ) لیکر ہمیں دگنا پھل یا نتیجہ دین۔ بھوسکا ص۳۴ بحوالہ رگوید) کیا آریونکے دیوتا پرستی میں اب بھی کسی کو شبہ ہوسکتا ہے؟"

روح پرستی | سوامی جی مردہ جلانے کی رسم میں لکھتے ہیں کہ "مردہ جلتے وقت فلاں فلاں منتر پڑھکر اسپر گھی کی آہوتی دین" ان میں سے ایک منتر کا ترجمہ یہ ہے (اے جیو (روح) اپنے جسمانی غلاف کو گھی وغیرہ چیزوں کے ساتھ بذریعہ اگ سب طرف سے جلا کر راکھ کردے الخ سنسکار ودھی درحاشیہ صفحہ ۳۹۲):۔

فائدہ، مرنے کے بعد روح سے یہ التجا اگر روح پرستی نہیں تو اور کیا ہے "

انسان پرستی | اس سلسلہ میں جنکی پرستش کیجاتی ہے وہ حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ ماں پرستی
۲۔ باپ پرستی
۳۔ دادا پرستی
۴۔ پردادا پرستی
۵۔ وغیرہ پرستی

چنانچہ یجر وید ادھیائے ۱۹ منتر ۳ میں ہے (بوڑھے ماتا (ماں) پتا (باپ) مجکو سو برس تک پاکیزہ زندگی بسر کرنے کی توفیق دیں، میرے دادا وغیرہ مجکو سو برس کی عمر سے پوتر کریں، پتا کے پتا مجکو آنند دینے والی سو برس کی عمر تک نیکی کرنیکی توفیق دین، میرے پردادا مجکو سو برس کی عمر تک دھرم آچرن کرنیکی توفیق دیں تاکہ میں مکمل سو برس کی عمر کو حاصل کرسکوں) پھر منتر ۸ میں ہے (اے ہمارے باپ، دادا، پردادا آپ ہماری زندگی کو پوتر کریں، ہماری آرزوؤں اور محنت کو ہر طرح سے کامیابی دیں ۔)"

فائدہ سو برس تک پاک زندگی بسر کرنے کی عمر اور نیکی کرنے، دھرم آچرن کرنیکی توفیق

دنیا نیز آرزوؤں اور محنت میں کامیاب کرنا ظاہر ہی کہ یہ خدا کا کام ہی مگر دیکھو آریہ وید میں ان سب خدائی کاموں کی التجا بطرز دعا بجائے خدا کے ماں، باپ، دادا، پردادا، وغیرہ سے، ہو رہی ہی۔ آریہ دوستو کیا اسی کا نام خدا پرستی ہی؟۔

(۶) عالم پرستی (۱) دیوتا پرستی کے ذیل میں یہ منتر نقل کر چکا ہوں (وید کی جاننے والے اور برات آپ دونوں اس گھر کو سکھ اور شانتی دینے والا کریجئے۔) (۲) سوامی جی وید آرمبھ کی رسم میں لکھتے ہیں کہ کنڈ کے چوگرد پانی ڈالکر لڑکا ویدی کے مغرب میں مشرق کیطرف منہ کر کے بیٹھکر اور ویدی کے اگ پر دونوں ہاتھونکو گرم کر کے ہاتھ میں پانی لگاکر سات منتروں سے سات دفعہ ہتھیلی سے تھوڑا گرم پانی چھوکر منہ کو چھوئے، ان میں سے ایک منتر کا ترجمہ یہ ہی (معلم اور عالم اپدیشک جو کہ قابل تعظیم ہوں میرے لئے صاف عقل دیویں، حاشیہ سنسکار ودھی صفحہ ۱۴۸)۔ (۳) یجروید ادھیائے ۸ منتر ۴۹ میں ہی (اے اعلی ودوان، تیرے فیض سے جسطرح میں سو برس کی عمر حاصل کروں۔ اسیطرح تو بھی کر اور تو ہماری عمر کو نہ گھٹا) فائدہ۔ پہلے منتر میں وید کے عالم اور خدا سے ایکساتھہ اور یکساں دعا والتجا ہو رہی ہی۔ اور دوسرے و تیسرے منتر میں خدا کو بھی بالائے طاق رکھکر صرف عالم سے صاف عقل اور عمر کو نہ گھٹانیکی کس ادب سے استدعا کیجا رہی ہی یہ بندہ پرستی نہیں تو کیا خدا پرستی ہی؟۔

(۷) گرو پرستی (۱) معلم سے صاف عقل کی دعا کرنا، اسکے منتر کا ذکر عالم پرستی کے ذیل میں ہو چکا ہی۔ (۲) دوسری جگہ سوامی جی اسی وید آرمبھ کے سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ "پھر آچاریہ (اوستاد) ڈنڈا ہاتھ میں لیکر سامنے کھڑا رہی اور لڑکا بھی آچاریہ کے سامنے ہاتھ جوڑ کر الخ ایضا ص ۱۵۲،، (۳) تیسری جگہ لکھتے ہیں (لڑکا آچاریہ کا طواف کر کے آچاریہ کے سامنے بیٹھ جائے،، ایضا ص ۱۴۲)۔

فائدہ۔ یہ عاجزانہ اور مؤدبانہ صاف عقل کی التجا کرنی،، سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑا رہنا، گرو کا طواف کرنا جو خدا کیساتھ زیبا ہی مگر آریہ ہیں کہ بجائے خدا کے اپنے گرو (انسان) کیساتھ کرتے ہیں۔

(۸) حجام پرستی۔ بچہ کے مونڈن کی رسم میں باپ کو جو منتر پڑھکر بچہ کے پشت پر گرم و سرد پانی دو برتنوں میں لیکر بیٹھنا پڑتا ہی، اسکا ترجمہ یہ ہی (اے حجام یہ منڈن کرنے میں ماہر آپ استرے کیساتھ آئے ہو،

اس سے تو مونڈن کے قاعدہ کے جاننے والے گرم پانی کیساتھ آؤ،، ایضاً ص۱۲۴ بحوالہ اتھروید)۔
فائدہ وید میں جو عاجزانہ طرز التجا پرمیشور سے ہی بعینہ وہی اس جگہ بچہ کے باپ کی حضرت حجام صاحب سے ہی۔ مہاشہ لوگ یوں تو شاید حجام سے سیدھی طرح بات بھی کرنی ناپسند کرتے ہیں، لیکن بوقت مونڈن ممکن ہی کہ آبدار دھار دار استرے شریف کے ڈر سے حجام کو دعا و التجا کے لب ولہجہ میں خدا کے برابر کئے دیتے ہیں جو کھلی ہوئی حجام پرستی ہی۔ بہرطرہ یہ کہ خود باپ کا بچہ کی پشت پر گرم پانی لیکر بیٹھنا اور اسپر بھی نہایت ادب سے حجام سے مع گرم پانی آنے کی التجا کرنی، عجب لطف کی بات ہی؛۔
(۹) اعضا پرستی۔ (۱) ایک منتر کا ترجمہ یہ ہی (کہ میرا چت، میری ناف، میرا گیان، میری گدا اندری میری بچہ پیدا کرنیوالی یونی، دیریہ (منی) پیدا کرنیوالی میرے انڈکوش اور میرا لنگ (عضو تناسل) سنبھوگ (استری ملن) سے پیدا ہونیوالے سکہ کا دینے والا اور خوش نصیب نیک اولاد پیدا کرنے والا ہو میری رانیں میرے پاؤں پرتشٹھا کو پراپت ہوں۔ یجروید ادھیائے ۲۰ منتر ۹) (۲) سوامی جی بسلسلہ رسم زنار بندی لکھتے ہیں کہ گرو اپنا ہاتھ کپڑے سے ڈھانک کر یہ منتر پڑھکر لڑکے کے پیٹ پر ہاتھ رکھے (یہی ناف تو پران وغیرہ تنفسوں کو تھمنے والی گانٹھ ہی۔ حاشیہ سنسکار ودھی ص۱۰۳)؛۔
فائدہ۔ دیکھو براہ راست بجائے پرمیشور کے، دعا کے لب ولہجہ میں اعضا کو مخاطب کرکے ان سے آریہ التجا کرتے ہیں جسمیں لنگ پرستی، فرج پرستی، منی پرستی، ناف پرستی، ران پرستی، پاؤں پرستی وغیرہ سبھی کچھ موجود ہی۔ یہ اگر اعضا پرستی نہیں تو پھر اور کیا ہی؟؛۔
سورج پرستی | اس کے متعلق حسب ذیل حوالے ملاحظہ ہوں۔
(۱) سورج کی کرنوں (شعاعوں) اور پرماتما کی روشنی دینے والی طاقت کو دنیا کی بہبودی کیلئے نہایت تعظیم سے بذریعہ حمد وثنا ہم لوگ استعمال کریں، سنسکار ودھی ص۱۴۸)؛۔
(۲) بسلسلہ رسم رتو داں بعد غسل وغیرہ میاں بی بی کنڈ کا طواف کرکے سورج کو دیکھیں ایضاً ص۱۰۷
(۳) بچہ کو سیر کرانے کے سلسلہ میں،، خوشی سے اٹھکر بچے کو سورج دکھاوے،، ایضاً ص۱۱۷)۔
(۴) بسلسلہ رسم زنار بندی بچہ،، باہر نکلکر سورج کے سامنے کھڑے ہوکر اور سورج کو دیکھکر

چاریہ دوسرے منتر کو پڑھکر بچے کو سورج دکھاوے ،، ایضاً صفحہ ۱۴۰ و ۱۴۱ ؛
(۵) بعد فراغت علم بسلسلہ رسم واپسی از گروکل ،، برہچاری (طالبعلم) سورج کے سامنے کھڑا ہو کر ،، ایضاً صفحہ ۱۸۱
(۶) بسلسلہ رسم شادی میاں بی بی ،، منتر کو پڑھکر سورج کے درشن کریں ،، ایضاً صفحہ ۲۳۸ ۔
(۷) اے بالک ... تیرے لئے آسمانی مالا پہنے ہوئے سورج ... دیوتا عقل سلیم دیویں ،، ایضاً حاشیہ صفحہ ۹۸ بحوالہ سام وید منتر براہمن ،، ۔
فائدہ سورج کی نہایت ادب و تعظیم سے حمد و ثنا کرنا ، مؤدب اسکے سامنے کھڑا ہونا ، اسکو دیکھنا اور اس کا درشن کرانا ، یہ سب صریحاً سورج پرستی ہے - اور پھر تعجب ہے کہ اسطرح سورج کی پرستش کرتے ہوئے آریوں کو ، اسلام پر اعتراض کرتے شرم بھی نہیں معلوم ہوتی :۔

چاند پرستی (۱) بچہ کو سیر کرانے کے سلسلہ میں سوامی جی فرماتے ہیں کہ (پھر جب رات کو چاند طلوع ہو تب ... بچے کی ماں دائیں طرف سے لوٹ کر بائیں طرف آکر چلو بھر کر چاند کے سامنے کھڑی رہی ایضاً صفحہ ۱۱۱) - (۲) دوسری جگہ بحوالہ سام وید منتر براہمن لکھتے ہیں (اے بالک ... تیرے لئے آسمانی مالا پہنے ہوئے ... چاند دیوتا عقل سلیم دیویں ایضاً حاشیہ صفحہ ۹۸) (۳) آگے کے حاشیہ میں ہے (چاند زندگی کا باعث ہے لیکن وہ نباتات میں طاقت زندگی ڈالنے کے سبب عمر بڑھانیوالا ہے ایضاً صفحہ ۹۹)
فائدہ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ کھلی ہوئی چاند پرستی نہیں ہے ؟ -

ستارہ پرستی بسلسلہ رسم شادی لکھتے ہیں کہ " دولہا دولہن سبہا منڈپ سے باہر شمال کیطرف جاویں اور دھروم پشیہ ، (دھرم کو دیکھ) ایسا بول کر دولہن کو قطب تارا دکھلاوے ،، ایضاً صفحہ ۲۴۱ "
فائدہ فرمائیے ، یہ ستارہ پرستی نہیں تو قطب تارا دکھلانا اور اسکو دھرم کہنا ، چہ معنی دارد ؟ -

آتش پرستی اس کے متعلق بھی ذیل کے حوالے ذرا بغور ملاحظہ ہوں "
(۱) سوامی دیانند لکھتے ہیں (پارسی لوگ بھی آتشکدہ میں آتش پرستی کرتے ہیں ، کیا اس عمل کی بنیاد ویدوں میں نہیں ہے ؟ - اپدیش منجری مترجمہ سوامی شردہانند طبع دوم صفحہ ۴۷) :۔
(۲) یجر وید ادھیائے ۱۰ منتر ۲۹ میں ہے (اے گیانی منتر و یہ آگ تمہارے طاقتور اور بہت بل والے

پوستے کے مانند ہے، تم اس عظیم الشان آگ کی اناج اور دیگر حمد وثنا کے ذریعہ سے تعریف کرو۔)

(۳) آگ روشن کرنے کے منتر کا ترجمہ یہ ہے (اے آگ ظاہر ہو خوب روشن ہو) ہوم میں لکڑی کے ٹکڑوں سے آہوتی دینے کے منتر کا ترجمہ (ہے آگ یہ لکڑی تیری خوراک ہے، اس لکڑی سے روشن ہو اور بڑھ اور ہم کو ضرور ہو بیٹے وغیرہ سے بڑھا اور حیوانوں سے نہایت بڑائی سے اناج وغیرہ سے ہمیں اچھی طرح بڑھا، یہ ہمارا دیا ہوا فائدہ مند ہو، یہ دیا ہوا پدارتھ (اشیا) اگ کیلئے، میرے لئے نہیں،، ایضاً ص۴۳) ایک منتر کا ترجمہ یہ ہے (ہے آگ تو زندگیوں کو حفاظت کرتا ہے۔ تو ہمارے لئے طاقت کو اور اناج وغیرہ کو حاصل کرائے، ہمارے برے اعمال والوں کو ہم سے دور تکلیف دیجئے،، ایضاً ص۴۸)

(۴) باپ بچے کے کان میں منہ لگا کر جو منتر بولتا ہے اسمیں سے ایک منتر کا ترجمہ یہ ہے (آگ بشکل علت والا ہے یعنی بڑھانیوالا ہے ... اس آگ کی عمر سے تجھے بغیر عوارض کے عمر والا کرتا ہوں،، ایضاً ص۹۹) دوسری جگہ ہے (ہے مادی آگ تو جسم کا محافظ ہے اسلئے میرے جسم کی بھی حفاظت کر، آگ تو عمر دینے والا ہے اسلئے میرے لئے عمر کو دے، ہے آگ تو تیج دینے والا ہے اسلئے میرے لئے تیج دے،، ایضاً ص۱۴۵)۔ تیسری جگہ ہے (اے مادی آگ تونے جس جسم کو اچھی طرح جلادیا ہے اس جسم کو پھر شانت کر،، ایضاً ص۲۹۲)

(۵) ایک موقع پر آگ میں آہوتی دینے کا یہ منتر بھی ہے جسکا ترجمہ ہے (یگیہ کرنیوالے کی حفاظت کرنیوالے اگ دیوتا ہمارے تمام افعال کو جو کہ بیفائدہ مخالف ہوئے ہیں ان کو بالکل مطابق کرکے قائم کرو، اور آسمان تک زمین تک جو بڑائی ہے اسے ہم لوگوں میں رکھو،، ایضاً ص۲۲۵)۔

فائدہ یہ حوالے کسقدر صاف ہیں، آریو، کہاں ہو، بتاؤ، آگ کی حمد وثنا، اسکی تعظیم، اس سے اولاد اور دولت وحشمت کی طلب، آتشکدہ کا طواف کرنا، ویدی کے سامنے ہاتھ جوڑ کر آنکھ بند کرکے دل سے منتر کا جاپ کرنا وغیرہ وغیرہ یہ سب آتش پرستی ہے کیا خدا پرستی ؟۔

بجلی پرستی ایک منتر کا ترجمہ یہ ہے (بڑی سے بڑی اشیاء میں تمام جاہ وجلال والی بجلی مقدم ہے یا ان کی محافظ ہے،، ایضاً ص۲۲۱)۔

فائدہ۔ خدا کیطرف کس شان سے یہاں بجلی کی تعریف ہورہی ہے، کیوں نہو، آخر آگ کا جوہر ہے نہ۔

ہوا پرستی | اس کے متعلق حسب ذیل حوالے قابل ملاحظہ ہیں۔

(۱) بچہ کا نام رکھنے کی رسم میں (باپ بچہ کے ناک سے نکلتی ہوئی ہوا کو چھوئے، ایضاً ص۱۱۲)

(۲) ،،ہوا کرۂ خلا کی مالک ہے،، ایضاً ص۲۲۱)۔

(۳) صاف جگہ میں پاکیزہ آسن پر جسطرف کی ہوا ہو، اسطرف منہ کرکے الخ، ایضاً ص۲۸۳)۔

فائدہ۔ ہوا کو چھونا، ہوا کے رخ بوقت عبادت منہ کرکے بیٹھنا، ہوا کو کرۂ خلا کا مالک کہنا، چہ معنی دارد؟۔

پانی پرستی | سوامی جی سنسکار ودھی میں رقمطراز ہیں۔

(۱) اس منتر سے زچہ کے سر کیطرف ایک گھڑا پانی سے بھرا ہوا دس دن تک دیں رکھا ہے ،،دیں ص۱۰۶

(۲) ،،ہے باعث زندگی پانیو، تم سب عالموں کے کاموں کیلئے ان کے لئے بشکل وسائل قائم ہوتے ہو، اس سے جیسے عالموں کے کام کیلئے قائم ہوتے ہو، ایسی ہی اس بچہ کیساتھ بچہ جننے والی عورت کے فائدہ کیلئے بشکل کام کو پورا کرنیوالا ہو کر قائم ہو،، ایضاً۔

(۳) ،،پانی جس سے کہ تم سکھ دینے والے ہوتے ہو، اسلئے ویسے تم ہم کو اناج کیلئے سہارا دو، اور بڑے خوبصورت دیکھنے کے لئے ہماری پشت پناہ ہو، ایضاً ص۱۳۹ بحوالہ یجر وید،،۔

(۴) پانیو تمہارا جو نہایت سکھ دینے والا رس ہے، اس سے ہمیں اس دنیا میں گنگی کی مانند کراؤ،، اولاد کی ترقی چاہنے والی مائیں جیسی پستان کے رس کو استعمال کراتی ہیں ویسے ہی، ایضاً،، ایضاً۔

(۵) ،،پانیو جس اناج کے رہنے کیلئے تم سیر کرتے ہو، اس اناج کے لئے ہم تمھیں حاصل کرتے ہیں اور تم ہم کو بیٹے پوتے وغیرہ کے پیدا کرنے میں ملا ہوا کرو، ایضاً،، ایضاً،،۔

(۶) بسلسلہ رسم شادی،، پانی کے کلس یا گھڑے کو لیکر دولہا، دولہن کے پاس آوے،، اور اسمیں تھوڑا سا پانی لیکر دولہن کے ماتھے پر چھڑکے،، ص۲۳۷،،۔

(۷) سندھیا اپاسن کیوقت،، تین منتروں میں سے ایک ایک آچمن کرکے دونوں ہاتھ دھوکر اور کان، آنکھ، ناک وغیرہ کو صاف پانی سے چھو کر الخ ص۲۸۳،،

فائدہ - پانی کے متعلق یہ مؤدبانہ طریقے بالخصوص عبادت کیوقت، اور اس سے خطاب کرنا کیوں آریو، اگر یہ پانی پرستی نہیں تو اور کیا ہے؟ -

موسم پرستی | سوامی جی لکھتے ہیں کہ "موسم ہی اس تمام کائنات کا مالک ہی" حاشیہ سنسکار ودھی ط۲۲

فائدہ - آریو بتاؤ، تمام کائنات کا بجائے خدا کے موسم کو مالک کہنا یہ "کون دھرم ہی"

خاک پرستی | مردہ جلانے کی رسم میں پڑھے جانیوالے منتروں میں سے ایک منتر کا ترجمہ یہ ہی (اے زمین اس مردہ کیلئے کانٹوں وغیرہ تکلیف دینے والی چیزوں سے صاف کھلی اور آرام دینے والی جگہ ایشور کرے کہ ہو اور اس جیو کو بہت آرام دے،، سنسکار ودھی ص۳۹۵ بحوالہ اتھر وید) :-

فائدہ - ایک تو بیجان زمین سے خطاب کرنا، دوسرے بجائے خدا کے زمین سے التجا کرنی نہ معلوم آریہ دھرم میں یہ کیسی خدا پرستی ہی - اور تعجب ہے کہ روح کو زمین کیونکر آرام دسکتی ہی؟ -

غلہ پرستی | اس سلسلہ میں بہت سی اشیائے خوردنی کی آریوں کے یہاں پوجا ہوتی ہی - چنانچہ نمونۃً صرف (۱) جو پرستی (۲) چاول پرستی (۳) گھی پرستی (۴) شہد پرستی، ملاحظہ ہو - جات کرم سنسکار کے ضمن میں سوامی جی لکھتے ہیں کہ "منتروں سے سات دفعہ گھی اور شہد چٹا کر چاول اور جو کو صاف کرکے پانی میں پیسکر کپڑے سے چھانکر برتن میں رکھیں اور ہاتھ کے انگوٹھے اور تیسری انگلی سے تھوڑا لیکر بچہ کے منہ میں ایک بوند ڈالیں"، اور جو منتر پڑھکر بچہ کے منہ میں ڈالتے ہیں اسکا ترجمہ یہ ہی (یہ خوبصورتی دینے والی ہی، یہی کھانے کے لائق چیز ہے، یہی عمر کا سبب ہی، یہی امرت ہی،، حاشیہ سنسکار ودھی ص۴۵) :-

فائدہ تلاش کرنے پر ایسے بہت سے منتر ملینگے جسمیں خوردنی اشیا کی خدا کی طرح ادب و تعظیم مذکور ہی، اسی منتر پر غور کرو، یہ موقع ہی کہ خدا کو خطاب کرکے اس بچہ کے حق میں خیر و برکت اور درازی عمر وغیرہ کی دعا کیجاتی ہی، لیکن بجائے اسکے آریہ وہ کرتے ہیں جسمیں خدا کا نام تک نہیں، بلکہ اس کے ادنیٰ مخلوق کے حمد و ثنا کی گیت گاتے ہیں، افسوس "-

چھتری پرستی | سماورتن سنسکار میں یہ منتر پڑھکر چھتری تانتے ہیں (اے چھتری، تو بڑے راجا

وغیرہ کا ڈھکنے والا ہی، مجھے دھرم کے متضاد گناہ بشکل تکلیف دہندہ سے ہٹاؤ، لیکن ہمت سے نیکنامی سے مت ہٹاؤ،، ایضا صفحہ ۱۲۴) :۔

فائدہ۔ آریو بتاؤ، یہ چھتری پرستی نہیں تو کیا خدا پرستی ہی،، ؟

آئینہ پرستی | ایضا یہ منتر پڑھکر آئینہ دیکھتے ہیں (ہے آئینہ، تو منہ وغیرہ کو دکھلانیوالا ہو،، ایضا)

فائدہ۔ یہ بیجان آئینہ سے خطاب اور عاجزانہ التجا، چہ معنی دارد ؟،،

استرا پرستی | بسلسلۂ رسم مونڈن بچہ، یہ منتر پڑھتے ہیں (ہے سخت لوہے کے استرے. ایشور کرے کہ تو اس بچہ کو تکلیف نہ پہنچاوے،، ایضا صفحہ ۱۲۶) :۔

فائدہ۔ بجائے خدا کے، اُسترے سے خطاب کرنا، التجا کرنی، کیا اسکا نام خدا پرستی ہی ؟۔

جوتہ پرستی | سماورتن سنسکار میں یہ منتر پڑھکر جوتی پہنتے ہیں (ہے جوتی، تو کانٹے وغیرہ سے بچا کر پاؤں کو درست رکھنے والی ہی، سب طرف سے حفاظت کرو،، ایضا صفحہ ۱۴۳) :۔

فائدہ۔ آریوں میں مخلوق پرستی کی حد ہوگئی کہ جوتہ تک کی پوجا ان لوگوں نے کر ڈالی۔ اس چمڑے کی جوتی کو خدا کی طرح خطاب کرنا۔ اس سے بڑے ادب کیسا تھ سب طرف سے حفاظت کی درخواست کرنی، یہ ہی آریوں کی خدا پرستی۔ شرم۔ شرم۔ شرم :۔

خاتمہ

مذکورالصدر مختصر مگر مفید مضمون کے بعد یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ دنیا میں چار قسم کے آدمی ہیں۔ ایک صرف خدا کی پرستش کرنیوالے۔ دوسرے خدا اور مخلوق دونوں کی پوجا کرنیوالے۔ تیسرے صرف مخلوق کی عبادت کرنے والے۔ چوتھے کسی کی بھی عبادت نہ کرنیوالے،،

آریوں کا شمار قسم سوم میں ہی، کیونکہ ان کی مخلوق پرستی کا نمونہ ابھی اوپر گذر چکا، اور جس چیز کو آریہ، بنام خدا پرستی یا عبادت کرتے ہیں۔ اول تو حکم خدا نہ ہونیکی وجہ سے اس کا عدم طاعت یا عبادت ہونا تمہید میں معلوم ہوچکا ہی۔ دوم آریہ بطور خود بھی جو سندھیا اور

اگنی ہوتر کو (ہر شخص کیلئے روزانہ صبح و شام ضروری) عبادت کہتے ہیں، غلط ہے۔ نہ یہ خدا کی عبادت ہے، نہ اس سے خدا کا قرب مقصود ہے۔ چنانچہ خود آریوں کے گرو سوامی دیانند کی کتاب ستیارتھ پرکاش اور رگوید آدی بھاشیہ بھومکا دیکھو تو معلوم ہوتا ہے کہ کبھی بنام سنا پر کرن طلوع و غروب کیوقت سورج رُخ ہوکر زبان سے منتر اور دل ہی دل میں نمعلوم کسکا طواف ہوتا ہے۔ کبھی بنام آچمن حلق کا بلغم اور صفرا دور کیا جاتا ہے۔ کبھی بنام مارجن، نوک انگشت سے پانی چھڑک کر کاہلی و سستی دفع کیجاتی ہے۔ اپاسنا سے جسمانی و روحانی بیماریاں دور کیجاتی ہیں۔ اگنی ہوتر سے حفظ صحت کے لئے آب و ہوا صاف کیجاتی ہے۔ اور گھی، بادام، کشمش، کھوپرا، پستہ، مونگ پھلی، چلغوزہ، چرونجی، چاول، جو، گیہوں، ماش، موہن بھوگ، لڈو، کھیر، کھچڑی، بھات، شکر، چینی، شہد، خرما، زعفران، مشک، اگر، تگر، صندل، جائفل، جاوتری، لوبان، گوگل، الائچی، چھڑیلا، بالچھڑ، ناگرموتھا، لونگ، گرچ، اندرجو، کپور کچری، مکھانا وغیرہ (بھومکا صـ۱۰۷ و سنسکار ودھی صـ۳۴) چیزیں روزانہ آگ میں جلائی جاتی ہیں۔

بھلا غور تو کرو، ان امور کو خدا کی عبادت اور اس کی معرفت و قرب سے کیا تعلق؟ پس ان کے یہاں کچھ لغو حرکات کرنے اور گھر پھونک کر تماشا دیکھنے کا نام عبادت ہے۔ استغفراللہ۔

اصل یہ ہے کہ آریوں کے یہاں نہ توحید ہے، نہ خدا پرستی، بلکہ دیانندی جماعت اول درجہ کی مخلوق پرست ہے، ان کو خدا ہدایت دے۔ آمین یارب العالمین فقط

حررہ

فقیر عبدالشکور حنفی الٰہی مرزاپوری

سلسلہ

قصائد الحبیب

(١)

ابیات فی فضل المدینہ

ابیات فی فضل المدینۃ الطیبۃ المبارکۃ المیمونۃ وبعض مناقبھا ونبذ من شرف اھلھا ومنازلھم عند اللہ تعالیٰ لجوار حبیبہ ونبیہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم والتشوق والحنین الیھا وانی لارجوان تکون ھذہ الابیات ذریعۃ لنجاتی ووسیلۃ الی جوار رحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم اللھم اجعلنی من زمرۃ من تشملھم شفاعتہ صلی اللہ علیہ وسلم ویحشرنی فی امتہ الغر المحجلین امین یارب العالمین ؛

سَقیٰ حِمَاھا من الوسمیِّ ھطّالُ ۔۔۔ طابت بِطَیبۃَ اَسحارٌ واٰصالُ

مدینہ منورہ کی مقدس زمین کو موسم ربیع کی اولین موسلا دھار بارش برسنے والی سیراب کرے کیونکہ مدینہ منورہ کے اوقات صبح و شام سب ہی پاکیزہ ہیں

سِرُّ الوجود وکنزُ الخیر اجمعہ ۔۔۔ مثوی الحبیب علی الکونین مفضالُ

(مدینہ منورہ) راز وجود اور تمام امور خیر کا مخفی خزانہ ہے (اسمیں) حبیب (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کی جائے قیام ہے (لہذا) دارین پر فضیلت والا ہے

تَثوی الھدایۃُ فیھا لا تزالُ بھا ۔۔۔ ویأرِزُ الدینُ اذ بالدین یُحتالُ

اسمیں ہدایت ہمیشہ رہی ہے اور ہمیشہ رہیگی ۔ اور جس وقت دین کیساتھ روباہ بازی کیجاویگی تو وہ (اسکی طرف) سمٹکر آجاویگا۔

اللہ شرّفھا بالمصطفیٰ شرفاً ۔۔۔ وخصھا منہ اکرامٌ واجلالُ

خداوند عالم نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کیوجہ سے اسکو شرف عظیم عطا فرمایا ہے ۔ اور خداوندی اکرام واجلال نے اسکو آپ کیوجہ سے خاص کردیا

ف ۔ اس شعر میں مسلم شریف کی اس حدیث کی طرف اشارہ ہے جو بروایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ نبی کریم

أيام يغدو بها الروح الأمين لهم   على مشاهدها طوفا وتجوال

اس زمانہ کو یاد کرو کہ جسمیں جبرئیل امین مدینہ منورہ کے متبرک مقامات میں آتے جاتے رہتے تھے

في كل يوم رسالات يبلغها   الى الحبيب وتعلو منه احوال

(اور) روزانہ خداوندی احکامات حبیب (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس پہنچاتے تھے جنسے آپکے مراتب میں ترقی ہوتی تھی

الله صيرها بالمصطفى حرما   فليس يعضد اشجار واجذال

خداوند عالم نے مدینہ منورہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیوجہ سے حرم محترم کردیا یہی وجہ ہے کہ مدینہ منورہ کے درخت یا انکی جڑوں کو کاٹنے کی اجازت نہیں ہے

ولا ينفر صيد لاذ تربتها   ولا يروع قطان ونزال

اور (اسیوجہ سے) خاک پاک مدینہ منورہ کی پناہ میں آجانیوالے کسی شکاری جانور کو ڈرانے اور اسمیں کسی مقیم یا مسافر کو خوف دلانے کی اجازت نہیں ہے

حراسها ملك في كل نائبة   فليس يدخلها للمكر دجال

اس کی حفاظت کرنے والے ہر سخت مصیبت میں فرشتے ہیں۔ اسیواسطے بارادۂ ایذا رسانی دجال اسمیں داخل نہیں ہوسکتا

ومن اخاف لها اهلا وافزعهم   يذوب كالملح لا ينجيه اجفال

اور جو شخص ساکنان مدینہ کو پریشان کریگا یا خوف دلادیگا تو وہ اسطرح پگھلیگا (ہلاک ہوگا) جسطرح نمک پگھلتا ہی اور اسکو بہاگنے سے کوئی نفع نہوگا

ومن تصبر في لأوائها رغبا   كان الشفيع له اذ ناب اهوال

اور جو شخص مدینہ منورہ کی مصیبتوں پر صبر کرکے بخوشی اسمیں اقامت کریگا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اہوال قیامت کے پیش آنیکے وقت اسکی سفارش فرماوینگے

اذا جرت منك ريح فوق مجدبة   تبسم الزهر والانواء اغفال

جب مدینہ منورہ کی ہوا کسی قحط زدہ اور خشک زمین پر چلتی ہے تو وہاں کلیاں ہنسنے لگتی ہیں (پھول کھلنے لگتے ہیں) حالانکہ بارش کا وہاں ایک قطرہ بھی نہیں

واول الحشر منها حيث يقدمهم   لاول الخلق اعلام لينثالوا

اور حشر کی ابتدا یہیں سے ہوگی۔ اور ان سے آگے آگے جماعتوں کے نشانات بکثرت ہونگے

تلك المدينة اذ لم تدر ما بلغت   من الفخار وما رقت به الحال

اگر تم کو معلوم نہ تھا کہ مدینہ منورہ کیا ہے تو اب میرے بتانے کے بعد معلوم کرو کہ کس مرتبہ اور کس ترقی پر ہے۔"

15 واللّٰہِ واللّٰہِ ما للمصطفیٰ شبَہٌ ۔۔۔ ولا لمسکنہٖ فی الارض تمثالُ

خدا کی قسم! نہ تو کسی جگہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی نظیر ہے اور نہ آپ کی جائے قیام (مدینہ منورہ) کی کہیں تصویر مل سکتی ہے

16 ان کان فضلُ بلادٍ فضلَ ساکنہا ۔۔۔ فما سواہا من الامصار اطلالُ

اگر یہ قابل تسلیم ہو کہ شہروں کی عظمت انکی ساکنین کے اعتبار سے ہوتی ہے تو مدینہ منورہ کے علاوہ جسقدر شہر ہیں وہ سب کے سب آبادی ہونیکے باوجود کھنڈر کہلائے جانیکے قابل ہیں

17 ففی حماہا قوامُ الخلق کلّہم ۔۔۔ وفی رُباہا ریاضُ الخلد مِحلالُ

اسکا حرم محترم تمام مخلوق کی اصلاح کا کفیل ہے اور اسکے اونچے اونچے ٹیلوں پر بہشت بریں کے باغ سایہ فگن ہیں

18 ولا یقاس بہا مصرٌ ولا بلدٌ ۔۔۔ ولا سماءٌ اذا ما قیس امثالُ

اور اگر چیزوں کا باہم مقابلہ کیا جائے تو مدینہ منورہ کے مقابلہ میں نہ کوئی شہر آسکتا ہے نہ کوئی دارالسلطنت اور نہ آسمان (بلکہ مدینہ منورہ سب سے بڑھ کر ہے)

19 تسری الیہا وفودٌ سیرُہا عَنَقٌ ۔۔۔ وللنجائب تبغیلٌ وارقالُ

مدینہ منورہ کیطرف شبا شب تیز روی کیساتھ جماعتیں کوچ کرتی رہتی ہیں اور انکی اونٹنیاں نہایت تیزی کیساتھ انکو مدینہ منورہ کیطرف لاتی ہیں

20 من کلّ صبٍّ حنینُ الوجد یزجرہٗ ۔۔۔ وقائدُ البشر یہدیہ وآمالُ

(ان جماعتوں میں) ایسے عاشق (بھی) موجود ہوتے ہیں جنکو عشق کی وارفتگی تیز چلنے پر مجبور کرتی ہے اور بشاشت اور امیدیں انکی رہبر ہوتی ہیں

21 واللطفُ یہتفُ لا تلووا علی احدٍ ۔۔۔ سیروا الہوینا فللتبشیر اقبالُ

اور لطف خداوندی (انکو) پکار پکار کر یہ کہتا ہے کہ تم کسیکی طرف متوجہ نہ ہو اور وقار کیساتھ چلے چلو کیونکہ تمہاری طرف خداوند عالم کی بشارتیں متوجہ ہیں

22 اذا بدت قبۃٌ خضراء مشرقۃٌ ۔۔۔ فلیس یبقی لہم صبرٌ ولا بالُ

(ان لوگوں کی نظروں کے سامنے) جب سبز گنبد (آرامگاہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم) ظاہر ہوتا ہے تو نہ انکے پاس دل رہتے ہیں نہ دلوں میں صبر

23 یہرولون الیہا ہائمین بہا ۔۔۔ وہم علی ذا حفاۃُ الرجل ارسالُ

یہ لوگ اس کی جانب مستانہ وار پا برہنہ دوڑتے ہوئے چلے جاتے ہیں

24 شوقًا الیہا وہیمانًا لرؤیتہا ۔۔۔ ودمعۃُ الوجد لا ترقا ولا تالوا

کیونکہ ان کے دلوں میں اس کی زیارت کا شوق اور اسکے دیکھنے کی بیچینی بھری ہوئی ہوتی ہے ۔ اور اشک محبت ان کے (رخسار و نیر) جاری ہوتے ہیں اور خوب بہتے ہیں"

[redacted]

یا مُهجۃَ النفسِ لا تبقی حشاشتُہا ... تلقینَ رُوحاً علی الاحیاءِ یختالُ

اے اوس نفس کی روح جو بہت جلد فنا ہوجانیوالی ہے تجھکو وہ روح ملیگی جو زندوں کی روح پر بھی فخر کریگی-

یا اَهلَ طَیبۃَ طِبتُم طابَ غَدوتُکُم ... وطابَ رَوحَتُکُم اذ طابَ انزالُ

ای ساکنان مدینہ منورہ تم خوش رہو تمہارے تمام اوقات اچھے رہیں کیونکہ تمہاری یہ اقامت ہی بہت عمدہ ہے

فأَنتُم جیرۃُ للمُصطفیٰ سقباً ... وانتُم فی حِمَی الزَّهراءِ حُلّالُ

اسواسطے کہ تم لوگ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہت ہی قریب کے پڑوسی ہو اور تم لوگ آپ کے حرم محترم میں مقیم ہو

ونازِحُ الدارِ حِلفُ السُّہدِ مکتئبٌ ... مُثقَلُ الظَّہرِ للاَعباءِ حَمّالُ

اور ایک شخص (یعنی میں) تمسے بہت دور گھر والا- جسکو بیداری چمٹ گئی ہو مشقت میں پڑا ہوا ہو اور (تکالیف) بوجھوں سے اپنی پیٹھ کو بوجھل کیے ہوئے

یَرنو الیکُم بعَینٍ مِلؤُہا نَدَمٌ ... وحَسرۃٌ فی الحَشیٰ والقلبُ یختالُ

یہ شخص تمہاری طرف ٹکٹکی لگائے دیکھ رہا ہے- اسطرح کہ اس کی آنکھوں میں بجز ندامت کے اور باطن میں بجز حسرت کے کچھ نہیں ہے اور اس کا

جُودُوا علی مُدنِفٍ لم تبقَ حِیلتُہ ... یَخِفُّ سیراً ولا یُعییہِ اثقالُ

ایسے دائم المرض پر بخشش کرو جسکے پاس کوئی تدبیر باقی نہیں وہ آہستہ آہستہ چلتا ہے حالانکہ اسپر کسی قسم کا بوجھ ہوا نہیں ہے

یَمشی علی الوجہِ والاَقدامُ حافیۃٌ ... وغُلّۃُ الصَّدرِ لا تَرویٰ وبلبالُ

وہ سر کے بل پا برہنہ چلتا ہے اور اس کی حرارت صدر اور اندوہ نہانی میں کسی قسم کی کمی نہیں ہوتی

ویا مُنَی النَّفسِ اِمّا کُنتِ فائزۃً ... فیا لَہُ مِن نوالٍ بالّذی نالوا

اور اے نفس کی امید وار اگر تم پوری ہو جاؤ تو ساکنان مدینہ کے حاصل کئے ہوئے شرف کے بدلے میں کیسی بڑی عطا ہے

وکیفَ لا اَرتجی والارضُ راحمۃٌ ... والذَّنبُ مُستَشفعٌ والعفوُ منوالُ

اور میں کیونکر امید نہ کروں کہ مدینہ کی زمین رحمت والی ہے اور میں اپنے گناہوں کی شفاعت کا طالب ہوں اور عفو کا طالب ہوں

جاری ہے"

مسجد دار العلوم دیوبند میں

حضور نظام کیلئے پانچ وقت دعا ہوتی ہے

اعلیحضرت نظام دکن کے احسانات مسلمانوں پر جن متعدد اور مختلف صورتوں سے مبذول ہوتے رہتے ہیں اُمّت مرحومہ کی امداد میں آپکا دست کرم جس فیاضانہ طریق سے بیش از بیش حصہ لے رہا ہے حقیقت الامر یہ ہے کہ اس جود و سخا کی اس زمانہ میں کوئی نظیر نہیں پیش کیجا سکتی آج کونسی مشہور مذہبی درسگاہ ہے جسکی سرپرستی کا فخر سرکار نظام کو حاصل نہیں آج وہ کونسی خانقاہ ہے جہاں بادشاہ اسلام کیجانب سے روزینہ مقرر نہیں، جب کہ حضور نظام کی اسلام نوازی و مسلمان پروری کا یہ درجہ ہے کہ اُن کی عزت مسلمانوں کی عزت ہو چکی ہے ان کا اقتدار مسلمانوں کا اقتدار ہے ایسی صورت میں ہمپر ضروری ہے کہ جو ناگواری سرکار نظام اور گورنمنٹ ہند کے درمیان ہوگئی ہے اس کے مندفع و منقطع ہو جانے کیلئے پانچ وقت دعا کریں۔۔

الحمد للہ کہ دار العلوم کی مسجد میں پانچ وقت سرکار نظام کی ترقی عمر و تحفظ اقبال کیلئے سینکڑوں علماء و صلحا دعا کرتے ہیں اور یقین ہے کہ معاملات جلد از جلد انشاء اللہ خوشگوار ہو جائینگے، اور دولت آصفیہ ہر ایسے اثر سے جس میں اُس کی آزادی و خودداری عظمت و وقار میں فرق آئے محفوظ رہیگی۔"

منیجر

نائب المدیر عفی عنہ

عالیجناب نواب کنور جمشید علیخانصاحب رئیس اعظم باغپت کا

ورود مسعود دارالعلوم دیوبند میں

دس ہزار کی گرانقدر امداد

حضرت مہتمم صاحب دارالعلوم کی دعوت پر آج بتاریخ ۲۳ ہلم ۱۰ بجے کی ٹرین سے عالیجناب معلی القاب نواب جمشید علیخانصاحب مع اپنے بھائی صاحب ظلہما کے دارالعلوم میں رونق افروز ہوئے اسٹیشن دیوبند پر دارالعلوم کیجانب سے چند حضرات استقبال کیلئے موجود تھے نواب صاحب دارالعلوم میں تشریف لائے دارالمشورہ میں [illegible] ہوئے حالات دارالعلوم کے متعلق گفتگو فرمانے کے بعد دارالعلوم کا معائنہ فرمایا دفتر دارالعلوم کے حسابات آمد و صرف کے رجسٹر دیکھے کتبخانہ محاسبی مطبخ تعمیر دارالطلبہ وغیرہ سب کو دیکھا حسابات کی صفائی اور ترتیب کو دیکھکر بیحد محظوظ ہوئے اور بار بار فرمایا کہ اس سے زیادہ صفائی [illegible] ممکن نہیں کہ ہر شعبہ کا کام نہایت باضابطہ ہے دارالعلوم کے [illegible] کا معائنہ بھی فرمایا [illegible] بعد حضرت مولانا محمد قاسم و حضرت مولانا محمود حسن قدس سرہما کے مزارات پر حاضر ہو کر [illegible] کے بعد ۹ بجے کی ٹرین سے مراجعت فرمائے میرٹھ ہوئے [illegible] کے وقت نواب صاحب نے اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کیجانب سے دارالحدیث کے [illegible] تیار ہوانے کی منظوری صادر فرمائی جسکا تخمینہ کم و بیش دس [illegible] دارالعلوم اس گرانقدر [illegible] پر نواب صاحب ممدوح کا صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتے ہوئے [illegible] دعا کرتا ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ ممدوح کو انکے مقاصد عالیہ میں کامیاب فرمائے اور انکی باقیماندہ دولت میں غیر معمولی برکت بخشے آمین۔

حضرت مولانا [illegible] صاحب کے امر و ارشاد سے شائع کیا گیا۔

قابلِ ذکر حالات

دعائے صحت جناب مولانا سید مناظر احسن صاحب گیلانی استاذ حدیث جامعہ عثمانیہ دکن کے مکتوب سامی مورخہ یکم ۱۳۶۶ھ سے یہ معلوم ہو کر کہ وہ ضیق النفس کے مرض میں مبتلا ہیں سخت قلق و اضطراب ہوا۔ اگرچہ پہلے سے افاقہ ہے تاہم مرض کا استیصال ابھی نہیں ہوا ہے مولانا موصوف سے ناظرین القاسم بخوبی واقف ہیں مولانا کے جذبات و حسیات کا ان کے مضامین کو پڑھنے کے بعد پوری طرح سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ وہ کس قدر رفیع و پاکیزہ ہیں انکے محاسن میرے خیالمیں ایسے ہیں جنھیں اظہار کی حاجت نہیں ناظرین القاسم بحضور قلب مولانا موصوف کی صحت کیلئے دعا فرماویں کیونکہ مولانا کا انپر "خصوصی حق" عائد ہے۔

شکریہ مولانا جمیل احمد صاحب نے سی پی کے علاقہ سے القاسم کیلئے چار خریدار مہیا فرما کر حضرت فخر الہند مولانا حبیب الرحمن صاحب کے خدمت میں پیش کئے ہیں اور مولانا مدظلہم سے مضمون لکھنے کی بھی خاص طور پر استدعا کی ہے کارکنان القاسم انکے اس جامع احسان کا قلب مخلص سے شکریہ ادا کرتے ہوئے اور انکے مقاصد حقہ کے انصرام کی دعا کرتے ہوئے مزید کرم کے آئندہ کیلئے متوقع ہیں"

رفع نزاع طلبائے دار العلوم دیوبند کا وہ سنگین معاملہ جو اتفاقیہ طور پر ۱۲ ۱۳۶۵ھ کو پیش آیا تھا الحمد للہ کہ کابر دار العلوم و عمائدین قصبہ کی مساعی جمیلہ سے بصلح طے ہو گیا ہے فریقین کیجانب سے صاحب کلکٹر ضلع کے یہاں مقدمہ سے دستبرداری و مصالحت کی درخواست دیگئی جسکو صاحب ضلع نے حکمہ بالا میں بھیجدیا اب صرف اجرائے احکام کا انتظار ہے اگر اسکے بعد ضرورت سمجھی گئی تو نفس واقعہ کے صحیح و مفصل کیفیت شائع کیجائیگی۔

دار العلوم دیوبند میں حفاظت ناموس رسول کیلئے اہم جلسہ دار العلوم دیوبند میں ناموس رسول کی صیانت و حفاظت کیلئے بتاریخ ۱۱ ۱۳۶۶ھ ایک اہم جلسہ زیر صدارت حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب کیا گیا جسمیں طلبائے دار العلوم کے علاوہ اہل قصبہ بھی شریک تھے اولاً حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب نے جلسہ کی اہمیت غرض و غایت پر مختصر تقریر فرمائی اور اسکے بعد اپنی طرف سے ناموس رسول کی حفاظت کے متعلق ایک ریزلیوشن پیش کیا جسکا ماحصل یہ تھا کہ توہین مقتدایان مذہب کے متعلق آرڈیننس فوراً جاری ہونا چاہئے اسکے بعد مولانا مرتضیٰ حسن صاحب و مولانا حسین احمد صاحب نے زبردست تقریریں فرمائیں اور قرارداد کی پرزور تائید کی اجلاس مغرب تک منعقد رہا اور اسکے بعد ختم ہوا عشاء کی نماز کے بعد دوسرا جلسہ طلبائے دار العلوم نے زیر صدارت ناظم تعلیمات صاحب منعقد کیا جسمیں حضرت مولانا حسین صاحب نے مبسوط تقریر فرمائی"

عالیجناب نواب کنور جمشید علیخانصاحب رئیس اعظم باغپت کا

ورود مسعود دارالعلوم دیوبند میں

دس ہزار کی گرانقدر امداد

حضرت مہتمم صاحب دارالعلوم کی دعوت پر آج بتاریخ ۲۳ ۴ھ ۱۰ بجے کی ٹرین سے عالیجناب معلی القاب نواب جمشید علیخانصاحب مع اپنے بھائی صاحب مدظلہما کے دارالعلوم میں رونق افروز ہوئے اسٹیشن دیوبند پر دارالعلوم کیجانب سے چند حضرات استقبال کیلئے موجود تھے نواب صاحب دارالعلوم میں تشریف لائے دارالمشورہ میں فروکش ہوئے حالات دارالعلوم کے متعلق گفتگو فرمانے کے بعد دارالعلوم کا معائنہ فرمایا دفتر دارالعلوم کے حسابات آمد و صرف کے رجسٹر دیکھے کتبخانہ محاسبی مطبخ تعمیر دارالطلبہ وغیرہ سب کو دیکھا حسابات کی صفائی اور ترتیب کو دیکھکر بیحد محظوظ ہوئے اور بار بار فرمایا کہ اس سے زیادہ صفائی اور کیا ہو سکتی ہے کہ ہر شعبہ کا کام نہایت باضابطہ ہے دارالعلوم کے مسجد کا معائنہ بھی فرمایا عصر کے بعد حضرت مولانا محمد قاسم و حضرت مولانا محمود حسن قدس سرہما کے مزار پر حاضر ہوئے مغرب کے بعد ۹ بجے کی ٹرین سے مراجعت فرمائے میرٹھ ہوئے روانگی کے وقت نواب صاحب نے اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کیجانب سے دارالحدیث کے [illegible] کے لئے دیکر (جو پختہ گنبد ہے) بنوانے کی منظوری صادر فرمائی جسکا تخمینہ کم و بیش دس ہزار روپیہ ہے۔ اراکین دارالعلوم اس گرانقدر چندہ پر نواب صاحب ممدوح کا صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتے ہیں اور دست بدعا ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ ممدوح کو انکے مقاصد عالیہ میں کامیاب فرمائے اور انکی بافیض دولت میں غیر معمولی برکت بخشے آمین۔

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب کے امر و ارشاد سے شائع کیا گیا۔

احقر

طاہر بن احمد القاسمی

قابلِ ذکر حالات

دعائے صحت جناب مولانا سید مناظر احسن صاحب گیلانی استاذ حدیث جامعہ عثمانیہ دکن کے مکتوب سامی مورخہ یکم ۱۳۴۶ھ سے یہ معلوم ہو کر وہ ضیق النفس کے مرض میں مبتلا ہیں سخت قلق و اضطراب ہوا۔ اگرچہ پہلے سے افاقہ ہے تاہم مرض کا استیصال ابھی نہیں ہوا ہے مولانا موصوف سے ناظرین القاسم بخوبی واقف ہیں مولانا کے جذبات و حسیات کا ان کے مضامین کو پڑھنے کے بعد پوری طرح سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ وہ کسقدر رفیع و پاکیزہ ہیں انکے محاسن میرے خیال میں ایسے ہیں جنھیں اظہار کی حاجت نہیں ناظرین القاسم بحضور قلب مولانا موصوف کی صحت کیلئے دعا فرماویں کیونکہ مولانا کا "خصوصی حق" عائد ہے۔

شکریہ مولانا جمیل احمد صاحب نے سی پی کے علاقہ سے القاسم کیلئے چار خریدار مہیا فرما کر حضرت فخر الہند مولانا حبیب الرحمن صاحب کے خدمت میں پیش کئے ہیں اور مولانا مدظلہم سے مضمون لکھنے کی بھی خاص طور پر استدعا کی ہے کارکنان القاسم انکے اس جامع احسان کا قلب مخلص سے شکریہ ادا کرتے ہوئے اور انکے مقاصد حقہ کے انصرام کی دعا کرتے ہوئے مزید کرم کے آئندہ کیلئے متوقع ہیں"

رفع نزاع طلبائے دار العلوم دیوبند کا وہ سنگین معاملہ جو اتفاقیہ طور پر ۱۲ ۱۳۴۶ھ کو پیش آیا تھا الحمد للہ کہ اکابر دار العلوم و عمائدین قصبہ کی مساعی جمیلہ سے بصلح طے ہو گیا ہے فریقین کیجانب سے صاحب کلکٹر ضلع کے یہاں مقدمہ سے دستبرداری و مصالحت کی درخواست دیگئی جسکو صاحب ضلع نے محکمہ بالا میں بھیجدیا اب صرف اجراء احکام کا انتظار ہے اگر اسکے بعد ضرورت سمجھی گئی تو نفس واقعہ کی صحیح و مفصل کیفیت شائع کیجائیگی۔

دار العلوم دیوبند میں حفاظت ناموس رسول کیلئے اہم جلسہ دار العلوم دیوبند میں ناموس رسول کی صیانت و حفاظت کیلئے بتاریخ ۱۱ ۱۳۴۶ھ ایک اہم جلسہ زیر صدارت حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب کیا گیا جسمیں طلبائے دار العلوم کے علاوہ اہل قصبہ بھی شریک تھے اولاً حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب نے جلسہ کی اہمیت غرض و غایت پر مختصر تقریر فرمائی اور اسکے بعد اپنی طرف سے ناموس رسول کی حفاظت کے متعلق ایک ریزولیوشن پیش کیا جسکا ماحصل یہ تھا کہ توہین مقتدایان مذہب کے متعلق آرڈینس فوراً جاری ہونا چاہیے اسکے بعد مولانا مرتضیٰ حسن صاحب و مولانا حسین احمد صاحب نے زبردست تقریریں فرمائیں اور قرارداد کی پرزور تائید کی اجلاس مغرب تک منعقد رہا اور اسکے بعد ختم ہوا عشاء کی نماز کے بعد دوسرا جلسہ طلبائے دار العلوم نے زیر صدارت ناظم تعلیمات صاحب منعقد کیا جسمیں حضرت مولانا حسین صاحب نے مبسوط تقریر فرمائی"

تقریر دلپذیر درس میں داخل ہو گئی

دار العلوم دیوبند میں درجہ تکمیل کی بنیاد

حضرت مولانا حسین احمد صاحب نے دور حاضر کی ضروریات کا اندازہ فرماتے ہوئے طلبائے دار العلوم کو آیۃ من آیات اللہ حجۃ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف کو بصورت درس پڑھانے کا عزم فرمایا ہے چنانچہ اولاً جمعہ جمعہ تقریر دلپذیر شروع کرائی ہے۔ جس میں طلبا بصد ذوق وشوق شریک ہوئے، امید ہے کہ یہ مفید علمی سلسلہ طلبا کی قوت کلامیہ وعلمیہ میں مخصوص وممتاز اثر پیدا کرے گا اور مولانا کی تصریحات وتشریحات سونے پر سہاگہ کا کام دینگی۔

تقریر دلپذیر کو بعض اسلامی مدارس نے تو درس میں داخل کرلیا ہے لیکن ضرورت ہے کہ اب اس لاجواب کتاب کے انمول جواہر کی تقسیم بصورت درس ہندوستان کے مدارس میں عام ہو جائے۔

اُمید ہے کہ دار العلوم کے ملحقہ مدارس ودیگر ہندوستان کی درسگاہیں اس مسئلہ کیطرف خاص طور پر توجہ مبذول کرینگی۔"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعض مفسدوں کی طالبعلمانہ لباس میں شرانگیزیاں

اور

مدرسین و منتظمین دار العلوم دیوبند کا بیان

بعض مفسد اور خارج شدہ طلبا، دار العلوم دیوبند کے پیہم اور غلط و غیر واقعی مضامین پڑھکر جنمیں حق و انصاف، ادب و احترام، اخلاق و ایمان، سب ہی سے قطع نظر کرلیگئی ہے۔ انتہائی چشم پوشی کے بعد ہم مدرسین و منتظمینِ دار العلوم حسب ذیل بیان شائع کرنے پر مجبور ہوئے ہیں جس سے مقصود صرف یہ ہے کہ دار العلوم کی عزت و عظمت میں کسی قسم کا فرق نہ آئے۔ اور جو بدظنی اکابرِ دار العلوم کی طرف سے پھیلائی جارہی ہے اُسکا انسداد ہوسکے۔

سب سے پہلے تو ہم اس حقیقتِ واقعیہ کا اظہار ضروری سمجھتے ہیں۔ جسپر ہم سب کا علم گواہ ہے کہ ایسے ناپاک و دل خراش مضامین کا تعلق کل طلباء دار العلوم دیوبند سے قطعاً نہیں ہے۔ تقریباً ۹۲۵ طلبا میں سے ۸۷۵ بلکہ اس سے بھی زیادہ طلبا ایسے ہیں جنکو مشغلہ تعلیم و مطالعہ و تکرارِ اسباق کے سوا اور کوئی کام نہیں صرف دس بیس طلبا، ایسے نکلیں گے جنکو اس قسم کے ناشائستہ حرکات سے بوجہ عدم رغبتِ علم دلچسپی ہوگی۔ وہ طلبا جو دار العلوم سے بوجہ تمرد و سرکشی خارج کردئے گئے ہیں۔ یا جنکو دار العلوم میں آنے سے روکدیا گیا ہے۔ اُن میں سے بعض آجکل دیوبند میں مقیم ہیں۔ جو اس قسم کی تخریبی تحریک میں اندرونی و بیرونی اثرات سے پوری طرح اعانت لیکر شبانہ روز انتقامی جذبات کی وجہ سے تقریراً و تحریراً اشاعت فتنہ میں سرگرم کار ہیں

اور دار العلوم کی عظمت وشان کو خاک میں ملانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

یہ فرضی مظلوم اور انتقام لینے والے طلبہ وہی طلبا رہیں جنھوں نے حضرت مولانا اشرفعلی صاحب مدظلہم سرپرستِ مدرسہ سے لیکر جو بزرگ بھی اُن کے ناشائستہ حرکات سے متنفر ہے سب ہی کو اپنے نزدیک معاذاللہ بددین خیال کر رکھا ہے۔ یہ وہی اور اسی قسم کے نام نہاد طالب علم ہیں جنھوں نے شعبان ۱۳۴۴ھ میں اپنے اُستاذ مولوی گل محمد خاں صاحب کو مار پیٹ کر فتنہ کا آغاز کیا ہے اور اس صریح ظلم کے بعد اپنے مطالبات کو بجبر منوانے کے لئے انجمن لجنۃ الاتحاد قایم کی اور ایک گستاخانہ تحریر اکابر دار العلوم کی خدمت میں پیش کی۔

یہ وہی اور اُسی قسم کے علم کو بدنام کرنے والے طلبا رہیں۔ جنھوں نے حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب صدر مدرس کو امتحانِ سالانہ کے موقع پر سوالات کے نرم دئے جانیکی دھمکی دی تھی۔ اور ۱۳۴۴ھ میں حضرت موصوف کو حضرت مہتمم صاحب کے ہمخیال دیکھکر شیطانِ اخرس کے ملعون لقب سے یاد کیا تھا۔ اور حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب اُستاد حدیث کو عبدالمہتمم کا خطاب دیا تھا۔ ان طلبا رنے اپنے حال کے مضمون مورخہ ۷ر جولائی ۱۹۲۷ء اخبار زمیندار کے کالموں پر لکھا ہے کہ :-

"ہمیں معلوم ہوا ہے کہ بعض پُرزور ہستیوں نے آپکو منع کردیا ہے کہ آپ مظلوموں کی حمایت نکریں"

یہ پہلا اور کھلا ہوا گستاخ جملہ ہے جو حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی اسیر مالٹا جانشین حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ پر کیا گیا ہے کہ اُنہوں نے اخباروں کو منع کردیا ہے کہ وہ مظلوموں کی حمایت نکرنے دینے کر اخلاقی وشرعی جرم کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ العیاذ باللہ۔

جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ طلبار صرف انہیں کو اکابر وبزرگ ماننے کے لئے تیار جو اُن کی ہاں میں ہاں ملائیں۔ اور اُن کے خلاف ایک حرف بھی نہ بولیں۔

یہ وہی طلبا رہیں جنھوں نے انجمن لجنۃ الاتحاد کے صدر حاجی محمد موسیٰ سملکی کے

ورنہ نجتر د ہوسکنے والی سعی وسازش کے ذریعہ سے حضرت مہتمم صاحب اور حضرت شاہ صاحب
طلبہ کے بیس سالہ تعلقات کو مکدر کرنے کی انتہائی کوشش کی۔ اور پچاس روپیہ حضرت شاہ صاحب
سے سفر خرچ کے نام سے لیکر بجائے دیگر مدارس میں چلے جانیکے دیوبند میں رہکر اختلاف ذات
لبین میں وہ سب کچھ کیا جو عقل و دین، ایمان و احسان کی رو سے ایک آن کے لئے بھی
جائز نہ تھا۔ اس سے بڑھکر کوئی ناانصافی شاید دنیا میں نہ ہوگی کہ منتظمین کے مشورہ کے خلاف
۱۱ ذی الحجہ ۱۳۴۵ھ کو فسادِ عظیم برپا کرکے حضرت مہتمم صاحب کو اُسکا ذمہ دار ٹھہراتے ہیں اور اپنی
خودسری و بے باکی کا بانی حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب کو قرار دیتے ہیں اور حقیقت یہ ہے
کہ دیوبند کے برادرانِ وطن (ہنود) اگر شدھی و سنگٹھن کے اثرات سے متاثر ہوتے،
پنڈت آسارام صاحب آنریری مجسٹریٹ (جن کے باغ میں یہ فساد ہوا) شریفانہ طریق سے
پیش نہ آتے۔ حضرت مہتمم صاحب مدظلہٗ مصالحت کی پوری سعی نہ فرماتے اور خان بہادر شیخ محمد ضیاء الحق
صاحب ممبر کونسل رئیس و چیرمین۔ و سید محمد محتشم صاحب آنریری مجسٹریٹ و دیگر ہمدردانِ شہر
اگر دارالعلوم کی عزت کا تحفظ نہ کرتے، تو ان مفسد طلبہ کو اچھی طرح سے معلوم ہوجاتا کہ ۱۳۴۲ھ
و ۱۳۴۵ھ کی اس انتہائی خودسری اور شوخ چشمی کا انجام کیا ہوتا۔

یہ طلبہ اپنے مکتوب مورخہ ۷ رجولائی ۱۹۲۷ء میں لکھتے ہیں کہ:-

"حضرت شاہ صاحب مدظلہم کی دردانگیز روانگی ہمارے لئے باعث صدہزار افسوس تھی۔ اگرچہ مہتمم صاحب نے قوم کو فریب ہی کی غرض سے حضرت ممدوح کی روانگی کو عارضی تبلایا اور حضرت شاہ صاحب بھی انتہائی درد و کرب کی حالت میں اب تک خاموش ہیں مگر قوم سمجھدار ہے اتنی بیوقوف نہیں ہے کہ مولانا حبیب الرحمن صاحب جیسی ظالم شخصیت کو جلد فراموش کردے۔"

ان مفسدہ پرداز طلبہ کی اشاعت فتنہ کا اندازہ صرف اسی عبارت سے بخوبی ہوسکتا ہے کہ یہ
طلبہ حضرت شاہ صاحب کی روانگی کو دائمی مفارقت ظاہر کرتے ہیں۔ حالانکہ ۲۶ ذی قعدہ ۱۳۴۵ھ کو

حضرت شاہ صاحب نے خود اپنے قلم سے یہ درخواست حضرت مہتمم صاحب کی خدمت میں پیش کی تھی جو ذیل بعینہٖ نقل کیجاتی ہے۔

نقل درخواست رخصت حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری صدر مدرس دار العلوم دیوبند

بعالیخدمت حضرت مہتمم صاحب دار العلوم دیوبند جناب مستطاب دام ظلہٗ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ احقر چنانکہ معروض رفتہ امروز ارادۂ کشمیر میکند۔ بعالیخدمت عرض آنکہ حقیر را یک نیم تا دو ماہ بوضع تنخواہ رخصت مرحمت فرمایند کہ زیارتِ والد ماجد نمودہ باشد۔

دستخط حضرت شاہ صاحب

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

۲۶ ذی قعدہ ۱۳۴۵ھ

احقر نے جیسا زبانی عرض کیا تھا آج کشمیر جانے کا ارادہ ہے اسلئے عرض ہے کہ احقر کو ڈیڑھ تا دو ماہ رخصت بوضع تنخواہ مرحمت فرمائیں تاکہ حضرت والد ماجد کی زیارت کیجائے۔

دستخط

اس درخواست کے مضمون کو دیکھتے ہوئے اگر خدانا کردہ ان طلبہ کا یہ خیالِ بد صحیح بھی ہو کہ حضرت شاہ صاحب مدرسہ سے قطع تعلق کر چکے ہیں تب بھی جب تک حضرت موصوف کی جانب سے اس تحریر کے خلاف کوئی اطلاع موصول نہو کیسے کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے بے بنیاد، وخود غرضانہ اثرات سے متاثر ہو کر مدرسہ سے قطع تعلق کی ٹھان لی ہے۔

یہ خبر بھی محض غلط اور بے بنیاد ہے کہ حضرت مہتمم صاحب نے یا ان کے ایماء سے کسی شخص نے کسی قسم کی کوئی فہرست پولیس میں پیش کی ہے اور نہ کسی کے نام وارنٹ جاری کرایا

آخر میں یہ طلبہ لکھتے ہیں کہ :-

"بڑے مہتمم صاحب کی خدمت میں عرض ہے کہ وہ مولانا حبیب الرحمن صاحب کے انتقامانہ جذبات سے جو نہایت بدترین صورت میں ظاہر ہو رہے ہیں قطع نظر کر کے میدان میں آئیں۔ اور غریب طلبہ کی اسی طرح اعانت فرمائیں جس طرح مولانا حبیب الرحمن صاحب کے معزول کرنے سے پہلے آپ کا طرز عمل رہا ہے۔"

یہ بھی اُسی وضع کی فتنہ پردازی ہے جسکا نمونہ پہلے پیش کیا جا چکا ہے۔ جسکی غرض یہ ہے کہ حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب و حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب کے طرز عمل و تعلقات میں فرق ظاہر کر کے حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب کو بدنام کیا جائے۔ حالانکہ اس سے پہلے تحریرات میں ان ہی طلبہ نے حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب کی نسبت بھی کوئی توہین اوٹھا نہیں رکھی۔ حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب جو کام کرتے ہیں صدر مہتمم صاحب کے مشورہ اور اجازت سے کرتے ہیں۔ اسی طرح صدر مہتمم صاحب بھی اُن کے خلاف کوئی کام نہیں کرتے ان مفسدوں نے اپنے حال کے غیر مہذب اور حیا سوز مکتوب میں استاذ الاساتذہ حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب کو جن الفاظ شنیعہ سے یاد کیا ہے وہ صاف بتلا رہے ہیں کہ ان طلبہ کے قلوب میں کسی اُستاذ کی بھی عظمت موجود نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت مولانا انورشاہ صاحب و مولانا شبیر احمد صاحب جنکی حمایت کے وہ مدعی ہیں وہ خود حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب کے شاگرد ہیں۔ آج وہ جن کو بھی اکابر کے خطاب سے سرفراز کریں باستثنا چند کوئی ایسا نکلیگا جس کا تعلق شاگردی و تربیت کا حضرت موصوف مدظلہ سے نہو گا۔

جو غیر مہذب اپنے اساتذہ کی اس لئے تعظیم و تکریم کرتے ہیں کہ وہ اُستادوں کے اساتذہ کو سب و شتم سے یاد کریں۔ اصاغر کو اکابر اور اکابر کو اصاغر بنا کر جسکی چاہیں توہین کریں، اُن کی نسبت سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ جسکی بھی عزت و توقیر کرتے ہیں خلوص سے نہیں بلکہ نفاق اور خود غرضی، انتقام و مطلب برآری کے لئے ایسا کرتے ہیں۔ اگر ان مفسدین کے

قلوب میں علم کا ذرا سا بھی رسوخ ہوتا تو یہ لوگ ہرگز ہرگز حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب کی اہانت نہ کرتے۔ اور دار العلوم کی بڑھتی ہوئی شہرت میں روڑے نہ اٹکاتے۔

کوئی صاحب عقل و دین کیا ایک منٹ کیلئے بھی اس کو باور کر سکتا ہو کہ حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب جیسا حلیم و بردبار، جبل استقامت و استقلال باوجود قدرت انتظام طلبہ کو ہندوؤں کے مقابلہ میں گرفتار کراتے؟ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

ہاں اگر اُن پر یہ الزام ہے کہ وہ دار العلوم کا انتظام فرماتے ہیں جیسیں اُن کو نیک و بد ہر قسم کے لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے اور ان کے مناسب حال و مناسب وقت انتظام کرنا پڑتا ہے تو بیشک ہم بھی اقرار کرتے ہیں۔ اگر ان نام نہاد طلبہ کی ذہنیتوں کا یہی حال ہے تو اُن کو ابھی سے اپنے مستقبل کا انجام سوچ لینا چاہیئے۔

حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب نے طلبہ کے موجودہ فساد کے رفع کرنے میں جو کلفتیں و صعوبتیں باوجود علالت مزاج برداشت فرمائیں، اگر اُن کی تفصیل کیجائے تو تحریر بے حد طول پکڑ جائیگی۔ مختصر یہ ہے کہ ایک حلیم و شفیق، مربی و محسن باپ جو اپنی نالائق و غیر مطیع گستاخ و نافرمان اولاد کے ساتھ ہمدردی و سلوک کر سکتا ہے۔ اُس سے کہیں زیادہ حضرت موصوف نے باوجود افسردگی قلب اُن کے لئے ہر قسم کی سعی و کوشش فرمائی۔

مذکورۂ بالا وجوہات کی بنا پر ہم ایسے گستاخ و متمرد طلبہ سے سخت بیزاری و نفرت کا اظہار کرتے ہیں۔ جنہوں نے جوش انتقام میں اپنی حدود سے تجاوز کیا ہے۔

ہمارا تعلق جبکہ حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب سے اہتمام مدرسہ کے تعلق کے سوا شاگردی و تربیت کا تعلق بھی ہے ایسی حالت میں ہم ہرگز اُن کے متعلق کوئی گستاخانہ کلمہ نہ سُن سکتے ہیں اور نہ گوارا کر سکتے ہیں۔ اور نہ ان حیاسوز مضامین کو پڑھکر سکوت کو برقرار رکھ سکتے ہیں۔

قدیم طلبہ و متوسلین دار العلوم کا فرض ہو کہ وہ ایسے حالات میں دار العلوم کی طرف پوری توجہ فرما کر غلط پروپیگنڈہ کی کافی تردید کردیں۔ اور اکابر مرحوم کی اس یادگار و امانت الٰہیہ

اضاعت سے بچائیں - فقط والسلام +

ضروری اطلاع } آخر میں عرض ہے کہ طلبار کا یہ سنگین اور سخت خطرناک معاملہ جو ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۴۵ھ کو پیش آیا الحمدللہ کہ بہ صلح طے ہو گیا ہے - صرف اسکی تکمیل میں بعض امور باقی ہیں اُن کی تکمیل اور اجرائے احکام کے بعد نفس واقعہ کے صحیح اور مفصل حالات شائع کئے جائیں گے +

وفد علمائے پنجاب کی رپورٹ میں جو یکطرفہ اور بہت سے غیر واقعی حالات پر مشتمل بیان شائع ہوا ہے وہ ہرگز ایسا نہیں ہے کہ اُس پر سکوت کیا جائے - ضرورت تھی کہ جن حقائق پر اُس میں پردہ ڈالا گیا یا واقعات میں قطع و برید سے کام لیا گیا ہے اُن کی اصلیت دکھلائی جاتی - لیکن چونکہ حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب صدر المدرسین دار العلوم کی خدمت میں ہم نے ایک متفقہ اور مستفسرانہ مکتوب بھیجا ہے - نیز چند سوالات ارکانِ وفد سے بھی کئے گئے ہیں جنہیں اونھوں نے ایک ہفتہ کی مہلت طلب کی ہے - اس لئے ہر دو تحریروں کے جواب آنے پر روداد وفد کیمتعلق ہم اپنا صاف صاف بیان شائع کرینگے +

بندہ محمد مرتضیٰ حسن عفی عنہ
ناظم تعلیمات دار العلوم دیوبند

محمد ابراہیم عفی عنہ
مدرس دار العلوم

محمد رسول خاں عفا اللہ عنہ
مدرس دار العلوم دیوبند

محمد اعزاز علی عفرلہ
مدرس دار العلوم دیوبند

عبد السمیع مدرس دار العلوم
دیوبند

محمد عبد الوحید الہ آبادی مدرس دار العلوم
دیوبند درجہ قراءت کان اللہ لہ

نبیہ حسن مدرس
دار العلوم دیوبند

محمد یٰسین عفی عنہ مدرس اول درجہ فارسی
و ریاضی دار العلوم دیوبند

محمد شفیع عفا اللہ عنہ معین مدرس
دار العلوم دیوبند

سید اختر حسین عفی عنہ
معین المدرس دار العلوم دیوبند

محمد قاسم نعمانی عفا اللہ عنہ

محمد عاقل عفا اللہ عنہ مدرس
ریاضی دار العلوم دیوبند

شریف احمد مدرس مدرسہ
درجہ قرآن شریف

بندہ محمود عفی عنہ
سر دفتر دار العلوم دیوبند

سعید احمد گنگوہی
معین المدرس دار العلوم دیوبند

بندہ رحمت علی غفرلہ
منتظم کتب خانہ و ذمہ دار شعبہ نگرانی طلبہ دار العلوم

محمد قاسم غفرلہ
قائم مقام منتظم تعمیرات دار العلوم دیوبند

احقر محمد طیب عفا اللہ عنہ
مدرس دار العلوم دیوبند

محمد اسمٰعیل عفی عنہ
مددگار منتظم مطبخ دار العلوم دیوبند

طاہر بن احمد القاسمی کان اللہ لہ
معین المدرس دار العلوم دیوبند

احقر منظور احمد عفی عنہ
منتظم شعبہ مالیات دار العلوم دیوبند

احقر شریف احمد گنگوہی
مدرس اول درجہ قرآن شریف دار العلوم دیوبند

فخر الہند حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب کے مشہور و معروف مضمون

دنیا میں اسلام کیونکر پھیلا

کا

ترجمہ انگریزی میں"

ناظرین القاسم کو یہ تو بذریعہ اشتہار معلوم ہو چکا ہے کہ رسالہ اشاعت اسلام المعروف بہ دنیا میں اسلام کیونکر پھیلا، چھپکر تیار ہو گیا ہے اور خدا کے فضل و کرم سے ملک کے ہر طبقہ سے اسکی کافی طلب ہو رہی ہے، لیکن آج کی اشاعت میں ہم یہ بھی لکھنا چاہتے ہیں کہ بعض معتقد حضرات کی اس معرکۃ الآرا مضمون کے متعلق رائے یہ ہے کہ اسکا ترجمہ انگریزی زبان میں کیا جائے تاکہ یورپ کے سامنے یہ حقیقت منکشف ہو جائے کہ اسلام دنیا میں صرف اپنی صداقت کیوجہ سے عالمگیر ہوا ہے کیا ہی اچھا ہو کہ کوئی صاحب ہمت اس مفید مضمون کا انگریزی میں ترجمہ کرانے کیلئے آمادہ و مستعد ہو کر کارکنان القاسم کو اسکا موقع دیں کہ وہ جلد سے جلد زبان انگریزی میں نور اسلام کو پہنچا دیں۔

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ کی تمنا

حاجی محمد اکبر صاحب مرادآبادی سے معلوم ہوا کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ نے ایک مجلس میں فرمایا تھا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ حجۃ الاسلام و تقریر دلپذیر کا انگریزی میں ترجمہ ہو جائے تاکہ اہل مغرب کو حقانیت اسلام معلوم ہو سکے پس اسکا ہم یقین کرتے ہیں کہ اگر اشاعت اسلام کے انگریزی ترجمہ کے مصارف کا تکفل کسی صاحب خیر نے اپنے ذمہ لیا تو ان دونوں بزرگوں کی روح [illegible] مکمل [illegible] القاسم کی تمنا [illegible] بھی ہوگی اگر یہ مفید معرکۃ الآرا کتاب کا انگریزی میں ترجمہ ہوا

واللہ الموفق والمعین۔

خاکسار

[illegible]

رجسٹرڈ نمبر اے ۱۲۱

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما انا قاسم واللہ یعطی

القاسم

دورِ جدید

جلد ۳ — ربیع الاول سنہ ۱۳۳۶ھ — نمبر ۳

مرکز العلوم الاسلامیہ جامعہ قاسمیہ دار العلوم دیوبند کا ماہوار دینی و علمی رسالہ

زیر ادارت

فخر الہند حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب ناظم ثانی جامعہ قاسمیہ

باہتمام

خاکسار طاہر بن احمد القاسمی نائب المدیر

مطبع قاسمی دیوبند میں طبع ہوکر

دفتر القاسم دار العلوم دیوبند سے شائع ہوا

قیمت سالانہ دو روپیہ آٹھ آنہ مع محصول ڈاک

فی پرچہ ۳ر

رجسٹرڈ نمبر اے ۱۴۷۱

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما انا قاسم واللہ یعطی

القاسم

دور جدید

جلد ۳ ربیع الاول سنہ ۱۳۴۶ھ نمبر ۳

مرکز العلوم الاسلامیہ جامعۂ قاسمیہ دار العلوم دیوبند کا ماہوار دینی و علمی رسالہ

زیر ادارت

فخر الہند حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب ناظم ثانی جامعۂ قاسمیہ

باہتمام

خاکسار طاہر بن احمد القاسمی نائب المدیر

مطبع قاسمی دیوبند میں طبع ہوکر

دفتر القاسم دار العلوم دیوبند سے شائع ہوا

قیمت سالانہ دو روپیہ آٹھ آنہ مع محصول ڈاک

فی پرچہ ۴ر

رسالہ القاسم ماہ ربیع الاوّل سنہ ۱۳۴۶ ہجری

بیادگار حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قدس اللہ سرہ بانی دارالعلوم دیوبند

بسرپرستی

قدوۃ الانام حضرت مولنا الشاہ محمد اشرفعلی صاحب تھانوی و حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری و حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی و حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب صدر مہتمم و دیگر مقدس و مقتدر علماء،

دیوبند سے شائع ہوتا ہے

مراسلات میں نمبر خریداری ضرور تحریر فرمایا کیجئے ورنہ تعمیل ارشاد سے معذوری ہوگی"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دارالعلوم دیوبند کے اختلافات

اور

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب دامت برکاتہم کا مکتوب گرامی

نوٹ

دارالعلوم دیوبند میں کچھ عرصہ سے اختلافات رونما ہیں ان اختلافات کی خبروں کے ملک میں پھیلنے کا پھیلنا مستبعد نہیں لیکن یہ بھی اسی وقت تک ہی جبتک منجانب دارالعلوم اسباب اختلاف کو منظر عام پر لایا جائے اسباب اور دواعی اختلاف معلوم ہونیکے بعد یہ بھی زائل ہو جائیگی۔ ایسی اختلافات کے زمانہ میں مخالفین کی پہلی سعی یہ ہوتی ہی کہ دارالعلوم کو مالی نقصان پہنچایا جائے اور اُس کے چندوں کو بند کرایا جائے اس دفعہ بھی ایسا ہی ہوا اختلاف کو معمول سے زیادہ اہمیت دیکر خلاف واقعہ حالات کو ظاہر کرکے چندہ دینے والوں کے نام خطوط بھیجے گئے اور اس غرض کیلئے ایک منتظم اور باقاعدہ پروپیگنڈا "کی بنیاد ڈالی گئی اس قسم کی خبریں جب حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب دامت برکاتہم سرپرست دارالعلوم کے سمع مبارک تک پہنچیں تو حضرت موصوف نے اپنے ایک مخلص کے نام اپنی طرف سے ایک خط لکھا اور اسکی نقل دارالعلوم میں بھیجکر حضرت مہتمم صاحب دارالعلوم کو اس کے طبع کرنیکی اجازت عطا فرمائی

حضرت مہتمم صاحب دارالعلوم دیوبند نے یہ مکتوب گرامی بغرض اشاعت ہم کو عطا فرمایا ہمیں اُمید ہے کہ بہی خواہاں دارالعلوم اس منشور گرامی کو پڑھکر مطمئن ہو جائینگے اور پہلے سے زیادہ دارالعلوم کی امداد میں حصہ لیں گے۔ (خاکسار معتمد المدیر القاسم)

نقل مکتوب گرامی

از احقر اشرف علی عفی عنہ السلام علیکم احباب کو ابتداءً خط لکھنے کی مجکو نوبت نہیں آتی لیکن اس معمول کے خلاف لکھنے کا سبب تین امر کا مجموعہ ہی ۱ دینی ضرورت ۲ آپکی دینداری ۳ آپسے بے تکلفی یہ تینوں امر مقتضی ہوئے کہ آپ کو ایسے امر کی اطلاع دوں کہ اطلاع نہونیکی صورت میں کسی غلطی کا احتمال اور اس غلطی کے صدور سے بعد میں تاسف وقلق کا ظن غالب بلکہ یقین جازم تہا اسلئے احتیاطاً اطلاع ضروری سمجھی گئی میں تو اس اطلاع سے خیر خواہی کا حق اپنے نزدیک سمجھتا ہوں کہ ادا کر چکا آگے مجھسے زیادہ اپنے خیر خواہ آپ خود ہیں اسلئے عمل وعدم عمل میں سے جسمیں آپ اپنی دینی خیر خواہی سمجھیں اس شق کو اختیار فرمائیں اسیطرح یہ تحریر جس جس کی نظر سے گذرے سب کو آزادی سے یہی دو اختیار ہیں شائبۂ اغراض نفسانیہ سے خالی ہو کر اپنی دینی نفع وضرر کو سمجھنے کا ہر شخص مکلف ہی " وہ امر قابل اطلاع " یہ ہی کہ آجکل مدرسہ دارالعلوم دیوبند ایک آلۂ امتحان ہو رہا ہی جس سے ایک خاص جماعت کے افراد کی حق پرستی وباطل پرستی کا امتحان لیا جا رہا ہے غالباً آپ کے کانوں تک بہی اس کے کچہ واقعات خصوص اسکے متعلق بعض اختلافات کے قصے پہنچتے ہونگے اختلافات کے ثمرات میں جو جز و اہم ہے جسپر گویا مدرسہ کی بقا وفنا کا بظاہر مدار ہی یہ ہی کہ بعض حضرات اور افسوسناک بات یہ ہی کہ علم وتقدس کے لباس میں اس کوشش میں ہیں کہ مدرسہ کا چندہ بند یا کم کرا کر اُسکو ضرر پہنچا دیں گو نظر حقیقت میں سے یہ امر قابل التفات اسلئے نہیں کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے مایفتح اللہ للناس من رحمۃ فلا ممسک لہا وما یمسک

فلا مرسل لہٗ من بعدہ، جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر وہ جاری رکھنا چاہیں گے تو کوئی بند کرنیوالا نہیں اور اگر وہ بند کردیں گے تو کوئی جاری کرنیوالا نہیں، نیز اگر اُن کو جاری رکھنا ہے تو بند کرنیوالوں کی عوض دوسری خدمت والے پیدا فرماویں گے چنانچہ اسی دوران طوفان میں کچھ خادم جدید بھی جو توقع سے زیادہ خدمت لیکر پیش ہوئے بے شان وگمان پیدا ہو گئے۔ اسی کے متعلق ارشاد ہے وان تتولوا یستبدل قوماً غیرکم ثم لا یکونوا امثالکم لیکن تاہم "دعوۃ حق" واظہار حق سُنّتِ الٰہیہ وسنّت نبویہ ہے اس بنا پر عرض کرتا ہوں کہ شاید اس تحریک کا اثر آپ کے یہاں تک بھی پہونچو تو آپ فہم خداداد وہمت سے کام لیجئے اور روایات کی تحقیق میں اگر تردد ہو مدرسہ کا معاینہ سب سے بہتر معیار ہے، اُس کو کافی سمجھکر زیادہ تطویل کی حاجت نہیں سمجھتا۔ والسّلام

(اشرف علی بقلم خود)

۳ صفر ۱۳۴۶ھ

اللطائف للطائف

گذشتہ سے پیوستہ

اب یہ حدیث ان الفاظ سے مشہور ہوگئی ہے اول ما خلق اللہ نوری مضمون تو صحیح [illegible] کے الفاظ یہ نہیں ہیں سو اول تو اس حدیث جابر میں تنصیص ہی کہ بقیہ سب مخلوقات کی تکوین میں جن میں حضرات انبیاء اور اُن کے کمالات بھی آگئے آپ کو دخل ہی اور یہی حاصل ہی استفادہ کا آپ سے دوسرے اولیتِ انبیاء کی دو قسمیں ہوسکتی ہیں ایک اولیت زمانیہ کہ حضور زماناً سب سے مقدم ہیں ایک اولیت ذاتیہ کہ آپ ذاتاً سب سے مقدم ہیں کہ تمام مخلوقات اپنے وجود اور کمالات میں حضور کی محتاج ہیں جنمیں انبیاء بھی داخل ہیں مگر اولیت ذاتیہ کے وہ معنی مراد نہیں جو فلاسفہ کی اصطلاح ہے جس میں مقدم کی ذات مستلزم ہے متاخر کے وجود کو بلکہ میرا مطلب یہ ہے کہ آپ میں اولیت زمانیہ کیساتھ اولیتِ علیت بھی ہے کہ آپ دوسری مخلوق کے لئے علتِ ثبوتِ کمالات ہیں مگر نہ علت بمعنی موثر بالاضطرار بلکہ علت بمعنی توسط کے غرض یہ کہ ہم آپ کے لئے نہ باریتعالیٰ سے صدور میں ویسی اولیت ذاتیہ کے قائل ہیں جیسے فلاسفہ باری تعالےٰ کو عقل اول کے اعتبار سے مقدم بالذات کہتے ہیں کہ عقل کو مخلوق بالاختیار نہیں کہتے بلکہ مجعول بالاضطرار کہتے ہیں کہ وہ حقتعالیٰ سے بالاضطرار موجود ہوگئی پھر وہ اپنے ماتحت کے لئے اس طرح علت موثرہ ہی بلکہ ہمارے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اول مخلوق بالاختیار ہیں جس سے آپ کا حدوث لازم ہی اور پھر آپ دیگر مخلوق کے وجود و کمالات میں بھی اس طرح موثر نہیں ہیں محض باختیار حق واسطہ ہیں غرض اس حدیث سے آپ کے دو کمال ظاہر ہوئے ایک اولیت زمانیہ دوسرے اولیت بالعلیۃ آپ کا زماناً سب سے اول ہونا تو اس بات کو ظاہر کرتا ہی کہ آپ میں استفادۂ فیض وجود و کمالاتِ وجود کی قابلیت تمام مخلوق سے زیادہ ہے اور اس کا بھی یہ مطلب نہیں کہ وہ قابلیت آپ کے اندر از خود بلا جعل حق تھی بلکہ وہ قابلیت بھی آپ کے اندر مشیت الٰہی و عطاء خداوندی سے آئی ہے

قابلیت بھی آپ کے لئے بالاضطرار ثابت نہیں بلکہ بالقصد و الاختیار ثابت ہوئی ہے یہاں سے اس شعر کا اگر اس میں تاویل نہ ہو جاوے غلط ہونا واضح ہو گیا ہے

فیض سعادتش ہمہ کس را برابر است		قابل است وگرنہ علی الدوام

اس کا مدلول یہ ہے کہ مخلوق میں جو بعض کامل اور بعض ناقص ہیں اس اختلاف کا منشا قابل کی استعداد کا ناقص و کامل ہونا ہے ورنہ حقتعالیٰ کا فیض سعادت سب کے لئے یکساں ہے گویا فیض الٰہی کی مثال نور آفتاب جیسی ہے کہ وہ تو اپنی طرف سے نور افشانی سب پر یکساں کرتا ہے کسی پر کم زائد نہیں کرتا مگر قابل کے اختلاف سے آثار تنور مختلف ہو جاتے ہیں کہ سیاہ توے میں تنور کی قابلیت کم ہے اس لئے وہ زیادہ روشن نہو سکا اور آئینہ میں قابلیت زیادہ ہے وہ زیادہ منور ہو گیا یہ ہے مدلول اس شعر کا سو یہ بالکل غلط ہے کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ ہر شخص میں جو قابلیت مختلف ہے وہ حقتعالیٰ کی طرف سے بالاضطرار ثابت ہے بالاختیار ثابت نہیں اور اسیوجہ سے باوجودیکہ سب کو فیض برابر پہنچاتے ہیں مگر کہیں زیادہ پہنچتا ہے۔کہیں کم اور یہ لازم بالکل باطل ہے کیونکہ وہ قابلیت فی نفسہ امر ممکن ہے تو بعض ممکنات کا قدیم و مستغنی عن الجاعل ہونا لازم آئیگا جو بالکل غلط ہے ممکن کوئی ایسا نہیں جو جاعل سے مستغنی ہو یا حقتعالیٰ سے بطریق ایجاب و اضطرار کے صادر ہوا ہو یہ مذہب فلاسفہ کا ہے جو مادہ کو اور اس کی استعداد کو قدیم اور صادر بالاضطرار کہتے ہیں اہل اسلام کا یہ مذہب نہیں ہے اور فلاسفہ کے قول کا غلط ہونا متکلمین نے خوب ثابت کر دیا ہے پس یہ کہنا غلط ہے کہ نقصان کا منشاء استعداد کا نقص ہے بلکہ اسی کا منشا یہ ہے کہ حقتعالیٰ ہی نے کسی کی استعداد کامل اور کسی کی ناقص بنائی ہے اور وہ ہی خود سب کو یکسان فیض پہنچانا نہیں چاہتے اگر وہ سب کو یکسان فیض پہنچانا چاہیں تو استعداد ناقص کی کیا مجال ہے جو اس کو قبول نہ کرے اسلئے صحیح مضمون اس شعر کا ہے ہے

بلکہ شرط قابلیت داد اوست		داد او را قابلیت شرط نیست

ہوسکتا بالذات ... بالزمان ہاں اگر عرفی

معنی لغوی یعنی کہنگی مراد لیجاوے تو اس صورت میں تغیر کی ضرورت نہیں بلکہ ا

معنی ہوں گے جو اول ما خلق اللہ نوری کے معنی ہیں غرض آپ کا اول مخلوق ہونا آپ

کمال قابلیت کی دلیل ہے کہ اول فیض حقتعالی کا آپ کو پہنچا گو وہ قابلیت بھی بحیثیت آلیہ

مگر حقتعالی کا آپ میں ایسی قابلیت کاملہ پیدا کرنا کیا تھوڑی بات ہے بہت بڑی بات ہے

اور اولیت زمانیہ سے زیادہ کمال یہ ہے کہ آپ اس کیساتھ تقدم بالعلیۃ سے بھی موصوف ہیں

نہ بمعنی تاثیر بالذات کے بلکہ بمعنی توسط کے نیز نشر الطیب کے فصل ثانی کی پہلی اور دوسری

روایت میں حاکم و بیہقی و طبرانی کی تخریج سے حدیث قدسی مذکور ہے کہ اے آدم اگر محمد نہ

ہوتے تو میں تم کو بھی پیدا نہ کرتا اور رسالہ راحت القلوب میں حاکم کی روایت اور تصحیح سے

اور شیخ سبکی اور بلقینی کی اسی روایت کی تقریر و تثبیت سے نقل کیا ہے کہ اگر نہ پیدا کرتا میں محمد

صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ پیدا کرتا میں آدم کو اور نہ بہشت اور دوزخ کو الحدیث ان سب

[illegible] حقیقت میں واسطہ ہو [illegible]

وہ اس ساکن ہی مگر بواسطہ حرکت سفینہ کے جالس کو بھی مجازاً متحرک

[illegible] قسم میں کہ وہی مراد ہے اس مقام پر موصوف بالذات

[illegible] ہوتے ہیں جیسے [illegible] مفتاح دونوں متحرک ہوتے ہیں۔ پس

[illegible] حرکت [illegible]

[illegible] حرکت مفتاح کے لئے

[illegible] ضرور ہو کہ آپ میں وہ

[illegible] اسا کہنے کا ہمیں حق حاصل ہے کیونکہ حضور صلی اللہ

[illegible] علیہ ہی باقی کمالات امت کے واسطے تو حضور واسطہ فی العروض

[illegible] یہاں وہ مثال نہیں ہے جیسے ایک چراغ سے دوسرا چراغ روشن ہو کر مستقل ہو جاتا

بلکہ یہاں وہ مثال ہے جیسے گھر میں چراغ روشن ہونے سے در و دیوار منور ہو جاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ در و دیوار میں روشنی کوئی مستقل نہیں ہے وہی ہے جو چراغ میں ہے چنانچہ اگر وہاں سے چراغ کو اٹھا لیا جائے تو در و دیوار سب تاریک رہ جائیں گے اسیطرح امتی کے اندر جو کمالات ہیں وہ محض آپ کے فیوض کا عکس ہے کوئی مستقل کمال نہیں اگر وہ اپنے کو صاحب کمال مستقل سمجھنے لگے تو کورا رہ جائیگا جیسا کہ ایک کاتب وحی کا قصہ ہے جسکا نام عبداللہ بن سعد بن ابی سرح تھا حضور کی برکت صحبت سے اسمیں یہ بات پیدا ہو گئی کہ ایکمرتبہ آپنے اس کو قرآن شریف کی یہ آیت لکھنے کا امر فرمایا جو اسی وقت نازل ہوئی تھی ولقد خلقنا الانسان من سلالۃ من طین ثم جعلناہ نطفۃ فی قرار مکین ۰ ثم خلقنا النطفۃ علقۃ فخلقنا العلقۃ مضغۃ فخلقنا المضغۃ عظاما فکسونا العظام لحما ثم انشاناہ خلقا آخر ۔

(باقی آئندہ)

یعنی حقتعالی کی عطا قابلیت پر موقوف نہیں بلکہ قابلیت خود عطا پر موقوف ہی اگر حقتعالی کیسکو کمالات عطا کرنا چاہیں تو اس میں قابلیت بھی پیدا کر دیتے ہیں یہ مضمون نصوص پر منطبق ہے آیات و احادیث اس کی تائید کرتی ہیں (ولوشاء اللہ لجمعھم علی الھدیٰ ولو شاء ربك لآمن من فی الارض کلھم جمیعا وغیر ذلك) اور پہلا شعر غلط ہی وہ شریعت پر منطبق نہیں ہوتا۔ مولانا محمد اسمٰعیل شہید رح نے اسی بنا پر عرفی کے اس شعر کے بھی تغلیط کی ہے اور سُنا ہے کہ تکفیر بھی کی ہے ؎

تقدیر بیک ناقہ نشانید دو محمل	سلمائے حدوث تو و لیلائے قدم را

اس شعر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے حدوث و قدم کی دونوں صفتیں ثابت کی ہیں یہ مذہب فلاسفہ کا ہے کہ حدوث ذاتی کیساتھ قدم زمانی ممکن کے لئے بھی ثابت ہو سکتا ہی اہل اسلام کا یہ مذہب نہیں ہمارے نزدیک تعدد ذوات قدیمہ محال ہی کوئی ممکن قدیم نہیں ہو سکتا نہ بالذات نہ بالزمان ہاں اگر عرفی کے اس شعر میں قدم سے معنی مصطلح مراد نہوں بلکہ معنی لغوی یعنی کہنگی مراد لیجائے تو اس صورت میں تکفیر کی ضرورت نہیں بلکہ اب اس کے وہی معنی ہوں گے جو اول ما خلق اللہ نوری کے معنی ہیں غرض آپ کا اول مخلوق ہونا آپ کی کمال قابلیت کی دلیل ہی کہ اول فیض حقتعالی کا آپ کو پہنچا گو وہ قابلیت بھی بمشیت الٰہیہ ہی مگر حقتعالی کا آپ میں ایسی قابلیت کاملہ پیدا کرنا کیا تھوڑی بات ہے بہت بڑی بات ہی اور اولیت زمانیہ سے زیادہ کمال یہ ہی کہ آپ اس کیساتھ تقدم بالعلیۃ سے بھی موصوف ہیں نہ بمعنی تاثیر بالذات کے بلکہ بمعنی توسط کے نیز نشر الطیب کے فصل ثانی کی پہلی اور دوسری روایت میں حاکم و بیہقی و طبرانی کی تخریج سے حدیث قدسی مذکور ہی کہ اے آدم اگر محمد نہ ہوتے تو میں تم کو بھی پیدا نہ کرتا اور رسالہ راحت القلوب میں حاکم کی روایت اور تصحیح سے اور شیخ سبکی اور بلقینی کی اسی روایت کی تقریر و تثبیت سے نقل کیا ہی کہ اگر نہ پیدا کرتا میں محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ پیدا کرتا میں آدم کو اور نہ بہشت اور دوزخ کو الحدیث ان سب

روایات سے آپ کا واسطہ فیوض و کمالات ہونا جمیع مخلوقات کے لئے ثابت ہوا امت کیلئے واسطہ فی العروض کے طور پر اور انبیاء کے لئے واسطہ فی الثبوت کے طور پر کیونکہ واسطہ فی العروض میں موصوف بالشئ حقیقت میں واسطہ ہوتا ہے ذی واسطہ مجازاً موصوف ہوتا ہے جیسے حرکت جالس فی السفینہ موصوف ہی جالس درحقیقت ساکن ہے مگر بواسطہ حرکت سفینہ کے جالس کو بھی مجازاً متحرک کہدیتے ہیں اور واسطہ فی الثبوت کی ایک قسم ہیں کہ وہی مراد ہے اس مقام پر موصوف بالشئ ذی واسطہ و واسطہ دونوں حقیقۃً ہوتے ہیں جیسے ید و مفتاح دونوں متحرک ہوتے ہیں۔ پس فیوض امت کے لئے تو حضور اس قسم کی واسطہ ہیں جیسے سفینہ واسطہ ہے حرکت جالس کے لئے اور فیوض انبیاء میں آپ اسطرح واسطہ ہیں جیسے حرکت ید واسطہ ہے حرکت مفتاح کے لئے خوب سمجھلو اور گو یہ کمالات انبیاء علیہم السلام میں بھی حقیقی ہیں مگر اتنا فرق ضرور ہے کہ آپ میں وہ کمالات اوروں سے اقوی و اکمل ہیں اور اجمالاً اتنا کہنے کا ہمیں حق حاصل ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا افضل الانبیاء ہونا مجمع علیہ ہے باقی کمالات امت کے واسطے تو حضور واسطہ فی العروض ہیں اس لئے یہاں وہ مثال نہیں ہے جیسے ایک چراغ سے دوسرا چراغ روشن ہو کر مستقل ہو جاتا بلکہ یہاں وہ مثال ہے جیسے گھر میں چراغ روشن ہونے سے در و دیوار منور ہو جاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ در و دیوار میں روشنی کوئی مستقل نہیں ہے وہی ہے جو چراغ میں ہے چنانچہ اگر وہاں سے چراغ کو اٹھالیا جائے تو در و دیوار سب تاریک رہ جائیں گے اسیطرح امتی کے اندر جو کمالات ہیں وہ محض آپ کے فیوض کا عکس ہے کوئی مستقل کمال نہیں اگر وہ اپنے کو صاحب کمال مستقل سمجھنے لگے تو کورا رہ جائیگا جیساکہ ایک کاتب وحی کا قصہ ہے جسکا نام عبداللہ بن سعد بن ابی سرح تھا حضور کی برکت صحبت سے اسمیں یہ بات پیدا ہوگئی کہ ایکمرتبہ آپنے اس کو قرآن شریف کی یہ آیت لکھنے کا امر فرمایا جو اُسی وقت نازل ہوئی تھی ولقد خلقنا الانسان من سلالۃ من طین ثم جعلناہ نطفۃ فی قرار مکین ۰ ثم خلقنا النطفۃ علقۃ فخلقنا العلقۃ مضغۃ فخلقنا المضغۃ عظاما فکسونا العظام لحما ثم انشأناہ خلقا آخر ط

(باقی آئندہ)

"فکاہات"

مولانا عبد الشکور صاحب مرزاپوری اپنے مضمون مخلوق پرستی میں آریوں کی مخلوق پرستی کو ماں پرستی باپ پرستی دادا پرستی پردادا پرستی وغیرہ پرستی دکھلاتے ہوئے یجر وید ادھیائے ۱۹ منتر ۳ کو نقل کرتے ہیں جو یہ ہے۔

انسان پرستی | اس سلسلہ میں جنکی پرستش کیجاتی ہی وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) ماں پرستی
(۲) باپ پرستی
(۳) دادا پرستی
(۴) پردادا پرستی
(۵) وغیرہ پرستی

چنانچہ یجر وید ادھیائے ۱۹ منتر ۳ میں ہے (بوڑھے ماتا (ماں) پتا (باپ) مجکو سو برس تک پاکیزہ زندگی بسر کرنیکی توفیق دیں، میرے دادا وغیرہ مجکو سو ۱۰۰ برس کی عمر سے پوتر کریں، پتا کے پتا مجکو آنند دینے والی سو ۱۰۰ برس کی عمر تک نیکی کرنیکی توفیق دیں تاکہ میں مکمل سو ۱۰۰ برس کی عمر کو حاصل کرسکوں) پہر منتر ۳۸ میں ہی (اے ہمارے باپ، دادا، پردادا، آپ ہماری زندگی کو پوتر کریں، ہماری آرزوں اور محنت کو ہر طرح سے کامیابی دیں :-)،

بیچارے قدیم آریہ سماجیوں یعنی مخلوق پرستی ں کو یہ نہ معلوم تہا کہ کسی زمانہ آئندہ میں مولانا ابوالکلام آزاد ڈاکٹر ورونوف کی حیرت انگیز ڈاکٹری کو بہی الہلال میں لکھینگے جسکا مقصد یہ ہی کہ انسان کی عمر کو بندروں کے خون کی تائید سے اوران کے غدود کے قوت سے دو سو ۲۰۰ سال تک بڑھا دیا جائیگا شاید ڈاکٹر ورونوف کی پرستش کی دفعہ بہی یجر وید میں لکھدی جاتی اگر ڈاکٹر موصوف اس زمانہ میں ہوتے لیکن جب کہ ڈاکٹر ورونوف بندروں کے بہت ہی مداح ہیں اور اُن سے خوش عقیدہ اور بر دے قرآن مسخ شدہ قوم سے بیحد مانوس ہیں تو اگر آریہ سماجی اس نوع کے پوجا پاٹ کا خاص اہتمام کریں جسقدر ہی اس سے زیادہ پرستش کی ٹہان لیں تو اس صورت میں سماجی عیسائیوں کے قریبی رشتہ دار ہو سکینگے اور جانور پرستی کا پوری طرح سے حق ادا کرسکیں گے۔"

(معتمد المدیر)

(۴) بعض احکام الٰہیہ قرآن مجید میں ایسے ہیں جنمیں حکم اصلی کیساتھہ ساتھہ چند آسانیاں بھی بیان فرمادی گئی ہیں۔ اور اُن کی حکمت واسرار کو ظاہر فرمادیا گیا ہی جس سے عقل سلیم کو ادراک غیب کا کچھ حصہ ضرور ہو گیا۔ مگر حکم اصلی پر غور کرنے سے معلوم ہوجاتا ہی کہ اُن آسانیوں پر محض کسی حد سے زیادہ قوی عذر اور ضرورت میں عمل ہونا چاہئے نہ کہ اُنکو ایک علٰحدہ حکم خیال کرکے اُنپر عام طور پر عملدرآمد کیا جانا چاہئے کیونکہ اگر ایسا کیا جاوے گا تو اُس حکم اصلی میں جو حکمت رکھی گئی ہے کُلیتہً فوت ہوجاویگی اور پھر جہاں تک کہ اصلاح کا تعلّق ہے وہ حکم بیکار محض ہو کر رہ جاویگا

(۵) یہ بھی ایک قاعدہ کلیہ ہے کہ جو چیز کسی جرم کی اعانت کرتی ہے وہ خود بھی فی نفسہٖ جرم شمار کیجاتی ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص کسی کو ڈراوے دھمکاوے یا کوٹھری میں بند کرے تو چونکہ یہ امور ذریعہ ہونگے استحصال بالجبر کے جو قانوناً جرم ہے لہذا یہ سب بجائے خود جرم خیال کئے جاوینگے۔ اسیطرح اگر یہ ثابت ہوجاوے کہ بے پردگی معین ہوتی ہی بعض ایسے افعال میں جو شرعاً جرم تصور کئے گئے ہیں تو یہ بے پردگی بھی بجائے خود ایک جرم تصور کی جاوے گی۔

ان چند اصول موضوعہ کو ناظرین کے روبرو پیش کرکے تاکہ آئندہ جو کچھ ہم بیان کرینگے اُس کے سمجھنے میں آسانی ہو اب ہم آیات واحادیث متعلقہ کو درج کرتے ہیں اور جیساکہ ہم نے عرض کیا ہے نہ صرف ہم یہ کریں گے کہ مخالفین کو ہر ممکن طریقے سے جواب دیں بلکہ ساتھ ہی ساتھ جہاں کہیں ضرورت ہوگی حضرات صحابہ کرامؓ کے اقوال اور مستند تفاسیر کا حوالہ بھی دیتے چلیں گے کہ یہ بجائے خود زبردست دلیل ہیں اثبات پردہ میں بموجب اصول موضوعہ نمبر ۲ کے۔

"آیات متعلقہ پردہ"

پہلی آیت	وقل للمومنٰت یغضضن من ابصارھن ویحفظن فروجھن ولا یبدین زینتھن الا	اور مسلمان عورتوں سے بھی کہدیجئے کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت (کے مواقع)

مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰی
جُيُوبِهِنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ
اَوْ آبَائِهِنَّ اَوْ آبَاءِ بُعُولَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَائِهِنَّ اَوْ
اَبْنَاءِ بُعُولَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِي اِخْوَانِهِنَّ
اَوْ بَنِي اَخَوَاتِهِنَّ اَوْ نِسَائِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ
اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التَّابِعِينَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ
مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا
عَلٰی عَوْرَاتِ النِّسَاءِ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ
لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِينَتِهِنَّ "

کو ظاہر نہ کریں مگر جو اس (موقع زینت) میں سے غالباً کھلا رہتا ہے (جس کے ہر وقت چھپانے میں حرج ہی) اور اپنے دوپٹے اپنے سینوں پر ڈالے رہا کریں اور اپنی زینت (مواقع زینت) مذکورہ) کو (کسی پر) ظاہر نہ ہونے دیں مگر اپنے شوہروں پر یا اپنے (محارم پر یعنی) باپ پر یا اپنے شوہر کے باپ پر یا اپنے بیٹوں پر یا اپنے (حقیقی علاتی اور اخیافی) بھائیوں پر یا اپنے بھائیوں کے بیٹوں پر یا اپنی (حقیقی علاتی اور اخیافی) بھنوں کے بیٹوں پر یا اپنی عورتوں پر یا اپنی لونڈیوں پر یا اُن مردوں پر جو طفیل کے طور پر رہتے ہوں اور اُن کو ذرا توجہ نہ ہو۔ یا ایسے لڑکوں پر جو عورتوں کے پردے کی باتوں سے ابھی ناواقف ہیں (مُراد غیر مراہق ہیں) اور اپنے پاؤں زور سے نہ رکھیں کہ اُن کا مخفی زیور معلوم ہو جاوے "

اب اس آیت کے ہر ایک ٹکڑے کو یکے بعد دیگرے لیجئے اور اُس پر غور فرمائیے تو جو حکمت اس میں مضمر ہی وہ آپ پر مثل روز روشن کے ظاہر ہو جاویگی۔ سب سے پہلے اللہ تعالےٰ عورتوں کی نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم دیتے ہیں اور اُس کے بعد حفظ فروج کا یعنی بالفاظ دیگر محافظت فروج کو غض بصر پر مرتب فرماتے ہیں اور ہر عاقل شخص اس بات کو سمجھ سکتا ہے کہ زنا کے جرم کی ابتدا سب سے پہلے آنکھوں کے ذریعے سے ہوتی ہی یعنی جس وقت مرد عورت کو دیکھتا ہے اور عورت مرد کو دیکھتی ہے اُسی وقت طبیعت مائل بہ زنا ہوتی ہے۔ اسلئے نہ صرف عورتوں کو حکم دیا کہ کوئی ایسی نگاہ جو مفضی الی الزنا ہو نامحرم مردوں پر نہ ڈالیں بلکہ اس سے پہلی آیت میں مردوں کو بھی ایسا ہی حکم دیا ہی۔ اب آگے چلئے تو معلوم ہوگا کہ بدیں خیال کہ اگر انسان کی نظر نامحرم کیجانب پڑ ہی جاوے خواہ سہواً (جسمیں کوئی گناہ نہیں بشرطیکہ ایسی نگاہ فوراً ہٹالی جاوے[عه]) خواہ عمداً (جو بیشک

عـــه مطابق احادیث شریف عن جریر بن عبد اللہ قال سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن نظر الفجاءۃ فامرنی ان اصرف بصری (رواہ مسلم)

گناہ ہے) تو اس کے بعد بھی موانع موجود ہوں جو اُسکی طبیعت میں کسی قسم کی ھیجانی کیفیت حتی الامکان نہ پیدا کر سکیں یہ ضروری سمجھا گیا کہ عورت کو اپنا حسن و جمال دکھلانے سے (جو حقیقت ہے زینت ۵ کی) منع فرما دیا جاوے ۔ جس کیوجہ سے مفسدہ کا بہت کم اندیشہ رہ گیا۔ البتہ اُن مواقع زینت کو جو ضرورت کے وقت بدرجہ مجبوری کھلے رکھنے پڑیں استثنا میں داخل کر دیا اور نہ صرف خمار یعنی سر بند سے ستر گردن اور گریباں چھُپانیکا حکم دیا (اور یہ حکم خصوصیت کیساتھ علیحدہ دیا گیا ہی جس سے ثابت ہوتا ہی کہ اگر بدرجہ مجبوری چہرہ کھولنا پڑے تو ایسا نہو کہ بوجہ بے ترتیبی سے چادر اوڑھنے کے گردن گریبان اور سر کے بال تھوڑے بہت بھی کھل جاویں یا اگر ضعیفہ چادر اُتار ڈالے جیسی کہ اُسے اجازت ہے تو اُس کے یہ اعضائے زینت منکشف نہوں) بلکہ آگے چلکر یہ بھی حکم دیا کہ پیروں کو زمین پر زور سے نہ ماریں تاکہ وہ زینت (اور یہاں زینت سے مُراد بیرونکا زیور مثلاً پازیب وغیرہ) جو کپڑوں کے اندر پوشیدہ ہی بجکر ظاہر نہوا ور اُس کی آواز نامحرم مردونکے کانوں میں پڑکر اُن کے دلوں میں خیال بد نہ پیدا کرے ۔ اور پھر بھی اسی پر بس نہیں کیا بلکہ اُسی کیساتھ ساتھ اُن لوگوں کی فہرست بھی دیدی جنکے سامنے مطلقاً زیب و زینت یا

---

۵ واضح ہو کہ زینت ایک بہت جامع لفظ ہی جسمیں نہ صرف مواقع زینت کے معنی پنہاں ہیں (کیونکہ زینت کسی نہ کسی موقع ہی پر ہوا کرتی ہی) بلکہ جملہ قسم کی آرایش جو بدن پر کیجاوے اسمیں شامل ہی۔ بدن سے ملحق کپڑے جو جسم کے اعضا کی بناوٹ اور خوبصورتی ظاہر کرتے ہیں زینت میں داخل ہیں۔ اسیطرح سے ہر قسم کا زیور اور سنگار اور بھڑکیلی پوشش بدیں وجہ کہ جسم انسے مزین ہوتا ہی زینت ہے۔ اوران سب کا اخفا بحیثیت مجموعی سوائے ایک موٹی چادر کے جو سر سے پیر تک اوڑھی جاوے ناممکن ہی لہذا جب خداتعالیٰ فرماتے ہیں کہ اپنی زینت چھپاؤ تو اسکے معنی یہ ہیں کہ ایک چادر سر سے پیر تک اوڑھے تو جس سے بدن کا کوئی حصہ کھلا نہ رہی ۔ آیت نمبر۲ میں جو اس آیت کی تفسیر ہے چادر کا حوالہ بھی دیدیا گیا ہے جس کے اوڑھنے سے سارا جسم ڈھکا جا سکتا ہی اور بوقت ضرورت شدیدہ اُس میں سے وہ مواقع جنکا اظہار بدرجہ مجبوری کیا جانا چاہیئے نکالے جا سکتے ہیں ۔ اور اسی جگہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ پورے بدن کو ڈھانکنے والی چیزیں خواہ وہ از قسم جلباب یعنی چادر ہوں یا از قسم برقع باریک مختلف اللون اور بھڑکدار نہ ہونی چاہئیں ورنہ اُن پر بھی اطلاق زینت کا ہو جائیگا اور اُن کے چھپانے کے لئے پھر ایک سادہ جلباب کی ضرورت ہوگی ۱۲ منہ

-------- ۱۲ منہ -------- ۱۲ منہ --------

بالفاظ دیگر حسن وجمال ظاہر کرنے میں قدرتی طور پر کوئی خوف نہیں ہے اور علاوہ اُن تو
کے دوسروں کے سامنے بوجہ خوف فتنہ زینت نہ ظاہر کرنے کا حکم دیا گیا اور اس حکم کو
سختی سے دیا گیا کہ نہ صرف نامحرم مرد بلکہ اُن عورتوں کو بھی جو اپنی نہیں ہیں یعنی کا
جنپر بوجہ کفر کے یہ احکام واجب العمل نہیں ہیں نامحرم ٹھہرایا تاکہ مسلمان اور کافر عو
درمیان بے تکلفی قائم نہ ہونے پاوے اور کافر عورتوں کی صحبت بد سے مسلمان
محفوظ رہ سکیں۔

اب ان جملہ احکام کو جو اس آیت کے ذریعے سے دیئے گئے ہیں ذہن میں
رکھئے اور نتیجہ نکالکر دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ کی کونسی حکمت ان میں مضمر ہے۔ ایسا کرنے
ہر عقلمند شخص یہی کہیگا کہ خدا تعالیٰ کا منشا یہ ہی کہ عورت اپنا حسن وجمال کامل طور
شخص سے چھُپاوے جسکا نام اُن لوگوں کی فہرست میں نہیں ہی جن کے سامنے
ظاہر کرنے میں کوئی حرج واقع نہیں ہو سکتا اور یہ بھی کہیگا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ احکام
شہوت کو روکنے کیلئے دیے ہیں جو دراصل مقدمہ ہی زنا کاری کا۔ پس جب یہ حکم
معلوم ہو گئی تو آپ یہ ہرگز نہیں کہ سکتے کہ وہ زینت جس کیلئے یہ الفاظ "مگر جو ج
ہی رہتی ہے" استعمال کئے گئے ہیں ہمیشہ اور ہر وقت کھُلی رہنا چاہیئے کیونکہ اُ
پر نظر کرنا بھی تو ویسا ہی مفضی الی الفساد ہی جیساکہ بقیہ زینت۔ مگر چونکہ بدرجہ مجبوری
کبھی کبھی کھولنا پڑتا ہی لہٰذا جس وقت یہ مجبوری[۵] ہو تو اس استثناء پر عمل کرنا چاہیئے ا
مجبوری نہ ہو تو یہ زینت بھی اُسیطرح قابل اخفا ہی جیسی کہ اور۔ پس معلوم ہوا کہ ا

---

۵ ممکن ہے کہ کوئی یہ دریافت کرنا چاہے کہ وہ مواقع مجبوری کون ہیں تو اس کا جواب یہ ہی کہ جب نص
ہو گیا کہ بے پردگی کے مفاسد سے حتی الامکان روکا جا رہا ہی تو ہر عاقل سمجھ سکتا ہی کہ جہاں کہیں ان اسب
کے اختیار کرنیکی اجازت دی جاویگی سخت ہی مجبوری ہوگی۔ پس اس کے لئے کوئی خاص قواعد نہ
کو خود سمجھ لینا چاہیئے کہ کون کون ایسے مواقع ہیں جہاں نامحرم کے سامنے وہ اعضاء کھولے بغیر چارہ
استثناء میں داخل ہیں اور یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ ہر ہر قدم پر اُس کے ان اعضاء کے کھولنے سے خوف
[illegible]

[حص]ولے رکھنا جنکے اخفائے سے بوقت ضرورت حرج واقع ہو ایک قسم کی آسانی اور رخصت ہے اور اس آسانی اور رخصت کو حکم اصلی سمجھ لینا بڑی غلطی ہے کیونکہ ایسا سمجھنے سے جو منشا [خداون]دی ہے وہ فوت ہوجاویگا اور پھر جہانتک اصلاح کا تعلق ہے یہ آیت بیکار ہو کر رہ جاویگی۔ (اصول موضوعہ نمبر ۲)۔

اب ہمیں دیکھنا ہے کہ وہ اعضا جنکو بوقت ضرورت مجبوراً کھلا رکھنا پڑتا ہی کون کون ہیں۔ اس امر کے معلوم کرنے کے لئے ہم کو تفاسیر الا ما ظہر منہا پر غور کرنا چاہیئے جو درج ذیل ہیں اور ان تفاسیر کے ساتھ ساتھ ہم اس آیت کے دیگر حصص ضروریہ کی تفاسیر بھی درج کرتے ہیں۔

تفاسیر الا ما ظہر منہا

(۱) عبدالرزاق و فریابی و سعید بن منصور و ابن ابی شیبہ و عبد بن حمید و ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم و طبرانی و حاکم نے معہ تصحیح و ابن مردویہ نے (یہ سب بڑے بڑے محدثین ہیں جو روایت کی سند اپنے سے آخر تک نام بنام نقل کرتے ہیں) حضرت ابن مسعودؓ (صحابی) سے اس قول (ولا یبدین زینتھن) کی باب میں روایت کیا ہی انھوں نے فرمایا کہ زینت یہ ہے کنگن۔ بازو بند۔ خلخال۔ بالی۔ ہار۔ اور الا ما ظہر منہا کپڑے اور چادر اھ خواہ خود یہ زیور مراد ہوں یا ان زیوروں کے مواقع یعنی اعضا، اوّل صورت میں اور زیادہ مبالغہ ہوگا کہ زیور کو بھی چھپانا چاہیئے چہ جائیکہ بدن۔

(۲) نیز ابن مسعودؓ سے اسکے قریب ایک روایت ہی۔

(۳) احمدؒ اور نسائی و حاکم و بیہقی نے اپنے سنن میں ابو موسیٰؓ (صحابی) سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو عورت عطر لگاوے پھر باہر نکلے اور

(بقیہ حاشیہ صـ۱۲) کھولنا چاہیئے تاہم بطور ایک عام اصول کے جو آیت یدنین علیھن من جلابیبھن سے ثابت ہوتا ہے یہ ضروری ہی کہ کوچہ و بازار میں اور عام گذرگاہوں اور مجمعوں میں یہ اعضائے زینت ہرگز نہ کھولنے چاہئیں اور فقہانے بھی ان بعض مواقع کی جہاں یہ اعضائے زینت کھولنا بدرجہ مجبوری ضرور ہی تصریح کر دی ہے اور وہ تصریح بھی کتاب و سنّت پر منحصر ہی اس کا ذکر آگے آویگا۔ ۱۲ منہ ÷ ÷ ÷ ۱۲ منہ ÷ ÷ ÷ ۱۲ منہ ÷ ÷

بالفاظ دیگر حسن و جمال ظاہر کرنے میں قدرتی طور پر کوئی خوف نہیں ہے اور علاوہ اُن لوگوں کے دوسروں کے سامنے بوجہ خوف فتنہ زینت نہ ظاہر کرنے کا حکم دیا گیا اور اس حکم کو اس سختی سے دیا گیا کہ نہ صرف نامحرم مرد بلکہ اُن عورتوں کو بھی جو اپنی نہیں ہیں یعنی کافر جنپر بوجہ کفر کے یہ احکام واجب العمل نہیں ہیں نامحرم ٹھرایا تاکہ مسلمان اور کافر عورتوں کے درمیان بے تکلفی قائم نہ ہونے پاوے اور کافر عورتوں کی صحبت بد سے مسلمان عورتیں محفوظ رہ سکیں۔

اب ان جملہ احکام کو جو اس آیت کے ذریعے سے دیئے گئے ہیں ذہن میں حاضر رکھئے اور نتیجہ نکالکر دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ کی کونسی حکمت ان میں مضمر ہے۔ ایسا کرنے سے ہر عقلمند شخص یہی کھیگا کہ خدا تعالیٰ کا منشاء یہ ہی کہ عورت اپنا حسن و جمال کامل طور پر ہر ایسے شخص سے چھپاوے جسکا نام اُن لوگون کی فہرست میں نہیں ہی جن کے سامنے زینت ظاہر کرنے میں کوئی حرج واقع نہیں ہوسکتا اور یہ بھی کھیگا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ احکام فتنۂ شہوت کو روکنے کیلئے دئے ہیں جو دراصل مقدمہ ہی زناکاری کا۔ پس جب یہ حکمت معلوم ہوگئی تو آپ یہ ہرگز نہیں کھ سکتے کہ وہ زینت جس کیلئے یہ الفاظ ،، مگر جو چیز کھلی ہی رہتی ہے ،، استعمال کئے گئے ہیں ہمیشہ اور ہر وقت کھلی رہنا چاہیئے کیونکہ اُس زینت پر نظر کرنا بھی تو ویسا ہی مفضی الی الفساد ہی جیساکہ بقیہ زینت۔ مگر چونکہ بدرجہ مجبوری اُسکو کبھی کبھی کھولنا پڑتا ہی لہٰذا جس وقت یہ مجبوری ہو تو اس استثناء پر عمل کرنا چاہیئے اور جس وقت مجبوری نہ ہو تو یہ زینت بھی اُسیطرح قابل اخفا ہی جیسی کہ اور۔ پس معلوم ہوا کہ ایسے اعضاء

لہ ممکن ہے کہ کوئی یہ دریافت کرنا چاہے کہ وہ مواقع مجبوری کون ہیں تو اس کا جواب یہ ہی کہ جب نصوص سے معلوم ہوگیا کہ بے پردگی کے مفاسد سے حتی الامکان رد کا جا رہا ہی تو ہر عاقل سمجھ سکتا ہی کہ جہاں کہیں ان اسباب مفاسد کے اختیار کرنیکی اجازت دی جاویگی سخت ہی مجبوری ہوگی۔ پس اس کے لئے کوئی خاص قواعد نہیں ہیں عورت کو خود سمجھ لینا چاہیئے کہ کون کون ایسے مواقع ہیں جہاں نامحرم کے سامنے وہ اعضاء کھولے بغیر چارہ ہی نہیں جو استثناء میں داخل ہیں اور یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ ہر قدم پر اُس کے ان اعضاء کے کھولنے سے خوف فتنہ ہے۔ پس اگر وہ احتیاط نکریگی تو عند اللہ گنہگار ہوگی۔ ان سب باتوں پر غور کرکے حالت مجبوری میں اُسے ان اعضاء کو

کو کھولے رکھنا جنکے اخفا سے بوقت ضرورت حرج واقع ہو ایک قسم کی آسانی اور رخصت ہے اور اس آسانی اور رخصت کو حکم اصلی سمجھ لینا بڑی غلطی ہے کیونکہ ایسا سمجھنے سے جو منشاء [illegible] ہے وہ فوت ہو جاویگا اور پھر جہانتک اصلاح کا تعلق ہے یہ آیت بیکار ہو کر رہ جاویگی۔ (اصول موضوعہ نمبر ۲) ؎

اب ہمیں دیکھنا ہے کہ وہ اعضا جنکو بوقت ضرورت مجبوراً کھلا رکھنا پڑتا ہی کون کون ہیں۔ اس امر کے معلوم کرنے کے لئے ہم کو تفاسیر الا ماظہر منہا پر غور کرنا چاہیئے جو درج ذیل ہیں اور ان تفاسیر کے ساتھہ ساتھہ ہم اس آیت کے دیگر حصص ضروریہ کی تفاسیر بھی درج کرتے ہیں۔

تفاسیر الا ماظہر منہا

(۱) عبدالرزاق و فریابی و سعید بن منصور و ابن ابی شیبہ و عبد بن حمید و ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم و طبرانی و حاکم نے معہ تصحیح و ابن مردویہ نے (یہ سب بڑے بڑے محدثین ہیں جو روایت کی سند اپنے سے آخر تک نام بنام نقل کرتے ہیں) حضرت ابن مسعودؓ (صحابی) سے اس قول (ولا یبدین زینتھن) کی باب میں روایت کیا ہی اُنھوں نے فرمایا کہ زینت یہ ہے کنگن۔ بازو بند۔ خلخال۔ بالی۔ ہار۔ اور الا ماظہر منہا کپڑے اور چادر ١ھ خواہ خود یہ زیور مراد ہوں یا ان زیوروں کے مواقع یعنی اعضا، اول صورت میں اور زیادہ مبالغہ ہوگا کہ زیور کو بھی چھپانا چاہیئے چہ جائیکہ بدن۔

(۲) نیز ابن مسعودؓ سے اسکے قریب قریب ایک روایت ہی۔

(۳) احمدؒ اور نسائیؒ و حاکم و بیہقی نے اپنے سنن میں ابو موسیٰؓ (صحابی) سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو عورت عطر لگاوے پھر باہر نکلے اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲) کھولنا چاہیئے تاہم بطور ایک عام اصول کے جو آیت یدنین علیھن من جلابیبھن سے ثابت ہوتا ہے یہ ضروری ہی کہ کوچہ و بازار میں اور عام گذرگاہوں اور مجمع میں یہ اعضائے زینت ہرگز نہ کھولنے چاہئیں اور فقہا نے بھی اُن بعض مواقع کی جہاں یہ اعضائے زینت کھولنا بدرجہ مجبوری ضروری ہی تصریح کردی ہے اور وہ تصریح بھی کتاب و سنت پر منحصر ہی اس کا ذکر آگے آویگا ۱۲ منہ ۱۲ منہ ۱۲ منہ

بالفاظ دیگر حسن وجمال ظاہر کرنے میں قدرتی طور پر کوئی خوف نہیں ہے اور علاوہ اُن لوگوں کے دوسروں کے سامنے بوجہ خوف فتنہ زینت نہ ظاہر کرنے کا حکم دیا گیا اور اس حکم کو اس سختی سے دیا گیا کہ نہ صرف نامحرم مرد بلکہ اُن عورتوں کو بھی جو اپنی نہیں ہیں یعنی کافر عورتیں جنپر بوجہ کفر کے یہ احکام واجب العمل نہیں ہیں نامحرم ٹھہرایا تاکہ مسلمان اور کافر عورتوں کے درمیان بے تکلفی قائم نہ ہونے پاوے اور کافر عورتوں کی صحبت بد سے مسلمان عورتیں محفوظ رہ سکیں۔

اب ان جملہ احکام کو جو اس آیت کے ذریعے سے دیئے گئے ہیں ذہن میں حاضر رکھئے اور نتیجہ نکالکر دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ کی کونسی حکمت ان میں مضمر ہے۔ ایسا کرنے سے ہر عقلمند شخص یہی کہیگا کہ خدا تعالیٰ کا منشا یہ ہی کہ عورت اپنا حسن وجمال کامل طور پر ہر ایسے شخص سے چھپاوے جسکا نام اُن لوگوں کی فہرست میں نہیں ہی جن کے سامنے زینت ظاہر کرنے میں کوئی حرج واقع نہیں ہوسکتا اور یہ بھی کہیگا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ احکام فتنۂ شہوت کو روکنے کیلئے دیے ہیں جو دراصل مقدمہ ہی زناکاری کا۔ پس جب یہ حکمت معلوم ہوگئی تو آپ یہ ہرگز نہیں کہ سکتے کہ وہ زینت جس کیلئے یہ الفاظ "مگر جو چیز کھلی ہی رہتی ہے" استعمال کئے گئے ہیں ہمیشہ اور ہر وقت کھلی رہنا چاہیئے کیونکہ اُس زینت پر نظر کرنا بھی تو ویسا ہی مفضی الی الفساد ہی جیسا کہ بقیہ زینت۔ مگر چونکہ بدرجہ مجبوری اُسکو کبھی کبھی کھولنا پڑتا ہی لہذا جس وقت یہ مجبوری[۵] ہو تو اس استثناء پر عمل کرنا چاہیئے اور جس وقت مجبوری نہ ہو تو یہ زینت بھی اُسیطرح قابل اخفا ہی جیسی کہ اور۔ پس معلوم ہوا کہ ایسے اعضاء

ه۵ ممکن ہے کہ کوئی یہ دریافت کرنا چاہے کہ وہ مواقع مجبوری کون ہیں تو اس کا جواب یہ ہی کہ جب نصوص سے معلوم ہو گیا کہ بے پردگی کے مفاسد سے حتی الامکان روکا جارہا ہی تو ہر عاقل سمجھ سکتا ہی کہ جہاں کہیں ان اسباب مفاسد کے اختیار کرنیکی اجازت دی جاویگی سخت ہی مجبوری ہوگی۔ پس اس کے لئے کوئی خاص قواعد نہیں ہیں عورت کو خود سمجھ لینا چاہیئے کہ کون کون ایسے مواقع ہیں جہاں نامحرم کے سامنے وہ اعضاء کھولے بغیر چارہ ہی نہیں جو استثناء میں داخل ہیں اور یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ ہر ہر قدم پر اُس کے ان اعضاء کے کھولنے سے خوف فتنہ ہے۔ پس اگر وہ احتیاط نکریگی تو عند اللہ گنہگار ہوگی۔ ان سب باتوں پر غور کرکے حالت مجبوری میں اُسے ان اعضاء کو

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۱۲۲)

کو کھولے رکھنا جنکے اخفاء سے بوقت ضرورت حرج واقع ہو ایک قسم کی آسانی اور رخصت ہے اور اس آسانی اور رخصت کو حکم اصلی سمجھ لینا بڑی غلطی ہے کیونکہ ایسا سمجھنے سے جو منشاء [illegible]زندگی ہے وہ فوت ہو جاویگا اور پھر جہانتک اصلاح کا تعلق ہے یہ آیت بیکار ہو کر رہ جاویگی۔ (اصول موضوعہ نمبر ۲) ؎

اب ہمیں دیکھنا ہے کہ وہ اعضاء جنکو بوقت ضرورت مجبوراً کھلا رکھنا پڑتا ہی کون کون ہیں۔ اس امر کے معلوم کرنے کے لئے ہم کو تفاسیر الا ما ظہر منہا پر غور کرنا چاہیئے جو درج ذیل ہیں اور ان تفاسیر کے ساتھ ساتھ ہم اس آیت کے دیگر حصص ضروریہ کی تفاسیر بھی درج کرتے ہیں۔

تفاسیر الا ما ظہر منھا

(۱) عبدالرزاق و فریابی و سعید بن منصور و ابن ابی شیبہ و عبد بن حمید و ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم و طبرانی و حاکم نے مع تصحیح و ابن مردویہ نے (یہ سب بڑے بڑے محدثین ہیں جو روایت کی سند اپنے سے آخر تک نام بنام نقل کرتے ہیں) حضرت ابن مسعودؓ (صحابی) سے اس قول (ولا یبدین زینتھن) کی باب میں روایت کیا ہی اُنھوں نے فرمایا کہ زینت یہ ہے کنگن۔ بازوبند۔ خلخال۔ بالی۔ ہار۔ اور الا ما ظہر منہا کپڑے اور چادر اھ خواہ خود یہ زیور مراد ہوں یا ان زیوروں کے مواقع یعنی اعضاء، اوّل صورت میں اور زیادہ مبالغہ ہوگا کہ زیور کو بھی چھپانا چاہیئے چہ جائیکہ بدن ؎

(۲) نیز ابن مسعودؓ سے اسکے قریب قریب ایک روایت ہی۔

(۳) احمدؒ اور نسائی و حاکم و بیہقی نے اپنے سنن میں ابو موسیٰؓ (صحابی) سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو عورت عطر لگاوے پھر باہر نکلے اور

(بقیہ حاشیہ صد ۱۲) کھولنا چاہیئے تاہم بطور ایک عام اصول کے جو آیت یدنین علیھن من جلابیبھن سے ثابت ہوتا ہے یہ ضروری ہی کہ کوچہ و بازار میں اور عام گذرگاہوں اور مجبوی یہ اعضائے زینت ہرگز نہ کھولنے چاہئیں اور فقہاء نے بھی اُن بعض مواقع کی جہاں یہ اعضائے زینت کھولنا بدرجہ مجبوری ضرور ہی تصریح کردی ہے اور وہ تصریح بھی کتاب و سنّت پر منحصر ہی اس کا ذکر آگے آویگا ؎ ۱۲ منہ ؎ ؎ ؎ ۱۲ منہ ؎ ؎ ؎ ۱۲ منہ ؎ ؎

مردوں کے کسی مجمع پر گذرے اور اُن کو اُس کی خوشبو آجاوے تو وہ عورت زانیہ ہے اھ اس سے معلوم ہوا کہ عطر بھی زینت میں داخل ہے کہ اُس کا اظہار غیر مردوں کے سامنے سخت گناہ ہے۔

(۴) ابن المنذر نے حضرت انس رضؓ (صحابی) سے اس قول مذکور میں نقل کیا ہے کہ الا ما ظہر منہا سرمہ اور انگشتری ہے۔ مطلب وہی وجہ وکفین ہیں اور وہ بھی پورے نہیں صرف آنکھ راستہ دیکھنے کیلئے کہ اُس کے کھلنے سے سرمہ کا نظر آنا ظاہر ہے اور صرف انگلیاں کہ اکثر کام پنجہ سے ہوتے ہیں۔ اُس کے کھلنے سے انگشتری کا نظر آجانا ظاہر ہے۔

(۵) عبدالرزاق وعبد بن حمید نے حضرت ابن عباس رضؓ (صحابی) سے الا ما ظہر منہا میں روایت کیا ہے کہ وہ ہتیلی کی مہندی اور انگشتری ہے اھ یعنی انگلیوں کے ساتھ پنجہ بھی۔ اور آنکھ کا ذکر نہیں کیا۔ اشارہ ہے اسطرف کہ اسکو چھپانا بلا حرج برقع سے ممکن ہے اور ہاتھ سے کپڑے کے اندر کام ہونا بسا اوقات دشوار ہے۔

(۶) ابن ابی شیبہ وعبد بن حمید وابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضؓ سے اسی قول الا ما ظہر منہا میں روایت کیا ہے کہ چہرہ کی ٹکیہ اور کف کی اندرونی سطح اھ۔ اس سے معلوم ہوا کہ ظہر کف کا اظہار جائز نہیں۔ بعض فقہاء نے اسکی تصریح بھی کی ہے۔

(۷) ابن ابی شیبہ وعبد بن حمید وابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضؓ سے الا ما ظہر منہا میں روایت کیا ہے کہ عورت کا چہرہ عورت کے دونوں کف اور انگشتری۔

(۸) ابن ابی شیبہ وعبد بن حمید وابن المنذر وبیہقی نے اپنے سنن میں حضرت عائشہ رضؓ سے روایت کیا کہ ان سے زینت ظاہرہ کی تفسیر پوچھی گئی اُنھوں نے فرمایا کہ کنگن اور چھلّے۔ اور اُنھوں نے اپنی آستین کا کنارہ سمیٹ لیا (یعنی آستین موڑ کر کلائی کا سرا ظاہر کیا جو موقع ہے کنگن کا) یہ امام ابویوسف رحؒ کے قول کے موافق ہے کہ کلائی بھی ستر نہیں مگر ضرورت کی قید سے۔ اور اُنھوں نے چہرے کو مستثنیٰ نہیں کیا کیونکہ اُس کے

اظہار کی ضرورت شدید نہیں جیسا کہ نمبر ۵ میں گذرا۔

(۹) ابن جریر نے سعید بن جبیر (تابعی) سے الّا ماظہر منہا میں روایت کیا ہے کہ چہرہ [illegible]

(۱۰) ابن جریر نے عطاء (تابعی) سے الّا ماظہر منہا میں روایت کیا کہ دونوں کف اور وجہ

(۱۱) عبدالرزاق اور ابن جریر نے قتادہ (تابعی) سے الّا ماظہر منہا کی تفسیر میں کہا کہ دو کنگن۔ انگشتری اور سرمہ (ان سب کے معنی اوپر گذر چکے ہیں) قتادہ نے یہ بھی کہا ہے کہ مجھکو پہنچا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کسی ایسی عورت پر جو اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھے حلال نہیں کہ وہ اپنے ہاتھ کو کپڑے سے نکالے مگر یہاں تک اور آپ نصف کلائی کو پکڑے ہوئے تھے۔

(۱۲) عبدالرزاق و ابن جریر نے مسور بن مخرمہ سے الّا ماظہر منہا میں روایت کیا کہ کنگن انگشتری اور سرمہ۔

(۱۳) سعید و ابن جریر نے ابن جریج سے حضرت عائشہ رض کا قول روایت کیا کہ میرے پاس میرے اخیافی بھائی عبداللہ بن طفیل کی لڑکی مزینہ آئی اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور آپ نے منہ پھیر لیا۔ حضرت عائشہ رض نے عرض کیا کہ یہ میری بھتیجی ہے اور لڑکی ہے تو آپ نے فرمایا کہ عورت کو جب حیض آنے لگے تو اس کے لئے حلال نہیں کہ وہ اپنے بدن کو ظاہر کرے بجز اپنے چہرے کے اور بجز اس موقعے کے نیچے کے۔ اور آپ نے اپنی کلائی کو مٹھی سے پکڑا اور مٹھی اور کف کے درمیان دوسری مٹھی دوسری مٹھی کے برابر چھوڑ دی۔

(۱۴) ابوداؤد و ابن مردویہ و بیہقی نے حضرت عائشہ رض سے روایت کیا کہ اسماء بنت ابی بکر رض حضور کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اُنپر باریک کپڑے تھے۔ آپ نے اُن سے مُنہ پھیر لیا۔ اور فرمایا اے اسماء جب عورت حیض کی عمر کو پہنچ جاوے تو درست نہیں کہ

اُس کی کوئی چیز دکھلائی دے بجز اس کے۔ اور آپ نے اپنے وجہ اور کف کیطرف اشارہ فرمایا۔

(۱۵) ابوداوٗد نے اپنے مراسیل میں قتادہ سے حضور کا یہی ارشاد نقل کیا ہی در اختلاف الفاظ سے۔ (اس حدیث کو دیگر احادیث کے ساتھ ہم آگے چلکر پیش کرینگے)

تفسیر ولا یبدین زینتھن الا لبعولتھن الخ

ابن جریر اور ابن المنذر و ابن ابی حاتم و بیہقی نے سنن میں حضرت ابن عباس رضؓ سے اس قول میں نقل کیا ہی کہ جس زینت کو ان محرم لوگوں کے سامنے ظاہر کرسکتی ہیں وہ یہ ہیں۔ بالیاں یعنی کان۔ اور گلوبند یعنی گلا۔ اور کنگن یعنی کلائی۔ باقی خلخال۔ بازو سینہ اور بال ان چیزونکو بجز اپنے زوج کے کسی پر ظاہر نہ کریں۔ اُنہوں نے ہمارے فقہا سے بہی زیادہ تنگی کی ہی۔"

تفسیر لیعلم ما یخفین من زینتھن

(۱) ابن جریر و ابن منذر و ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عبّاس رضؓ سے ولا یضربن بارجلھن کے بارے میں روایت کیا ہے کہ وہ یہ ہی کہ ایک خلخال کو دوسرے خلخال سے بجائے مردوں کے سامنے۔ یا اُسکے پیروں میں خلخال ہوں اور مردوں کے سامنے حرکت دے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا کیونکہ یہ عمل شیطان سے ہے۔

(۲) عبد بن حمید نے قتادہ سے روایت کیا کہ عورت اپنا پاؤں زور سے مارتی تھی تاکہ خلخال کی آواز سنائی دے اس سے ممانعت کیگئی ہی۔

(۳) عبد بن حمید نے مجاہد سے ایسی ہی تفسیر نقل کی۔

(۴) عبد بن حمید نے معاویہ بن حجر سے اور عبد بن حمید و ابن جریر و ابن المنذر و ابی حاتم نے ابی مالک سے و ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر سے اور ابن ابی حاتم ابن مسعود نے بھی اسی کے قریب قریب روایت کیا ہی۔"

(باقی آئندہ)

رطب العرب

(۱)	هم لم يحسنوا الي بل اساؤا	فداي زاد ليس له دواء
	فادعو من اليه لنا التجاء	رسول الله ضاق بي الفضاء
	وجل الخطب وانقطع الرجاء	
(۲)	ترفق بالذي يرثى اذاه	بمسكين احاط به هواه
	وصدع قلب جلمود بكاه	وجاهك يا رسول الله جاه
	رفيع ما لرفعته انتهاء	
(۳)	بنور من جمالك مستنير	جبال راسيات والوعور
	يعوذ اليك عبد مستمير	رسول الله اني مستجير
	بجاهك والزمان له اعتداء	

(۱) لوگوں نے میرے ساتھ نیک سلوک نہ کیا بلکہ تکلیفیں پہنچائیں۔ اسواسطے میری بیماری بڑھتے بڑھتے لاعلاج ہوگئی۔ تو اب میں اس (مقدس) ذات کو پکارتا ہوں جسکے سامنے ہم سب (مسلمان) التجائیں لیجاتے ہیں (اور کہتا ہوں) کہ اے اللہ کے سچے رسول میرے لئے زمین (باوجود وسعت کے) تنگ ہوگئی اور مصیبت بڑھگئی اور رشتہ ناتے ٹوٹ گئے" (۲) آپ اس شخص (میرے) کے ساتھ نرمی سے پیش آویں جسکی تکلیف پر رحم کیا جاتا ہے (سبکو رحم آتا ہے) وہ (میں) ایسا مسکین ہے (ہوں) کہ اسکی نفسانی خواہشوں نے ہر طرف سے اسکو گھیر رکھا ہے۔ اور اسکے بلبلا بلبلا کر رونے نے سخت پتھروں کے دلوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے۔ اور اے خدا کے سچے رسول آپکا مرتبہ ایسا بلند مرتبہ ہے کہ جسکی کوئی انتہا ہی نہیں۔ (۳) بڑے بڑے مستحکم پہاڑ اور سخت زمینیں آپکے نور جمال سے منور ہیں۔ ایک طالب حاجت (میں) بندہ آپکی دوہائی دیتا ہوا آپکے پاس آیا ہے (اور کہتا ہے کہ) اے خدا کے سچے رسول بلا مجھکو کوئی پناہ کی جگہ نہیں ملتی ہے) میں پناہ ڈھونڈھتا ڈھونڈھتا آپکے مرتبہ کے پاس حاضر ہوا ہوں اور زمانہ کا ظلم (میرے اوپر) حد سے متجاوز ہوگیا ہے"

(۴)
وَاَدْنَتْنِیْ اِلیٰ جَدَثِیْ شَعُوْبِیْ … عَنِ الْحَسَنَاتِ اِلَّا فِیْھَا لُغُوْبِیْ
فَفِیْ حُزْنٌ عَظِیْمٌ مِنْ کُرُوْبِیْ … وَبِیْ وَجَلٌ شَدِیْدٌ مِنْ ذُنُوْبِیْ
وَلَا اَدْرِیْ اَعَفْوٌ اَمْ جَزَاءٌ

(۵)
وَذُخْرِیْ لَمْ یَکُنْ اِلَّا وِدَادِیْ … لِخَیْرِ الْخَلْقِ یَا خَیْرَ الْعِبَادِ
وَانْسَانِی الْھَوٰی طُرُقَ السَّدَادِ … وَمَا کَانَتْ ذُنُوْبِیْ عَنْ عِنَادِ
وَلٰکِنْ بِالْقَضَا غَلَبَ الشَّقَاءُ

(۶)
وَکِیْلِیْ اَنْتَ بَلْ نِعْمَ الْوَکِیْلُ … وَعَنْ نَفْسٍ مُدَنَّسَۃٍ کَفِیْلُ
وَاَحْزَانِیْ لَھَا اَنْتَ الْمُزِیْلُ … وَظَنِّیْ فِیْکَ یَا طٰہٰ جَمِیْلُ
وَمِنْکَ الْجُوْدُ یُعْہَدُ وَالسَّخَاءُ

(۴) اور میری موت نے مجکو میری قبر (کے کنارے) تک پہنچا دیا۔ میں نیکیوں (کے کرنے) سے عاجز ہو گیا ہوں نیکیوں کے کرنے کی تکلیف میں نے کبھی نہیں اٹھائی۔ اسیواسطے مجکو مشقتوں (کے خیال) سے سخت رنج ہے۔ اور مجکو اپنے گناہوں کی وجہ سے سخت خوف ہی۔ اور مجکو کچھ خبر نہیں کہ میرے گناہوں کی معافی ہوگی یا مجکو ان کا بدلا ملیگا۔"

(۵) اے خدا کے بہترین بندے بجز اسکے کہ میں ایک ایسی ذات پر (آپ پر) فریفتہ ہوں جو خدا کی بہترین مخلوق ہے میرے پاس اور کچھ ذخیرہ نہیں۔ میرے نفس کی خواہش نے میرے دل سے استقامت کے راستہ بھلا دیئے۔ اور مجھسے گناہوں کے صدور کیوجہ یہ نہ تھی کہ مجکو (نعوذ باللہ) احکام شرعیہ سے عناد تھا لیکن روز ازل سے میری تقدیر میں شقاوت مقدر تھی وہی مجھپر غالب ہوگئی۔"

(۶) آپ ہی میرے وکیل بلکہ اچھے وکیل ہیں (اور آپ ہی میرے آلودہ نفس (کی نجات) کے ضامن ہیں۔ میرے تمام غموں کو صرف آپ ہی دور کرنے والے ہیں۔ اور اے طٰہٰ کے لقب پانیوالے میرا خیال آپ کے بارہ میں (کہ آپ میرے ساتھ اچھا سلوک کرینگے) نیک ہی اور آپ سے تو بخشش اور سخاوت ہوتی ہی رہتی ہے۔"

يُطوَّقُ مَنْ عَصَى طَوْقاً وَغُلّاً	وَيُسْقَى مِنْ لَظَى نَهَلاً وَعَلّاً
وَحَاشَا اَنْ اُصَيَّرَ مُضْمَحِلّاً	وَحَاشَا اَنْ اَرَى ضَيْماً وَذُلّاً

وَلِي نَسَبٌ بِمَدْحِكَ وَانْتِمَاءٌ

تَرَاكَمَتِ النَّوَائِبُ وَالرَّزَايَا	عَلَى بِمَا ارْتَكَبْتُ مِنَ الْخَطَايَا
رَجَائِي اَنْتَ يَا خَيْرَ الْبَرَايَا	وَاَنْتَ اَجَلُّ مَنْ رَكِبَ الْمَطَايَا

وَشِيمَتُكَ السَّمَاحَةُ وَالْحِبَاءُ

عِبَادَاتِي وَاثْمِي فِي سَوَاءٌ	فَاِنَّ جَمِيْعَهَا مِنِّي رِيَائِي
فَاَنَا بِي بَلَاءٌ فِي بَلَاءٌ	رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّي فِي عَنَاءٌ

عَسَى بِكَ يَنْجَلِي ذَاكَ الْعَنَاءُ

) نافرمان بندے طوق وسلاسل میں جکڑے جاویں گے۔ اور نار دوزخ کا گرم گرم پانی اُن کو
ہ کر ریلایا جاویگا۔ اور اس تعلق کے ہوتے ہوئے کہ میں دربار نبوی کا مداح ہوں ناممکن
کہ مجکو (گناہوں کی سزا دیکر) مضمحل کیا جاوے۔

) حوادث۔ اور مصائب مجھپر ان گناہوں کی وجہ سے ٹوٹ پڑے جنکا میں نے ارتکاب
۔ اے بہترین مخلوق! میری امید فقط آپ ہی کی ذات اطہر سے ہے۔ اور آپ تو اُن تمام
شرفا اور سادات قوم سے برتر ہیں جو سواری پر سوار ہوکر سفر کرتے ہیں۔ اور آپ کی
رک عادت بخشش اور عطا ہی۔

۵) میری عبادت اور گناہ ایک سے ہیں۔ کیونکہ میری کوئی عبادت ریا سے خالی نہیں
ں واسطے میرے گناہ مصیبت درمصیبت ہیں۔ اے اللہ کے سچے فرستادہ!
، سخت تکلیف میں (مبتلا) ہوں۔ مجھکو اُمید ہے کہ یہ سخت تکلیف آپ کے طفیل
ے دور ہوجاوے گی۔"

(۱۰) عذابُ النارِ من جُرمی جزائی ونفسی فی خطاءٍ فی خطاءٍ
رایتُ منیّتی قامتْ حذائی ومالی حیلةٌ الا التجائی
بجاهك اِذ یعزُّ الالتجاءُ

(۱۱) لمتُّ لخشیتی لولا التمنّی لحلمك یا حبیبی والتأنّی
ولا اخشی وربی کِذبَ ظنّی رجوتك یا ابن آمنةٍ لِانّی
مُحبٌّ والمحبُّ لهٗ الرجاءُ

(۱۲) لقد اثقلتُ ظہری من ذنوبی وماخفیت علی نفسی عیوبی
یخوّفنی بعیدٌ اَو قریبٌ عسی بك تنجلی عنّی کروبی
وکم کربٍ لہ منك انجلاءُ

(۱۰) عذاب دوزخ میرے جرموں کی سزا ہی۔ اور میرا نفس خطاؤں پر خطائیں کرتا رہتا ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ میری موت سامنے کھڑی ہے۔ اور میرے پاس کوئی تدبیر (عذاب الٰہی سے بچنے کے لئے) اس کے سوا نہیں ہے کہ جب پناہ ملنے کی کوئی صورت نہو تو میں آپ کے مرتبہ کا دامن پکڑ لوں۔

(۱۱) اے میرے حبیب! اگر مجکو آپ کے حلم تحمل سے (معافی کی) امید نہوتی تو میں (اب سے بہت پہلے) مرچکا ہوتا۔ اور خدا کی قسم! مجکو اسکا ذرا سا خدشہ ہی نہیں کہ میری وہ امید غلط ہوگی جو آپ سے ہی۔ اے آمنہ کے لاڈلے بیٹے میں آپ سے اِس لئے امیدوار ہوں کہ مجکو آپ سے محبت ہی اور محبت کرنے والا امیدوار ہوا ہی کرتا ہی۔

(۱۲) میں نے اپنی پیٹھ کو گناہوں کے بوجھ سے بھاری کردیا۔ اور مجھے اپنے نفس کے عیوب پوشیدہ نہیں ہیں۔ میرے اقارب اور اغیار سب مجکو ڈراتے رہتے ہیں (کہ تو قہر خداوندی میں مبتلا ہوگا)۔ مجکو امید ہی کہ آپ کے ذریعے میری تکلیفیں زائل ہونگی (اور یہ امید کچھ بیجا نہیں کیونکہ) بہت سی سخت مصیبتیں آپ کے طفیل سے دور ہوئی ہیں۔"

(باقی آئندہ)

معراج اور سائنس

(ربط القاسم نمبر ۵ جلد ۱)

یعنی عرش بریں کے اوپر سے صبح شام وحی دم کی دم میں آتی ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہم سچا جانکر اطاعت و فرمانبرداری کا دم بھرتے ہیں۔ پھر اس معراج میں کونسا اچنبھا ہے اس جواب نے استہزاء کرنیوالوں اور معترضین کے منہ میں پتھر بھر دیئے اور اپنا سا منہ لیکر واپس ہوگئے۔ جن لوگوں کے حصہ میں سعادت ابدی لکھی ہوئی تھی اور انکو عقل و تدبر کا روشن مادہ ملا تھا وہ سمجھکر بوجھکر ایمان اور اسلام پر قائم رہے اور جنکی سرشت گمراہی اور کم عقلی کی تھی وہ محال سمجھکر باوجود وضوح دلائل و ظہور معجزات متعددہ ارتداد اور کفر کی تاریکیوں میں ہمیشہ کے لئے برباد ہوگئے۔

(۲) بطلیموسی فلسفہ کے دلدادوں اور یونانی سائنس کے فریفتوں نے اس جسم انسانی صغیر کی اسقدر سریع حرکت کو مستحیل اور مستبعد خیال کیا مگر خود اپنے مسلمات سے غافل رہے۔ جرم آفتاب جو کہ بقول صاحب تذکرہ زمین سے (۱۶۶ ۳/۸) درجہ اور بقول طوسی و کاشی (۳۲۶) درجہ بڑا ہے (یعنی اسقدر ضخامت اور بڑائی رکھتا ہے کہ زمین جیسے ایکسو چھیاسٹھ ۱۶۶ سے زائد اجسام اس سے بنسکتے ہیں اور دوسرے فلاسفہ کے نزدیک زمین جیسے تین سو چھبیس ۳۲۶ اجسام اسمیں سما سکتے ہیں) وہ اپنی وضعی (اپنی جگہ پر چکر کھانیوالی) حرکت میں ایک سکنڈ سی کم میں اپنے محیط کا آدھا حصہ طے کر لیتا ہے۔ یعنی اسکے وہ اجزاء محیط جو کہ قطر کے ایک کنارہ پر تھے ایک سکنڈ سے کم میں دوسرے کنارہ پر آجاتے ہیں۔ غرضکہ آفتاب کے محیطی اجزاء خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے بقول صاحب تذکرہ ایک سکنڈ سے کم میں بیس لاکھ چھہتر ہزار میل سے زیادہ کی مسافت طے کرتے ہیں اور بقول طوسی و کاشی چالیس لاکھ چھہتر ہزار میل ہر جزو طے کرتا ہے (کیونکہ زمین کا محیط پچیس ہزار میل قرار دیا گیا ہے آفتاب کی ضخامت مذکورہ کا ۱/۲ بعد

کو ہر دو اقوال پر جبکہ لحاظ کرتے ہوئے نصف محیط کو حرکت وضعی مذکور کا موضع حرکت قرار دیا جائیگا تو یہی مقدار نکلیگی) ایک سکنڈ سے کم میں اسقدر مسافت کا قطع کرنا ایک ایسی سریع اور تیز حرکت ہے جسکی وجہ سے معراجی جسمانی حرکت نہایت واضح طور پر قرین عقل معلوم ہوتی ہے اور ان مسلّمات سائنس قدیم کا تسلیم کرنیوالا کسی طرح بھی وقوع معراج میں شبہہ نہیں کر سکتا۔ پھر جبکہ جسم انسانی جیسے چھوٹے جرم کی حرکت خیال کیجائے تو اس سے ہزاروں گُنا تیز حرکت کا ثبوت ملتا ہے۔ جسپر ہم آئندہ روشنی ڈالیں گے۔

(۳) چونکہ سائنس قدیم آفتاب کے لئے علاوہ حرکت وضعی حرکت اپنی قسری غیر قسری دونوں قسم کی تسلیم کرتی ہے۔ اور قسم اول یعنی قسری کا دورہ ۲۴ گھنٹہ میں اور قسم دوم یعنی غیر قسری (طبعی) کا دورہ سال بھر میں تمام ہوتا ہے اسلئے اگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معراجی حرکت کو آفتاب کی قسم اول (قسری) والی حرکت پر قیاس کرتے ہیں تو استحالہ تو درکنار تعجب اور استبعاد بھی رفو چکر ہو جاتا ہے۔ علم مساحت اور ریاضی میں تسلیم کیا گیا ہے کہ قطر کرہ مساحت میں محیط کی ایک تہائی کچھ کم ہوتا ہے اور چونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حرکت قطر پر تھی محیط پر نہ تھی اور چونکہ ابتدائی حرکت مرکز عالم کے بعد سے تھی اور چونکہ زمین کی سطح ظاہری پر سے ابتدا واقع ہوئی یعنی مرکز عالم سے حسب تصریحات سائنس قدیم تین (۳۸۱۷½) ہزار آٹھ سو ساڑھے سترہ میل اوپر سے واقع ہوئی۔ اسلئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حرکت معراجی کی مسافت سے چھٹے حصہ سے بھی کم ہوئی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسم مبارک اگر آفتاب کی مسافت جسم کے برابر ہوتا تو حسب قانون حرکت شمس یہ جملہ مسافت فقط تین گھنٹہ میں قطع ہو سکتی تھی جسمیں آمد و رفت میں چھ گھنٹے خرچ ہوتے مگر جرم کی بڑائی کا مانع حرکت ہونا اور چھوٹائی کا مؤید حرکت ہونا بدیہی اور مسلّم مسئلہ ہے اسلئے جب اُس نسبت کو جو کہ جسم نبوی کو جرم آفتاب کے ساتھ ہے خیال کرتے ہوئے دونوں کی حرکت اور سرعت وبطوء پر تقسیم کریں تو شاید یہ دونوں حرکتیں (عروجی و نزولی) ایک سکنڈ کی بھی متحمل نہ ہو سکیں گی

اگرچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسافت حرکت فقط محیط فلک شمس تک محسوس تھی مگر فلک الافلاک جو کہ اپنی طبعی حرکت سے تمام ماتحت افلاک کو حرکت دے رہا ہی اور چوبیس ۲۴ گھنٹہ میں اپنا دورہ پورا کرتا ہی اسکی حرکت محیطی اور قطری کا بھی وہی حال ہوگا جو فلک شمس اور شمس کا ظاہر ہوا۔

(۴) جبکہ سائنس قدیم اس امر کو تسلیم کرتی ہے کہ جسم کبیر میں موانع حرکت اور عوائق بہت زیادہ ہوتے ہیں اور صغیر میں کم اور یہی وجہ ہے کہ حرکت دینے والے کو بڑے جسم کو حرکت دینا اور تیز لیجانا سخت دشوار ہوتا ہی جو کہ جسم صغیر میں نہیں پایا جاتا۔ اور یہ بھی مسلمات سائنس قدیم میں سے ہے کہ دنیا میں سب سے بڑے پہاڑ (جسکی بلندی تقریبًا سات میل (۲⅓ فرسخ ہی) کی نسبت زمین کے قطر سے ایسی ہی جیسی کہ جو کے چوڑائی کے ساتویں حصہ کی نسبت ایسی کرہ سے جسکا قطر ایک ذراع ہو اور چونکہ ایک ذراع چوبیس ۲۴ انگلیوں کا ہوتا ہی اور ایک انگلی چھہ جو کی شمار کی گئی ہے اسلئے ایک ذراع ایکسو چوالیس ۱۴۴ جو کا ہوا۔ جس کو اگر سات میں ضرب دیں تو وہ نسبت حاصل ہوسکیگی جو کہ جو کی چوڑائی کے ساتویں حصہ کو ایسے کرہ سے ہوتی ہے جسکا قطر ایک ذراع ہو یعنی دنیا کے سب سے اونچے پہاڑ کو زمین کے قطر کیساتھہ وہ نسبت ہی جو کہ ایک کو ایک ہزار آٹھ ۱۰۰۸ کے ساتھہ ہی۔

اسکے بعد جسم انسانی کی دنیا کے سب سے اونچے پہاڑ کی نسبت کو ملاحظہ فرمایئے کہ اس ڈھائی گز کے اونچے جسم کو ۷ میل کے ساتھہ کیا نسبت ہی اور پھر غور کیجئے کہ اگر وہ قوت جو کہ آفتاب کو چوبیس گھنٹہ میں پورے محیط کو قطع کرا دیتی ہی اگر آفتاب کو بقدر نصف قطر (بعد منتہائی سطح زمین از مرکز عالم) حرکت دے گی تو تین گھنٹہ سے کم میں مسافت مذکورہ قطع ہو جائیگی اور اگر جسم ارضی کو اس مسافت پر حرکت دیگی اور بقول صاحب تذکرہ ہم زمین کو فقط (۱۶۶) درجہ ہی چھوٹا مانیں تو تقریبًا ایک منٹ ۶ سکنڈ میں پوری مسافت مذکورہ قطع کرا دیگی اور اگر سب سے اونچے پہاڑ جسکی بلندی ۷ میل تھی اور جسکی نسبت زمین کے ساتھہ

وہ تھی جوکہ ایک کو ایکہزار آٹھ سے ہے تو تقریباً ایک منٹ کے ایکہزار آٹھویں حصہ میں قطع کرادیگی اور اگر جسم انسانی کو جسکی نسبت جسمانی سب سے بلند پہاڑ کے ساتھہ نہایت ہی ظاہر اور باہر ہے ایک سکنڈ کے کتنے ہزار حصہ میں قطع کرادیگی۔

افسوس ہے کہ بطلیموسی سائنس اور یونانی ھیئۃ و ریاضی کے ایمان لانے والوں نے اس حالت پر ذرا بھی غور نکیا اور نہایت ظاہر و باہر اور واقع ہونیوالی شئے کو محال سمجھکر انکار کر بیٹھے۔ اپنے گھڑے ہوئے اصولوں پر توجہ نکی اور صحیح و مستند احادیث اور ظاہر و بین آیات میں طرح طرح کی تاویلیں گھڑنے لگے اور مذہب کے مسلمات کو سلام کر بیٹھے۔

ان لوگوں کو یہ بھی شبہہ دامنگیر ہوا کہ معراج کی وہ کیفیت جوکہ آیتوں اور حدیثوں میں ذکر کیگئی ہی جب ہی قابل تسلیم ہوسکتی ہیں کہ آسمان میں خرق والتیام کو مانا جاسکے اسمیں دروازہ وغیرہ مسلّم ہو مگر فلسفۂ قدیمہ اسکا منکر ہی۔ یہ شبہہ ایک ایسا واہی ہی کہ سوائے اس دہری اور ملحد کے جوکہ کسی آسمانی مذہب کو نہیں مانتا کوئی شخص تسلیم نہیں کرسکتا۔ فرشتوں کا عروج و نزول، وحی کا اُترنا بغیر آسمان کے اندر گذرگاہوں کے ممکن نہیں۔ پھر قیامت کی یقینی خبریں قرآن شریف کی فسادِ عالم اور قیام قیامت پر صاف روشنی ڈالنے والی آتیں خرق اور التیام اجرام فلکیہ پر نہایت وضاحت سے دلالت کررہی ہیں تو کیا اسلام کا دم بھرنے والے یا آسمانی ادیان کا اقرار کرنے والے اسمیں متامل ہوسکتے ہیں۔

ہاں جن لوگوں کو کسی سماوی دین کا اقرار نہیں اُن کے دلائل عقلیہ پر ہم کو غور کرنیکی ضرورت ہوگی۔ مگر ہم جب فلسفۂ قدیم کی ورق گردانی کرتے ہیں تو ہم کو ان میں کوئی بھی دلیل ایسی نہیں ملتی جس سے یقین تو درکنار اس مقام پر ظن یا شک بھی پیدا ہوسکے۔ کتب فلسفۂ قدیمہ ملاحظہ ہوں۔ میبذی شرح مواقف وغیرہ کے فلکیات دیکھیے۔

(باقی آئندہ)

حالات دار العلوم دیوبند

دار العلوم دیوبند کی گرانقدر امداد کا سلسلہ

بزرگوں کی توجہات کا اثر،

ناظرین یہ سنکر بیحد مسرور ہونگے کہ ضلع رہتک کے رئیس جناب منشی ولی محمد خانصاحب زمیندار ساکن سرائے گوٹھی نے اپنی صحرائی جائداد جس کی سالانہ آمدنی ۲۳سو کے قریب ہے دار العلوم کیلئے وقف کردی ہے اور اپنی حیات ہی میں اسکی تولیۃ باضابطہ دار العلوم کے سپرد فرماکر اپنی حیثیت صرف مختار عام کی قرار دی ہے ہم صاحب موصوف کیلئے دعائے خیر کرتے ہیں اور ان کے دین و دنیا کی سعادت کیلئے دل سے آرزومند ہیں۔"

ایک انگریز پرنسپل کی آمد دار العلوم میں ۲۰ محرم ۱۳۴۶ھ تاریخ کو علیگڈھ یونیورسٹی کے پرنسپل صاحب جنھوں نے شام میں عربی زبان حاصل کی اور لندن کی اکسفورڈ میں امتحان پاس کیا۔ دیوبند تشریف لائے دار العلوم کا معائنہ کیا اور مدرسین کے اسباق میں بھی تھوڑی دیر بیٹھے مدرسین دار العلوم نے جب تک مہمان موصوف انکے درس میں شریک رہے عربی میں تقریریں کیں کیونکہ وہ یا عربی سمجھتے تھے یا انگریزی لیکن انکی عربی بھی کالانگریزی تہی بہت خوش ہوئے حضرت مولانا حسین احمد صاحب سے دو تین گھنٹہ عربی میں گفتگو رہی نہایت محضوظ ہوئے۔ شام کی گاڑی سے واپس ہوئے معائنہ بھی تحریر فرماکر گئے جس کی ضرورت سمجھی گئی تو شائع کیا جائیگا۔

القاسم کی خدمت

سیستان سے جناب مولوی شیر محمد صاحب نے القاسم کیلئے سر دست ایک خریدار مہیا فرمایا اور اپنے دوستوں کی جانب سے اسکی توسیع اشاعت کا معقول وعدہ فرمایا ہم اپنے دور افتادہ محب مکرم کا صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتے ہیں اور ان کے اخلاص کا اعتراف کرتے ہیں۔

امداد فقرا جناب خریدار صاحب القاسم ۱۲۵ نے القاسم میں یہ دیکھکر کہ سود کا منافع صدقہ کردینا جائیے پہلے عشرہ سولہ [illegible] امداد فقرا القاسم میں بھیجے تاکہ کسی کار خیر میں انہیں لگادیا جاوے۔

دفتر نے یک صد صفا احتیاج کو دیکر رسید بھیجدی۔ حق تعالی دیگر سرمایہ دار حضرات کو بھی شریعت پر عمل کی توفیق بخشے۔"

"نانوتہ کا مبارک سفر"

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قدس اللہ سرہٗ کا وطن اصلی قصبہ نانوتہ ضلع سہارنپور تہا بعد میں متوسلین کے اصرار سے دیوبند میں قیام فرمالیا تہا کیونکہ حضرت کی نانہال دیوبند ہی کی تھی قدرت خداوندی کو منظور یہ تہا کہ دیوبند سے ایک چشمۂ رحمت پھوٹے اسلیئے وہ رحمت دارالعلوم دیوبند کی شکل میں ظاہر ہوئی، لیکن جب اس مقدس ہادی نے دیوبند کی زمین میں علم کا تخم بویا تو نانوتہ اس فیض سے محروم ہوا بعد وفات حضرت مولانا مرحوم وحضرت مولانا محمد یعقوب صاحب ومولانا محمد منیر صاحب وغیرہ، وہاں علم کا نشان نہ رہا اور گویا علم سے یہ قصبہ خالی ہوگیا اور حالت یہاں تک نانوتہ کی ابتر ہوئی کہ وہاں جو مدرسہ چھوٹا موٹا قائم تہا وہ بھی گیا گذرا ہوا۔

حضرت مولانا حسین احمد صاحب جانشین شیخ الہندؒ سے وہاں کے لوگ مانوس ہیں اسلیئے مولانا مدظلہم بسلسلۂ تقریب عقد وہاں تشریف لیگئے احقر کو اور اسکے محترم بہائی کو بھی ایک عرصہ سے اپنے وطن اصلی کے دیکھنے کا شوق تہا اسلیئے ہم دونوں بھی مولانا کے امر وارشاد سے ساتھ ہولئے نانوتہ میں جسقدر قیام رہا کچہ نہ پوچھئے کہ وہاں کیا کیفیت ہوئی ہمنے وہ مبارک مسجد بھی دیکھی جہاں اللہ کے ایک برگزیدہ بندہ نے شبانہ روز مجاہدہ فرمایا تہا وہ اپنا شکستہ مکان بھی دیکھا جسمیں کبھی شیخ وقت رہا کرتے تھے غرض اپنے جدی نشانات کو دیکھکر عجیب ایک تحیر کا عالم طاری تہا۔

نانوتہ میں مدرسہ کا اجراء نانوتہ میں سخت ہی ضرورت اسکی تھی کہ وہاں جو قدیم مدرسہ بوجہ اہل قصبہ کی غفلت اور ہم لوگوں کی بے توجہی کے بند ہوگیا تہا وہ جاری ہو الحمد للہ کہ حضرت مولانا حسین احمد صاحب نے جلسہ کرکے مدرسہ کیضرورت کو ظاہر فرماکر مدرسہ کو پھر جاری کرایا اور فرمایا کہ حضرت شیخ الہندؒ یہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر دیوبند کے مدرسہ کا مجھے فکر نہوتا تو میں نانوتہ میں حضرت مرحوم کے مسجد کی مؤذنی کیا کرتا اور یہاں کے مسلمانوں کے گھر سے روٹی لیتا اس سے بیحد قلوب میں تاثر ہوا جلسہ میں اہل قصبہ نے حسب حیثیت ماہواری چندہ لکھوایا حضرت مولانا نے بھی دو روپیہ ماہوار چندہ لکھوایا اور ہم لوگوں نے اپنی اور حضرت والد کیطرف سے عـــہ روپیہ ماہوار چندہ لکھوایا

حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدرسہ کے سرپرست مقرر ہوئے اور ایک مجلس انتظامیہ قائم ہوئی حق تعالیٰ اہل خیر کو توفیق بخشے کہ وہ ایک معقول وقف سے نانوتہ کے مدرسہ کو باطمینان چلانیکی صورت پیدا کریں ؎ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کا مزار نانوتہ میں ہے اور یہ شیخ وقت اسطرح ایک گوشہ میں آرام فرما رہا ہے مزار پر حاضری کیوقت عجیب کیفیت طاری ہوئی۔

وحشت ناک خبر

گیلان سے مولانا مناظر احسن صاحب کے برادر مولوی محمد مکارم احسن صاحب مطلع فرماتے ہیں کہ جناب مولانا موصوف کی طبیعت زیادہ خراب ہے بدن میں پھوڑے بھی فساد خون کیوجہ سے ہوگئے ہیں اور ضیق النفس کی تکلیف جدا ہے اس وحشت ناک خبر نے دل کو بیچین کر دیا ہے؎

بعد کی خبر

اس کے بعد آج کے خط سے یہ معلوم ہوا ہے کہ مولانا مناظر احسن صاحب کو گیلان سے پٹنہ میں لایا گیا ہے۔ اور وہاں اپریشن بھی ہوا، اور سیروں ریم خارج ہوئی قدرے افاقہ محسوس ہوتا ہے، خیال کیا بلکہ پختہ عزم ہے کہ احقر بمعیت جناب بہائی صاحب پٹنہ حاضر ہوکر مولانا کی مزاج پرسی کریں حق تعالیٰ مولانا موصوف کو صحت عاجلہ کاملہ عطا فرماویں اور تندرست و توانا فرما کر اپنے دین کی خدمت لیں۔ ناظرین کرام خاص طور پر اُن کے لئے دعا فرماویں اُنکی خیریت مولوی محمد حسین صاحب وکیل پٹنہ مولوی مکارم احسن صاحب کے ذریعہ معلوم ہوسکتی ہے"

دار العلوم دیوبند میں انگریزی زبان کی تعلیم

دار العلوم دیوبند کے ایک بہی خواہ نے طلبا کو خاص طور پر انگریزی زبان حاصل کرنے کے لئے دار العلوم میں مخصوص چندہ بھیجا تھا لیکن ایک انگریزی کا ایسا اُستاذ جو علماً وعملاً انگریزی وضع قطع خیالات سے پاک وصاف ہوکر زبان کا ماہر بھی ہو نہ ملتا تھا الحمدللہ کہ مرادآباد کے مولوی نصر اللہ خانصاحب سابق ہیڈ ماسٹر جو نہایت دیندار صاحب اوقات آدمی ہیں وہ اس کام کیلئے منتخب ہوئے ہیں، اُنکو سردست چند ماہ کے لئے استخارہ کہا گیا ہے۔ حق تعالیٰ معطی کو اسکے مقصد میں کامیاب فرمائے اور دار العلوم سے ایسے طلبا تیار ہوں جو صحیح معنیٰ میں تبلیغ کا حق ادا کرسکیں ہم سب کو ملکر اسکی دعا کرنی چاہئے کہ حق تعالیٰ ہمکو اخلاص سے محروم نہ فرمائے اور دار العلوم کیخدمت کی سعادت نصیب فرمائے اور جس غرض کیلئے مولوی نصر اللہ خانصاحب بی۔ اے۔ رکھے گئے ہیں وہ پوری ہو"

دار العلوم میں تاجران دہلی کا ورود

ہر سال تقریباً دس بیس حضرات دہلی سے انبہ کی فصل میں دیوبند تشریف لایا کرتے ہیں اور اپنے دار العلوم کو دیکھا کرتے ہیں امسال بھی دیندار تاجروں کی ایک جماعت آئی اور دار العلوم کے تمام شعبوں کو پورے غور کیساتھ انہوں نے دیکھا بہت خوش ہوئے حضرت مہتمم صاحب کے مہمان نوازی واخلاق کریمانہ کے بیحد شکر گزار نظر آتے تھے ایک رات دن قیام فرما کر یہ حضرات دہلی کو واپس ہوئے۔

دار العلوم دیوبند کی مجلس عاملہ کا جلسہ اس سال کے اہم اجلاس شوریٰ نے اپنے میں سے چند ارکان کی ایک کمیٹی اس غرض کے لئے مرتب کی تھی کہ وہ فوری اور ضروری نگرانی کیلئے دار العلوم میں وقتاً فوقتاً آیا کرے اور جو تجاویز اسکے بعد عمل میں لانیکے قابل ہوں انہیں مجلس شوریٰ میں پیش کرے اس کا پہلا جلسہ ۸ رصفر ۱۳۴۶ھ کو منعقد ہوا، تخفیف شدہ ملازمین کی اپیل کے کاغذات اور دار العلوم کے بجٹ پر غور ہوا اور وقتی تجاویز مرتب کی گئیں۔

طلباء کا مقدمہ ختم ہوگیا ہم گذشتہ نمبر میں لکھ چکے ہیں کہ طلباء کا مقدمہ ختم تو ہوگیا ہے لیکن حکم اختتام مقدمہ کا ابھی تک نہیں آیا آج عالیجناب ڈپٹی رحمان بخش صاحب قادری بدایونی جو باوجود مسلمانوں کے بڑے خیر خواہ ہونیکے ہندوؤں میں بھی ہر دلعزیز ہیں اور اسوجہ سے محکمہ متعلقہ میں انکی بہت ہی عزت اور منزلت ہے، دار العلوم میں تشریف لائے اور باضابطہ حکم لکھکر دیا کہ مقدمہ ختم ہوگیا ہے جو طلبہ ضمانت پر رہا تھے وہ جہاں جانا چاہیں جا سکتے ہیں اب کوئی خدشہ نہیں ہے، خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ دار العلوم کا یہ معاملہ اسکے ذمہ دار حضرات کی سنجیدگی و مساعی سے اور عالیجناب شیخ ضیاء الحق صاحب وغیرہ کی اولو العزمی سے ایک نہایت ہی عمدہ صورت سے طے ہوگیا ورنہ بقول نواب جمشید علیخاں صاحب کے دیوبند کا یہ معاملہ دہلی، کلکتہ، لاہور کے معاملہ سے بھی بہت زیادہ طول پکڑتا اور اہم ہوجاتا ہمارے خیال میں اسکی مبارکباد کے زیادہ تر مستحق مدینہ اخبار کے مدیر محترم ہیں کیونکہ انہوں نے ملت عزیزہ[۱] کی محبت کے حق میں سے تھوڑا سا حصہ دار العلوم کو بھی گذشتہ مہینوں سے عطا فرمایا تھا، جسکے نتائج و برکات ایسے ہی ہونے چاہئیں تھے۔

(اخراج طلبا) آج وہ چند دار العلوم کے طلبا جو فساد کے اسباب و دواعی میں سے تھے خارج از مدرسہ کئے گئے بعض طلبا ابھی تک دیوبند میں مقیم ہیں "معلوم کیوں؟" ۱۲ منہ

۱ (یعنی علیگڈھ کالج کے طلبا)

افاضات

فی زمانہ آزادی کا دور دورہ ہے جس کی طبیعت چلتی ہی دین سے آزاد ہو جانیکی ہی طرف چلتی ہی نیچرل عورتوں کا بھی شکوی ہی کہ شریعت اسلامیہ میں انہیں حقوق مردوں کے مساوی نہیں دئے گئے کامل آزادی سے انہیں محروم رکھا گیا ترقیات عامہ سے انہیں روکا گیا گویا زمانہ کے تغیرات کیساتھ

مانقصان دیننا وعقلنا	ہماری عقل اور دین میں کیا نقصان ہے۔

کا سوال اب پھر بجائے رسول صلعم کے امت رسولؐ کے سامنے لایا گیا ہی سو حقیقۃً تو اُس کا شافی جواب وہی ہے جو لسان نبوت حضرت ترجمان وحی الٰہی سی شرف صدور پایا تھا جو یہ تھا

الیس شھادۃ المرأۃ مثل نصف شھادۃ الرجل	ترجمہ کیا عورت کی شہادت مرد کی شہادت کے مقابلہ میں ضعیف نہیں ہے "کیا نہیں ہی یہ بات کہ جب
الیس اذا حاضت لم تصل ولم تصم	عورت حائضہ ہوتی ہی تو نہ نماز پڑھتی ہی اور نہ روزہ رکھتی ہی

لیکن اگر استفہام تفہیم نبوی کے بعد بھی عورتوں کو کچھ خلجان باقی ہی تو پھر وہ کچھ سننے کیلئے تیار ہو جائیں "

ایک پادری نے حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب قدس اللہ سرہٗ العزیز سے دریافت کیا تھا کہ امام حسین علیہ السلام جبکہ رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لخت جگر اور پیارے تھے اور آنحضرت اللہ کے سب سے زیادہ محبوب تھے تو آخر خدا نے محبوب کے محبوب کو یزید کے پنجۂ ظلم سے کیوں نہ بچایا شاہ صاحب نے فرمایا کہ بھائی جب اللہ میاں اپنے اکلوتے بیٹے مسیح ہی کو سولی سے نہ بچا سکا تو محبوب کے محبوب کا درجہ تو پھر بعد کا تھا وہ منکر بہت خاموش ہوا اور اپنا سا منہ لئے چلا گیا اگر تحقیقی جواب دیا جاتا تو شاید وہ کبھی بھی نہ سمجھتا اسیطرح ہم کہتے ہیں جب خلقۃً عورتیں مردوں سی زیادہ مجبور ہیں اور اللہ نے انہیں ایسا مستقل نہیں کیا جس سے اُن کو علٰحدہ قوم تسلیم کیا جا سکے اور لکل قوم ہاد کی روسے اُن کی صنف سے کسی نبی کو تلاش کیا جائے بلکہ ایک طرح وہ بھی

مردوں کے لئے سامان راحت سے زیادہ نہیں تو پھر ویسی کامل آزادی کا مطالبہ بھی ناحق ہے۔

بزعم کفار اگر فرشتونکو معاذاللہ اللہ کی بیٹیاں بھی تسلیم کرلیا جائے جیسا کہ وہ سمجھتے تھے تو تب بھی عورتوں کی مساوات مردوں سے ثابت نہیں ہوسکتی اسلئے کہ فرشتوں کو بھی حق نیابت و نبوت و خلافت نہیں دیا گیا بلکہ اور آدم کو اُن سے سجدہ کرایا گیا اور کیا عجب ہے کہ حدیث میں جو شوہر کی تعظیم کے بارہ میں عورت کو یہ کہا گیا کہ اگر سجدہ جائز ہوتا تو عورت کو اپنے شوہر کیلئے ہوتا اسیطرف اشارہ ہو کہ وہ اپنے صنعت کے اعتبار سے مستقل مثل ذکور نہیں "

شیعونکا عقیدہ ہی کہ اللہ تعالی نے دینا کے انتظام کرنے کیلئے پنجتن کو پیدا کیا یعنی پہلے اکیلا تھا لیکن اُس کے بعد محمدؐ علیؑ فاطمہؑ حسنؑ حسینؑ کو مدد کیلئے موجود کیا اسکی صداقت و بداہت تو جیسے بھی ہو ظاہر ہے لیکن ہمیں تو کہنا یہ ہو کہ صنف ضعیف کی نمایندگی اسمیں بھی ⅕ حصہ سے زائد نہیں ان کا حصہ دینا کے انتظام میں پھر بھی پانچویں حصہ سے بڑھکر نہیں۔

غرض اہلسنّت تو حق مساوات عورتوں کے لئے قائم کرنیسے معذور ہیں البتہ اس میں ہمنوائی اگر دیکھی جاتی ہی تو وہ صرف حضرات شیعہ ہی کی دیکھی جاتی ہی۔

حضرات شیعہ نوحہ و بکا میں چھاتی پیٹنے میں میری خیال ناقص میں عورتوں سے کچھ آگے ہی ہیں سوگ کی حقیقت تو یقیناً حضرات شیعہ ہی پر منکشف کیگئی ہی مساوات کی ایک بہترین شکل حضرات شیعہ کے تامل سے ہماری سمجھ میں آتی ہے یقین ہے کہ نیچرل علامتیں ضرور اسپر راضی ہوجاوینگی۔ اور وہ یہ کہ نیچرل عورتوں کو اس کی کیا ضرورت ہے کہ وہ مردوں کے مساوی ہونے کی فکر کریں یہ سب سے آسان صورت ہی کہ نیچرل عورتیں مردوں کو اپنے جیسا بنا کر ایک درجہ انہیں پیچھے ہٹالیں مساوات بہر صورت قائم ہوجاویگی۔

اور اس پر سب سے پہلے لبیک کہنے والا طائفہ حضرات شیعہ کا ہو گا جنکے یہاں اس مسئلہ میں بہت وسعت ہے۔

حضرات شیعہ کا اہلسنت سے باغ فدک وغیرہ جیسے جھگڑوں میں حصہ لینا بیجا بھی نہیں اسلئے کہ ہمنوائی نسا میں کمال پھر کیسے آتا اگر ایسا نہوتا۔

اگر حضرات شیعہ کے عقائد و بنائے مذہب پر غور کیا جائے تو انکے مذہب کی عینک لگا کر دیکھا جائے تو معلوم یہ ہوتا ہے کہ خاندان نبوت کی غرض سوائے تقسیم مال و غنائم کچھ بھی نہ تھی انکی حالت بعینہٖ آجکل کے سے معاذ اللہ دنیاداروں جیسی تھی حالانکہ خاندان نبوت خاندان نبوت تھا بروئے حدیث لا نورث ما ترکناہ صدقۃ بفحوائے وللہ میراث السموات والارض انبیاء کے پاس تو جو کچھ بھی میراث تھی وہ علم نبوت تھی رہا رزق مقدرہ کا قصہ سو یہ تو اسی مالک الملک کے ذمہ تھا جسنے یرزقہ من حیث لا یحتسب کی منادی کرکے سب کو بلکا کر دیا تھا اور اسی کے شایاں بھی تھا کیونکہ جب وہ انسان کے تمام منافع کا مالک بعینہٖ ایسی ہی طرح ہے جیسے گھوڑے کے منافع کا مالک اسکا پالنے والا ہوتا ہے تو پھر اس کو ہمارا ذمہ بھی لینا چاہیئے تھا یہ ہماری شومی قسمت ہے کہ ہم اس چیز کی فکر میں دن رات لگے رہیں جسکا ذمہ خود حقتعالی نے لیلیا ہو اور جو چیز ہمارے ذمہ تھی اُسے خدا کے حوالہ کردیں۔ رہا رزق انبیا کا قصہ سو جب عام رحمت یہ ہے تو اسی سے قیاس کیجئے کہ انبیاء علیہم السلام سے کیا معاملہ ہوگا وہ تو بوجہ نیابت الٰہیہ جبتک زمین میں قیام کرتے ہیں سرکار احدیت احکم الحاکمین کے ہی مہمان شمار ہوتے ہیں انکا مشاہرہ تو خزانہ عامرہ میراث السموات والارض ہی میں جمع ہوتا رہتا ہے بلکہ انکو تو خیر کثیر کی تقسیم کی منظوری دیجاتی ہے تاکہ سرکار احدیت کی شہنشاہی و فیاضی کا سکہ عالم پر قائم ہو جائے۔ بہر حال حضرات شیعہ کا نوحہ و بکا متعہ وغیرہ کا جواز درحقیقت آجکل آزادی کے خواہاں نیچرل عورتوں کے لئے ایک حد تک بہت مفید ہو سکتا ہے اور یہ سبق تو انہیں بجز حضرات شیعہ اور کوئی دے بھی نہیں سکتا، شاید دوسرے درجہ میں اگر کوئی انکا ہمنوا ہو تو وہ حضرات نصاری ہوں اس لئے کہ انہوں نے بھی

انتظام دینا کیلئے اسی قسم کی ایک کمیٹی ترتیب دی تھی جسکے ارکان باپ بیٹا روح القدس
میرے خیال میں یہ کمیٹی پنجتن کی کمیٹی سے بڑھکر ہے اس لئے کہ اسمیں خود اللہ میاں بھی شامل
حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی شریک ہیں حضرت جبریل بھی ہیں پنجتن کی کمیٹی میں تو اللہ میاں
سرپرست کہا جاسکتا ہے۔

اور اس کمیٹی میں تو خود اللہ میاں رکن کی حیثیت سے شریک ہیں میرے خیال میں
کا سبق اس کمیٹی نے بہت سکھلایا یعنی خالق و مخلوق دونوں کو ایکجا کر دیا، پنجتن کی کمیٹی میں تو ممکن
تھا کہ حضرات شیعہ حضرت علی سے کہ سنکر معاذاللہ اللہ میاں کو اُسکا سرپرست کر دیتے اسلئے کہ
پھر خالق تھے لیکن اس نصرانی کمیٹی میں امید نہیں ہوتی کہ اللہ میاں کو صدر تسلیم کرالیا جا
کیونکہ پھر تثلیث کا مسئلہ غلط ہو جائیگا۔ بہر حال قابل حیرت جو چیز ہے وہ تو یہ ہے کہ پنجتن کی کمیٹی
باوجود عورتوں کے ۱/۵ حصہ ہونے کے رسوخ حضرات شیعہ کے یہاں جسقدر اُن کا ہے
بیان کرنا بھی ایک قضیہ لاینحل ہے یوں کہوں تو شاید بیجا نہیں کہ بمسئلہ نساء میں امتیاز
کے مرتبہ میں ہے اس سے زیادہ قابل تعجب جو چیز ہے وہ یہ ہے کہ نصاریٰ کی تجویز کر
کمیٹی میں باوجود عورتوں کی عدم رسائی کے جو حکمرانی و آزادی حقوق میں وہ کسی اور جگہ نہیں
یہاں حاکم عورت ہے اور محکوم مرد ہے شاید اسوجہ سے ہو کہ اکلوتے بیٹے کا وجود مار
موقوف تھا غرض جنکے ماں عورتوں کا ایک نمائندہ تھا ان کے یہاں تو مردوں اور عورت

پچہ ا
کی ایک بہتر
مردوں کو اپنے بیٹ

کشفِ حقیقت

وفدِ علمائے پنجاب کی رپورٹ

کے متعلق

محترم بانی وفد کا بیان

جو چُپ رہیگی زبانِ خنجر ✦ لہو پکارے گا آستیں کا

" ذیل میں ہم وفد علمائے پنجاب کی رپورٹ متعلقہ دارالعلوم دیوبند کی بابت جو اسکے محترم بانی ومحرک کی طرف سے اخبار "العدل" گوجرانوالہ مورخہ ۷ اگست ۱۹۲۷ء میں بیان سپردِ قلم کیا گیا ہے بجنسہ نقل کرتے ہیں۔ تاکہ مسلمانوں کو معلوم ہو جائے کہ وفدِ پنجاب کی رپورٹ شائع شدہ میں واقعات کو اصلی حالت پر کیوں بیان نہیں کیا گیا۔ اُمید ہے کہ جن حضرات نے وفد کی رپورٹ سے کوئی اثر لیا ہوگا وہ اِس مضمون کو پڑھکر مطمئن ہو جائینگے۔

اب خود رپورٹ کے متعلق تنقیدی بیان بھی عنقریب شائع کیا جاویگا۔"

خادم

معتمد المدیر القاسم

دارالعلوم دیوبند

انتظام دنیا کیلئے اسی قسم کی ایک کمیٹی ترتیب دی تھی جسکے ارکان باپ بیٹا روح القدس تھے میرے خیال میں یہ کمیٹی پنجتن کی کمیٹی سے بڑھکر ہی اس لئے کہ اسمیں خود اللہ میاں بھی شامل ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی شریک ہیں حضرت جبریل بھی ہیں پنجتن کی کمیٹی میں تو اللہ میاں کو سرپرست کہا جاسکتا ہی۔

اور اس کمیٹی میں تو خود اللہ میاں رکن کی حیثیت سے شریک ہیں میرے خیال میں مساوات کا سبق اس کمیٹی نے بہت سکھلایا یعنی خالق و مخلوق دونوںکو ایکجا کردیا، پنجتن کی کمیٹی میں تو ممکن تہا کہ حضرات شیعہ حضرت علی سے کہ منکر معاذاللہ اللہ میاں کو اسکا سرپرست کردیتے اسلئے کہ وہ پھر خالق تھے لیکن اس نصرانی کمیٹی میں امید نہیں ہوتی کہ اللہ میاں کو صدر تسلیم کرالیا جائے کیونکہ پھر تثلیث کا مسئلہ غلط ہو جائیگا۔ بہر حال قابل حیرت جو چیز ہو وہ تو یہ ہو کہ پنجتن کی کمیٹی میں باوجود عورتوں کے ۱/۵ حصہ ہونے کے رسوخ حضرات شیعہ کے یہاں جسقدر اُن کا ہے اسکا بیان کرنا بھی ایک قضیہ لاینحل ہے یوں کھوں تو شاید بیجا نہیں کہ بمسئلہ نساء میں امتیاز عنقا کے مرتبہ میں ہی اس سے زیادہ قابل تعجب جو چیز ہے وہ یہ ہے کہ نصاریٰ کی تجویز کردہ کمیٹی میں باوجود عورتوں کی عدم رسائی کے جو حکمرانی و آزادی حقوق میں وہ کہیں اور جگہ نہیں انکے یہاں حاکم عورت ہے اور محکوم مرد ہے شاید اسوجہ سے ہو کہ اکلوتے بیٹے کا وجود ماں پر موقوف تھا غرض جنکے ہاں عورتوں کا ایک نمائندہ تہا ان کے یہاں تو مردوں اور عورتوں میں کوئی فرق نہ رہا۔

عورتوں میں امتیاز درجہ حرمت کو پہنچ گیا اور جنکے یہاں ایک بھی نمائندہ نہ تہا بلکہ کسی درجہ میں ضرورت تھی اُن کے یہاں اس صنف ضعیف کو حاکم بنالیا گیا، میں کہتا ہوں اگر حقیقۃً عورتوں کے اندر کچھ خلقی کمزوریاں نہوتیں تو نمعلوم مرد نکا کیا ناک میں دم ہوتا+

کشفِ حقیقت

وفدِ علمائے پنجاب کی رپورٹ

کے متعلق

محترم بانی وفد کا بیان

جو چُپ رہیگی زبانِ خنجر + لہو پکارے گا آستیں کا

" ذیل میں ہم وفد علمائے پنجاب کی رپورٹ متعلقہ دارالعلوم دیوبند کی بابت جو اسکے محترم بانی و محرک کی طرف سے اخبار "العدل" گوجرانوالہ مورخہ ۷ اگست ۱۹۲۷ء میں بیان سپردِ قلم کیا گیا ہے بجنسہ نقل کرتے ہیں۔ تاکہ مسلمانوں کو معلوم ہو جائے کہ وفدِ پنجاب کی رپورٹ شائع شدہ میں واقعات کو اصلی حالت پر کیوں بیان نہیں کیا گیا۔ اُمید ہے کہ جن حضرات نے وفد کی رپورٹ سے کوئی اثر لیا ہوگا وہ اِس مضمون کو پڑھکر مطمئن ہو جائینگے۔

اگر ضرورت ہوئی تو رپورٹ کے متعلق تنقیدی بیان بھی عنقریب شائع کیا جاویگا۔"

خاکسار

معتمد المدیر القاسم

دارالعلوم دیوبند

مورخہ ۱۵ صفر ۱۳۴۶ھ

نقل مضمون محترم بانی وفد علمائے پنجاب

دارالعلوم دیوبند

اسلامی جرائد اور علمائے پنجاب سے استدعا

قاسم العلوم حضرت مولانا علامہ محمد قاسم صاحب قدس سرہ العزیز کی مبارک اور مقدس یادگار دارالعلوم دیوبند نے گذشتہ ساٹھ سال سے دنیائے اسلام کے سامنے جو شاندار نتائج پیش کئے ہیں اُنہیں دیکھکر یہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ ہندوستان کا یہ دینی مدرسہ اپنی شان کی واقعی عدیم النظیر درسگاہ ہے۔ بخارا، افغانستان، ترکستان، سمرقند، عرب اور شام کے طلبہ کا یہاں سے فیض حاصل کرکے لوٹنا ہی اس درسگاہ کی مقبولیت کی دلیل ہے۔ مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ یہ مفید اور ممتاز دینی تعلیم گاہ جو آجتک مخالفین کی سازشوں سے بچکر نور ہدایت کی ضیاپاشی اطراف و اکناف عالم میں کر رہی تھی بدقسمتی سے چند خود غرض اور مفسدہ پرداز لوگوں کی کینہ وری کی آماجگاہ بن رہی ہے۔ گذشتہ چند ماہ سے اسلامی جرائد میں نہایت شد و مد سے یہ اعلان کیا جارہا ہے کہ دارالعلوم میں استبدادیت، ظلم، اور خود پرستی کا دور دورہ ہے۔ میں یہ ظاہر کرتے ہوئے دلی رنج محسوس کرتا ہوں کہ ان واقعات کی تشہیر میں جن موقر جرائد نے نہایت سرگرمی، تندہی، مگر ناعاقبت اندیشی سے حصہ لیا ہے اُن میں زمیندار، مدینہ اور انقلاب بالخصوص قابلِ ذکر ہیں۔ نہیں معلوم ان جرائد کے محترم مدیر کس اثر کے ماتحت ایسے مضامین کی اشاعت پر مجبور تھے۔ حالانکہ ان بزرگوں میں سے کسی ایک کو بھی اس واقعہ کے سلسلہ میں صرف ایک مرتبہ ہی دیوبند جانے کی فرصت نہیں ملی اور یہ بھی یقین نہیں کیا جاسکتا کہ محض خارج شدہ طلبہ کے شکایت آمیز خطوط کو صحیح سمجھکر ایک مستند مقبول اور ممتاز دینی درسگاہ کو دنیائے اسلام میں بدنام کرنیکی ٹھان لی گئی۔

میرے "ناگوار مشاغل" اگرچہ مجھے معاینۂ حالات کیلئے دیوبند جانے میں مانع آئے لیکن میری
درخواست پر "العدل" کے فاضل مدیر مولانا احمد علی صاحب وہاں اس غرض کیلئے تشریف لیگئے
۔ یہ نزاع جو صرف چند طلبہ ہی کی شورش نہیں بلکہ دراصل اُن بزرگوں کی رنجش کی وجہ ہے جو ان
طلبہ کی پُشت پر ہیں، ختم کرانے کی کوشش کیجائے۔ مولانا ممدوح وہاں سے نہایت ہی دل خوش کن
خبر لیکر آئے کہ یہ قضیہ نامرضیہ بہت جلد ختم ہو سکتا ہے۔ اگر چند بزرگ وفد کی صورت میں وہاں جائیں اور
مصالحت کرانے کی کوشش فرمائیں۔ علما کا وفد اور پھر پنجاب کے علما کا وفد یہ ایک نہایت ہی مصیبت
تھی۔ وفد کے مرتب کرنے میں انجمن خدام الدین کے محترم ناظم حضرت قبلہ مولانا احمد علی صاحب کو جو صعوبت
برداشت کرنا پڑی اس کا تذکرہ میں یہاں نہیں کرنا چاہتا۔ آخر علمائے پنجاب کا وفد خدا خدا کرکے وہاں پہنچا
لیکن میں دلی درد سے یہ ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ جو اصحاب وفد میں شریک ہو کر گئے۔ مجھے گو اُن کی نیتوں
پر شک تو نہیں لیکن ان بزرگوں میں سے غالب تعداد ایسے محترم رفقا کی تھی جو پہلے ہی یہ تہیہ کرکے گئے تھے کہ جانبدارانہ
طریقہ سے وہاں صرف ایک فریق کی حمایت پر ہی کمر باندھی جائیگی۔ اور بس۔ ایسے وفد کا جو نتیجہ ہونا
تھا وہ ظاہر ہے۔ وفد کی رپورٹ روزانہ اسلامی جرائد نے شائع کر دی ہے اور اب باقساط معزز جریدہ
"شہاب" راولپنڈی میں شائع ہو رہی ہے۔ میں اراکینِ وفد کا پورا احترام کرتے ہوئے نہایت
ہی ادب سے گذارش کرونگا کہ روئدادِ وفد جو شائع ہوئی ہے اُسکا بیشتر حصہ غیر واقعی حالات پر مشتمل
ہے اور اصلی واقعات سے قطعاً چشم پوشی کر لیگئی ہے۔ حیرت ہے، کہ اگر دار العلوم میں اسقدر اندھیر ہے
جس کا بیان کرنا اہل وفد کا مقصود ہے۔ تو پھر اس استبداد، ظلم، اور اندھیر کے ہوتے ہوئے حضرت
قبلہ مولانا حسین احمد صاحب جیسی حریت پسند، غیور اور خود دار شخصیت نے کیونکر وہاں طلبہ کو درس حدیث
دینا منظور فرمالیا۔

انوار العلوم حضرت شاہ صاحب کی عزت و احترام تمام متوسلین دار العلوم پر فرض ہے
لیکن اس جذبۂ احترام کا یہ اثر تو ہرگز نہ ہونا چاہیئے کہ خود اُن کے اُستاذ محترم حضرت فخر الہند مولانا
حبیب الرحمٰن صاحب مہتمم ثانی دار العلوم کو دنیا میں ذلیل اور حقیر کر دیا جائے۔ بدقسمتی سے عوام نے

خواہ مخواہ حضرت شاہ صاحب کو ایک "فریق" بنا دیا ہے۔ حالانکہ انکے زہد وورع اتقائے بیمثال کو دیکھتے ہوئے یہ کبھی بھی خیال نہیں آسکتا کہ حضرت شاہ صاحب ایسی ناہنجار مساعی میں ایک لمحہ کیلئے بھی حصہ لینے کو طیار ہوں جنکا اصل مقصد مہتمم صاحب دار العلوم کو بدنام اور ذلیل کرنا ہو اور مدرسہ کو برباد اور تباہ کر دینا ہو۔ موقر اخبار مدینہ میں مہتمم صاحب کو ایسے بری الفاظ سے یاد کیا گیا ہے کہ اُن کا دُہرانا بھی میں یہاں تہذیب کے منافی سمجھتا ہوں۔ لیکن کیا یہی بات سارے قصہ کو ختم نہیں کر دیتی کہ آجتک مہتمم صاحب کی طرف سے ایک بھی ایسا جواب جو "کلوخ انداز را پاداش سنگ است" کا مرادف ہونا چاہیئے نہیں دیا گیا۔ اور یہ خاموشی محض اسوجہ سے ہوئی کہ فریقِ مخالف نے اپنا حامی حضرت شاہ صاحب کو مشہور کر رکھا تھا۔ اور مولانا حبیب الرحمٰن صاحب کی نیک نفسی نے یہ گوارا نہیں فرمایا کہ انکی طرف سے حضرت شاہ صاحب کے خلاف ایک حرف شکایت تک بھی شائع ہو۔ لیکن اب جبکہ مخالفینِ دار العلوم نے اپنی انتہائی کوششیں مدرسہ کو تباہ کرنے کیلئے وقف کر دی ہیں۔ سر دست دار العلوم کے ۲۲ محترم اساتذہ و منتظمین نے اپنا ایک بیان شائع کیا ہے۔ جو آج میرے زیرِ نظر ہے۔ دستخط کنندگان میں حضرت قبلہ مولانا مرتضیٰ حسن صاحب، مولانا محمد اعزاز علی صاحب، مولانا محمد شفیع صاحب اور مولانا محمد ابراہیم صاحب مدظلہم العالی جیسی شخصیت کے بزرگ شامل ہیں۔ اس بیان میں "بعض مفسدوں کی طالب علمانہ لباس میں شر انگیزیوں" کو ظاہر کیا گیا ہے۔ اور یہ ثابت کیا گیا ہے کہ یہ مفسدہ پردازی جسمیں حق و انصاف ادب و احترام اور اخلاق و ایمان سے یکسر چشم پوشی کی گئی ہے ۹۲۵ طلبہ میں سے صرف ۱۵ یا ۲۰ خارج شدہ طلبہ کی شرارتوں کا نتیجہ ہے۔ اور ان بدبین اور محسن کش لوگوں کا منشا صرف یہ ہے کہ حضرت مہتمم صاحب اور شاہ صاحب مدظلہما کے نہایت ہی پرانے تعلقاتِ محبت کو ضعیف و خوار کر دیا جائے۔ حضرت شاہ صاحب کی شرافت اور نرمی کا ناجائز فائدہ اوٹھا کر اخبارات میں یہ مشہور کر دیا کہ حضرت شاہ صاحب اس شورش میں ان سے ہمدردی رکھتے ہیں۔ وہ لوگ جو اس انتظار میں تھے کہ دار العلوم کو تباہ و برباد کر دیا جائے اس موقع کو کیونکر ہاتھ سے جانے دیتے۔ انہوں نے شاہ صاحب کے معتقدین کا بھیس بدل کر کھلے بندوں مدرسہ کی مخالفت شروع کر دی اور آج اس مخالفت کا نتیجہ ہمارے سامنے ہے۔ کہ خود اب جناب مہتمم بھی حضرت شاہ صاحب سے دلبستہ شکوہ کرنے پر مجبور ہو رہے ہیں۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ اخبارات میں شائع شدہ مضامین کا شافی اور مسکت جواب مہتمم صاحب نے عرصہ سے تیار کر رکھا ہے

لیکن اسکی اشاعت میں صرف اسلئے توقف کیا جارہا ہے کہ اگر وہ جواب شائع ہوگیا تو پھر معاملات ایسا طول پکڑ جائینگے کہ ہر دو فریق میں مصالحت قریب قریب محال ہو جائیگی اسلئے پیشتر اس کے کہ پھر اخباری دنیا میں یہ مناظرہ شروع ہو میری مودبانہ درخواست علمائے پنجاب سے یہ ہے کہ وہ خدا کیلئے دار العلوم کی حالت پر رحم کریں یہ مدد کا وقت ہے، ایک فریق کی یکطرفہ حمایت پر کمر باندہ لینے سے تو کبھی مصالحت نہیں ہوسکتی ۔ حضرت شاہ صاحب کی عزت کو اگر برقرار رکھنا ہے ۔ اور مدرسہ کے نام بلند کو بدستور روشن کرنا ہے تو پھر آپکا فرض ہونا چاہیئے کہ اخبارات میں مضمون شائع کرنے یا کرانیکے بجائے آپ یہ کوشش کریں کہ حضرت شاہ صاحب اور مہتمم صاحب کے تعلقات کسی صورت میں بھی کشیدہ نہوں بلاشبہ حضرت شاہ صاحب کی ہستی ہندوستان بھر میں باعتبار علم و فضل زہد و اتقا ہمارے لئے باعث صد ہزار افتخار ہے لیکن اس امر کو نظر انداز کر دینا بھی آفتاب نیمروز کی روشنی کو جھٹلانا ہے کہ جس طرح دار العلوم کی عزت شاہ صاحب سے ہے اسی طرح شاہ صاحب کا وقار بھی دار العلوم دیوبند ہی کی وجہ سے ہے۔ ہم آج جوش محبت میں جو یقیناً عارضی ہے (اور میں کہوں گا کہ پنجاب کے علما نے آجتک کونسی خاص امداد دیوبند کو پہنچائی ہے جسکی وجہ سے ان کے جوش کو دائمی اور دیرپا کہا جاسکے) اگر حضرت شاہ صاحب کو دیوبند سے لاہور لے آئیں تو بیشک حدیث کا درس تو وہ یہاں بھی دینگے لیکن وہ عزت، وہ وقار، اور وہ شان ہرگز ہرگز نہیں رہیگی ۔ پس آپ کا فرض ہے کہ ہر ممکن سعی سے اس وقت دار العلوم کی عزت برقرار رکھی جائے۔ اس معاملہ میں اگر ذرا بھی کوتاہی ہوگئی اور جامعہ قاسمیہ جو آج دنیائے اسلام میں جامعہ ازہر کے بعد ممتاز اور مقبول حیثیت رکھتی ہے تباہ ہوگئی تو اسکا جواب دہ یقیناً اسلامی جرائد اور علمائے پنجاب ہونگے اگر آپ کو اَور کسی بات سے غیرت نہیں آسکتی ۔ تو کیا علمائے اسلام کے دشمن قادیانی اخبار "الفضل" کی یہ طنز بھی آپ کو ہوش میں نہیں لاسکتی کہ مسلمانوں کے علما سے ایک مدرسہ بھی چل نہیں سکتا ۔ خدا کے لئے دشمنوں کو ہنسنے کا موقع نہ دیجئے اور صلح اور محبت سے جو آپ کا اصل شیوہ ہے اس گتھی کو سلجھانے کی فکر کیجئے

منظور ایم ۔ اے

دار العلوم دیوبند

کے متعلق

عالیجناب لفٹنٹ نواب حاجی محمد جمشید علیخانصاحب ایم۔ بی۔ ای ایم ایل سی

رئیس باغپت کا بیان

" عالیجناب نواب جمشید علیخانصاحب دیوبند میں تشریف لائے اور اپنے قیام میں دار العلوم کے تمام شعبہ جات کا معاینہ فرمایا بحمد اللہ کہ بہت خوش تھے اور اس کا ایک ثمرہ آج بصورت مطبوعہ اشتہار ہمارے سامنے ہے ہم اسکو بجنسہ نقل کرتے ہیں۔ تاکہ دار العلوم کی طرف سے جو غلط خیالات پیدا کئے گئے ہیں، وہ دور ہوجائیں"۔

خاکسار معتمد المدیر القائم

ایک عرصہ سے میری تمنا تھی کہ دار العلوم دیوبند کی زیارت سے مشرف ہوں مگر کل امر مرھون باوقاتھا میں ہفتہ گذشتہ میں دیوبند گیا مختلف اخبارات میں دار العلوم کے خلاف مضامین دیکھکر میں نے یہ تہیہ کر لیا تھا کہ ہر چیز کا بہ نظرِ تحقیق و تجسس معاینہ کروں تاکہ معلوم ہو کہ جو واقعات اخباروں میں شائع کئے گئے ہیں کہاں تک صحیح ہیں۔

میں نے تقریبًا ہر شعبہ کو دیکھا اور عمال و مدرسین سے فردًا فردًا گفتگو کی۔ میں جس نتیجہ پر پہونچا وہ یہ ہے کہ دار العلوم کی تعلیمی اور انتظامی دونوں حالتیں قابلِ اطمینان ہیں۔ میں حضرت مہتمم صاحب قبلہ اور اُن کے نائب حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب کے حسنِ انتظام کی تعریف کرتا ہوں جن کے زیر اہتمام ایک ایسی عظیم الشان درسگاہ جسمیں آٹھ سو طلبا تعلیم پاتے ہیں اس خوبی کے ساتھ اسلامی خدمات انجام دے رہی ہے۔ میری رائے میں جملہ حسابات و انتظامات ایسے مکمل اور باقاعدہ ہیں کہ کسی پرائیوٹ درسگاہ میں جسکا انحصار محض توکل پر ہو بہت مشکل سے ہو سکتے ہیں۔ گذشتہ ایام میں طلبا کے متعلق

جو بدنظمی پیدا ہوگئی تھی میں نے اسکی تحقیقات کی اور اسکے متعلق تمام کاغذات جو دفتر میں موجود تھے پڑھے۔
حقیقتاً وہ ایک ہنگامی شورش تھی جسکا اثر اب کچھ بھی نہیں۔ چند مفسدہ پرداز طلبہ نے جو ہر تعلیمگاہ میں خواہ مغربی علوم کی ہو یا مشرقی علوم کی موجود ہوا کرتے ہیں۔ دوسروں کو اغوا کرکے منتظمین کے خلاف بھڑکا دیا تھا اور اس شورش کی یہانتک نوبت پہونچی کہ مولوی گل محمد خاں صاحب کے ساتھ ایسی بے ادبیاں کیگئیں جو کسی حالت میں قابل معافی نہیں ہوسکتیں۔ نہایت افسوس ہے کہ ایسی طلبا جنہوں نے ایسی درسگاہ میں جو دینیات کا مرکز ہے تعلیم و تربیت حاصل کی تھی ان افعال قبیحہ کے مرتکب ہوئے۔ اگرچہ اس شورش کی تمام ذمہ داری انہیں مفسدہ پرداز طلبہ پر ہے تاہم میں ضرور کہونگا کہ اگر مہتممان مدرسہ تحقیقات کرکے ان کو کافی سزا دیتے تو آیندہ کیلئے اس تباہ کن سازش کا سدباب ہوجاتا مگر ایسا نہیں کیا گیا مہتممانِ مدارس کا جہاں یہ فرض ہے کہ طلبا کی تعلیم اور آسایش کا انتظام کریں اسکے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی اُن کے فرائض میں داخل ہے کہ جسکو بدرویہ دیکھیں اسکے افعال کے موافق اُسکو سزا دیں تاکہ دیگر طلبا اسکی تقلید سے باز رہیں اور ایسی درسگاہ میں جسکے طلبا مقتدایانِ قوم بننے والے ہیں اسکا اہتمام اور بھی زیادہ ضروری ہے۔ اس شورش کے بعد طلبار نے یہ مطالبہ پیش کیا تھا کہ مولوی گل محمد خاں صاحب کو ان خدمات سے جنکا تعلق براہ راست طلبہ کے ساتھ ہے علیحدہ کردیا جائے۔ مہتمم صاحب نے اُسکو منظور فرمالیا۔ اس سے زیادہ طلبہ کی اور کیا دلداری کیجاسکتی ہے۔

دوسرا معاملہ جس نے پبلک میں ہیجان پیدا کر رکھا ہے وہ مولانا انورشاہ صاحب مدظلہ کی روانگی ہے۔ مجکو مولانا صاحب موصوف سے ملنے اور گفتگو کرنے کا موقعہ نہیں ملا کیونکہ آپ اُسوقت وہاں موجود نہیں تھے۔ مگر مجکو معلوم ہوا کہ آپ باقاعدہ درخواست دیکر اپنے والدصاحب کی زیارت کیلئے دو مہینے کی رخصت پر کشمیر تشریف لیگئے ہیں۔ آپکی رخصت کا زمانہ قریب الختم ہے اور مہتممان آپکی واپسی کیلئے چشم براہ ہیں۔ یہ گمان کرنیکی بظاہر کوئی وجہ نہیں کہ مولانا صاحب موصوف واپس آئینگے مجھے قوی اُمید ہے کہ آپ اس قومی درسگاہ کو اپنے فیضِ تعلیم سے محروم نہ فرمائینگے۔

حقیقتاً مولانا حبیب الرحمن صاحب کی ذات ستودہ صفات دارالعلوم کے حق میں ایک رحمت خداوندی ہے۔ دارالحدیث کی عظیم الشان عمارات اور جملہ انتظامات کی خوبی آپکی فہانت اور سرگرمی پر دال ہیں۔ ہندوستان کی قومی درسگاہوں کے منتظم یہاں آئیں اور ان لمبی ڈاڑھی رکھنے والوں اور نیچے کُرتے پہننے والوں سے جو ہمیشہ نئی روشنی والوں کی آماجگاہ رہتے ہیں حسن انتظام کا سبق لیں اور دیکھیں کہ دارالعلوم جسکو ہندوستان کا جامع ازہر کہنا غلط نہ ہوگا کس خوبی کے ساتھ چل رہا ہے

مجھے یہ معلوم کر کے بہت خوشی ہوئی کہ حال میں طلبہ اور مقامی ہندوؤں کے درمیان جو کشمکش ہو گئی تھی وہ خیریت کے سا[تھ]
ختم ہو گئی۔ مولانا حبیب الرحمن صاحب قبلہ اور خان بہادر شیخ ضیاء الحق صاحب نے اس نازک موقعہ پر جس دانشمندی اور عاقبت اندیشی سے
کام لیا اسکی تعریف نہیں ہو سکتی حقیقتاً اگر یہ حضرات عین وقت پر اپنی مصالحانہ روش سے واقعات کو قابو میں
نہ لاتے تو دیوبند کا واقعہ سہارنپور، دہلی، اور کلکتہ سے زیادہ تباہ کن اور جانگداز ہو جاتا اور ایسے بد نتائج
ظہور میں آتے جس کے خیال سے بھی دل کانپ اٹھتا ہے۔ مجھے یہ معلوم کر کے بیحد مسرت ہوئی کہ پنڈت آسارام صاحب نے پوری رواداری اور
عالی حوصلگی سے کام لیکر ان واقعات کو فرقہ بندی کی رنگ آمیزیوں سے بچایا۔ پنڈت صاحب موصوف ہم سب کے شکریہ کے مستحق ہیں
سب سے بڑی خوشخبری یہ ہے کہ حکیم الامۃ حضرت مولانا حافظ قاری محمد اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہ نے اس
درسگاہ کی سرپرستی قبول فرمالی ہے اور ممدوح باوجود پیرانہ سالی اور کثرتِ اشغال کے اسکے انتظامات میں منہمک
ہیں جو کچھ کیا جاتا ہے آنجناب کی رائے اور مشورہ کے موافق کیا جاتا ہے ادنیٰ ادنیٰ جزئیات بھی آپ کی نظر سے
دارالعلوم کے انتظامات میں پبلک کے لئے اس سے زیادہ اور کیا اطمینان کی صورت ہو سکتی ہے آپ کی سرپرستی دارالعلوم کے حق میں بڑی خوش نصیبی
مسلمان پبلک میں یہ معلوم کر کے نہایت خوشی ہوگی کہ مہتمم صاحب نے مبلغین کی تعلیم کیواسطے ایک نیا شعبہ کھولا ہے
ایک سنسکرت اور ایک انگریزی کے فاضل کا تقرر کیا گیا ہے۔ عربی کے فارغ التحصیل طلبا دیگر مذاہب کی تحقیقات کیلئے ا[ن]
درجوں میں تعلیم پائیں گے۔ ظاہر ہے کہ جو طلبا دیگر مذاہب سے واقف ہو کر تبلیغ کرینگے وہ نہایت خوبی اور کامیابی کے
ساتھ اپنی خدمات انجام دینگے۔ مہتمم صاحب نے یہ شعبہ کھولکر دنیائے اسلام پر بڑا احسان کیا ہے۔ مسلم پبلک آپکو مبارکباد دیتی
یہاں آکر یہ بھی معلوم ہوا کہ چند طلبا جو مدرسہ سے نکالدئے گئے ہیں مگر اسی شہر میں مقیم ہیں منتظمان کو بدنام کرنیکے ل[ئے]
اخباروں میں مضامین بھیجتے رہتے ہیں جن حضرات کو دارالعلوم سے دلچسپی ہے میں نہایت ادب کے ساتھ انکو مشورہ دیتا ہوں کہ
محض لغو عبارات پڑھکر کسی معاملہ میں رائے قائم نہ کریں بلکہ اُن کو جو شبہات ہوں ان کے متعلق دیوبند تشریف لاکر تحقی[ق]
کریں مہتمانِ مدرسہ کو ان معاملات میں بیدل ہونے کی ضرورت نہیں چند روز میں حق و باطل کا خود بخود اظہار ہو جا[ئیگا]
میرا مقصود اس تحریر سے نہ کسی کی ثنا و صفت ہے نہ کسی دوسرے کی اہانت میں نے جو کچھ لکھا اظہار حق کے لئے اپنے ضمیر [کے]
موافق لکھا ہے وما علینا الا البلاغ ۔

خادم اسلام (حافظ حاجی) محمد جمشید علیخان
(لفٹننٹ نواب ایم ۔ بی ۔ ای ۔ ایم ۔ ایل ۔ سی)

باغپت ضلع میرٹھ

اہلِ اسلام کو ایک گراں بہا علمی بشارت

دنیا میں اسلام کیونکر پھیلا کا ترجمہ انگریزی زبان میں

ہمت و ایثار کی دو نظیریں

ہندوستان کے مختلف طبقوں نے فخر الہند حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب سابق مفتی مملکت آصفیہ وحال ناظم دار العلوم دیوبند کے مفید و معرکۃ الآرا مضمون مذکورہ بالا کو ہاتھوں ہاتھ لیکر جسطرح متوسلین دار العلوم کیلئے یہ پیغام بشارت دیا ہے وہیں انہیں یہ معلوم ہو کر بھی بیحد مسرت ہوگی کہ انبالہ کے جناب سید محمد کاظم صاحب ہیڈ ماسٹر بی۔ لے۔ بی ٹی ایل ایل بی نے حسبۃ للہ از خود اشاعت اسلام کا انگریزی میں ترجمہ کرنیکی درخواست اور پختہ وعدہ فرمایا ہے، صاحب موصوف کا صمیم قلب سے کارکنان القاسم اور حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب شکریہ ادا کرتے ہیں اور جلد سے جلد اس یوم مسعود کے منتظر ہیں کہ جب یہ مقبول انام مضمون اپنی ضیا پاشی انگریزی زبان میں کرے اور مشرق سے گذر کر مغرب میں اسلام کی یہ دعوت عام ہو۔"

ایک دوسری بشارت

اس بشارت کی مسرت میں چند ہی دن گذرے تھے کہ بچھرایوں سے جناب مولانا عبد الباسط صاحب ایم اے ایل ایل بی نے تحریر فرمایا کہ جسوقت میں نے حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب کا یہ مضمون پڑھا تو فوراً یہ خیال ہوا کہ کاش اس مضمون کا کوئی انگریزی زبان میں ترجمہ کرتا تاکہ عالمان مغرب کیلئے یہ ایک بصیرت ہوتی حسن اتفاق سے القاسم کے ماہ صفر کے آخری صفحہ پر آپ کی بھی یہ خواہش اسکے متعلق معلوم ہوئی جو محض حسن اتفاق تھا ان دونوں خبروں نے مجھے مجبور کیا کہ میں آپ کو یہ عریضہ ارسال کردوں میں اسقدر کام کی اہم ذمہ داری تو نہیں لے سکتا تاہم دل ضرور چاہتا ہے آپ تینوں کتابیں اشاعت اسلام، تقریر دلپذیر، حجۃ الاسلام

مجھے روانہ فرماویں میں اسکے متعلق ضرور غور کرونگا۔

ہم نے انہیں حجۃ الاسلام، تقریر دلپذیر بھیجدی ہے یقین ہے کہ وہ ان دونوں کا ترجمہ فرمانیکی سعی بلیغ فرماویں گے۔

اب صرف ہماری سعی مشکور کا ایک جزو باقی رہگیا ہے اور وہ یہ کہ کوئی صاحب دین و دولت ہر سہ کتب مفیدہ کے مصارف طباعت واشاعت انگریزی کی ذمہ داری بھی کلی طور پر لیلیں تاکہ مغرب میں خدا کا سچا نور پہنچانے میں ہم لوگ پھران کتابوں سے گذر کر خاص کتاب اللہ کے نور کو یورپ میں پہنچائیں اور اس نور خالص سے وہ تمام زنگ اور میل دور کردیں جو عیسائی مترجمی انگریزی تفاسیر نے ابتک پھیلا رکھا ہے۔"

دعا اور اعانت دونوں کی ضرورت ہے اُمت مرحومہ کی سچی فلاح کی جو جو صورتیں ہمارے بیدار قلب میں راسخ و پنہا ہیں، اُن کو دیکھتے ہوئے تو اکثر ہمارے قلب میں عجب و استعجاب پیدا ہوجاتا ہے لیکن یہ اپنے بزرگوں کی کفش برداری کا طفیل ہے کہ من تواضع للہ رفعہ اللہ سے ہم اس عجب و استعجاب کا صحیح علاج بھی کرلیتے ہیں۔"

کیا فائدہ فکر بیش و کم سے ہوگا جو کچھ ہوا ہوا کرم سے تیرے	ہم کیا ہیں جو کوئی کام ہم سے ہوگا جو کچھ ہوگا تیرے کرم سے ہوگا	

العاجز الحقیر

طاہر بن احمد القاسمی کان اللہ

رجسٹرڈ نمبر اے ۱۴۷۱

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما انا قاسم واللہ یعطی

القاسم

دور جدید

جلد ۳ ربیع الثانی سنہ ۱۳۴۶ھ نمبر ۴

مرکز العلوم الاسلامیہ جامعہ قاسمیہ دار العلوم دیوبند کا ماہوار دینی و علمی رسالہ

زیر ادارت

فخر الہند حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب ناظم ثانی جامعہ قاسمیہ

باہتمام:

خاکسار طاہر بن احمد القاسمی نائب المدیر

مطبع قاسمی دیوبند میں طبع ہو کر

دفتر القاسم دار العلوم دیوبند سے شائع ہوا

قیمت سالانہ دو روپیہ آٹھ آنہ مع محصول ڈاک

فی پرچہ ــــ ۴ر

فہرست مضامین رسالۃ القاسم بابت ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ

جو

بیادگار حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قدس اللہ سرہ بانی دارالعلوم دیوبند

(بسرپرستی)

قدوۃ الانام حضرت مولانا الشاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی و حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری و حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی و حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب صدر مہتمم و دیگر مقدس و مقتدر علماء دیوبند سے شائع ہوتا ہے

نوٹ مراسلات میں نمبر خریداری ضرور تحریر کیا کیجئے، تاکہ تعمیل حکم میں کسی قسم کی دشواری پیش نہ آئے۔

(القاسم)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ تقدیر

اِنَّا کُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنَاہُ بِقَدَرٍ

اس معرکۃ الآرا مسئلہ میں جسنے بھی دماغ سوزی کی ہی انجام کار اسے حقیقت سے ہاتھ دہونا پڑا۔ کوئی قوم جبکہ وہ محض اپنے خوض کی کمند لگا کر اس مسئلہ کی بام پر چڑھی تو افراط پر پہنچ گئی اور کوئی گری تو تفریط پر آکر ٹھہری۔ ہاں جو مبارک انسان آسمانی شرائع کی مدد سے اس مسئلہ کو سمجھنے کیلئے اُٹھے انہوں نے حقیقت کا سراغ لگالیا اور ان کی سعی مشکور ہوئی انہوں نے اس مسئلہ میں ایک ایسی راہ دریافت کی جو افراط و تفریط کے درمیان استقامت اور اعتدال کی تھی اور اسی لئے ان کا کلمہ ابدتک کے لئے باقی اور قائم ہو گیا۔ کیونکہ عالم میں بقا ہمیشہ اعتدال کے لئے رہی ہے۔

اہل سنۃ کا دعویٰ یہ ہے کہ بھلائی اور برائی کا خالق حق تعالیٰ شانہ ہے۔ اور جس طرح خالق خیر ہونا اُسکے لئے کمال ہی اسی طرح خالق شر ہونا بھی اس کیلئے کمال اور ہنر ہی۔ بندہ میں بھلائی اور برائی کے ملکے اُسی نے رکھے۔ ہاں کچھ اختیار اور قدرۃ و ارادہ کی طاقت بندوں کو بھی عطا فرمائی تاکہ وہ اُنپر گرفت فرما سکے۔ لیکن اس غیر مستقل ارادہ و قدرۃ کی عنان اپنی ہی ید قدرۃ میں رکھی۔ پس انسان باختیار ہو کر بھی اُس کے اختیار سے باہر نہیں ہی یعنی کچھ مختار ہے اور کچھ مجبور۔ اختیار کا کمال اسے اُدھر سے ملا اور جبر کا نقصان اُس میں پہلے سے تہا پس بندہ جو کچھ بھی کرتا ہی وہ اپنی ارادہ و قدرت سے کرتا ہی لیکن وہ قدرۃ و ارادہ بھی اُس میں خدا ہی کا پیدا کردہ ہی اور اس لئے انجام کار یہ بندہ اور اُسکے سارے افعال خدا ہی کے افعال ہوجاتے ہیں۔ وَاللہُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُون +

اسلام کا یہ بدیہی مسئلہ چند شبہات کی آماجگاہ ہے انہی چند شبہات و وساوس نے اہل زیغ پر اس مسئلہ کو مشتبہ بنا دیا ہے۔ اگر ان شبہات کا ازالہ کر دیا جائے تو مسئلہ بالکل صاف و بدیہی نظر آنے لگے گا۔ گو شبہات اور وساوس بہت ہیں جو اہل ہوا کی طرف سے اس پر پیش ہوتے رہتے ہیں۔ لیکن تمام شبہات کے اصول تین شبہ ہیں۔

(۱) جبکہ بھلائی اور برائی کا پیدا کرنیوالا وہی ہے۔ اور بندہ کا کفر و شرک کرنا یا ایمان لانا اس کا ہر ایک کسب بلکہ اس کی تمام ارادہ و قدرۃ کی طاقت اللہ ہی کے ارادہ و قدرۃ سے وابستہ ہے یہ عاجز بندہ کسی طرح سے بھی خود مختار بالاستقلال نہیں تو پھر سزا و جزا اور مجازاۃ کا سلسلہ اس نے کیوں قائم فرمایا۔ حالانکہ نتیجہ اس کفر و شرک کی ایجاد و تخلیق اسی نے کی۔ یہ مانا کہ کفر کی بیماری بندہ نے اختیار کی تو وہ بڑھی۔ لیکن کیوں بڑھی؟ تم کہو گے کہ نسخہ ایمان کا استعمال نکیا۔ لیکن کیوں نکیا؟ تو پھر نتیجہ یہی ظاہر ہوگا کہ خدا کا حکم ایسے طرح اور تقدیر الٰہی کا یہی اقتضا تھا۔ پس جبکہ خود بندہ اور اسکا کفر و شرک اسی کے ارادہ و مشیۃ سے ہوا یعنی اسنے کرا دیا تو پھر اس بے بس غیر مستقل بالارادہ اور عاجز کو جہنم میں کیوں دھکیلا جاتا ہے۔؟ یہ تو صریح ظلم ہے اور ظاہر ہے کہ یہ ظلم کی نسبت محض اس وجہ سے لازم آئی کہ اہل سنۃ نے خدا کو بندوں کے کفر و شرک کا خالق مانا۔

(۲) ایک بے بس بندہ کو تو شر کرنیسے شریر کہا جاتا ہے حالانکہ وہ شر کا خالق بھی نہیں نہ شر پورے طور سے اس کے قبضہ میں ہے تو کیا وہ خدا تعالیٰ بھی جسکو اہل سنۃ نے شر کا خالق اور موجد تسلیم کیا ہے. معاذ اللہ شر والا کہا جائیگا۔ اور شر و قبح کی نسبتہ اہل سنۃ اس کے لئے گوارا کریں گے؟ کیونکہ اگرچہ بندہ اس شر کیلئے مباشر ہے مگر اس کا خالق اس شر کیلئے مسبب ہے۔ اگر وہ نہ چاہتا تو یہ بندہ کیسے کرتا۔؟ اور جبکہ شر کیوجہ سے مباشر کو شریر کہسکتے ہیں تو مسبب بھی اس نسبتہ سے بری نہیں رہسکتا۔ اور یہ خدا کی بے عیب بارگاہ میں عیب کا اثبات ہے۔

(۳) جبکہ ہدایت و گمراہی صرف اسی کے ہاتھ میں ہے۔ نہ مومن اپنے مستقل ارادہ سے ایمان لایا نہ کافر نے کفر اختیار کیا یعنی معز و مذل اور ہادی و مضل وہی ہے تو پھر رسولوں کا بھیجنا اور کتابوں کا

آسمان سے آتار نا لاحاصل اور بے سود ہو گیا۔ کیونکہ یہ چیزیں سامانِ ہدایت ہیں اور یہ سب اُسی کے قبضہ میں ہیں۔ ادھر بندہ بھی اُسی کے قبضہ میں ہی پھر بندہ کا اختیار بھی اُسی کے ہاتھ میں ہے چاہے ایمان دے چاہے کفر۔ تو پھر بندہ کی وہ تمام مساعی جو وہ ایمان حاصل کرنے کے لئے کرتا ہے بیکار ہو گئیں۔ ادھر انبیاء علیہم السلام تبلیغ میں جتنی سرگرمی دکھاتے ہیں پھر اُن کے نائب اشاعت دین کے لئے جتنا بھی سامان تبلیغ جمع کرتے ہیں عبث اور بیکار ٹھہرا۔ کیونکہ مومن و کافر اُسی کے کئے سے ہوتے ہیں اور وہ متعین ہو چکے ہیں اور عبث فعل کرنا سفہ ہی تو کیا اہل سنۃ اُس کی حکیم ذات کو سفیہ کہنا گوارا کریں گے؟

خلاصہ یہ کہ اللہ کو خالق شر ماننے سے تین زبردست عیوب خدا کی ذات میں لازم آئے ایک ظلم، دوسرے شر، اور تیسرے سفہ۔ اور ظاہر ہی کہ خدائے برتر و توانا کو ظالم شریر اور سفیہ کہنے والا ہی ان بُرے سے بُرے خطابات کا مستحق ہی۔ نہ کہ خدا کی مقدس ہستی۔

خلاصہ شبہات ثلثہ

تنزیہ و تقدیس الٰہی

یہ تین اصولی اعتراضات ہیں جو اہل سنۃ پر کئے جاتے ہیں۔ ان ہی تین سے تمام فروعی شبہات و وساوس کا شجرۂ خبیثہ ظہور پذیر ہوتا ہی۔ وما لہا من قرار لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ ان تین اصول کی بھی ایک اصل ہی جس سے یہ تین شاخیں پھوٹی ہیں۔ اور اس طرح گویا مسئلہ تقدیر پر صرف ایک ہی شبہ ہی جو وارد کیا جا سکتا ہی۔

وہ یہ کہ جس قوم نے بھی خدا کے وجود کو تسلیم کیا ہی تو اُس کو منزہ۔ مقدس۔ عیوب سے پاک تسلیم کیا ہی۔ ظلم و سفہ اور ہر چھوٹی بڑی شر سے بری مانا ہی۔ کیونکہ عیب تھوڑا ہو یا بہت بہر حال عیب ہی ہی اور بلا شبہہ عیب شانِ اُلوہیت کے منافی ہے۔ خدا ہی وہ جو بے عیب ہو۔ تنزیہ و تقدیس اُس کی خانہ زاد اور مکمل ہو۔ لیکن جب اہل سنۃ اُسکو شر کا

خالق قرار دیتے ہیں تو پھر اُس کی شان تنزیہ میں فرق آجاتا ہی۔ متعدد عیوب سے اُس کی ذات بری نہیں رہتی کہیں شر لگتا ہے کہیں ظلم کی نسبتہ ہوتی ہی کہیں سفاہت لازم آتی ہے اور اس تمام گستاخی کی ذمہ داری اہل سُنّت پر عائد ہوتی ہی نہ وہ شر کی نسبتہ کرتے نہ خدا کی شان تنزیہ پر یہ بدنما اعتراضات کے دھبے پڑتے۔ پس ایک ہی زبردست شبہہ جو اہل سُنّت پر کیا جاسکتا ہی یہ نکلا کہ وہ اپنی اس عقیدہ کو مانتے ہوئے خدا کی تنزیہ و تقدیس یا پاکی بیان کرنے کا حق ادا نہیں کرسکتے۔ اسکو حکیم وعادل اور پاک ماننے کے بجائے۔ سفیہ و ظالم اور محل شر کہنے لگتے ہیں۔

یہ اُن سوالات کا اجمال بعد التفصیل ہے جو اس مسئلہ میں عموماً ملحدوں یا مسلم نما مجوسیوں کیطرف سے اہل سُنّت پر ہوا کرتے ہیں۔ ہم ان شبہات کے جواب میں دو پہلو اختیار کرینگے۔ ایک الزام۔ اور دوسرا تحقیق۔ یعنی پہلا حصہ مناظرانہ و مباحثانہ روش پر ہوگا اور دوسرا حقیقت نگاری کے انداز پر۔ اور انشاءاللہ ان دونوں پہلوؤں کے کھل جانیکے بعد اصل مسئلہ بالکل روشنی میں آجائیگا۔ وَبِاللّٰہِ التَّوفِیق۔

ملحدوں سے ہمارا ایک سوال

اے خدا کی تنزیہ و تقدیس کے دعوے دارو، ہم تو اپنی تمام اختیارات کی باگیں خدائے قادر و توانا کو سپرد کرچکے اور ہمارے اعتقاد میں بندوں کے غیر مستقل ارادے اور اختیارات خدا کے لازوال اور مستقل ارادہ و اختیار میں فنا ہوگئے ہاں تمھاری نکتہ چین نگاہ میں یہ کامل و مکمل توحید بدنما ہی۔ اور یہ معتدل اعتقاد اُس کی تنزیہ و تقدیس کیلئے مخرب ثابت ہُوا تو پھر بتلاؤ کہ تم نے اُس کی تنزیہ و تقدیس کیلئے کیا سامان کیا ہے۔ اور وہ کونسا فطری اکتشاف ہے کہ جس کے ذریعہ سے خُدا کی ذات بے عیب اور مقدّس و پاک نظر آئے۔

(باقی آئندہ)

حدوثِ مادہ وروح

قال اللہ تعالیٰ ذٰلکم اللہ ربکم خالق کل شیٔ لا الٰہ الا ھو فانّی توفکون۔

می نماند در جہان یکتا ہو	کل شیٔ ھالک الا وجہہٗ

(۱) مادہ اور روح اگر قدیم اور غیر مخلوق اور واجب لذاتہ ہیں اور انکا وجود اصلی اور ذاتی اور خانہ زاد ہے عطاء غیر نہیں۔ تو سماجی جماعت کو لازم ہے کہ مادہ کو وہ اپنا خدا تسلیم کرے کیونکہ خدا کہتے ہی اسکو ہیں کہ جو خود موجود ہو اُس کا وجود دوسرے کا فیض نہو۔ جیساکہ لفظ خدا خود اسپر دلالت کرتا ہے۔

اور سوامی دیانند ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۲۸ باب اول پر لکھتے ہیں (۹۹) سوئمبھو۔ چونکہ وہ آپ سے آپ ہی ہے کسی نے اس کو کبھی پیدا نہیں کیا اس لئے اُس پرماتما کا نام سوئمبھو ہے

کسی عدد کا زوج یا فرد ہونا فقط اسپر موقوف ہی کہ وہ برابر کے دو حصوں پر منقسم ہوسکتا ہے یا نہیں عدد کی زوجیت یا فردیت دیگر صفات پر موقوف نہیں۔

آفتاب کا آفتاب ہونا اُس کے مصدر نور ہونے پر موقوف ہی اُس کے مستدیر یا دیگر صفات کیساتھ موصوف ہونے پر نہیں۔

آتش کا آتش ہونا فقط اُس کے مصدر حرارت ہونے پر موقوف ہی سُرخ یا سبز ہونے پر نہیں ٹھیک اسی طرح خدا کا خدا ہونا فقط اُس کے خود موجود ہونے پر موقوف ہی صفات کے ساتھ موصوف ہونے پر نہیں۔

نیز مادہ اور روح اگر باوجود قدیم اور واجب بالذات ہونے کے خدا نہ ہوئے تو اُن کے خدا ہونے سے کون شی مانع ہی۔ دوسرے یہ بتلائے کہ خدا میں تمام اوصاف کمال پائے جانے کا کیا منشا ہے اور خدا ان اوصاف کمال کے کیساتھ کسوجہ سے موصوف ہے۔

اور وہ منشا مادہ اور روح میں پایا جاتا ہی یا نہیں۔

(۲) نیز ارواح اور مادہ کا شوائب حدوث اور ہر قسم کے نقائص اور عیوب سے ملوث ہونا خود بتلا رہا ہے کہ ان کا وجود اصلی اور ذاتی نہیں اسلئے کہ کوئی شئے کامل الوجود ہوکر کبھی اپنے لئے کسی قسم کا نقص اور عیب گوارا نہیں کر سکتی مادہ اور روح میں بالفرض اگر کوئی عیب نہو تو ان کا ایک جسمانی قفس میں بند رہنا کچھ کم عیب ہے اگر ان کا وجود اصلی تھا تو یہ حدود اور قیود کہاں سے لاحق ہو گئے۔

اور مادہ اور روح نے باوجود واجب بالذات ہونے کے یہ تقیید اور تحدید کیسے گوارا کی اور باوجود قدیم اور مستقل الوجود ہونے کے ان حدود اور قیود سے کیوں آزاد نہ ہوئے اور کیوں دوسروں کے محکوم اور دست نگر بنگئے۔ جب یہ دونوں اپنے وجود اور بقار میں خدا کے محتاج نہیں تو صفات اور دیگر عوارض میں کیوں خدا کے محتاج ہوئے۔ اور اگر بالفرض۔ کسی شئی کا باوجود واجب بالذات ہونیکے ناقص اور محدود ہونا روا رکہا جائے تو عیاذاً باللہ۔ خدا کا بھی باوجود واجب بالذات ہونے کے ناقص اور محدود ہونا جائز ہوگا۔

اس لئے کہ جس طرح آپ کے نزدیک روح اور مادہ واجب بالذات ہیں اسی طرح خدا بھی واجب بالذات ہے۔

پس اگر ایک واجب بالذات کا محدود ہونا اور نقص اور عیب سے آلودہ ہونا جائز ہی تو دوسرے واجب کیلئے عیب و نقص کا لاحق ہونا کس دلیل سے ناجائز ہے فأتوا بآیۃ ان کنتم من الصادقین ؛

ولنعم ما قال حیرانم کہ روح بشر را چہ ضرورت پیش آمد کہ خود مسخر او گردانید یا تواند [illegible] مدعی خداوندی عبث خیال می بندی کہ واجب الوجود را مسخر گردانی۔ آیا نمی [illegible] و تعب و اوقی و دشتہ نبادی ترا با وچہ کار۔ اگر گویند کہ ہر چند [illegible] واجب الوجود [illegible] فی ازل۔ و معتقد من اندوہ و ملال مت [illegible] اوصاف [illegible] نداشتہ باشد و بنا بر آن خود را مسخر انگاشتہ

گوئیم۔ حاجت اعلیٰ آنست کہ در وجود و بقائے خود در نہد۔ چون دریں ہر دوام استغنائے
دست دادآن امر زائد موجب اضطرار نتواند بود۔ اھ　　(خلعت الہنود صفحہ)

(۲) نیز مادہ اور روح کو قدیم اور واجب بالذات ماننا توحید خالص جو کہ مذہب کی روح ہے
سی طرح باقی نہیں رہ سکتی اور اگر باوجود واجب بالذات ہونے کے پھر بھی توحید باقی رہ سکتی ہے
سماجی جماعت موحد کہلا سکتی ہے تو عیسائی اور ہنود پہلے موحد کہلانے کے مستحق ہیں اسلئے
دونوں فریق نہ تو حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام اور کرشن اور بیشن کو خدائے قدوس کی طرح
م اور واجب بالذات سمجھتے ہیں اور نہ کسی امر میں خدا کو انکا محتاج سمجھتے ہیں جس طرح آپ خدا
پنی تکوین اور تخلیق میں مادہ اور روح کا محتاج اور دست نگر جانتے ہیں۔

(۳) نیز مادہ اور روح کے قدیم اور واجب بالذات ہو جانے کے بعد خدا کی ضرورت صرف
ب کے لئے باقی رہجاتی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ دو چیزوں کا موجود ہو جانے کے بعد ملا دینا اور جوڑ
نا کوئی دشوار امر نہیں ایجاد اور تخلیق جو کہ مشکل کام تھا جب وہ بدون خدا کے انجام پا سکتا
ہے تو ترکیب و اتصال اور ربط و اتحاد کا بدون خدا کے ہونا کیا محال ہے۔ مادہ اور روح
کے قدیم مان لینے کے بعد خدا تعالیٰ کا معاذ اللہ ایک بالائی کام کیلئے رہجانا لازم آتا ہے وہ یہ
مادہ اور روح کی ترکیب و تناسب اور ربط و اتحاد کی نگرانی کریں۔ سبحانہ وتعالیٰ عما یصفون
یں ممکن ہے کہ اس ترتیب اور ترکیب کے لئے بھی خدا کی ضرورت نہو بلکہ روح جو کہ شعور و ادراک
ر قدرت رکھتی ہے وہی خود اس ترکیب کے فریضہ کو انجام دے سکے۔

غرض یہ کہ مادہ اور روح کو قدیم ماننکر خدا کا وجود ثابت کرنا نہایت دشوار ہے۔

(۵) نیز مادہ اور روح کو واجب بالذات ماننا اور یہ کہنا کہ حق تعالیٰ بدون مادہ اور روح
کے کوئی شئے پیدا نہیں کر سکتے۔ خدا کے سرو شکیتمان اور قادر مطلق ہونے کے سراسر خلاف ہے
شکیتمان اور قادر مطلق کے معنی تو یہ ہیں کہ وہ اپنے کسی کام میں کسی امداد کا محتاج نہو۔
نچہ ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۲۶ باب اول نمبر ۱۴ میں ہے، چونکہ وہ اپنے کاموں کے

کرنے میں کسی اور کی امداد نہیں چاہتا اپنی ہی طاقت سے اپنے تمام کام پورے کرتا ہے اس لئے
پرماتما کا نام سروشکیتمان ہے۔ اھ

اور ستیارتھ صفحہ ۱۷ باب اول نمبر ۲۵ پر ہے۔
عظیم طاقت والا۔ بے انتہا طاقتوں والا۔
جو پرتما لا انتہا طاقتوں والا ہے۔

اور پھر چند سطر بعد۔ اور لا انتہا طاقت رکھنے والا پرماتما ہے۔

اور ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۱۸ باب اول نمبر ۲۹ پر ہے۔
(پرمیشور) قدرت والے ایشور کو کہتے ہیں جو قادروں میں افضل ہے۔ وہ پرمیشور ہے یعنی جو قدرت والوں سے بھی زیادہ قدرت والا ہے۔ جس کی برابر کوئی بھی نہیں اُس کا نام پرمیشور ہے۔ اھ

اور ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۹ نمبر ۳۱ باب اوّل پر ہے۔
باآسانی تمام بلا امداد غیرے تمام دنیا کو بناتا ہے۔ اھ

اور ستیارتھ پرکاش ص۱۹۷ ایشور کی حمد۔ ۲۲ سوال کا جواب سب کام بلا وقت کرنے والا بے حد طاقت رکھنے والا۔ اور صفحہ ۱۹۸ باب مذکور۔
آپ لا انتہا طاقت سے کام لینے والے ہیں۔ آپ لا انتہا قوت والے ہیں۔ اھ

اور ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۲۰۳ باب ۲۶ سوال کے جواب میں لکھا ہے کہ خدا بدون حواس کے محض اپنی قدرۃ سے کام کرتا ہے۔

(باقی آئندہ)

اِن تفاسیر کے ملاحظے سے ناظرین کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ کسقدر احتیاط عورت کے جسم کو مستور رکھنے اور اُس کی نقل وحرکت محدود کرنے کے بارے میں روا رکھی گئی ہے۔ پیروں کے زیور کو نامحرم مردون کے سامنے بجانے سے کسقدر سختی سے روکا گیا ہے اور اس کو عمل شیطان بتایا گیا ہے (اور یہ تجربہ بھی ہے کہ عورتین محض ازراہِ تبختر واظہار زیور پھنکر زور سے پاؤں مارا کرتی ہیں جس سے مردوں کے دلوں میں اُن کی جانب سے ایک کشش پیدا ہوا کرتی ہے) اور مطابق آیت ولیضربن بخمرھن علیٰ جیوبھن جسکی تفسیر ولایبدین زینتھن الا لبعولتھن الخ کیساتھ حضرت ابن عباس رضؓ نے کی ہے اور جو اس سرخی سے قبل کی سرخی میں مذکور ہے، بال۔ سر۔ بازو اور سینہ محرمون کے سامنے بھی کھولنے کی اجازت نہیں ہے۔ نمبر ۱۱ و ۱۳ میں حضورؐ نے کسقدر تنبیہ محض کلائی کھولے جانے اور نہ کھولے جانے کے متعلق فرمائی ہے اور یہاں تک فرمادیا ہے کہ عورت کو چاہیے کہ اپنے ہاتھ کو نصف کلائی سے زیادہ اپنے کپڑے یا چادر سے نہ نکالے اور ملاحظہ فرمائے کہ عطر بھی عورتوں کی زینت میں داخل ہے اور محض اس بناپر کہ مردوں کو کسی عورت کے عطر کی خوشبو آجائے حضورؐ نے اس عورت کو زانیہ[۵] کے لقب سے ملقّب فرمادیا ہے۔ آخر یہ کیوں؟ محض اسلئے کہ یہ سب باتیں ایسی ہیں جو مرد کی توجہ عورت کیطرف منعطف کرتی ہیں اور زنا وفواحش کا پیش خیمہ ہیں۔ پس اگر آپ الّا ما ظھر منھا کی تفاسیر میں سے وہی تفاسیر لیں جو عورت کو چہرہ اور کفین کھولنے کی اجازت دے رہی ہیں (اور یہی آپ کو لینا پڑیگی کیونکہ یہ احادیث مرفوع ہیں) تو اس امر پر ذرا غور کر لیجئے کہ جب جسم کے کسی حصّے کو بھی بجز وجہ اور کفین کے کھولنے کی اجازت حضورؐ نے

ف۵ اس حدیث سے یہ امر بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ عورت کو حد سے زیادہ احتیاط باہر نکلنے میں کرنا چاہیے اور نامحرم مردوں سے جہان تک ممکن ہو دور دور رہنا چاہیے۔ کیونکہ اگر اُس کی بے احتیاطی کی وجہ سے اُسکی عطر وغیرہ کی خوشبو نامحرم مردوں کو محسوس ہوگئی تو وہ اُسی طرح موردِ عذاب ہوگی جسطرح کہ ایسی عورت واقعی زنا کیا ہو۔ ۱۲ منہ

بوجہ فتنۂ شہوت نہیں دی تو چہرے کو جو مجمع محاسن ہی اور سبب اصلی کشش اور میلان کا ہے
کوچہ و بازار میں اور ہر کس و ناکس کے سامنے ہمیشہ اور ہر وقت کھولنے کی اجازت کیونکر دی
ہو گی۔ لہذا جہاں تک ان تفاسیر کا تعلق ہی جو چہرے اور کفین کھولنے کی اجازت دیرہی
ہیں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضورؐ نے یہ حکم یا تو قبل نزول حکم حجاب دیا ہی (اصول موضوعہ نمبر۱
یا حالت ضرورت میں یہ رخصت و آسانی ہی (اصول موضوعہ نمبر۲) ورنہ نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ
اور حضورؐ پر یہ الزام نہایت شد و مد کے ساتھ عاید کیا جا سکتا ہی کہ ایسے اعضا کو جو تحریک
فتنۂ شہوت میں ضعیف و خفیف ہیں، تاکید کے ساتھ چھپانے کا اور چہرہ کو جو تحریک فتنہ میں
اصل ہے کھولے جانے کا حکم دیا اور ہمارے اس خیال کی تائید جملہ وہ آیتیں اور احادیث
بھی کرتی ہیں جو ہم آگے چلکر بیان کرینگے اور اس جگہ ہم کو مجملاً یہ بھی بتا دینا چاہیے کہ فقہا
حنفیہ نے جو یہ لکھا ہی کہ چہرہ عورت کا عورت نہیں، ہی تو اس کے یہ معنی ہیں کہ ادائے صلوٰۃ
میں اس کا ڈھکنا فرض نہیں ہی یا جہاں فتنہ کا کوئی اندیشہ نہو۔ مثلاً شابہ میں خوف فتنہ
بوجہ میلان کے تو اسکو چہرہ کھولنا جائز نہیں اور عجوزہ میں یہ خوف نہیں تو وہ کھول سکتی ہ
پس فقہا کے اجتہاد سے آپ یہ نتیجہ ہرگز نہیں نکال سکتے کہ کوچہ و بازار میں اور ہر کس و ناکس
سامنے چہرہ کھولنا جائز ہی۔ ایسا کرنے سے ان حضرات پر بھی سخت الزام عاید ہو گا کہ انہو
آیات و احادیث متعلقہ پردہ کے مفہوم سے روگردانی کر کے یہ اجازت عطا فرمائی ہی۔

ه ناظرین خود غور فرمادیں کہ بموجب آیت ہذا پیروں کو زمین سے دھمک کر چلنا اسوجہ سے ممنوع قرار دیا گیا ہی کہ زیور کی آ
لوگوں کے دلوں میں صوت کیجانب سے میلان نفسانی نہ پیدا ہو۔ پس جب فتنہ صوت زیور کے بجائے اسقدر احتیاط ملحوظ رکھی گئی ہی تو
جو فتنہ صوت زیور سے کہیں بڑھ چڑھکر ہی کیونکر احتیاط ملحوظ نہ رکھی گئی ہوگی اسیطرح غیر محرم کا (محرموں سے بھی زینت چھپانے کا
جسبے حال ہی تو نامحرم مردوں کے سامنے عام طور پر وجہ و کفین کھولنا کیسے جائز ہوگا۔ ه اسی جگہ سے یہ بات بھی کالشمس
نصف النہار ثابت ہو رہی ہی کہ اس آیت میں جو احکام دئے گئے ہیں وہ اصل گھروں میں رہنے کا طریقہ بتلا رہے ہیں خصوصاً جوان عورتو
اور یہی وجہ ہی کہ جملہ محرم کی فہرست نام بنام بتلائی گئی ہی ورنہ باہر نکلنے کی صورت میں تو بموجب آیت یدنین علیھن نوجوان عورتوں کو
صاف چہرہ چھپانے کا حکم ہے ۱۲ منہ

اب ہم کو ذرا اپنے نئی روشنی سے فیضیاب ہمقوموں کی رائے بھی اس آیت کے بارے سن لینے دیجئے۔ ان لوگوں کو تو صرف یہ فکر رہ گئی ہے کہ کسی نہ کسی طرح عورت آزاد ہو جائے اور یہ جنون اب اس حدتک پہنچ گیا ہے کہ جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ مذہب اسلام میں عورتوں کو مستور رکھنے کا حکم ہے تو اس بات پر یہ لوگ نہ صرف بُرا مانتے ہیں بلکہ بڑھ بھی جاتے ہیں۔ اور بے حد غصہ ہوتے ہیں اور جب کچھ بن نہیں پڑتا تو یہی کہہ بیٹھتے ہیں کہ بغیر عورتوں کو آزادی دئے ہوئے قوم ترقی نہیں کر سکتی۔ پھر جب اس طرف سے یہ عرض کیا جاتا ہے کہ جس زمانے کے ترقی یافتہ مسلمانوں کی داستان آپ کی زبان پر ہر وقت رہتی ہے انمیں بھی تو رسم پردہ موجود تھی تو یہ لوگ لاجواب ہو جاتے ہیں اور اُن کے لئے سوائے اس کے کوئی چارہ کار نہیں رہتا کہ آیات واحادیث کو غلط معنی پہنا کر لوگوں کو گمراہ کریں مگر چونکہ تعصب کی عینک چڑھا کر آیات اور احادیث کے معنی پر غور کرتے ہیں اور یہ غور اس وجہ سے نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کا جو حکم ہو گا اُس کی تعمیل کیجاویگی بلکہ اس لئے ہوتا ہے کہ کوئی نہ کوئی رخنہ یا روزن ایسا ملجانا چاہیئے جس سے عورتوں کو آسانی سے باہر نکالنے کا بہانہ ہاتھ آجاوے لہذا حق ان سے ہمیشہ دور ہی دور رہتا ہے اگر کسی نو تعلیمیافتہ شخص سے پوچھا جاوے کہ جناب! قرآن شریف اور احادیث شریف میں اور بہت سے احکام بھی ہیں مگر آپ اُن میں اسقدر دیدہ ریزی نہیں کرتے صرف مسائل پردہ ہی کے پیچھے پڑے رہتے ہیں تو اگر اُس شخص میں کچھ بھی شائبہ راستبازی ہوگا تو وہ ضرور یہی جواب دے گا کہ اُسکی نگاہ میں یہ مسئلہ ایک بڑی اہمیت رکھتا ہے کیونکہ عورتوں کی آزادی پر قوم کی ترقی کا دارومدار ہے اور یہ کہ وہ اسلئے آیات متعلقہ پردہ کا مطالعہ کرتا ہے کہ شاید کہیں سے کوئی نکتہ ایسا دستیاب ہو جاوے جو پردہ دری کی اشاعت میں اُس کا ممد و معاون ہو۔ بہرحال ایسے لوگوں کا جواب جو کچھ بھی ہو مگر اتنا ضرور ہے کہ چونکہ وہ قبل مطالعے کے خالی الذہن نہیں ہوتے لہذا حق کا انکشاف اُنپر نہیں ہو سکتا اور یہی وجہ ہے کہ نصوص متعلقہ پردہ میں جو حکمتیں رکھی گئی ہیں وہ اُن کی کوتاہ بین نظر سے پنہاں رہتی ہیں اور اُن کی تعاقب

اسقدر بے معنی اور بے ڈھنگے ہوتی ہیں کہ نہ صرف قابل استہزا کہی جاسکتی ہیں بلکہ اُن کو قابل تضحیک کہنا زیادہ موزوں ہوگا۔ چنانچہ ایک نئی روشنی کے دلدادہ حضرت یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجہم کا مطلب یہ بیان فرماتے ہیں:۔

بعض مترجمین حال نے باتباع مفسرین اس ترجمے میں یہ بھی زیادتی کی ہے کہ آنکھیں بند کرلو جب نامحرم عورت پر نظر پڑے اور اپنی شرمگاہوں کو حرام سے بچاؤ۔ یہاں نہ تو محرم نامحرم کا ذکر ہے نہ زنا و حرام کا۔ یہ ایزاد طبعی علمائے سلف و حال نے کیوں جائز رکھی ہے خدا ہی جانے۔ اس آیت پاک میں تو صرف شرمگاہوں کا ذکر ہے اور مطلب بالکل ہی صاف ہے کہ اپنی شرمگاہوں کو بحفاظت ڈھکے رہو اور اگر دوسرے کی شرمگاہ پر اچانک نظر پڑجاوے تو آنکھیں بند کرلو یا نظر پھیر لو" اور آگے چلکر وقل للمومنات یغضضن من ابصارھن ویحفظن فروجھن کے متعلق یوں گوہرافشانی فرماتے ہیں:۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو بھی وہی حکم دیا ہے جو کہ مردوں کو۔ یعنی جب ستر نامحرم پر اچانک یا نادانستگی میں نظر پڑجاوے اُسوقت آنکھیں بند کرلو یا نظر پھیر لو۔ اور اپنے اندام نہانی کو بحفاظت (صرف زنا و فحش سے نہیں کیونکہ اس کیلئے تو احکام ہی علیحدہ اور نہایت سخت ہیں) اس طرح پوشیدہ رکھو کہ اُنپر نامحرم کی نظر نہ پڑے" اور اس ضمن میں اپنی تفسیر کو زوردار بنانے کے لئے اِن حضرت نے یہ بھی کہا ہے کہ چونکہ عرب نیم وحشی اور جاہل تھے لہذا اُن کی شرمگاہیں اکثر کھلی رہا کرتی تھیں۔ اسلئے نیم وحشی عربوں کو تہذیب سکھانے کیلئے یہ احکام دیئے گئے ہیں۔ لیکن ہم اُن سے یہ پوچھتے ہیں کہ جب آپ خود ارشاد فرماتے ہیں کہ "یہاں نہ تو محرم نامحرم کا ذکر ہے اور نہ زنا و حرام کا" تو پھر آگے چلکر آپ یہ کیوں فرماتے ہیں کہ "جب ستر نامحرم پر ایک اچانک یا نادانستگی میں نظر پڑجائے تو اُسوقت آنکھیں بند کرلو" اس طرح آپ خود ہی الفاظ "محرم یا نامحرم" کو علماء کی ایزاد بتاتے ہیں اور خود ہی اُن کا استعمال بھی اُسی موقع پر کرتے ہیں لہذا اس کے متعلق اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ "جادو وہ جو سر چڑھ کے بولے"

ں طرح وہ ستر آپ کی دانست میں دوسرے کے دیکھنے کے قابل نہیں ستر نامحرم ہی اور وہ
شخص جس کو اس ستر کا دیکھنا ناجائز ہے بقول آپ کے نامحرم ہے اسی طرح وہ اعضا جو
واے ولا یبدین زینتھن الا لبعولتھن الخ چھپانے کے قابل ہیں اصطلاح فقہا میں ستر
محرم ہیں اور وہ شخص بھی جو ان اعضا کو نہیں دیکھ سکتا نامحرم ہی۔ پس ہماری سمجھ میں نہیں آتا
الفاظ "محرم و نامحرم" پر آپ کو اس قدر غصہ کیوں آجاتا ہی۔ کیا یہ غصہ اس وجہ سے ہی کہ فقہا نے
اصطلاح کیوں استعمال کی؟ اگر یہ بات ہی تو تھوڑا سا غصہ اپنے اوپر بھی کیجئے کہ آپ اُس اصطلاح
خود بھی بلا تکلف استعمال کر رہے ہیں۔ پھر آگے چلکر آپ ہی یہ فرماتے ہیں کہ "صرف زنا و
ش ہی سے نہیں (کیونکہ اسکے لئے تو احکام ہی علحدہ اور نہایت سخت ہیں) اس طرح
شیدہ رکھو الخ"، جس کے یہ معنی ہیں کہ اشارۃً آپ کو یہ تسلیم ہی کہ اپنی فروج کو عورتیں زنا او
حش سے بھی بچائیں۔ پھر اگر ایسا ہی تو آپ نے لفظ "حفاظت" کے معنی اسقدر محدود کیوں
لئے؟ کیا "حفاظت" سے صرف ڈھانکنا ہی مراد ہو سکتا ہی۔ اگر اللہ تعالیٰ کو صرف یہی بات
منظور ہوتی جو آپ فرماتے ہیں تو بجائے "آنکھیں نیچی رکھو اور شرمگاہوں کی حفاظت کرو"،
رمانے کے اللہ تعالے یہ فرماتے کہ "اپنی آنکھیں نیچی رکھو اور شرمگاہوں کو نہ دکھاؤ یا بجائے
یحفظوا فروجھم کے ولا یبدوا فروجھم اور بجائے یحفظن فروجھن کے ولا یبدین
فروجھن کہا گیا ہوتا۔ لیکن ہم تو دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حفاظت فروج کا حکم دیا ہے۔
اس کے صاف معنی جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں یہ ہیں کہ فروج کو بے موقع استعمال کرنے
یعنی زنا و دیگر فواحش سے بچاؤ۔ اور چونکہ زنا اور دیگر فواحش سے فروج کو بچانا منحصر ہی اس پر
کہ کسی کو نظر شہوت سے نہ دیکھا جاوے۔ اسلئے حفاظت فروج کو غض بصر پر مرتب فرمایا۔
اس کو ایک عامی شخص بھی سمجھ سکتا ہی لیکن ہم کو افسوس تو یہ ہی کہ یہ حضرات باوجود اسکے
ماہر نفسیات ہونے کا دعویٰ رکھتے ہیں اتنی سی معمولی بات نہیں سمجھتے کہ آنکھوں کا تعلق
حفاظت و عدم حفاظت فروج سے کسقدر گہرا ہی

ـه بعض حضرات ... یغضوا من ابصارھم ... ویحفظن ... [illegible]

چنانچہ حضورؐ ارشاد فرماتے ہیں کُلُّ عَیْنٍ زَانِیَۃٌ یعنی ہر آنکھ زنا کر سکتی ہی۔ اس حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہی کہ بد نگاہی قلب کیلئے سم قاتل ہی اور چونکہ زنا کا خیال دلاتی ہی اور اُس کیجانب راغب کرتی ہے لہذا اس معنی کرکے اخلاقی اور روحانی تنزل کا پیش خیمہ ہی مگر آپ نے یہ فرماکر کہ یہ آیت کا ٹکڑا صرف شرمگاہوں کو چھپانے اور اُن کی جانب نہ دیکھنے کے لئے نازل ہوا ہے نہ صرف حکمت الہیہ سے بے التفاتی کی اور ارشادات نبویؐ کو یک قلم نظر انداز کر دیا بلکہ اپنی تہذیب جدیدہ سے تنویر یافتہ عقل کا بھی پورا پورا اظہار کر دیا۔ پھر یہ بھی خیال نہیں کہ یہ اور اس سے پہلی آیت مومنین اور مومنات کے لئے اُتری تھیں جو اسقدر بے حیا در نیم وحشی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳) نگاہ شہوت سے ایکدوسرے کو نہ دیکھیں مگر اُسکے ساتھہ ہی یہ بھی فرماتے ہیں کہ ان دونوں آیتوں کے ٹکڑوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عورتیں چہرہ کھولکر باہر نکلیں ورنہ یہ احکام دئے ہی کیوں جاتے۔ اسکا جواب یہ ہی کہ مطابق آیت یدنین علیھن الخ بوقت ضرورت شدیدہ عورتوں کو سارا جسم و چہرہ چھپاکر باہر نکلنے کا حکم ہی۔ ایسی حالت میں کیا یہ ممکن نہیں ہی کہ عورتیں مردوں کو چادر کے اندر سے دیکھیں؟ اور اُن کے دلوں میں خیال بد پیدا ہو؟ پس یغضضن من ابصارھن کہکر اس فتنہ کا انسداد کیا گیا ہی۔ اور یغضوا من ابصارھم سے یہ مطلب ہے کہ مرد مطلقاً نگاہ شہوت سے عورت کیجانب نہ دیکھے خواہ وہ عورت کافرہ ہو جسپر احکام اخفائے زینت عاید نہیں ہوتے خواہ وہ لونڈی ہو جسکو چہرہ کھولکر نکلنے کی اجازت ہی۔ علاوہ اسکے حرہ عورت جسم و چہرہ ڈھانک کر نکلنے میں بھی محل فتنۂ شہوت ہو سکتی ہے کیونکہ اُسکے جسم کی ساخت وغیرہ چادر کے باہر سے کچھ نہ کچھ معلوم ہو سکتی ہی اور طامعین کی نگاہ شہوت آمیز اُس کیجانب اُٹھ سکتی ہے۔ اور بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہی کہ بے ترتیبی سے چادر اوڑھی جاتی ہی جس سے بعض اعضاء کا اظہار ہو جاتا ہی۔ یا بوقت ضرورت شدیدہ وجہ وکفین کا اظہار مجبوراً کرنا پڑتا ہی مثلاً حالت سفر میں عورت نماز پڑھ رہی ہی اور اُس کا کسی مرد سے آمنا سامنا ہو گیا یا کسی ایسے مکان میں رہتی ہی جہاں نامحرم اعزہ سے ہر وقت احتیاط بہت مشکل ہی لہذا اس قسم کی جملہ صورتوں کیلئے حکم یغضوا من ابصارھم نازل ہوا ہی نہ اسلئے کہ عورتیں چہرہ کھولکر عام طور سے باہر نکلیں اور مرد انکی جانب دیکھیں۔ ایسی صورت میں تو نہ صرف یہ ہوگا کہ اُن آیات و احادیث سے جنمیں عورت کو مطلقاً پوشیدہ رکھنے کا حکم ہی اور جنکی آیت ہذا محض تفصیل و شرح تعارض لازم آویگا بلکہ یہ کہا جا سکے گا کہ باوجود اتنی آیتوں کے نازل ہونیکے بھی بے پردگی کے مفاسد کا انسداد بالکل نہو سکا ۱۲ منہ ÷ ÷ ÷

علاوہ اسکے یہ حدیث قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج فانہ اغض للبصر واحصن للفرج (متفق علیہ) بھی اس امر کو نہایت وثوق کے ساتھہ ثابت کر رہی ہی کہ غض بصر حفاظت فروج کے لئے نہایت ضروری ہی کیونکہ نکاح کرنیسے قوائے شہوانیہ میں اضمحلال پیدا ہوتا ہی اور نامحرم عورت کیجانب نگاہ ڈالنے کا تقاضا بہ نسبت پہلے کے کمزور ہو جاتا ہی۔ پس جب نامحرم عورت پر نگاہ ڈالی جاوے گی تو فتنۂ شہوت بھی پیدا نہو سکیگا اور اس طرح سے فروج کی حفاظت ہو جاویگی۔ ہمارے مہربان معترض صاحب اس حدیث کو ملاحظہ فرماویں

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۱۵)

و جاہل نہیں ہو سکتے تھے کہ اپنی شرمگاہوں کو علانیہ کھولے پھرا کرتے۔ رہ گیا یہ سوال کہ یہ احکام محض نیم وحشی اور جاہل عربوں کو تہذیب سکھلانے کے لئے دئے گئے ہیں اور دراصل زنا کے احکام علیحدہ ہیں تو اسکا جواب یہ ہے کہ اول تو آیت ہذا کے مطالب پر غور کرنے سے ہر سمجھدار شخص کو یہ معلوم ہو گیا ہوگا کہ یہ سب احکام فتنۂ شہوت کو روکنے کے لئے ہیں چنانچہ اسی آیت میں ایسے لڑکوں کے سامنے جو عورتوں کے پردے کی باتوں سے بوجہ کم سنی ناواقف ہیں یا ایسے لوگوں کے سامنے جو قریب قریب مجانین کے ہیں زینت ظاہر کرنیکی اجازت دی گئی ہے۔ جس سے بدلائل واضحہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ مقصود صرف فتنۂ شہوت کا تدارک ہے دوسرے اسی آیت کے ٹکڑے اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا کی تفاسیر جو اوپر گذر چکی ہیں پورے طور سے اس بات کی شہادت دیرہی ہیں۔ تفسیر اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا کے نمبر ۳ کو ملاحظہ فرمائیے جسمیں خود ارشاد نبوی ہم کو یہ بتلا رہا ہے کہ جو عورت مجمع رجال پر عطر لگا کر گذرے اور ان لوگوں کو اس کی خوشبو محسوس ہو جاوے تو وہ بھی زانیہ ہے۔ پھر اس سے بڑھکر کون ثبوت اس امر کا ہو سکتا ہے کہ یہ جملہ امور جو اس آیت میں حکم کئے گئے ہیں۔ انسداد زنا کے لئے ہیں نہ کہ محض تہذیب معاشرت کیلئے اور سچ پوچھیے تو اسلام میں گناہ سے بچنا ہی سب سے بڑی تہذیب ہے۔ باقی وہ تہذیب جس کو آپ سکھلانا چاہتے ہیں اور جسمیں آدمی اصول معاشرت کا تو بڑا اہتمام کرتا ہے لیکن گناہ سے بچنے کا اصلا خیال نہیں کرتا ہم اُسکو اپنی اصطلاح میں تعذیب سے موسوم کیا کرتے ہیں اور ایسے مہذب آدمی کو معذب سمجھا کرتے ہیں۔ تیسرے ذرا یہ تو غور فرمائیے کہ یہ کہکر کہ یہ آیت تہذیب سکھلاتی ہے اور زنا کے احکام علیحدہ اور نہایت سخت ہیں آپ گویا یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اسلام نے معصیت زنا سے منع تو کر دیا لیکن اُس کے انسداد کے طریقے نہیں بتلائے۔ ابتک یہ الزام

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴) اور پھر غور کریں کہ اگر حفاظت فروج کے صرف وہی محدود معنی لئے جاویں جو انہوں نے لئے ہیں تو یہ بات کس طرح عقل میں آسکتی ہے کہ نکاح کرنے سے آدمی کے لئے یہ لازم ہو جائے کہ وہ اپنے اندام نہانی کو ضرور ڈھانکے رہے اور یہ کہ نکاح اچانک شرمگاہوں کی جانب نگاہ پڑ جانے سے روکدے ۱۲ منہ

دیگر مذاہب کے شرایع پر مسلمانوں کیجانب سے دیا جاتا تھا مگر اب خود مسلمان ہی یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اُن کے مذہب میں بھی یہی خامی موجود ہی افسوس ؎

کس نیاموخت علم تیر از من	کہ مرا عاقبت نشانہ نہ کرد

پھر اب تو ہمارے خیال میں مسلمانوں کو بھی دیگر اہل مذاہب کے ساتھہ ملکر جنکی شریعت میں زنا نہ کرنے کا حکم تو بڑی ہمہ ہمی کے ساتھہ ہے مگر ذرایع انسداد معدوم یہ شعر پڑھنا چاہیئے ؎

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہٗ	بازمی گوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش

مندرجہ بالا حصص کی تفاسیر میں گوہر افشانی فرمانے کے بعد یہ حضرت ولایبدین زینتھن الّا ما ظھر منھا ولیضربن بخمرھن علیٰ جیوبھن پر ٹھوکر کھاتے ہیں اور اس کوشش میں مستغرق ہوکر کسی طرح آیت کے اِن حصّوں کا مل بھی اُن کی منشار کے مطابق ہوجاوے الّا ما ظھر منھا کی تفاسیر پر غور فرماتے ہیں۔ یہ تفاسیر بالکل صاف ہیں اور ان سے ہر حالت میں یہی نتیجہ نکلتا ہی کہ عورت اپنے پورے جسم کو پوشیدہ رکھے اور صرف ضرورت شدیدہ میں نامحرموں کے سامنے مجبوراً چہرہ وکفین کو کھولے مگر پھر آپ غیر مطمئن ہوکر اس عذر کیساتھہ اِن کو مسترد کر دیتے ہیں کہ اِن مفسّرین کا لفظ "زینت" پر بہت اختلاف ہی۔ حالانکہ مفسّرین کا لفظ "زینت" پر اختلاف بالکل نہیں ہی۔ سب نے ولایبدین زینتھن الّا ما ظھر منھا اور ولایبدین زینتھن الا لبعولتھن میں لفظ "زینت" سے آرائش یا بناؤ سنگار اور اُن کے موقع یا بالفاظ دیگر حُسن و جمال مُراد لیا ہے۔ اور ولایضربن بارجلھن الخ میں "زینت" سے خفیہ زیور مُراد لیا ہی یعنی پہلی دونوں جگہوںپر زینت کو مطلق مانا ہی اور آخری جگہ زینت سے زینتِ خاص مُراد لی ہی یعنی پیر و نکا زیور البتہ الّا ما ظھر منھا کی تفاسیر بظاہر مختلف الفاظ میں ہیں گرچہ منشار ان سب کا ایک ہی ہی۔ لیکن اس خود پیدہ کردہ عذر پر کہ مفسّرین میں اختلاف ہی آپ کو اپنی من مانی تفسیر گڑھ لینے کا موقع مل گیا۔

اللطائف للطائف

بقیہ گذشتہ سے پیوستہ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہاں تک پڑھنے پائے تھے کہ اس کا اخیر جزو بیساختہ کاتب کی زبان پر جاری ہوگیا فتبارک اللہ احسن الخالقین حضور نے فرمایا کہ لکھو یہی وحی میں بھی ہے تو یہ کیا تھا حضور کے فیوض قلب کا عکس تھا کہ اس شخص کے دل پر حضور کے قلب کا عکس پڑ گیا اور فی الجملہ وحی سے مناسبت ہوگئی کہ اس کے دل میں بھی از خود آیت کا اخیر لفظ آگیا مگر وہ شخص سمجھا کہ بس میں بھی پیغمبر ہوگیا مجھپر بھی وحی آنے لگی کم ظرف اور کم حوصلہ تھا کہ اتنی بات پر آپے سے باہر ہوگیا اور مدعی نبوت بنکر مرتد ہوگیا اور حضور سے اپنا تعلق قطع کرلیا یہ نہ سمجھا کہ یہ حضور ہی کا فیض تھا۔ ورنہ مرتد ہونے کے بعد اس نے قرآن کی مثل کوئی جملہ کیوں نہ بنالیا بس آپ سے تعلق قطع کرتے ہی کورا ہوگیا اسکے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ومن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا او قال اوحی الی ولم یوح الیہ شیء ومن قال سانزل مثل ما انزل اللہ یہ شخص ایک جملہ ہی کے توارد پر آپے سے باہر ہوگیا کیونکہ کم ظرف تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بارہا ایسا قصہ پیش آیا کہ وحی سے اُن کو توافق ہوگیا بعض دفعہ تو وحی اُن کی رائے کیموافق نازل ہوئی اور بعض دفعہ بلفظہ توافق ہوا کہ وحی ان ہی الفاظ میں نازل ہوئی جو حضرت عمر کی زبان سے نکلے تھے مگر اُن کو ایک دفعہ بھی یہ خیال نہوا کہ میں کچھ ہوں اور مجھپر بھی وحی آتی ہے بلکہ وہ اسکی حقیقت کو سمجھتے تھے کہ یہ محض حضور کی صحبت کی برکت ہے جو ہمارے قلب میں تھوڑی سی نورانیت حضور کے طفیل سے پیدا ہوگئی ہے کہ بعض دفعہ وہی بات دل میں آجاتی ہے جس کے موافق وحی نازل ہونیوالی ہے بلکہ حضرت عمر کو اسپر ناز تو کیا ہوتا بعض دفعہ کسی واقعہ میں جب اُن کی رائے میں اور حضور کی رائے میں اختلاف ہوتا اور وحی حضرت عمر کی رائے کیموافق نازل ہوتی تو حضرت عمر بجائے خوش ہونیکے شرمندہ ہوتے اور کئی کئی دن تک شرمندہ رہتے چنانچہ عبداللہ بن ابی (رئیس المنافقین) کے قصۂ موت میں حضرت عمر نے حضور سے گفتگو کی تھی

دیگر مذاہب کے شرایع پر مسلمانوں کیجانب سے دیا جاتا تھا مگر اب خود مسلمان ہی یہ ثابت کر
چاہتے ہیں کہ اُن کے مذہب میں بھی یہی خامی موجود ہی افسوس ؎

کس نیاموخت علم تیر از من،	کہ مرا عاقبت نشانہ نہ کرد

پھر اب تو ہمارے خیال میں مسلمانوں کو بھی دیگر اہل مذاہب کے ساتھ ملکر جنکی شریعت میں ز
نہ کرنے کا حکم تو بڑی ہمہ ہمی کے ساتھ ہے مگر ذرایع انسداد معدوم یہ شعر پڑھنا
چاہیئے ؎

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ،	باز می گوئی کہ دامن ترمکن ہشیار باش،

مندرجۂ بالا حصص کی تفاسیر میں گوہر افشانی فرمانے کے بعد یہ حضرت ولا یبدین زینتہن
اِلَّا ماظہر منہا ولیضربن بخمرھن علیٰ جیوبھن پر ٹھوکر کھاتے ہیں اور اس کوشش میں
مستغرق ہو کر کسی طرح آیت کے اِن حصّوں کا حل بھی اُن کی منشار کے مطابق ہو جا
اِلَّا ماظہر منہا کی تفاسیر پر غور فرماتے ہیں۔ یہ تفاسیر بالکل صاف ہیں اور ان سے بھ
میں بھی نتیجہ نکلتا ہی کہ عورت اپنے پورے جسم کو پوشیدہ رکھے اور صرف ضرورت شدیدہ
نامحرموں کے سامنے مجبوراً چہرہ وکفین کو کھولے مگر پھر آپ غیر مطمئن ہو کر اس عذر کیسا
اِن کو مسترد کر دیتے ہیں کہ اِن مفسّرین کا لفظ "زینت" پر بہت اختلاف ہی۔ حالانکہ مفسّ
کا لفظ "زینت" پر اختلاف بالکل نہیں ہی۔ سبنے ولا یبدین زینتہن اِلَّا ماظہر
اور ولا یبدین زینتہن اِلَّا لبعولتہن میں لفظ "زینت" سے آرایش یا بناؤ سنگار ا
اُن کے موقع یا بالفاظ دیگر حسن و جمال مُراد لیا ہے۔ اور ولا یضربن بارجلھن الخ:
"زینت" سے خفیہ زیور مُراد لیا ہی یعنی پہلی دونوں جگہوں پر زینت کو مطلق مانا ہی اور آخر
جگہ زینت سے زینتِ خاص مُراد لی ہی یعنی پیر کا زیور البتہ اِلَّا ماظہر منہا کی تفا
بظاہر مختلف الفاظ میں ہیں اگرچہ منشا اِن سب کا ایک ہی ہی۔ لیکن اس خود پیدہ کر
عذر پر کہ مفسّرین میں اختلاف ہی آپ کو اپنی من مانی تفسیر گڑھ لینے کا موقع مل

اللطائف للطائف

سلسلہ گذشتہ سے پیوستہ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہاں تک پڑھنے پائے تھے کہ اس کا اخیر جزو بیساختہ کاتب کی زبان پر
جاری ہوگیا فتبارک اللہ احسن الخالقین حضور نے فرمایا کہ لکھو یہی وحی میں بھی ہے تو یہ کیا تھا۔
حضور کے فیوض قلب کا عکس تھا کہ اس شخص کے دل پر حضور کے قلب کا عکس پڑ گیا اور فی الجملہ
وحی سے مناسبت ہوگئی کہ اس کے دل میں بھی از خود آیت کا اخیر لفظ آگیا مگر وہ شخص سمجھا کہ بس
میں بھی پیغمبر ہوگیا مجھ پر بھی وحی آنے لگی کم ظرف اور کم حوصلہ تھا کہ اتنی بات پر آپے سے باہر ہوگیا
اور مدعی نبوت بنکر مرتد ہوگیا اور حضور سے اپنا تعلق قطع کرلیا یہ نہ سمجھا کہ یہ حضور ہی کا فیض تھا۔
ورنہ مرتد ہونے کے بعد اس نے قرآن کی مثل کوئی جملہ کیوں نہ بنا لیا بس آپ سے تعلق قطع کرتے
ہی کورا ہوگیا اسکے متعلق یہ آیت نازل ہوئی و من اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا او قال
اوحی الیّ ولم یوح الیہ شئی و من قال سانزل مثل ما انزل اللہ یہ شخص ایک جملہ ہی
کے توارد پر آپے سے باہر ہوگیا کیونکہ کم ظرف تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بارہا ایسا قصہ پیش آیا کہ
وحی سے اُن کو توافق ہوگیا بعض دفعہ تو وحی اُن کی رائے کیموافق نازل ہوئی اور بعض دفعہ
بلفظہ توافق ہوا کہ وحی ان ہی الفاظ میں نازل ہوئی جو حضرت عمر کی زبان سے نکلے تھے
مگر اُن کو ایک دفعہ بھی یہ خیال نہوا کہ میں کچھ ہوں اور مجھپر بھی وحی آتی ہے بلکہ وہ اسکی حقیقت کو
سمجھتے تھے کہ یہ محض حضور کی صحبت کی برکت ہے جو ہمارے قلب میں تھوڑی سی نورانیت
حضور کے طفیل سے پیدا ہوگئی ہے کہ بعض دفعہ وہی بات دل میں آجاتی ہے جس کے موافق
وحی نازل ہونیوالی ہے بلکہ حضرت عمر کو اسپر ناز تو کیا ہوتا بعض دفعہ کسی واقعہ میں جب اُن کی
رائے میں اور حضور کی رائے میں اختلاف ہوتا اور وحی حضرت عمر کی رائے کیموافق نازل ہوتی
تو حضرت عمر بجائے خوش ہونیکے شرمندہ ہوتے اور کئی کئی دن تک شرمندہ رہتے چنانچہ
عبداللہ بن ابی (رئیس المنافقین) کے قصہ موت میں حضرت عمر نے حضور سے گفتگو کی تھی

کہ آپ اس منافق کے جنازہ کی نماز نہ پڑھیں کیونکہ حق تعالیٰ نے فرما دیا ہی کہ ان منافقوں کی بابت آپ کتنا ہی استغفار کریں ہم اُن کی مغفرت ہرگز نہ کریں گے (اور نماز جنازہ کی حقیقت دعا و استغفار ہی ہی تو اُن کے لئے دعا نہ کرنا چاہئے) حقتعالیٰ فرماتے ہیں استغفر لھم اولا تستغفر لھم ان تستغفر لھم سبعین مرۃ فلن یغفر اللہ لھم حضور نے فرمایا کہ اے عمر اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا ہی صراحتہً اُن کے لئے استغفار سے منع نہیں فرمایا اور اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ میرے سترؔ سے زیادہ استغفار کرنے سے حق تعالیٰ بخشدیں گے تو میں سترؔ سے زیادہ استغفار کرلون گا اس گفتگو کے بعد آپنے نماز پڑھا دی وہانسے ہٹنے بھی نہ پائے تھے کہ وحی نازل ہوئی ولا تصل علی احد منھم مات ابدا ولا تقم علی قبرہ انھم کفروا باللہ وبرسولہ وماتوا وھم فاسقون جسمیں حضرت عمر کی رائے کی پوری موافقت تھی حضور نے حضرت عمر سے فرمایا کہ اے عمر حقتعالیٰ نے تمھاری رائے کو قبول فرمایا حضرت عمر بہت ہی شرمندہ ہوئے کہ یہ کیا ہوا میں نے حضور سے کیوں اختلاف کیا تھا، روایت میں حضرت عمر کا قول آتا ہی فعجبت من جرأتی علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رواہ البخاری بلکہ اگر غور کرکے دیکھا جائے تو عبد اللہ بن ابی سرح کے واقعہ میں توافق بالوحی نہ تھا کیونکہ وہاں وحی نازل ہو چکی صرف انعکاس تھا کہ آپ کے دل میں جو الفاظ منزلہ موجود تھے اُن میں سے ایک جملہ اُس کے قلب میں بھی آگیا (اور کچھ زیادہ عجیب بات نہیں بہت دفعہ ایسا ہوتا ہی کہ ایک شخص کے دل میں جو بات ہوتی ہی پاس بیٹھنے والے کے دل پر اُس کا عکس پڑجاتا ہی اور اُسکی زبان سے وہی بات نکل جاتی ہی جو پہلے شخص کے دلمیں تھی چنانچہ ایسے موقع میں کہا کرتے ہیں کہ میاں تم نے تو میرے دل کی ہی بات کہدی ۱۲ جامع) اور حضرت عمر کے واقعہ میں وحی ابتک نازل بھی نہ ہوئی تھی واقعہ اختلاف کے بعد وحی نازل ہوئی جو اُن کی رائے کے مطابق تھی اور بعض دفعہ تو الفاظ بھی وہی ہوتے تھے جو حضرت عمر کی زبان سے نکلتے تھے مگر ان کو ایک دفعہ بھی اسپر ناز نہوا بلکہ اُس

---

۵ بلکہ انعکاس ہی ثابت نہیں بعض اوقات کسی عجیب صنع خداوندی کو سنکر طبعاً ایسا جملہ منہ سے نکل جاتا ہی ۱۲

حضور ہی کی صحبت کی برکت سمجھے غرض اُمتی اپنے کو مستقل سمجھنے سے بالکل کورا رہ جائیگا سارے
کمالات سلب ہوجائیں گے جیسا ابن ابی سرح کے واقعہ میں ہوا پس کمالات اُمت کیلئے آپ
واسطہ فی العروض ہی ہیں اور انبیاء علیہم السلام کے لئے واسطہ فی الثبوت اصل مقصود تو اس سے
حاصل ہوگیا مگر یہاں ایک اشکال طالبعلمانہ رہ گیا ساتھ کیساتھ میں اسکو بھی حل کئے دیتا ہوں،
اشکال یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آیت استغفر لھم اولاتستغفر لھم کو تخییر پر
محمول فرمایا حالانکہ سیاق کلام سے یہ جملہ تسویہ پر دلالت کرتا ہی کیونکہ ترجمہ آیت کا یہ ہی کہ چاہے
آپ اُن کیلئے استغفار کریں یا نہ کریں اگر آپ سَتّر دفعہ بھی استغفار کرینگے تو اللہ تعالیٰ ان کی
مغفرت کبھی نہ کریں گے یعنی دونوں باتیں اُن کے حق میں مساوی ہیں چنانچہ اہل محاورات
اُسکو خوب سمجھتے ہیں نیز ان تستغفر لھم سبعین مرۃ میں عدد سبعین سے کثرت مراد ہی عدد
خاص مراد نہیں اور مطلب یہ ہی کہ چاہے آپ کتنا ہی استغفار کریں اُن کی مغفرت نہوگی مگر
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو یہ فرمایا کہ میں سَتّر سے زیادہ استغفار کرونگا اسکی کیا وجہ ہے
آپ تو افصح العرب ہیں آپنے آیت کو تخییر پر اور عدد کو تحدید پر کیوں محمول فرمایا اس اشکال کا
جواب شافی میں نے کہیں منقول تو دیکھا نہیں اور نہ کتابوں پر میری نظر زیادہ ہے۔ حضرت
مولانا محمد یعقوب صاحبؒ سے میں نے جو جواب سنا ہی وہ بیان کرتا ہوں ممکن ہے کہ نقل
سے بھی اس کی تائید ہوجاوے اور اگر نقل سے تائید نہ بھی ہو تو حضرت مولانا کو حقتعالیٰ نے
فن تفسیر سے خاص ذوق عطا فرمایا تھا اُن کے جواب کو ہم حجت سمجھتے ہیں مولانا نے اس کا
یہ جواب دیا تھا کہ بیشک اسلوب کلام تو تسویہ ہی کے لئے ہی اور عدد سبعین سے بھی خصوصیت
عدد مراد نہیں بلکہ کثرت مراد ہی مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اُسوقت رحمت کا حال غالب تھا
غلبۂ رحمت سے آپ نے صورت کلام سے تمسک فرمایا تو اس جواب سے اشکال تو رفع ہوگیا
مگر اس سے صوفیہ کے ایک قول کو مقید کرنا پڑیگا وہ یہ کہ صوفیہ کا قول ہی کہ کاملین پر غلبہ
حال نہیں ہوتا تو اس میں یہ قید لگانی پڑیگی یعنی اکثر نہیں ہوتا کبھی کبھی ضرور ہوجاتا ہے۔

اور یہ تقیید محض مولانا کے جواب کیوجہ سے نہیں بلکہ احادیث صحیحہ اسکی تائید کرتی ہیں چنانچہ واقعہ بدر میں جب مسلمانوں کا کفار سے مقابلہ ہونیوالا تہا حدیث میں آتا ہے کہ اُسوقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم عریش مبارک میں نہایت الحاح کیساتہہ دعا فرمارہے تھے کہ اے اللہ اپنے وعدہ نصر کو پورا فرمائے اور مسلمانوں کو غلبہ عطا فرمائے حتی کہ جوش میں یہ بھی فرمایا اللھم ان تھلک ھذہ العصابۃ لم تعبد بعد الیوم اے اللہ اگر یہ تھوڑی سی جماعت (مسلمانوں کی) ہلاک ہوگئی تو پھر زمین میں آپ کی عبادت نہوگی۔ اللہ اکبر خدا تعالی اسے یہ کہا جارہا ہے کہ اگر مسلمان اس واقعہ میں مغلوب ہوگئے تو پھر کوئی آپ کا نام نہ لیگا۔ صاحبو! آخر یہ کیا تہا علماء قشر تو تھک جائیں گے تاویلیں کرتے کرتے مگر اُن سے کچہ جواب نہ آئیگا ہاں صوفیہ اس کا جواب نہایت سہولت سے دیدینگے کہ اُسوقت آپ پر غلبہ حال تہا مقام ناز کی کیفیت غالب تہی لیجئے سارا اشکال مرتفع ہوگیا مگر یہ جواب اسکو مقتضی ہے کہ صوفیہ کے اس قول مشہور کو مقید کیا جائے۔ اب ایک اشکال اور رہ گیا وہ یہ کہ ہم نے تسلیم کیا کہ آیت کی صورت تخییر کو محتمل تہی مگر اس سے محض جواز معلوم ہوا وجوب تو نہیں معلوم ہوا تخییر سے جسطرح منافقین کی نماز پڑہنے کا جواز نکلتا ہے ترک صلوۃ کا جواز بھی تو نکلتا ہے پھر حضور نے صلوۃ کو ترک صلوۃ پر کیوں ترجیح دی آپنے نماز پڑھی کیوں اسکے لئے کوئی مرجح بتلانا چاہئے ورنہ آپکے فعل کا عبث ہونا لازم آئیگا۔ اسکا جواب ایک تو مورخین نے دیا ہے کہ اُسدن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنے سخت ترین دشمن پر یہ رحمت وشفقت دیکھکر بہت لوگ مسلمان ہوگئے تھے تو گویا آپ کے فعل میں یہ فائدہ اور یہ حکمت تھی اور دشمنوں کو یہ دکھلانا منظور تہا کہ رسول کو اپنے نفس کے لئے کسی سے بھی عداوت نہیں ہے بلکہ وہ دل سے اپنے دشمنوں کیلئے بھی رحمت ومغفرت کے خواہاں ہیں (جب تک حقتعالی ممانعت نہ فرمادیں) اگر نفس کیلئے کسی سے آپکو دشمنی ہوتی تو عبداللہ بن ابی کے کفن میں اپنا قمیص مبارک ہرگز نہ دیتے نہ اُس کی نماز پڑہتے نہ دفن میں شریک ہوتے کیونکہ شرعاً آپ کے ذمہ ان میں سے ایک کام بھی واجب نہ تہا مگر آپنے شفقت ورحمت

ب کچھ کیا اور اُس کی دشمنی پر کچھ بھی التفات نہیں فرمایا اور ایک جواب حضرت مولانا محمد
وب صاحب نے دیا ہی کہ حضور نے عبداللہ بن ابی کے واقعہ میں اس مسئلہ کو حل فرمایا ہی
برکات کے بھروسہ پر کوئی نہ رہے۔ بدون ایمان کے سب بیکار ہیں۔ چنانچہ دیکھلو اب
ت کے پاس کتنے تبرکات جمع ہوگئے حضور نے اپنا قمیص مبارک اُس کے کفن میں دیا بھلا
بات کسکو نصیب ہوتی ہے آجکل کوئی بہت کریگا غلاف کعبہ کا ٹکڑا رکھدیگا مگر غلاف کعبہ کو
حضور کے قمیص سے کیا نسبت حضور کا جسد اطہر عرش و کعبہ سے افضل ہوا اگر غلاف کعبہ
ر قمیص نبوی کے برابر مان بھی لیا جاوے تو یہ دولت کس کو نصیب ہو سکتی ہی کہ حضور کا لعاب
مبارک اُس کے منہ میں پڑے عبداللہ بن ابی کے مرنیکے بعد آپ نے اپنا لعاب بھی اُسکے
منہ میں ڈالدیا تہا وہ تو آپ کا جزو تہا جس کی برکت لباس سے بھی زیادہ ہے پھر آپ نے
اُس کے جنازہ کی نماز بھی پڑھی گویا اُسکے لئے دعاء مغفرت فرمائی بھلا یہ شرف آج کسکو نصیب ہو سکتا
ہے کہ حضور صحابہ کو لیکر اُس کے جنازہ کی نماز پڑھیں مگر باوجود ان تمام باتوں کے عبداللہ بن
ابی کو ان تبرکات سے کچھ بھی نفع نہ ہوا کیونکہ وہ ایمان سے محروم تہا حق تعالیٰ نے سانت
بیان فرمایا اِنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فَاسِقُوْنَ ۔

(باقی آئندہ)

نقد ادب

ہماری درس عربی میں جو قصائد ادبیہ زیادہ تر داخل ہیں وہ کوئی خاص اخلاقی ملکات پیدا کرنے
کا موجب نظر نہیں آتے ضرورت ہے اور بقول جناب مولانا سعید الدین صاحب مہتمم دار العلوم سخت ضرورت ہے
کہ دیوان حسان، قصائد صحابہ وغیرہ کا ایک بہترین انتخاب ہو کر ملک میں شائع ہو اور بعد بلیغ اشعار کو بھی درس میں داخل کر لیا
جائے الحمد للہ کہ ہمارے محترم عنایت فرما جناب مولوی محمد مصطفی صاحب ذی تہا ابن الفارض کے قصائد تائیہ کا ترجمہ
کر کے اسکو الغنیمۃ الکبرٰی کے جامع نام سے موسوم کیا ہی احقر نے بعض مقامات اسکا مطالعہ کیا ہے ترجمان میں شعر کے
اردو بامحاورہ ترجمہ بیجا و سلاست سے بیان کیا گیا ہے اور بیشک اہل کمال سے داد چاہنے کا مستحق ہی جن حضرات کو شوق مطالعہ ہو وہ
حسب ذیل پتہ سے طلب کریں۔ مولوی احمد مجتبیٰ بن عبد الرحمن خان توجناب مولوی محمد مصطفیٰ صاحب ایم گو منشی مسلمل
قیمت کتاب (۸/)

رحمۃ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے الطاف

صنف نازک پر

اسلام میں خواتین کے حقوق

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اگر ہمارا یہ دعوی دلائل کی کشمکش سے آزاد ہے کہ آفتاب عالمتاب کی بے پایان اور منتشر کرنوں کو کوئی شخص کسی طرح بھی کسی قندیل کسی فانوس یا کسی محدود چیز میں نہیں گھیر سکتا، تو یقیناً اس آفتاب ہدایت ماہتاب رشد وصداقت کی غیر محدود تجلیات کو بھی کوئی مقتبس اپنی بیان یا تحریر کے پرتو اندوز دائرہ میں جذب نہیں کرسکتا جس کو خدا نے اپنی کلام پاک میں نور کہا ہے۔ لَقَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ "

جسکا لقب چاند اور سورج کے پیدا کرنے والے خدا نے سراج منیر تجویز کیا ہے۔ شمسی شعاعیں آئے دن روبتنزل ہیں۔ خود ذات شمس کو کسوف۔ غروب۔ زوال وغیرہ کے ناگوار عوارض پیش آتے رہتے ہیں۔ مگر وہ نیر نبوت آفتاب رسالت تمام نقصانات سے بری۔ تمام عوارض سے پاک ہے۔ بلکہ اُس کی روزافزون ترقی کے متعلق خالق کائنات کا یہ ارشاد ہے۔ وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَكَ مِنَ الْأُولَىٰ "

عنوان بالا کے وسیع دامن بھی ہمارے حدود بیان سے افزوں تر ہیں۔

مگر عالم افروز آفتاب کے انوار کی اندازہ کرنیکی صرف یہ ہی صورت نہیں کہ آپ کسی میدان میں کھڑے ہو کر اس کی کرنوں کو ایک ایک کر کے گنیں۔

بلکہ ایک اندازہ کرنیوالا شخص اس ادنی لمعہ اور معمولی جھلک سے بھی معدن نور کے بے پایاں ضیاء کا اندازہ کرسکتا ہے۔ جو اس کے بند کمرے میں کسی روشندان یا جھروکے سے آرہا ہے۔

[و]قت ہم اس جادو دانی نیرِ عرب۔ خورشید حرم کی بے انتہا تابانیوں اور درخشانیوں کا ایک
[ا]ولی حصہ (ترقی و تہذیب نسوان کے متعلق) پیش کرکے یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ صنف نازک کے
[تیرہ] و تار حالات کو اس نیرِ اکبر نے کس حد تک رشک نور کر دیا۔
چونکہ کوکب اسلام۔ (جسکی شعاعوں نے افریقہ کے ریگستانی صحراؤں پر اور مغرب اقصیٰ کے
[ا]یک زاویہ پر ضیا بیزیاں فرما کر ان کو گنجینۂ انوار بنا دیا) ام القریٰ یعنی مکہ معظمہ سے طلوع ہوا تھا۔ لہٰذا
[س]ب سے پہلے یہ بتانا ضروری ہے کہ سرزمین عرب جسکو آج مشرق اسلام کہا جاتا ہے اُس کی حالت
[ا]س نیرِ اعظم کے طلوع ہونے سے کچھ قبل وقت سحر تک کیا تھی۔ اسلئے سلسلہ بیان کی پہلی کڑی
[م]ستورات عرب کے تنزل اور پھر ترقی پر بحث کرنا ہے پھر اگر توفیق خداوندی نے کمزور بازو کی تائید کی تو
[د]یگر ممالک کی مستوراتی تعلیم اور تہذیب اور ترقی اور رعایت حقوق کو بھی اسی سلسلہ میں انشاء اللہ
[پ]یش کرونگا۔

اسلام سے پہلے عرب

کسی ایک مذہب یا ایک خیال کا پابند نہ تھا۔ بلکہ جیسے بت پرستان عرب کے
معبودوں کی کوئی انتہا نہ تھی ایسے ہی مجموعہ عرب کے خیالات اور مذاہب کی بھی کوئی حد نہ تھی۔ اور
یہ رنگارنگی خیالات غریب مستورات کے حق میں عجیب عجیب رنگ لاتی تھی۔
مگر یہ تمام رنگ رحم اور محبت کی دل آویزیوں سے بالکل صاف ہوتے تھے۔ ہاں خون مظلوم
کی سرخییں ان میں ضرور جھلک سکتی تھیں۔

لڑکیوں کی پیدائش

عام طور سے عرب اپنی بیٹیوں کے مہر میں گران قدر رقمیں وصول کیا کرتے
تھے۔ چنانچہ ولادت کے وقت ان الفاظ سے مبارکباد دی جاتی تھی کہ۔
هَنِيئًا لَكَ النَّافِجَةُ | (یعنے مال کی بڑھانے والی آپ کے لئے مبارک ہو۔)
مگر اس پر بھی حالت یہ تھی کہ جب لڑکی کی ولادت کی خبر اس کے باپ کو ملتی تھی۔ اُسکا چہرہ
کالا ہو جاتا تھا۔ آنکھیں سُرخ۔ غصہ سے بھر جاتا تھا۔ اپنی قوم سے بسبب اس خبر بد کے
مُنھ چھپاتا پھرتا تھا۔ اور کہتا تھا کہ اس کو ذلیل کرکے زندہ چھوڑے رکھے یا مٹی میں دبا دی۔ چنانچہ

قرآن شریف میں اس حالت کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔

وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم بِالْأُنثَىٰ ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ ۝
يَتَوَارَىٰ مِنَ الْقَوْمِ مِن سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ ۚ أَيُمْسِكُهُ عَلَىٰ هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ فِي
التُّرَابِ ۗ أَلَا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ۝

مگر غیور عرب پہلی بات پر نہیں بلکہ دوسری بات پر عمل کیا کرتا تھا۔ یعنی عین اس زمانہ میں کہ ایک شیر خوار، معصوم بچی، آغوش محبت کی، دودھ کی دھاروں کی، محبت آمیز نگاہوں کی رحم مادر کی، محبت پدر کی محتاج ہوتی تھی۔

اس کی ساتھ اسکی تمنا کے برخلاف سلوک کیا جاتا تھا۔ آغوش محبت کے بجائے آغوش لحد دودھ کی دھاروں کے بجائے سم قاتل کے چند قطرے اُس کو ملتے تھے۔

شفیق باپ کی آستینیں اُس کے خون کیلئے چڑھتیں۔ اور اس کا رحم پرور ہاتھ معصوم کے خون سے رنگا ہوا نظر آتا تھا۔

اس بہیمیت اور درندگی کے فعل کا نام محاورات عرب میں وأد تھا۔ یعنی جاندار کو گڑھے میں داب دینا۔

علی العموم اس قابل فخر فریضہ کی ادائیگی سے وہ لوگ ولادت کے وقت ہی سبکدوش ہو جایا کرتے تھے۔ لیکن اگر کسی وجہ سے اوس وقت یہ فرض ادا نہ ہو سکا تو یہ نہیں ہوتا تھا کہ یہ معرض التوا میں آجائے یا اس حکم پر تمادی عارض ہو جائے۔ بلکہ جب بھی باپ کو موقع ملتا تھا۔ وہ اس وحشیانہ حرکت کو پورا کرتا اور اپنی بہیمگی و درندگی کے ناپاک ارادوں کو معرض وجود میں لاکر آئندہ نسلوں کیلئے وحشت انگیز یادگار کر چھوڑتا۔

(باقی آئندہ)

رطب العرب

(گذشتہ سے پیوستہ)

۱۳
وحرضنی علی العصیان جہل ۔۔ بعاقبتی وصنع اللہ مہل
ومحو جرائمی ان شئت سہل ۔۔ وکم لک یارسول فضل
تضیق الارض عنہ والسماء

۱۴
ولم لی من کروب فاجأتنی ۔۔ وکم لی من معاص اخجلتنی
وکم لی من خطایا مزقتنی ۔۔ اقلنی من ذنوب اثقلتنی
فانت لعلتی نعم الدواء

۱۵
ترفق بی فانی ذو بروء ۔۔ لاکبر ما جنیت لذو جنوء
ولا تنظر بلحظ ذی خسوء ۔۔ وخذ بیدی فانی عبد سوء
علی کسب الذنوب لی اجتراء

۱۶
اقلب وقت نومی فوق جمر ۔۔ فذات اللہ ذات قہر
الیک مفوض خیری وشری ۔۔ فکن لی شافعاً فی یوم حشر
اذا ما اشتد بالناس البلاء

(۱۳) مجھکو خدا کی نافرمانی پر اپنے انجام سے ناواقفیت نے ابھارا۔ اور خدا کی عادت بھی ہے کہ وہ سزا دینے میں تاخیر سے کام لیتا ہے۔ اور اگر آپ چاہیں تو میرے گناہوں کا کالعدم ہو نا ایک معمولی چیز ہے۔ اور اے اللہ کے سچے رسول! آپ کو تو بہت سی ایسی فضیلتیں حاصل ہیں کہ جو زمین و آسمان میں بھی نہیں سما سکتے ہیں۔ (۱۴) میری ساتھ بہت سی مصیبتیں ہیں جو کہ اچانک مجھ پر پڑ گئیں۔ میں نے بہت سے ایسے گناہ کئے جن سے میں سخت نادم ہوں۔ میں نے بہت سی خطائیں ایسی کی ہیں جنہوں نے میرے دل کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے میرے ان گناہوں کو معاف فرما دیجئے جنہوں نے مجھکو گرانبار کر دیا ہے۔ کیونکہ آپ میری بیماری کیلئے اچھی دوا ہیں۔

(۱۵) آپ میرے ساتھ نرمی کا برتاؤ کیجئے کیونکہ میں اگناہوں کیوجہ سے) بالکل نڈھال ہو رہا ہوں۔ اور اپنے کئے ہوئے گناہوں میں سے بڑے بڑے گناہوں کا ندامت سے سر جھکائے ہوئے ہوں۔ مجھکو ذلت آمیز نظروں سے آپ نہ دیکھیں اور میری دستگیری فرمائیے کیونکہ میں نالائق غلام ہوں۔ اور گناہوں کے کرتے رہنے پر بڑا جری ہوں۔

(۱۶) سوتے وقت بستر پر کروٹیں بدلتا ہوں گویا بجائے فرش کے میرے نیچے آگ کے انگارے بچھا دئے گئے ہیں کیونکہ ذات خداوندی قہار ذات ہے۔ اے اللہ کے سچے رسول! میں نے اپنا بھلا برا سب آپکو سونپ دیا۔ تو آپ میدان قیامت میں اس وقت میری شفاعت فرمائیے جبکہ لوگوں کی مصیبت [illegible] ہو جائے۔ ۱۲ منہ

عہ پرودگار [illegible] ۱۲ منہ

	يجود على الورى من غير من	فكيف تقول لي اخسأ ست مني
۱۷	اجل ذخائري فيك التظني	لحقق يا رسول الله ظني

لجودك ليس لي فيه امتراء

	ذنوبي كالاجاج ومنه ريبي	ويكفيني من العصيان جني
۱۸	ولكني رجاي فيك هذا لي	وحاشا ان يخيب لديك سعي

ولكيس لجود راحتك انقضاء

	وزاد حسارة بؤمي وامسي	تركت الروح ثم وقيت رمسي
۱۹	وما اوفيت من ربي بجلسي	وما انا بالذنوب ظلمت نفسي

وجئتك والكريم له وفاء

	اتيتك مستعيذا مقشعرا	بما اكتسبت يداي وما امرا
۲۰	مني في القلب لي والكبد حري	وحاشا ان تعود يداي صفرا

وفضلك ليس تنقصه الدلاء

(۱۷) آپ ساری مخلوق پر (بغیر کسی تخصیص کے) احسان جتلائے بغیر سخاوت کرتے ہیں تو پھر مجھسے کیونکر فرما سکینگے کہ دور ہو تو ہماری جماعت سے خارج ہے۔ میرا تو بڑا ذخیرہ یہی کہ آپسے مجکو خیر کی امید ہے۔ تو اے اللہ کے سچے رسول! آپ میری خیال کی تصدیق فرما دیجئے۔ کیونکہ آپ کی جود و عطا میں مجکو ذرا سا بھی شک نہیں ہے (۱۸) میرے گناہ آب شور کیطرح ہیں مگر میری سیرابی انہیں سے ہوتی ہے۔ اور میرے لئے یہی بس ہے کہ میں خدا کی نافرمانی کے پھل توڑتا رہتا ہوں لیکن میرا طریقہ یہ ہے کہ آپ کی ذات والاصفات سے امید لگائے رہوں۔ اور خدا نکرے کہ آپکے پاس میری سعی ناکام ہو۔ کیونکہ آپکے دست مبارک کی سخاوت تو کبھی ختم ہوتی ہی نہیں۔ (۱۹) میرے گذرے ہوئے اور موجود دونوں زمانہ میرے سرے کی بیباکی میں بڑے ہوئے ہیں میں نے روح سے تو قطع نظر کر لی لیکن تن پروری میں مشغول رہا میں نے وہ عہد بالکل پورا نکیا جو میں نے اپنے رب سے کیا۔ اور سُن لیجئے کہ میں نے گناہ کر کے اپنی جان پر خود ظلم کیا ہے میں آپکی خدمت حاضر ہوا ہوں اور سخی بات کا پکا ہی ہوتا ہے (۲۰) میں آپکی خدمت میں پناہ مانگتا ہوا ایسی حالت میں حاضر ہوا ہوں کہ گناہوں کی سزا کے خوف کیوجہ سے میرے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوئے ہیں جنکو میں نے خود اپنے ہاتھوں سے کیا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ) وہ نہایت ہی تلخ ہیں میرے دل میں بہت سی آرزوئیں ہیں اور میرے جگر میں حرارت بھری ہوئی ہے اور خدا نکرے کہ میرے ہاتھ (آپ کے دربار سے) خالی واپس ہوں حالانکہ آپ کے فضل کو کسی کے ڈول کم نہیں کر سکتے ہیں (یعنی کسی کی طلب عطا سے آپ کی بزرگی اور سخاوت میں کمی نہیں آسکتی ہے)۔

۲۱
وکم لک فی الفضائل سابقاتٌ　　من اللہ العلی معظماتٌ
وللموتی قلوبٌ محییاتٌ　　وکم لک معجزات باھراتٌ
کضوء الشمس لیس لھا خفاءٗ

۲۲
تجود علی الوری والعبد عاف　　وغوثک فی الرزایا خیر کاف
لک الشخص الزکی والقلب صاف　　واخلاق تطیب بھا القوافی
ویحلو المدح فیھا والثناءٗ

۲۳
حضرت لدیک من قلب صمیم　　جسور مارد شرس اثیم
وھا ذا نحن فی خزی الیم　　وانت لنا علی خلق عظیم
ونحن علی العموم لک الفداءٗ

۲۴
بشابی ضاع ثم کسرت سمطی　　وخاذلنی صدیقی ثم رھطی
اُخذنا نحن فی مقت وسخط　　سمعنا فی الضحی ولسوف یعطی
فسرّ قلوبنا ھذا العطاءٗ

(۲۱) آپ کی بہت سی فضیلتیں ہیں جو کہ تمام فضیلتوں سے آگے ہیں اور خداوند کریم کے نزدیک بڑے درجہ کی ہیں۔ اور یہ فضیلتیں مردہ دلوں کو زندہ کر دینے والی ہیں۔ اور آپ کے بہت سے معجزے ہیں جو سب انبیاء کے معجزوں سے بالاتر ہیں اور ایسے ہیں جیسے نور خورشید۔ جنمیں کسی قسم کا خفا نہیں ؛

(۲۲) آپ کی جود و سخا تمام مخلوق کو عام ہے اور بندہ (میں) سائل (ہو کر آیا) ہے۔ اور بوقت نزول مصائب آپ کی امداد بہت اچھی طرح کفایت کرنے والی ہے۔ آپ کا جسم طاہر و مطہر اور قلب صاف ہے۔ اور آپکے ایسے اخلاق ہیں جنکے ذکر سے اشعار پاک ہو گئے ہیں۔ اور ان اشعار میں آپ کی مدح و ثنا کیوجہ سے حلاوت آجاتی ہے۔

(۲۳) میں آپ کی خدمت میں صمیم قلب سے حاضر ہوا ہوں (میرا قلب) بے باک۔ سرکش۔ بد خلق گنا ہوں میں ڈوبا ہوا ہے۔ آپ (ہمارا حال سنیں) ہم دردناک رسوائی میں مبتلا ہیں۔ اور آپ نے ہمارے ساتھہ ہمیشہ اچھے اخلاق کیساتھہ معاملہ کیا ہے۔ اور ہم سب کے سب آپ کے جاں نثار ہیں۔

(۲۴) میری جوانی ضائع ہو گئی۔ میں نے اسباب زیب و زینت کو توڑ ڈالا۔ مجکو میرے دوستوں اور میرے کنبے نے چھوڑ دیا۔ (اب) ہم خدا کی ناراضی میں پکڑے گئے (لیکن) ہم نے سورہ والضحیٰ کی یہ آیت بھی سن لی ہے کہ ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ (یعنی خداوند عالم اپنی عطاؤں سے آپ کو خوش کر دیگا) تو اس عطا نے ہمارے دلوں کو خوشی سے بھر دیا ؛

دارالعلوم دیوبند کی اسٹرائک اور مصالحت

دارالعلوم دیوبند کے طلبا میں بعض امور سے یکایک ایک ہیجان پیدا ہوگیا تھا جس کی وجہ سے اسٹرائک ہوگئی، ہم نے پوری تفصیل اُن واقعات کی مرتب کی تھی لیکن چونکہ مولانا کفایت اللہ صاحب کی مساعی جمیلہ سے اسٹرائک ختم ہو چکی معاملات طے ہو چکے تو اب اُن کو دہرانا اور تفصیل کرنا خلاف مصلحت خیر سمجھتے لیکن اگر سنا ہے کہ سلسلے شروع ہو گئے تو ہم مفصل لکھینگے۔

دارالعلوم دیوبند کے اختلافات

اور

مفتی [illegible] صاحب کی پُردرد تحریر

[illegible]

...ی اللہ نے اسباب مہیا فرمائے یعنی ہر زمانہ میں ایسے لوگ اُمتِ اسلامیہ میں پیدا فرمائے جنہوں نے
...ین متین کی حفاظت اور حمایت کی۔ ہندوستان میں جب قرآن کا علم ۱۸۵۷ء کے بعد اٹھنے لگا تو اللہ
...نے چند نفوس قدسیہ کے قلوب میں الہام کیا انہوں نے ایک مدرسہ قائم کرنے کا مشورہ کیا حضرت
...ولانا محمد قاسم صاحبؒ نے ان کی بنیاد ڈالی اور سرپرستی فرمائی اسکے بعد حضرت مولانا گنگوہیؒ
...ہ اور اسکے بعد حضرت شیخ الہندؒ نے سرپرستی کو جاری رکھا یہاں تک کہ یہ زمانہ آیا مولانا تی
...اکر میں مدینہ منورہ میں رہنے کی وجہ سے دنیا کے ہر گوشہ خطہ کے لوگوں سے ملا ہوں میں
...کہ علماء وصلحا کو جانچا ہے میں اگر یہ دعویٰ کروں تو بجا ہوگا کہ دارالعلوم دیوبند کے علماء کی
...تی دارالعلوم دیوبند وہ بیمثال درسگاہ ہے جسکی نظیر افغانستان باوجود اسلامی سلطنت
...تا۔ یہ ثمرہ ہے ان بزرگان کی حسن نیات کا دیوبند کے لوگ اس دارالعلوم
...مشہور ہے۔ گھر کی مرغی دال برابر لیکن وہ سوچیں کہ ثمر قند کاشغر کے لوگ ہزار رو
...ں اور دیوبند کے لوگ گھر بیٹھے ماں باپ کی آنکھیں ٹھنڈی کرتے ہوئے
...اس نعمت پر شکر نہ کرینگے تو پھر اسکی وعید لئن کفرتم سے آگے
...کے مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ طالبان علم دین کی خدمت کریں
...ں نے اُن کی خدمت کی ہیبت فرمائی لیکن اُن کی خدمت
...ہو جاویں بجا ہیں اُن کی حمایت کیجائے اگر وہ کوئی کام ایسا کریں
...بجا ہو تو اُن کو روکنا اور بچانا چاہیئے اور سمجھانے پر بھی نہ مانیں تو انسی
...طلباء نوجوان ہیں ناتجربہ کار ہیں وہ اپنے نفع نقصان کو پوری طور
...حلوا مانگتا ہے باپ اسکے لئے کہیں نہ کہیں سے فکر کرکے حلوا لاتا ہے
...حکیموں نے حلوے سے منع کیا ہو ایسے وقت میں حلوا کبھی نہ دیا جائیگا
...ے کام دنیا میں ایسا نہیں جسمیں اصلاح کی ضرورت نہیں ہر کارخانہ میں
...تی ہوتی ہے۔ اور دارالعلوم میں بھی اصلاح کی ضرورت ہے لیکن اصلاح

دارالعلوم دیوبند کی اسٹرائک اور مصالحت

دارالعلوم دیوبند کے طلباء میں بعض امور سے یکایک ایک ہیجان پیدا ہوگیا تھا جسکی وجہ سے اسٹرائک ہوگئی، ہم نے پوری تفصیل اُن واقعات کی مرتب کی تھی لیکن جبکہ مولانا کفایت اللہ صاحب کی مساعی جمیلہ سے اسٹرائک ختم ہوچکی معاملات طے ہوچکے تو اب اُن کو دھرانا اور تفصیل کرنا قرین مصلحت نہیں سمجھتے لیکن اگر مضامین کے سلسلے شروع کئے گئے تو ہم مفصل لکھینگے۔

(طاہر بن احمد القاسمی)

دارالعلوم دیوبند کے اختلافات

اور

حضرت مولانا حسین احمد صاحب کی پُر درد تقریر

حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی جانشین شیخ الہند دارالعلوم کے اختلافات میں ایک عرصہ سے خاموش تھے گو عملاً تو وہ دارالعلوم کی تائید فرما رہے تھے یعنی ایسی زمانہ مین جبکہ خودغرض جماعت کے پرزور مساعی یہ تھی کہ طلبا بھی پڑہنا چھوڑدین اور مدرسین بھی پڑھانا ترک کردیں تاکہ ادارہ اہتمام سے بدلہ لینے کا انہیں کافی موقع مل سکے مولانا حسین احمد صاحب نے پڑھانا ترک نہیں فرمایا بلکہ دارالعلوم کو ایسے نازک وقت میں سنبھال لیا لیکن کل جمعہ کے بعد جامع مسجد میں حسب ذیل تقریر مولانا نے فرمائی جسکا خلاصہ ہم درج کرتے ہیں۔

مولانا نے آیۃ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون کی تلاوت فرماکر بیان کیا کہ خدا نے مسلمانوں سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ اپنے ذکر کی حفاظت خود کریگا۔ چونکہ یہ عالم، عالم اسباب ہے لہٰذا یہان جو چیز بھی قدرت ظاہر کرتی ہے اسباب کے پردہ ہی میں ظاہر کرتی ہی بچہ جب تک خدا نہیں دیتا جب تک نکاح نہو غلہ جب تک نہیں ملتا جب تک کھیتی میں جان نہ ماری جائے علیٰ ہذا حفاظت قرآن کیلئے

اللہ نے اسباب مہیا فرمائے یعنی ہر زمانہ میں ایسے لوگ اُمت اسلامیہ میں پیدا فرمائے جنہوں نے
دین متین کی حفاظت اور حمایت کی۔ ہندوستان میں جب قرآن کا علم ۱۸۵۷ء کے بعد اٹھنے لگا تو اللہ
نے چند نفوس قدسیہ کے قلوب میں الہام کیا انہوں نے ایک مدرسہ قائم کرنے کا مشورہ کیا حضرت
مولانا محمد قاسم صاحب رح نے ان کی بنیاد ڈالی اور سرپرستی فرمائی اسکے بعد حضرت مولانا گنگوہی رح
نے اور اسکے بعد حضرت شیخ الہند رح نے سرپرستی کو جاری رکھا یہاں تک کہ یہ زمانہ آیا مولانا نے
فرمایا کہ میں مدینہ منورہ میں رہنے کی وجہ سے دنیا کے ہر گوشہ خطہ کے لوگوں سے ملا ہوں میں نے
ہر خطہ کے علماء و صلحا کو جانچا ہے میں اگر یہ دعویٰ کروں تو بجا ہوگا کہ دارالعلوم دیوبند کے علماء کی
نظیر نہیں ملسکتی دارالعلوم دیوبند وہ بیمثال درسگاہ ہے جسکی نظیر افغانستان باوجود اسلامی سلطنت
ہونیکے نہ پیش کر سکا۔ یہ ثمرہ ہے ان بزرگان کی حسن نیات کا دیوبند کے لوگ اس دارالعلوم
کی قدر نہیں کرتے مثل مشہور ہے، گھر کی مرغی دال برابر لیکن وہ سوچیں کہ ثمرقند کاشغر کے لوگ ہزاروں
میل کا سفر طے کرکے آتے ہیں اور دیوبند کے لوگ گھر بیٹھے ماں باپ کی آنکھیں ٹھنڈی کرتے ہوئے
علم حاصل کر سکتے ہیں لیکن اگر وہ اس نعمت پر شکر نہ کرینگے تو پھر اسکی وعید لئن کفرتم سے آگے
مذکور ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ دیوبند کے مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ طالبان علم دین کی خدمت کریں
کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کی خدمت کی وصیت فرمائی لیکن اُن کی خدمت
اور حمایت کے یہ معنے نہیں کہ ہر جا و بیجا میں اُن کی حمایت کیجائے اگر وہ کوئی کام ایسا کریں
جس سے دارالعلوم کو صدمہ پہنچتا ہو تو اُن کو روکنا اور بچانا چاہیئے اور بچانے پر بھی نہ مانیں تو انسے
علیحدگی اختیار کرنی چاہیئے طلباء نوجوان ہیں ناتجربہ کار ہیں وہ اپنے نفع نقصان کو پوری طور سے
نہیں سمجھتے۔ ایک بیٹا باپ سے حلوا مانگتا ہے باپ اسکے لئے کہیں نہ کہیں سے فکر کرکے حلوا لاتا ہے
لیکن اگر بیٹا مریض ہو اور حکیموں نے حلوے سے منع کیا ہو ایسے وقت میں حلوا کبھی نہ دیا جائیگا
مولانا نے فرمایا کہ کوئی کام دنیا میں ایسا نہیں جسمیں اصلاح کی ضرورت نہیں ہر کارخانہ میں
ضرورت اصلاح کی ہوتی ہے۔ اور دارالعلوم میں بھی اصلاح کی ضرورت ہے لیکن اصلاح

ذریعے سے ذاتی عداوتیں نکالنا اصلاح نہیں اصلاح اُسی شخص کا فریضہ ہوسکتا ہی جو کسی کی عداوت کے لئے نکرے دارالعلوم کی اصلاح کا طریقہ یہ ہی کہ اسکی حمایت وعزت کیجائے اور خوب ترقی دیجائے اور جو خامیاں ہوں وہ رفع کردیجائیں نہ یہ کہ اصل شے ہی کو برباد کردیجائی ۔ نہایت دردکیساتھ فرمایا کہ جن لوگوں نے دارالعلوم کو بال برابر بھی نقصان پہنچایا ہی یاد رکھیں قیامت کے روز روسیاہ ہوں گے ۔ اور فرمایا کہ دارالعلوم سے علاوہ دینی فائدہ کے دیوبند کے ہندو مسلمانوں کا یہ کسقدر بڑا دنیوی فائدہ ہے کہ ہر مہینہ دس ہزار روپیہ سے زیادہ خرید فروخت اسکی وجہ سے ہوتی ہے پس ایسی مقدس درسگاہ کو اُجاڑنا اسلام کو اُجاڑنا ہے ۔ خدانکردہ اگر یہ مدرسہ تباہ کردیا گیا تو اس کی تباہی اسلام کی تباہی کے مرادف ہوگی ۔ اگر اس پر سے اعتماد اُٹھادیا گیا تو پھر کوئی مدرسہ نہیں ہے جس سے ایسی خدمات کے واقعات وابستہ ہوسکیں ۔

وفات حسرت آیات

حضرت مولانا محمد علی صاحب مونگیری نوراللہ مرقدہٗ کی ذات گرامی نہ صرف مونگیر و صوبہ بہار کے لئے باعث رحمت تھی بلکہ ہندوستان میں وہ ایک مبلغ اسلام و ہادی طریقت تقدس مآب ہستی مانی جاتی تھی آہ کہ اس دارفانی سے راہی ملک بقا ہوئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔

مولانا کی اس دائمی مفارقت پر جتنا چشم نم ہوں کم ہے ۔ حق جل مجدہ اپنے اس مقدس بندے کو جوار رحمت و فضل و تقرب خاص میں جگہ عطا فرمائے آمین ۔ دارالعلوم میں مولانا کیلئے ایصال ثواب کیا گیا ۔

ہم نہایت اندوہ رنج کے ساتھ عزیز مسٹر شاہد علی مرحوم فرزند سعید مولانا شوکت علی صاحب کی رحلت پر اظہار افسوس کرتے ہوئے داعی بدرگاہ رب العزت ہیں کہ بار آلہا اس عنفوان شباب میں پیام اجل کو لبیک کہنے والے فرزند سعید کو اپنے گہوارۂ رحمت و غفران میں جگہ عطا فرما آمین ۔ اور پس ماندگان اعزا و احباب کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرما کر اجر جزیل سے نوازے ۔

(القاسم)

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند

(۱) سوال بندہ نے زید کے روبرو توبہ کی اور اقرار کیا کہ چونہ پان میں حرام سمجھونگی لیکن دل میں
خیال تھا کہ اگر فتویٰ شرعی جواز کا ہوا تو جائز سمجھونگی آیا پان میں چونہ کا استعمال جائز ہی یا نہیں؟
(۲) بکری کا بچہ جب پیدا ہوا تو نیت کی کہ اسکو قربان کرینگے وہ بچہ دو تین ماہ کا ہو کر بیمار ہو کر قریب
مرگ ہو گیا ۶ر کو فروخت کر دیا اس ۶ر کو قیمت قربانی میں دیا جاوے یا کہ خیرات کر دیا جاوے، المستفتی
شکور النساء از بھنگالہ تحصیل سوہہ ضلع ہوشیارپور جالندھر

الجواب، چونہ مطلقاً حرام نہیں ہے زیادہ مقدار جو مضر ہو حرام ہے اور تھوڑی مقدار پان
وغیرہ میں جائز ہے جیسا کہ مٹی کا یہی حکم ہے۔
(۲) اس چھ آنے کو صدقہ خیرات کر دیا جاوے۔

سوال (۲) اگر کوئی شخص کسی متقی پرہیزگار عالم کو جھوٹی تہمت لگا کر کہے کہ زیادہ اور کیا ہوگا
میری بی بی مطلقہ ہو جاویگی میں اُن کو کتا کہونگا تو اس شخص کا کیا حکم ہے۔

الجواب ایسا شخص فاسق ہے اسکو توبہ کرنی چاہئے عالم دین کو برا کہنا حقیقت میں دین
اسلام کی توہین کرنا ہی ایسی بیباکی بعض دفعہ کفر تک پہنچا کرتی ہی۔ آیندہ اس قسم کے کلمات
سے احتیاط کرنی چاہئے اور اب پشیمان ہو کر توبہ کرے واللہ اعلم۔

سوال (۳) تعمیر مندر وغیرہ میں مسلمان مستری وغیرہ کو برائے طمع دراہم و فلوس اجرت پر کام کرنا
امام ابوحنیفہ کے نزدیک جائز ہے یا نہیں؟ اسپر مولانا مولوی عبدالصمد صاحب نے جواز کا فتویٰ دیدیا
ہے۔ بینوا توجروا، المستفتی سید شبیر محمد از نوشہرہ ضلع شاہ پور۔

الجواب، جواب صحیح ہے بیشک تعمیر مندر و کنیسہ وغیرہما مسلمانان کے لئے عند الامام ابی حنیفہ
جائز ہے اور صاحبین رح اس کو مکروہ فرماتے ہیں اگرچہ احوط عمل بمذہب صاحبین ہے لیکن تکفیر
و تفسیق تعمیر کرنیوالے کی اور اخراج اُس کا مسجد سے اور روکنا مسجد میں آنے سے جائز نہیں ہے

ذریعہ سے ذاتی عداوتیں نکالنا اصلاح نہیں اصلاح اُسی شخص کا فریضہ ہوسکتا ہی جو کسی کی عداوت کے لئے نکرے دارالعلوم کی اصلاح کا طریقہ یہ ہی کہ اسکی حمایت و عزت کیجائے اور خوب ترقی دیجائے اور جو خامیاں ہوں وہ رفع کردیجائیں نہ یہ کہ اصل شے ہی کو برباد کردیجائی - نہایت درد کیساتھ فرمایا کہ جن لوگوں نے دارالعلوم کو بال برابر بھی نقصان پہنچایا ہی یاد رکھیں قیامت کے روز روسیاہ ہوں گے - اور فرمایا کہ دارالعلوم سے علاوہ دینی فائدہ کے دیوبند کے ہندو مسلمانوں کا یہ کسقدر بڑا دنیوی فائدہ ہے کہ ہر مہینہ دس ہزار روپیہ سے زیادہ خرید فروخت مدرسہ کی وجہ سے ہوتی ہے پس ایسی مقدس درسگاہ کو اُجاڑنا اسلام کو اُجاڑنا ہے - خدانکردہ اگر یہ مدرسہ تباہ کردیا گیا تو اس کی تباہی اسلام کی تباہی کے مرادف ہوگی - اگر اس پر سے اعتماد اُٹھادیا گیا تو پھر کوئی مدرسہ نہیں ہے جس سے ایسی خدمات کے واقعات وابستہ ہوسکیں -

وفات حسرت آیات

حضرت مولانا محمد علی صاحب مونگیری نوراللہ مرقدہٗ کی ذات گرامی نہ صرف مونگیر و صوبہ بہار کے لئے باعث رحمت تھی بلکہ ہندوستان میں وہ ایک مبلغ اسلام و ہادی طریقت تقدس مآب ہستی مانی جاتی تھی آہ کہ اس دار فانی سے راہی ملک بقا ہوئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ؎

مولانا کی اس دائمی مفارقت پر جتنا چشم نم ہوں کم ہے - حق جل مجدہ اپنے اس مقدس بندے کو جوار رحمت و فضل و تقرب خاص میں جگہ عطا فرمائے آمین - دارالعلوم میں مولانا کیلئے ایصال ثواب کیا گیا ؎

ہم نہایت اندوہ رنج کے ساتھ عزیز مسٹر شاہد علی مرحوم فرزند سعید مولانا شوکت علی صاحب کی رحلت پر اظہار افسوس کرتے ہوئے داعی بدرگاہ رب العزت ہیں کہ بارالٰہا اس عنفوان شباب میں پیام اجل کو لبیک کہنے والے فرزند سعید کو اپنے گہوارۂ رحمت و غفران میں جگہ عطا فرما آمین - اور پس ماندگان اعزا و احباب کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرماکر اجر جزیل سے نوازے ؎

(القاسم)

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند

(۱) سوال بندہ نے زید کے روبرو توبہ کی اور اقرار کیا کہ چونہ پان میں حرام سمجھونگی لیکن دل میں
خیال تھا کہ اگر فتویٰ شرعی جواز کا ہوا تو جائز سمجھونگی آیا پان میں چونہ کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟
(۲) بکری کا بچہ جب پیدا ہوا تو نیت کی کہ اسکو قربان کرینگے وہ بچہ دو تین ماہ کا ہوکر بیمار ہوکر قریب
مرگ ہوگیا ۶ر کو فروخت کردیا اس ۶ر کو قیمت قربانی میں دیا جاوے یا کہ خیرات کردیا جاوے۔ المستفتی از
شکور النسا از بھگالہ تحصیل سوھہ ضلع ہوشیارپور جالندھر۔

الجواب،، چونہ مطلقاً حرام نہیں ہے زیادہ مقدار جو مضر ہو حرام ہے اور تھوڑی مقدار پان
وغیرہ میں جائز ہے جیسا کہ مٹی کا بھی یہ حکم ہے۔
(۲) اس چھ آنے کو صدقہ خیرات کردیا جاوے،،۔

سوال (۲) اگر کوئی شخص کسی متقی پرہیزگار عالم کو جھوٹی تہمت لگاکر کہے کہ زیادہ اور کیا ہوگا
میری بی بی مطلقہ ہوجاویگی میں اُن کو کتا کہونگا تو اس شخص کا کیا حکم ہے۔

الجواب ایسا شخص فاسق ہے اسکو توبہ کرنی چاہیئے عالم دین کو بُرا کہنا حقیقت میں دین
اسلام کی توہین کرنا ہے ایسی بیباکی بعض دفعہ کفر تک پہنچا کر رہتی ہے۔ آیندہ اس قسم کے کلمات
سے احتیاط کرنی چاہیئے اور اب پشیمان ہوکر توبہ کرے واللہ اعلم۔

سوال (۳) تعمیر مندر وغیرہ میں مسلمان مستری وغیرہ کو برائے طمع دراہم وفلوس اجرت پر کام کرنا
امام ابوحنیفہ کے نزدیک جائز ہے یا نہیں؟ اسپر مولانا مولوی عبدالصمد صاحب نے جواز کا فتویٰ دیدیا
ہے۔ بینوا توجروا،، المستفتی سید شبیر محمد از نوشہرہ ضلع شاہ پور۔

الجواب،، جواب صحیح ہے بیشک تعمیر مندر وکنیسہ وغیرہما مسلمانان کے لئے عندالامام ابی حنیفہ
جائز ہے اور صاحبین اس کو مکروہ فرماتے ہیں اگرچہ احوط عمل بمذہب صاحبین ہے لیکن تکفیر
وتفسیق تعمیر کرنیوالے کی اور اخراج اُس کا مسجد سے اور روکنا مسجد میں آنے سے جائز نہیں ہے

ذریعہ سے ذاتی عداوتیں نکالنا اصلاح نہیں اصلاح اُسی شخص کا فریضہ ہوسکتا ہے جو کسی کی عداوت کے لئے نکرے دارالعلوم کی اصلاح کا طریقہ یہ ہی کہ اسکی حمایت و عزت کیجائے اور خوب ترقی دیجائے اور جو خامیاں ہوں وہ رفع کردیجائیں نہ یہ کہ اصل شے ہی کو برباد کردیجائے ۔ نہایت دردکیساتھ فرمایا کہ جن لوگوں نے دارالعلوم کو بال برابر بھی نقصان پہنچایا ہے یاد رکھیں قیامت کے روز روسیاہ ہوں گے ۔ اور فرمایا کہ دارالعلوم سے علاوہ دینی فائدہ کے دیوبند کے ہندو مسلمانوں کا یہ کسقدر بڑا دنیوی فائدہ ہے کہ ہر مہینہ دس ہزار روپیہ سے زیادہ خرید فروخت اُسکی وجہ سے ہوتی ہے پس ایسی مقدس درسگاہ کو اُجاڑنا اسلام کو اُجاڑنا ہے ۔ خدانکردہ اگر یہ مدرسہ تباہ کردیا گیا تو اس کی تباہی اسلام کی تباہی کے مرادف ہوگی ۔ اگر اس پر سے اعتماد اُٹھادیا گیا تو پھر کوئی مدرسہ نہیں ہے جس سے ایسی خدمات کی توقعات وابستہ ہوسکیں ۔

وفات حسرت آیات

حضرت مولانا محمد علی صاحب مونگیری نوراللہ مرقدہٗ کی ذات گرامی نہ صرف مونگیر وصوبہ بہار کے لئے باعث رحمت تھی بلکہ ہندوستان میں وہ ایک مبلغ اسلام وہادی طریقت مقدس آب ہستی مانی جاتی تھی آہ کہ اس دارفانی سے راہی ملک بقا ہوئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔

مولانا کی اس دائمی مفارقت پر جتنا چشم نم ہوں کم ہے ۔ حق جل مجدہ اپنے اس مقدس بندے کو جوار رحمت و فضل وتقرب خاص میں جگہ عطا فرمائے آمین ۔ دارالعلوم میں مولانا کیلئے ایصال ثواب کیا گیا ۔

ہم نہایت اندوہ رنج کے ساتھ عزیز مسٹر شاہد علی مرحوم فرزند سعید مولانا شوکت علی صاحب کی رحلت پر اظہار افسوس کرتے ہوئے داعی بدرگاہ رب العزت ہیں کہ بارالہا اس عنفوان شباب میں پیام اجل کو لبیک کہنے والے فرزند سعید کو اپنے گہوارۂ رحمت و غفران میں جگہ عطا فرما آمین ۔ اور پس ماندگان اعزا واحباء کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرما کر اجر جزیل سے نوازے ۔

(القاسم)

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند

(۱) سوال بندہ نے زید کے روبرو توبہ کی اور اقرار کیا کہ چونہ پان میں حرام سمجھونگی لیکن دل میں خیال تھا کہ اگر فتوی شرعی جواز کا ہوا تو جائز سمجھونگی آیا پان میں چونہ کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟

(۲) بکری کا بچہ جب پیدا ہوا تو نیت کی کہ اسکو قربان کرینگے وہ بچہ دو تین ماہ کا ہو کر بیمار ہو کر قریب المرگ ہو گیا ۶ر کو فروخت کر دیا اس ۶ر کو قیمت قربانی میں دیا جاوے یا کہ خیرات کر دیا جاوے۔ المستفتی شکور النساء از بھنگالہ تحصیل سوہنہ ضلع ہوشیارپور جالندہر۔

الجواب،، چونہ مطلقاً حرام نہیں ہے زیادہ مقدار جو مضر ہو حرام ہے اور تھوڑی مقدار پان وغیرہ میں جائز ہے جیسا کہ مٹی کا بھی یہی حکم ہے۔

(۲) اس چھ آنے کو صدقہ خیرات کر دیا جاوے،،۔

سوال (۲) اگر کوئی شخص کسی متقی پرہیزگار عالم کو جھوٹی تہمت لگا کر کہے کہ زیادہ اور کیا ہوگا میری بی بی مطلقہ ہو جاویگی میں اُن کو کتا کہونگا تو اس شخص کا کیا حکم ہے۔

الجواب ایسا شخص فاسق ہے اسکو توبہ کرنی چاہیئے عالم دین کو برا کہنا حقیقت میں دین اسلام کی توہین کرنا ہے ایسی بیبا کی بعض دفعہ کفر تک پہنچا کر رہتی ہے۔ آیندہ اس قسم کے کلمات سے احتیاط کرنی چاہیئے اور اب پشیمان ہو کر توبہ کرے واللہ اعلم۔

سوال (۳) تعمیر مندر وغیرہ میں مسلمان مستری وغیرہ کو برائے طمع دراہم و فلوس اجرت پر کام کرنا امام ابو حنیفہ کے نزدیک جائز ہے یا نہیں؟ اسپر مولانا مولوی عبدالصمد صاحب نے جواز کا فتوی دیدیا ہے۔ بینوا توجروا،، المستفتی سید شیر محمد از نوشہرہ ضلع شاہ پور۔

الجواب،، جواب صحیح ہے بیشک تعمیر مندر و کنیسہ وغیرہما مسلمانان کے لئے عند الامام ابی حنیفہ جائز ہے اور صاحبین رح اس کو مکروہ فرماتے ہیں اگرچہ احوط عمل بمذہب صاحبین ہے لیکن تکفیر و تفسیق تعمیر کرنیوالے کی اور اخراج اُس کا مسجد سے اور روکنا مسجد میں آنے سے جائز نہیں ہے

ذریعہ سے ذاتی عداوتیں نکالنا اصلاح نہیں اصلاح اُسی شخص کا فریضہ ہو سکتا ہی جو کسی کی عداوت کے لئے نکرے دارالعلوم کی اصلاح کا طریقہ یہ ہی کہ اسکی حمایت و عزت کیجائے اور خوب ترقی دیجائے اور جو خامیاں ہوں وہ رفع کر دیجائیں نہ یہ کہ اصل شے ہی کو برباد کر دیجائے۔ نہایت درد کیساتھ فرمایا کہ جن لوگوں نے دارالعلوم کو بال برابر بھی نقصان پہنچایا ہی یاد رکھیں قیامت کے روز روسیاہ ہوں گے۔ اور فرمایا کہ دارالعلوم سے علاوہ دینی فائدہ کے دیوبند کے ہندو مسلمانوں کا یکساں بڑا دنیوی فائدہ ہے کہ ہر مہینہ دس ہزار روپیہ سے زیادہ خرید فروخت مدرسہ کی وجہ سے ہوتی ہے پس ایسی مقدس درسگاہ کو اُجاڑنا اسلام کو اُجاڑنا ہے۔ خدانکردہ اگر یہ مدرسہ تباہ کر دیا گیا تو اس کی تباہی اسلام کی تباہی کے مرادف ہو گی۔ اگر اس پر سے اعتماد اُٹھا دیا گیا تو پھر کوئی مدرسہ نہیں ہے جس سے ایسی خدمات کے واقعات وابستہ ہو سکیں۔

وفات حسرت آیات

حضرت مولانا محمد علی صاحب مونگیری نور اللہ مرقدہٗ کی ذات گرامی نہ صرف مونگیر و صوبہ بہار کے لئے باعث رحمت تھی بلکہ ہندوستان میں وہ ایک مبلغ اسلام و ہادی طریقت تقدس مآب ہستی مانی جاتی تھی آہ کہ اس دار فانی سے راہی ملک بقا ہوئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ +

مولانا کی اس دائمی مفارقت پر جتنا چشم نم ہوں کم ہے۔ حق جل مجدہ اپنے اس مقدس بندے کو جوار رحمت و فضل و تقرب خاص میں جگہ عطا فرمائے آمین۔ دارالعلوم میں مولانا کیلئے ایصال ثواب کیا گیا۔

ہم نہایت اندوہ و رنج کے ساتھ عزیز مسٹر شاہد علی مرحوم فرزند سعید مولانا شوکت علی صاحب کی رحلت پر اظہار افسوس کرتے ہوئے داعی بدرگاہ رب العزت ہیں کہ بارالٰہا اس عنفوان شباب میں پیام اجل کو لبیک کہنے والے فرزند سعید کو اپنے گہوارۂ رحمت و غفران میں جگہ عطا فرما آمین۔ اور پس ماندگان اعزہ و احبار کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرما کر اجر جزیل سے نوازے۔

(القاسم)

فتاویٰ دار العلوم دیوبند

(۱) سوال ہندہ نے زید کے روبرو توبہ کی اور اقرار کیا کہ چونہ پان میں حرام سمجھونگی لیکن دل میں خیال تہا کہ اگر فتویٰ شرعی جواز کا ہوا تو جائز سمجھونگی آیا پان میں چونہ کا استعمال جائز ہی یا نہیں ؟

(۲) بکری کا بچہ جب پیدا ہوا تو نیت کی کہ اسکو قربان کرینگے وہ بچہ دو تین ماہ کا ہو کر بیمار ہو کر قریب المرگ ہو گیا ۶؍ کو فروخت کر دیا اس ۶؍ کو قیمت قربانی میں دیا جاوے یا کہ خیرات کر دیا جاوے ۔ المستفتی شکور النساء از بھنگالہ تحصیل سوھہ ضلع ہوشیار پور جالندھر ۔

الجواب ،، چونہ مطلقاً حرام نہیں ہے زیادہ مقدار جو مضر ہو حرام ہے اور تھوڑی مقدار پان وغیرہ میں جائز ہے جیسا کہ مٹی کا یہی حکم ہے ۔

(۲) اس چھ آنے کو صدقہ خیرات کر دیا جاوے ،،۔

سوال (۲) اگر کوئی شخص کسی متقی پرہیزگار عالم کو جھوٹی تہمت لگا کر کہے کہ زیادہ اور کیا ہوگا میری بی بی مطلقہ ہو جاویگی میں اُن کو کتا کہونگا تو اس شخص کا کیا حکم ہے ۔

الجواب ایسا شخص فاسق ہے اسکو توبہ کرنی چاہئے عالم دین کو برا کہنا حقیقت میں دین اسلام کی توہین کرنا ہی ایسی بیباکی بعض دفعہ کفر تک پہنچا کر رہتی ہی ۔ آیندہ اس قسم کے کلمات سے احتیاط کرنی چاہئے اور اب پشیمان ہو کر توبہ کرے واللہ اعلم ۔

سوال (۳) تعمیر مندر وغیرہ میں مسلمان مستری وغیرہ کو برائے طمع دراہم وفلوس اجرت پر کام کرنا امام ابو حنیفہ کے نزدیک جائز ہے یا نہیں ؟ اسپر مولانا مولوی عبد الصمد صاحب نے جواز کا فتویٰ دیدیا ہے ۔ بینوا توجروا ،، المستفتی سید شیر محمد از نوشہرہ ضلع شاہ پور ۔

الجواب ،، جواب صحیح ہے بیشک تعمیر مندر وکنیسہ وغیرہما مسلمانان کے لئے عند الامام ابی حنیفہ جائز ہے اور صاحبین ؒ اس کو مکروہ فرماتے ہیں اگرچہ احوط عمل بمذہب صاحبین ہے لیکن تکفیر وتفسیق تعمیر کرنیوالے کی اور اخراج اُس کا مسجد سے اور روکنا مسجد میں آنے سے جائز نہیں ہے

اور اس کو کافر کہنا یا فتوی جواز کا دینے والے پر حکم کفر کرنا اسکی جہالت ہے اور اس میں مکفر کے
خوف ہے کما ورد فی الحدیث ایما رجل قال لاخیہ یا کافر فقد کفر بہ احدھما۔ فقط۔
سوال (۴) عمرو نے زید کو کہا کہ مجھے فلاں چیز دیدو زید نے کہا کہ مجھے خوف ہے کہ تو مجھے د
عمرو نے کہا کہ اگر میں تمسے دہوکہ کرونگا تو ایمان سے خارج ہوجاؤنگا۔ زید نے عمرو کا اعتبار کر
دیدی پھر عمرو نے دہوکہ کیا، تو عمرو اپنی قسم محررہ کے بموجب کافر ہوا یا نہیں؟۔ اور اس
فسخ ہوا یا نہیں؟۔ المستفتی محمد صدیق مہتمم مدرسہ ہذا۔
الجواب۔ عمرو دہوکہ کرنیکی وجہ سے گنہگار ہوگیا اسلام سے خارج نہیں ہوا اور نہ اس
فسخ ہوگیا۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حلف علی یمین ھو فیھا فاجر لیقط
مال امرئ مسلم لقی اللہ وھو علیہ غضبان الخ ابوداؤد وغیرہ اور اگرچہ حدیث میں
علی ملۃ غیر الاسلام کاذبا فھو کما قال الخ متفق علیہ کی روسے بعض ایسی حالات میں تک
ہیں مگر حنفیہ کا مذہب یہی ہے کہ کافر نہیں ہوتا ہے بلکہ حدیث کی مراد تہدید ہے جیسے
کی دوسری احادیث میں آیا ہے ومنھا قولہ صلی اللہ علیہ وسلم من ترک الصلوۃ فقد ک
حنفیہ کے نزدیک یہ صورت یمین میں داخل ہے جس کی بناپر کفارۂ یمین قائل مذکور پر وا
کما فی الدر المختار وتعلیق الکفر بالشرط یمین الخ فقط۔
سوال (۵) فی زمانہ اکثر شہروں میں سلطان معزول شدہ جناب عبد المجید خانصاحب
خطبہ میں لیا جاتاہے کیا شریعت سے یہ جائز ہے یا نہیں؟۔ بجائے اسم سلطان کے
امان اللہ خاں خلداللہ ملکہ کا خطبہ میں جاری رکھنا کیسا ہے؟ المستفتی محمد محی الدین ن
از دیرسگام ضلع احمد آباد گجرات۔
الجواب۔ سلطان معزول کا نام اب خطبہ میں نہ لینا چاہیئے اور ابھی چونکہ خلیفہ کوئی قا
گیا تو ابھی کسی کے نام لینے کی خطبہ میں ضرورت نہیں اور اگر امیر غازی امان اللہ خان
ملکہ کا نام لیا جاوے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے فقط۔ رہا آئندہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مدرسہ اسلامیہ واقع جامع مسجد امروھہ کی

قابل امداد حالت

مدرسہ مذکورہ زائد پچاس سال سے جاری ہے اس دینی درسگاہ کی بنیاد قاسم العلوم فخر المحدثین راس المتکلمین حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس اللہ سرہٗ نے قائم کی تھی اور رئیس المحدثین فاضل علامہ نمونہ کمالات قاسمیہ حضرت مولانا سید احمد حسن صاحب امروھی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فیوضات علمیہ سے سرسبز و شاداب فرمایا۔

مدرسہ ہذا میں اردو۔ فارسی۔ قرآن پاک وجملہ علوم دینیہ وفنون عربیہ صرف۔ نحو۔ فقہ۔ اصول فقہ۔ تفسیر۔ حدیث۔ تصوف۔ فرائض۔ اقلیدس۔ ریاضی۔ ادب۔ بلاغت۔ عقائد۔ طب۔ مناظرہ فلسفہ۔ ہیئت وغیرہ علوم کی تعلیم اعلیٰ پیمانہ پر ہوتی ہے۔ یہ چشمۂ فیض امروھہ اس کے گرد و نواح کو ہی محدود نہیں ہے بلکہ ہندوستان کے اکثر اطراف کو اپنے علمی فیوض سے سیراب و شاداب کر رہا ہے۔ مدرسہ ہذا میں پانچ مدرس عربی علاوہ معاونین اور ایک مدرس فارسی۔ اور ایک مدرس ریاضی اور دو حافظ اور ایک قاری اور ایک ناظم اور ایک محرر دو چپراسی خدمت انجام دیتے ہیں مسلمانوں کیلئے سب سے زیادہ مسرت کے قابل امر یہ ہے کہ صدر مدرس اس دینی درسگاہ کے بعد وفات حضرت مولانا مولوی سید احمد حسن صاحب محدث امروہی کے رئیس المفسرین سند المحدثین حضرت مولانا الحاج حافظ محمد عبد الرحمن صاحب مد ظلہم العالی تلمیذ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب وغیرہم قدس اللہ اسرارہم ہیں جنکی ذات بابرکات نے اس مدرسہ کو اس نازک حالت میں چلا رکھا ہے۔ معینہ خرچ اس مدرسہ کا پانسو روپیہ ماہوار ہے اور دیگر ضروریات مثل تعمیر وکتب وغیرہ اسکے علاوہ ہیں۔

مدرسہ کی کوئی مستقل آمدنی کافی نہیں ہے محض توکلاً علی اللہ ارباب کرم کی اعانت پر اسکا مدار ہے

کئی سال سے آمدنی مدرسہ قلیل ہوئی جسکے اسباب مختلف ہیں اسوقت مدرسہ تقریبًا تین ہزار روپیہ (۳۰۰۰)
کا مقروض ہے جس کیوجہ سے خدام مدرسہ کو سخت تشویش ہی۔ سخت ضرورت ہے کہ اہل کرم
اس دینی درسگاہ کے بقا کیطرف توجہ فرمائیں اور جہانتک ممکن ہو ادائیگی قرضہ میں حصہ لیکر ماجور ہوں
اور خدام مدرسہ کی دعائیں لیں۔ آخر میں ہم مرکز علوم دینیہ دارالعلوم دیوبند کے مقتدر حضرات کی
تصدیقات پیش کرتے ہوئے رحمت خداوندی و اہل کرم کی اعانت کے منتظر ہوتے ہیں۔

المعلن

مہتمم مدرسہ اسلامیہ واقع | جامع مسجد امروہہ

تصدیق حضرات دارالعلوم دیوبند

ہم تصدیق کرتے ہیں کہ مدرسہ اسلامیہ واقع جامع مسجد امروہہ حضرت قاسم العلوم والخیرات مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ بانی دارالعلوم دیوبند کا قائم کیا ہوا مدرسہ ہی۔ ابتداء زمانہ سے اسوقت تک اس مدرسہ نے بہت سے علماء وصلحا پیدا کئے ہیں جو ملک میں فیض رسانی کر رہے ہیں۔

چند سال سے مثل دیگر مدارس اسلامیہ کے اس مدرسہ کی آمدنی پر بھی بوجہ حوادثات وتغیرات اثر پڑا۔ اور اس وقت اسکی مالی حالت بہت زیادہ نازک ہوگئی ہے اسلئے زیادہ توجہ و امداد کی ضرورت ہے مدرسہ مقروض ہونیکے علاوہ اپنے موجودہ مصارف کو برداشت کرنے سے مجبور ہے خدانخواستہ کہیں اسکے بند ہونیکی نوبت نہ آئے کہ یہ چشمۂ ہدایت آنکھوں سے اوجھل ہوجائے اور جو مدرس ایکسال سے بغیر تنخواہ لئے پڑھا رہے ہیں وہ مجبور ہوکر تلاش معاش میں مصروف ہوجائیں، ہم مسلمانوں کی خدمت میں نہایت زور کیساتھ اپیل کرتے ہیں کہ وہ اس مدرسہ کی جسقدر بھی امداد ہوسکے کریں اور ثواب دارین کے مستحق ہوں امید ہے کہ مسلمانوں کی توجہ سے یہ چشمۂ دینی بدستور قائم سرسبز و آباد رہیگا۔

محمد احمد	احقر حبیب الرحمن عفی عنہ	بندہ عزیز الرحمن عفی عنہ
صدر مہتمم دارالعلوم	مہتمم دارالعلوم	مفتی دارالعلوم دیوبند

رجسٹرڈ نمبر ۱۲۷۱ ا

صلی اللہ علیہ وسلم انما انا قاسم واللہ یعطی

القاسم

دور جدید

جلد ۳ — جمادی الاول سنہ ۱۳۴۶ھ — نمبر ۵

مرکز العلوم الاسلامیہ جامعہ قاسمیہ دار العلوم دیوبند کا ماہوار دینی و علمی رسالہ

زیر ادارت

فخر الہند حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب ناظم ثانی جامعہ قاسمیہ

باہتمام

خاکسار طاہر بن احمد القاسمی نائب المدیر

مطبع قاسمی دیوبند میں طبع ہوکر

دفتر القاسم دار العلوم دیوبند سے شائع ہوا

قیمت سالانہ دو روپیہ آٹھ آنہ مع محصول ڈاک

فی پرچہ ۴ ر

کئی سال سے آمدنی مدرسہ قلیل ہوئی جسکے اسباب مختلف ہیں اسوقت مدرسہ تقریباً تین ہزار (۳۰۰۰) روپیہ کا مقروض ہے جس کیوجہ سے خدام مدرسہ کو سخت تشویش ہی۔ سخت ضرورت ہے کہ اہل کرم اس دینی درسگاہ کے بقاء کیطرف توجہ فرمائیں اور جہانتک ممکن ہو ادائیگی قرضہ میں حصہ لیکر ماجور ہوں اور خدام مدرسہ کی دعائیں لیں۔ آخر میں ہم مرکز علوم دینیہ دار العلوم دیوبند کے مقتدر حضرات کی تصدیقات پیش کرتے ہوئے رحمت خداوندی واہل کرم کی اعانت کے منتظر ہوتے ہیں۔

المعلن

مہتمم مدرسہ اسلامیہ واقع جامع مسجد امروہہ

تصدیق حضرات دار العلوم دیوبند

ہم تصدیق کرتے ہیں کہ مدرسہ اسلامیہ واقع جامع مسجد امروہہ حضرت قاسم العلوم والخیرات مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ بانی دار العلوم دیوبند کا قائم کیا ہوا مدرسہ ہی۔ ابتدائے زمانہ سے اسوقت تک اس مدرسہ نے بہت سے علماء وصلحاء پیدا کئے ہیں جو ملک میں فیض رسانی کر رہے ہیں۔

چند سال سے مثل دیگر مدارس اسلامیہ کے اس مدرسہ کی آمدنی پر بھی بوجہ حوادثات وتغیرات اثر پڑا۔ اور اس وقت اسکی مالی حالت بہت زیادہ نازک ہوگئی ہے اسلئے زیادہ توجہ وامداد کی ضرورت ہے مدرسہ مقروض ہونیکے علاوہ اپنے موجودہ مصارف کو برداشت کرنے سے مجبور ہے خدانخواستہ کہیں اسکے بند ہونیکی نوبت نہ آئے کہ یہ چشمۂ ہدایت آنکھوں سے اوجھل ہو جائے اور جو مدرسین ایکسال سے بغیر تنخواہ لئے پڑھا رہے ہیں وہ مجبور ہوکر تلاش معاش میں مصروف ہو جائیں، ہم مسلمانوں کی خدمت میں نہایت زور کیساتھ اپیل کرتے ہیں کہ وہ اس مدرسہ کی جسقدر بھی امداد ہوسکے کریں۔ اور ثواب دارین کے مستحق ہوں امید ہے کہ مسلمانوں کی توجہ سے یہ چشمۂ دینی بدستور قائم سرسبز وآباد رہیگا۔

محمد احمد
صدر مہتمم دار العلوم

احقر حبیب الرحمن عفی عنہ
مہتمم دار العلوم

بندہ عزیز الرحمن عفی عنہ
مفتی دار العلوم دیوبند

رجسٹرڈ نمبر اے ۱۴۷۱

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما انا قاسم واللہ یعطی

القاسم

دور جدید

جلد ۳ جمادی الاول سنہ ۱۳۴۶ھ نمبر ۵

مرکز العلوم الاسلامیہ جامعہ قاسمیہ دار العلوم دیوبند کا ماہوار دینی و علمی رسالہ

زیر ادارت

فخر الہند حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب ناظم ثانی جامعہ قاسمیہ

باہتمام

خاکسار طاہر بن احمد القاسمی نائب المدیر

مطبع قاسمی دیوبند میں طبع ہو کر

دفتر القاسم دار العلوم دیوبند سے شائع ہوا

قیمت سالانہ دو روپیہ آٹھ آنہ مع محصول ڈاک

فی پرچہ ۔۔۔۔ ۴ر

کئی سال سے آمدنی مدرسہ قلیل ہوئی جسکے اسباب مختلف ہیں اسوقت مدرسہ تقریباً تین ہزار (۳۰۰۰) روپیہ کا مقروض ہے جس کیوجہ سے خدام مدرسہ کو سخت تشویش ہے۔ سخت ضرورت ہے کہ اہل کرم اس دینی درسگاہ کے بقاء کیطرف توجہ فرمائیں اور جہانتک ممکن ہو ادائیگی قرضہ میں حصہ لیکر ماجور ہوں اور خدام مدرسہ کی دعائیں لیں۔ آخر میں ہم مرکز علوم دینیہ دارالعلوم دیوبند کے مقتدر حضرات کی تصدیقات پیش کرتے ہوئے رحمت خداوندی واہل کرم کی اعانت کے منتظر ہوتے ہیں۔

المعلن

مہتمم مدرسہ اسلامیہ واقع جامع مسجد امروہہ

تصدیق حضرات دارالعلوم دیوبند

ہم تصدیق کرتے ہیں کہ مدرسہ اسلامیہ واقع جامع مسجد امروہہ حضرت قاسم العلوم والخیرات مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ بانی دارالعلوم دیوبند کا قائم کیا ہوا مدرسہ ہے۔ ابتدا زمانہ سے اسوقت تک اس مدرسہ نے بہت سے علماء وصلحا پیدا کئے ہیں جو ملک میں فیض رسانی کر رہے ہیں۔

چند سال سے مثل دیگر مدارس اسلامیہ کے اس مدرسہ کی آمدنی پر بھی بوجہ حوادثات وتغیرات اثر پڑا۔ اور اس وقت اسکی مالی حالت بہت زیادہ نازک ہوگئی ہے اسلئے زیادہ توجہ وامداد کی ضرورت ہے مدرسہ مقروض ہونیکے علاوہ اپنی موجودہ مصارف کو برداشت کرنے سے مجبور ہے خدانخواستہ کہیں اسکے بند ہونیکی نوبت نہ آئے کہ یہ چشمہ ہدایت آنکھوں سے اوجھل ہوجائے اور جو مدرس ایکسال سے بغیر تنخواہ لئے پڑھارہے ہیں وہ مجبور ہوکر تلاش معاش میں مصروف ہوجائیں، ہم مسلمانوں کی خدمت میں نہایت زور کیساتھ اپیل کرتے ہیں کہ وہ اس مدرسہ کی جسقدر بھی امداد ہوسکے کریں اور ثواب دارین کے مستحق ہوں امید ہے کہ مسلمانوں کی توجہ سے یہ چشمہ دینی بدستور قائم سرسبز وآباد رہیگا۔

محمد احمد	احقر حبیب الرحمن عفی عنہ	بندہ عزیز الرحمن عفی عنہ
صدر مہتمم دارالعلوم	مہتمم دارالعلوم	مفتی دارالعلوم دیوبند

رجسٹرڈ نمبر اے ۱۲۷۱

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما انا قاسم واللہ یعطی

القاسم

دور جدید

جلد ۳ جمادی الاول سنہ ۱۳۴۶ھ نمبر ۵

مرکز العلوم الاسلامیہ جامعۂ قاسمیہ دار العلوم دیوبند کا ماہوار دینی و علمی رسالہ

زیر ادارت

فخر الہند حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب ناظم ثانی جامعۂ قاسمیہ

باہتمام

خاکسار طاہر بن احمد القاسمی نائب المدیر

مطبع قاسمی دیوبند میں طبع ہو کر

دفتر القاسم دار العلوم دیوبند سے شائع ہوا

قیمت سالانہ دو روپیہ آٹھ آنہ مع محصول ڈاک

فی پرچہ ۴ر

فہرست مضامین رسالہ القاسم بابت ماہ جمادی الاول سنہ ۱۳۴۶ھ

جو

بیادگار حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قدس اللہ سرہ بانی دار العلوم دیوبند

بسرپرستی

قدوۃ الانام حضرت مولانا الشاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی و حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری و حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی و حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب صدر مہتمم و دیگر مقدس و مقتدر علماء دیوبند سے شائع ہوتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

« اشارات »

"القاسم" الحمد للہ کہ میانہ روی و اعتدال پسندی کیساتھ اپنے وقت پر آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہا ہے لیکن اسکے قدر دانوں کی قلّت نے اس کے بڑھتے ہوئے حوصلوں کو اگر پیچھے نہیں ہٹا دیا ہے تو کم از کم اسکے جذبات ترقی پر ایک ٹھیس ضرور لگا دی ہے۔

تو کیا اسکی اعانت و دستگیری آپ کے مذہبی فرائض میں سے نہیں ہے اور کیا القاسم کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ اپنا دامن امید آپ کی علم دوست ذات کیطرف اس نیت سے پھیلائے کہ آپ اسکی توسیع اشاعت و ترقی معاونین میں حتی الوسع اعانت و ہمدردی کریں۔

"دارالعلوم دیوبند" میں الحمد للہ کہ ہر اعتبار سے سکون و اطمینان ہے، اسباق نہایت پابندی اوقات کیساتھ حسب سابق جاری ہیں، کچھ جدید آزادی و حریت سے متاثر ہونیوالے نوجوان طلباء پر جو ایک نے ہر طرح ... کر گئی تھی الحمد للہ کہ انکی اصلاح پسند و صلح جو طبائع اپنی اصلی حالت پر آکر اپنے اپنے مشاغل تعلیم میں لگ گئی ہیں مگر ... قسام ازل نے جنکی قسمت میں حرمانِ علمی کا فیصلہ کر دیا تھا وہ ہنوز افسوس کناں ہیں اللہ تعالیٰ اپنی رحمت و فضل کے دروازے ان کیواسطے کھولدے۔ آمین

... ہو چکا ہے وہ حقیقت شناس نظروں سے مخفی نہیں۔

وابستگان دیوبند و فاضلین دارالعلوم کی عرصہ سے تمنا تھی اور خود دارالعلوم کی علمی مرکزیت اس کی مقتضی تھی کہ یہاں سے ایک اخبار شائع ہو کہ جسکے ذریعہ متعلقین دیوبند و فاضلین دارالعلوم ایک رشتۂ علمی میں منسلک ہو جاویں۔ چنانچہ گاہ گاہ القاسم میں اسکے متعلق شائع ہوتا رہا ہے لیکن آجتک عدم وسعت اسباب اسکا عمل کے درجہ میں نہ لاسکے۔ للہ الحمد کہ یہ جذبات قلوب سے گذر کر حضرات اکابرین کے شرف قبولیت سے ہمکنار ہو کر میدان نشر و اشاعت میں آگئے، چنانچہ طے پاگیا ہے اور اعلان ہو گیا ہے کہ بہت جلد ایک اخبار ہفتہ وار **"الانصار"** منجانب دارالعلوم جاری ہو جائیگا۔ اللہ تعالیٰ اس نونہال خادم مذہب و قوم کو پروان چڑھا دے "دارالعلوم جیسی مرکز العلوم درسگاہ سے اس کا اجراء مشتاق نظروں کو اپنی طرف پہلے سے لگائے ہوئے ہے، ہم امید کرتے ہیں کہ حضرات ناظرین نہایت گرمجوشی کیساتھ اسکا خیر مقدم فرماویں گے۔

القاسم نمبر ۳ جلد ۳ میں ایک مضمون بعنوان " افاضات از افاضات مولانا قاری محمد طاہر صاحب معتمد المدیر القاسم سلمہ شائع ہوا تہا کہ جسمیں مولانا نے آجکل کی آزادی و حریت پسند طبائع جدید تعلیمیافتہ نوجوانوں اور نیچرل عورتوں کے مطالبہ مساوات پر روشنی ڈالی تھی اور فطرت کے اعتبار سے انکی شکایۂ حقوق مساوات پر تنبیہ فرمائی تھی اسی ضمن میں کہیں کہیں حضرات شیعہ کے طریقہ نوحہ و بکا کا ذکر جو حد فطرت سے گذرا ہوا اور عورتوں کے سوگ سے بھی کچھ درجہ آگے ہی ہوتا ہے) تذکرہ آگیا تہا لیکن مقصود نہ انسے تخاطب تہا نہ انکی تنقیص و تضحیک مگر مثل مشہور ہے کہ چور کی ڈاڑھی میں تنکا۔ ان لوگوں سے اتنا بھی گوارا نہیں ہو سکتا ہے کہ کوئی فطرت انسانی کا راستہ دکھلائے اور خلقت و فطرت کا مضحکہ اڑانیوالوں کا ذکر بھی آجائے۔ تو وہ آپے سے باہر ہو جاتے ہیں۔ اور مجتہد کی دوڑ امام باڑے تک تبرا بازی کے میدان میں اتر آتے ہیں۔ چنانچہ سہیل یمن ماہ حال میں گوہر صاحب نے خوب گوہر افشانی (زہر افشانی) فرمائی ہے اور اپنی اسی قدیمی سنت تبرا بازی پر خوب عمل پیرا ہوئے ہیں۔ سچ ہے

ہرچہ گیرد علتی علت شود
کفر گیرد کاملے ملت شود

"این کار از تو آید و مردان چنین کنند"

سه دینی پیشوا اکرو دیا۔ [illegible]

ابھی تک اسکے متعلق ہمارا یہی خیال ہے کہ ان تبرائی بھائیوں کو اُن کے حال پر چھوڑا جائے ان سے منہ نہ لگایا جائے اور اُن کی گالیوں کے جواب میں اسی پر اکتفا کریں کہ۔

"بدم گفتی و خرسندم عفاک اللہ نکو گفتی"

لیکن اگر وہ ہماری اس ڈھیل اور خاموشی سے بیجا فائدہ اٹھاویں گے تو ممکن ہے کہ آئندہ ہمیں اُن کی تبرا پسند طبیعتوں کے تنقیہ کیطرف متوجہ ہونا پڑے۔

دہن خویش بدشنام میالا صائب	کاین زر قلب بہر کس کہ دہی باز دہد

مسلمانوں کی قوم اپنی جہالت کی بدولت اور خدا کی مضبوط رسّی کو چھوڑ کر اغیار کی دستنگری کرنیکی وجہ سے جن ذلت و رسوائی کے انتہائی گڑھوں میں گر چکی ہے اسپر جتنا چشم نم ہوں کم ہے۔ انکی غفلت اُن کے لئے تو کیا تازیانہ عبرت بنتی لیکن ہاں دیگر اقوام کیلئے بام رفعت ضرور بنجاتی ہے"

مگر انسان کی ذاتی قابلیت و ذہانت بعض اوقات اور بعض وقت قومی و مذہبی حمایت نفع نقصان سے بے خبر کر دیتی ہے اور جوش قلم و زبان سے وہ کچھ کر گذرتا ہے کہ جسپر تا آخر پشیمانی و حیرانی سے انگشت بدندان اور پریشان ہونا پڑتا ہے۔ یہی حال ہمارے وطنی بھائی آریہ سماج کا ہے کہ جنکی ذہنیت دماغی و رفعت قومی کے بدولت آج ملک کی عام فضا مکدر ہو چکی ہے۔ لیکن ہمارا ناقص خیال ہے کہ اس میں ہمارے زمانۂ حال کے سماجی بھائی ہی قصوروار نہیں ہیں بلکہ وہ تو حقیقت میں اپنے اسلاف کے اخلاف ہیں" سوامی دیانند نے جو پودے لگائے اور جو تخم ریزی کر دی انہیں کی آبپاشی کرنا انکا فرض ہے۔

لیکن یہ مسلمانوں کی بدقسمتی کہ ان کی کمزوری نے آریوں کے تمام جتھے اور تمام فرقوں کو انکی طرف متوجہ کر دیا۔ کہ نزلہ بر عضو ضعیف میریزد"۔ ورنہ سوامی جی نے کسکو چھوڑا اور کس کے پیشواؤں کو اپنی ہدف تذلیل و تحقیر سے بچا رکھا۔ کیا سناتن بھائیوں کی انہوں نے توہین نہیں کی وشنو جی کو بھنگی خاندان اور ایسے ہی مہادیو جی کا بہن سے ملاپ نہیں کرایا۔ سناتنی بتوں اور پنڈتوں کو انہوں نے گالیاں نہیں دی۔ کیا جینیوں کی ضیافت سے سوامی جی باز آئے۔ اور کیا سکھوں کی بھی خبر نہیں لی۔ اور عیسائیوں کے خدا اور مسیح کو کیا کچھ نہیں کہا۔ اسکے ساتھ ہی اگر مسلمانوں کے پیشواؤں اور مقتداؤں کی وہ تذلیل و توہین

ـــــه اپنی زبان کو بد کلامی سے ملوث نکر کیونکہ یہ کھوٹا پیسہ تو جس کو دیگا وہ مجھے واپس کر دیگا۔

نے توکیوں حالانکہ وہ توسب سے زیادہ انکی آنکھ میں کھٹک رہے تھے اسلئے سب سے زیادہ سوامی جی نے
ں کی خاطر کی اور ہر وہ ذلیل لفظ لکھنے میں باک نہ کیا کہ جو انکی طاقت قلم و زبان میں ممکن تھا۔ اسکی
ل طوالت طلب ہے ورنہ ہم اسکی تفصیل سے بھی دریغ نہ کرتے اور اگر موقع ہوا تو آئندہ کچھ تفصیل ممکن ہے
بہرحال ان تمام توہین و تذلیل کا مجموعہ دل آزاری و تکلیف رسانی کا خزانہ محض ستیارتھ پرکاش
مصنفہ سوامی جی ہے۔ تو کیا اگر دنیا کی قومیں اور زمین پر بسنے والے تمام مذاہب متحد و مجتمع طور سے ستیارتھ کے
ت آواز احتجاج اٹھاویں تو وہ حقیقت سے دور اور صداقت کے دشمن ہونگے؟ لیکن اگر اقوام عالم
، احساسات مذہبی کو پامال کر چکے ہوں تو کیا یہ بھی ضروری ہے کہ مسلمانوں میں یہ انتہائی حرکت بھی
ائز ہے کہ وہ اپنے مقتدا و پیشوا و باعث تخلیق عالم۔ (فداہ روحی ابی وامی) کی توہین و تذلیل کے
اب پر آواز احتجاج بلند کریں۔ چنانچہ اسی سے متاثر ہو کر بعض اسلامی جرائد نے اس مسئلہ کو اٹھایا ہے
یارتھ جیسی مہذب کتاب کی اشاعت موجب دل آزاری مخلوق ہے، لیکن یہ ایک آواز تھی کہ جسنے
ہ جماعت میں ایک عام کھلبلی ڈالدی، اور دماغی پردوں اور ذہنی رفعتوں نے انکو طرح طرح کی خواب
خوابیوں میں مبتلا کر دیا، انتہا اس کی یہ ہے کہ کہیں قرآن حکیم کو ستیارتھ کے مقابلہ میں لا رکھتے ہیں اور
یں گورنمنٹ ہند کو اپنی سورمائی طاقت اور سنگھٹی رفعت سے مرعوب کرنا چاہتے ہیں ہمیں انکے ان مزعومات سے
کچھ دخل نہیں البتہ ان کے اس خیال کے متعلق کہ ستیارتھ و قرآن کو ایک درجہ میں لانیکی سعی کیجاتی ہے۔ ہم ضرور عرض کرینگے اور خواہ
ریہ اس خیال کی کوئی موافقت نکریں لیکن ہم مسلمانوں سے پرزور اپیل کرینگے کہ وہ آریہ بھائیوں کی اس ضعف خیالی کو بھی استعمال کرنیکی اجازت
یں کہ وہ قرآن کریم و ستیارتھ کا اس حیثیت سے مقابلہ کریں کہ کلام حکیم و قدیم اس قسم کی دل آزاری اور تکلیف رسانی اور تذلیل مقتدا
پیشوایان مذہب کا حامی و معلم ہو تو نعوذباللہ ستیارتھ کے ساتھ ساتھ اسکی اشاعت بھی بند کر دیجائے لیکن آریہ جہاں شوبہاں کیا
ے کہ قرآن کریم کے الفاظ اور حروف زیر و زبر مسلمانوں کو ایک دو دس پانچ سو ہزار نہیں بلکہ لاکھوں اور کروڑوں کو نوک زبان کندہ
ں اور آج لاکھوں معصوم سینے اس نور الٰہی سے لبریز ہیں کہ جہاں گورنمنٹ کے قانون ضبطگی کی بھی رسائی نہیں ہو سکتی
ا قرآن حکیم کو وہ صدور مسلمہ سے بھی فنا کر سکتے ہیں کیا انہیں عیسائیوں کی وہ تحریک یاد نہیں کہ انہوں نے قرآن کریم کو ہندوستان
ے خرید کر نابود کر دینا چاہا تھا تو ایک مرد مسلمان حافظ قرآن نے کہا تھا "اے نصرانیو کیا قرآن کو ہمارے سینوں
ے بھی نکال سکنے پر تم قادر ہو؟ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون کا مقابلہ کرنیکی بھی تم میں قوت ہے" تو جب نصرانیوں سے قرآن حکیم معاذاللہ
نا نہ ہو سکا تو ہندوستان کی دال ساگ پر گذر کر نیوالی قوم کیا اس کو فنا کر سکتی ہے بلکہ ہم تو کہتے ہیں کہ ایسی قوم خود
فنا ہو جاویگی۔ اے اللہ اپنے گمراہ بندوں کی ہدایت کیلئے ان کے قلوب سے ظلمات کے پردے اٹھا دے اور انکو سیدھی راہ دکھا دے۔ آمین یا رب العالمین۔

رحمۃ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے الطاف

صنف نازک پر،

اِسلام میں خواتین کے حقوق

بہت مرتبہ ایسا ہوا کہ ایک مُنہ بولتی۔ پاؤں چلتی۔ باتیں بناتی۔ زیورات سے سجی ہوئی۔ مانگ پٹی کئے ہوئے۔ خوبصورت۔ دلفریب۔ خوب سیرت لڑکی اَبا اَبا کرتی مٹی کے سیکڑوں من تودوں کے نیچے محض اس جرم پر دبا دی گئی کہ صانع عالم کے دست قدرت نے اس کو لڑکی کیوں بنایا۔ عرب کا ایک مشہور سردار۔ قیس جس وقت رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ تو اس نے اپنی زندگی کے نمایاں کارناموں کو بیان کرتے ہوئے یہ بھی بیان کیا کہ ایک مرتبہ میں سفر میں تھا۔ میرے پیچھے گھر میں ولادت ہوئی۔ ایک لڑکی پیدا ہوئی میری بیوی محبت مادری سے متاثر ہو کر اسکو نہ مار سکی اور پرورش کرتی رہی۔ جب میرے واپس آنیکا زمانہ قریب ہوا تو اسکو اپنی بہن کے یہاں چھپا دیا اور مجھ سے کہدیا کہ ایک مردہ بچہ پیدا ہوا تھا۔

ایک روز کا واقعہ ہے کہ اُس کی لڑکی اپنی ماں سے ملنے آئی تھی میں باہر تھا۔ اتفاقاً خلاف معمول میں اچانک مکان میں پہنچ گیا۔ دیکھا کہ ایک نہایت حسین خوش وضع لڑکی زیورات سے آراستہ عمدہ کپڑے پہنے ہوئے مانگ پٹی کئے ہوئے بیٹھی ہے مجھے وہ لڑکی بہت ہی بھلی معلوم ہوئی۔ پوچھا کہ یہ لڑکی کس کی ہے مجھے بہت ہی پیاری معلوم ہوتی ہے۔

میرا یہ سُوال تھا یا ایک اندوہ آگین حادثہ کی اطّلاع، کہ اُس کی ماں کی آنکھوں نے مضطربانہ آنسو بہائے اور زبان نے بے اختیار تمام واقعہ کا اظہار کیا۔ اُسوقت تو مجھے بھی کچھ خیال آگیا۔ میں نے بھی اُس کو پرورش کرنیکی اجازت دیدی اس کا اطمینان کر دیا اور پدری محبت نے میرے خون میں بھی جوش مارا۔ میں بھی اُس کی محبت پر مجبور ہوا۔ اور وہ بھی بہت

زیادہ مانوس ہوگئی ۔ مگر تا کے ۔

ایک روز میری غیرت نے جامہ صبر کو چاک کر دیا۔ میں تقریب میں لیجانے کے بھانہ سے اس لڑکی کو اپنی ساتھ باہر لایا۔ جنگل میں لے گیا۔ ایک گڑھا کھودا، اُس لڑکی کو اُس میں ڈالکر اوپر سے اپنے جگر کے ٹکڑے پر مٹی ڈالنے لگا۔ وہ بچی یعنی میری لخت جگر بیٹی "ایک اندوہناک اور دردناک آواز سے چلا رہی تھی، کہ ابّا جان تمھاری جان کی قسم بتاؤ تو یہ کیا کر رہے ہو۔ جوں جوں میں مٹی سے اسکو پاٹ رہا وہ لڑکی نہایت عاجزی سے ان الفاظ کو دُھرا رہی تھی۔ مگر جب بچی نے جان لیا کہ میرا ارادہ غیر ہے تو ایک مایوسی اور حسرت بھری رخصت کرنیوالی آواز میں کہا کہ ابا جان کیا مجھے یہیں چھوڑ کر چلے جاؤ گے ؟۔

اس کی اس آواز سے پہاڑ پھٹ جاتا۔ پتھر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا۔ لوہا پانی ہو جاتا۔ مگر میرا دل تھا فولاد کہ اُسپر کچھ بھی اثر نہ ہوا۔ دبا یا اور چلا آیا۔ مگر کچھ عرصہ کے بعد معلوم ہوا کہ لخت جگر کی عاجزی بھری آواز نے جگر پر زخم کر دیا تھا اُسوقت تک مندمل نہیں ہوا اور کبھی کبھی اُس کا خیال اُسپر نمک پاشی کر دیتا ہی۔

رحمۃ عالم کا قلب مبارک اس اندوہ گین واقعہ کے سُننے سے بھر آیا۔ چشم مبارک نے اشکباری سے اندوہ نہانی کا اظہار کیا یعنی مبارک آنکھوں سے آنسوں بہنے لگے اور زبان مبارک پر یہ الفاظ جاری ہوئے۔

واللہ ان ذٰلک لقسوۃ ۔ من لا یرحم لا یُرحم	خدا کی قسم سخت دلی اسی کا نام ہی۔ جو شخص دوسرے پر رحم نہ کرے اُسپر بھی رحم نہ کیا جائے ۔

عرب کا مشہور بہادر کندہ کا شاہزادہ، امرؤ القیس۔ اس میں بہت مشاق تہا۔ بہت سی لڑکیاں ہوئیں، سب کو مارا۔ صرف ایک لڑکی ھندہ نام نہ معلوم کسوجہ سے زندہ رہگئی جس کو وہ سب سے زیادہ معتمد اور محبوب سمجھتا تہا ۔

مگر جسوقت رحمت کا آفتاب ظلم اور قساوۃ کی تاریک و تار گھٹاؤں کو چیرتا ہوا، اس طالب رحم

مظلوم صنف پر پرتو فگن ہوا۔ تو دفعۃً تمام مظالم کافور تھے اور صنف نسواں سر پر کرامت عزت پراسیطرح مسند آرا تھی جس طرح کہ صنف رجال پر ایک پر ہیبت اور پر جلال ارشاد باری ان کے سامنے پیش کیا گیا۔

لا تقتلوا اولادکم خشیۃ املاق نحن نرزقھم وایاکم ؕ	یعنی اپنی اولاد کو افلاس کے خوف یا کثرت اخراجات کے خطرہ سے مت قتل کرو۔ تم انکو رزق نہیں دیتے۔ بلکہ اُن کو اور تم کو رزق دینے والے ہم ہی ہیں ؕ

اگر تم کو غیرت اور شرم کا خیال ہی، تو یاد رکھو کہ عاقبت کی پریشانی۔ شرم۔ ندامت حسرت دنیا کی حسرتوں اور نداستوں سے بہت بڑہی ہوئی ہے۔ ڈرو احکم الحاکمین سے۔ جب قیامت کے روز سُوال کریگا کہ ان بچیوں کو کس گناہ اور کس جرم میں قتل کیا گیا۔

واذا الموٴدۃ سئلت بای ذنب قتلت ؕ یہ تمھارے عقائد نہایت ہی ردی عقائد ہیں مشرکانہ خیالات ہیں۔

توحید پرست وحدت کا حامی، حق و صداقت کا شیدا ایک لمحہ کیلئے بھی ان کو قبول نہیں کر سکتا۔ شیطانی وساوس ابلیسی اغواء ہی اُس نے تمھارے ذہن میں ظاہری آب و تاب کے ملمع کردہ خیالات اسطرح بٹھا دیئے ہیں۔ کہ یہ بہتر چیز ہے خدا نے اس کا حکم کیا ہی حالانکہ یہ بالکل غلط۔ اُس کا مقصد صرف یہ ہی کہ ملۃ خلیل اللہی۔ اور دین ابراہیمی کو خلط کرے اور اُس کے اصل خط و خال تمھارے ظاہر میں باطل پرست نظروں کے سامنے جلوہ گر نہ ہو سکیں قال اللہ تعالیٰ ؕ

وکذالک زین لکثیر من المشرکین قتل اولادھم شرکاءھم لیردوھم ولیلبسوا علیھم دینھم۔ (ج ۸ ع ۴ سورہ انعام) ؕ

یعنی جسطرح اوران کے باطل اعمال اور افعال کو بنا سنوار کر دلفریب پیرایہ میں اُن کے سامنے پیش کئے اوران کو گمراہ کیا ہی۔ ایسی ہی اُن کو شرکاء اور شیاطین نے یہ بھی اُن کے سامنے مزین کر کے پیش کیا ہی کہ وہ اپنی اولاد کو مار ڈالیں مقصد ان شرکاء کا یہ ہی کہ ان کا دین اُنپر خلط کر دیں اور ان کو تباہ و برباد کر دیں۔

اس گمراہ جماعت کے متعلق خداوند عالم کا یہ بھی ارشاد ہے۔

قد خسر الذین قتلوا اولادھم سفھاً بغیر علم وحرموا ما رزقھم اللہ افتراءً علی اللہ قد ضلوا وما کانوا مھتدین۔

یقیناً خسارہ میں رہے برباد ہوگئے وہ شخص جنہوں نے اپنی اولاد کو حماقت سے بغیر علم صحیح کے (یعنی فاسد خیالات کی بنا پر) قتل کر دیا۔ اور اللہ پر بہتان اور افترا باندھکر اللہ نے جو کچھ اُن کو رزق دیا تھا اسکو حرام کر لیا۔ یہ لوگ یقیناً گمراہ ہوگئے۔ اور ہدایت یافتہ نہیں ہیں۔ (سورہ انعام ۶ پ ۸ ع ۶)

آیات مذکورہ کے علاوہ تلاش سے اور بہت سی قرآن پاک کی آیتیں بھی اس مضمون کی ملسکتی ہیں۔ جو وقتاً فوقتاً نازل ہوئیں اور ان کے مظالم آلود دلوں کو رحم اور محبت کے انوار سے بھر دیا۔ اور پھر اس مضمون کے تحت میں جب ہم احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مطالعہ کرتے ہیں تو ترحم اور تعطف کے بے کنار دریا موج مارتے ہوئے ہمارے منظر کو پُر حیرت منظر بنا دیتے ہیں۔ چند احادیث اس جگہ نقل کرکے اُن کے مختصر سے ترجمہ پر اکتفا کرتے ہیں۔

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ خلق الخلق۔ حتی اذا فرغ من خلقہ قالت الرحم ھذا المقام العائذ بک من القطیعۃ قال نعم۔ اما ترضین ان اصل من وصلک واقطع من قطعک قالت بلی یا رب۔ قال فھو لک۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاقرؤا ان شئتم فھل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض وتقطعوا ارحامکم (بخاری شریف)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا خداوند عالم نے تمام خلقت کو پیدا کیا۔ جب خلقت کے پیدا کرنے سے فارغ ہوا تو رحم (تعلقات قرابت اور انکی اصل بنیاد) نے کہا کہ (کیا) یہ اس شخص کا مقام ہے جو تیرے ذریعہ سے بدسلوکی سے پناہ مانگے۔ رب العزت نے فرمایا کہ ہاں۔ اے رحم کیا تو اسپر بھی خوش نہو گا کہ جو تیرے تعلقات کو باقی رکھے سلوک کا استعمال کرے اُس سے میں بھی سلوک کروں اور جو تیرے سے بدسلوکی کرے اُس سے میں بھی بدسلوکی کروں۔ رحم نے کہا کہ اے رب بھلا اس سے میں کیونکر نہ راضی ہوں گا۔ خداوند عالم نے فرمایا کہ تیرا مرتبہ پاسداری کا یہی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے بعد فرمایا کہ پڑھو خداوند عالم کا قول فھل عسیتم الآیۃ کیا آپ لوگوں سے یہ بھی ممکن ہے کہ اگر حاکم ہو جاؤ تو زمین میں فساد کرو۔ رشتوں کا لحاظ نہ رکھو بدسلوکی کرو (بخاری شریف)

(باقی آئندہ)

البتہ چونکہ باہر نکلنے میں بھی وہ محل فتنہ شہوت نہیں ہیں لہذا اگر وہ چاہیں تو وجہ ولفیں کا اظہار عام طور پر باہر بھی کرسکتی ہیں۔

مگر ہماری نئی روشنی کے دلدادہ دوست جنکی تفسیر پر ہم آیت گذشتہ میں کافی روشنی ڈال چکے ہیں یہاں بھی اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد جُدا گانہ بناتے ہیں اور اس آیت کی تفسیر مندرجہ ذیل الفاظ میں فرماتے ہیں :۔

ضعیفہ عورتوں کو اجازت دی گئی کہ اگر ہر وقت وہ دوپٹہ گریبانوں پر نہ ڈالے رہیں اور اُتار دیں تو کچھ گناہ نہیں ہی بشرطیکہ تحلیل اعضاء کے باعث زینت کرتے میں پوشیدہ رہی (جو بات کہ جوانی میں ذرا ناممکن ہے) اور اگر وہ بھی ہر وقت دوپٹہ اوڑھے رہیں تو بہتر ہی :۔

ہم گذشتہ آیت میں بدلالت واضحہ اس امر کو ثابت کرچکے ہیں کہ زینت کے جو معنے اُنھوں نے لئے ہیں سرتاپا غلط ہیں اور اس لحاظ سے ہم کو کوئی ضرورت نہ تھی کہ اُن کی مزید گوہر افشانی کا نمونہ ناظرین کے سامنے پیش کرتے لیکن ہمیں صرف یہ دکھانا ہی کہ ناظرین اُن کی اس تفسیر کو پڑھکر اور سمجھ کر خود انصاف فرمالیں کہ ان حضرت نے اپنی مہذب عقل کو کام میں لاکر اسلام کی پاکیزہ تعلیم پر کسقدر ظلم روا رکھا ہے۔ پس اس بات کا لحاظ رکھتے ہوئے اُن کی اس تفسیر کے معنی یہ ہوئے کہ ضعیفہ عورتیں نامحرم مردوں کے سامنے خمار اُتار کر اور سر، کان، سینہ۔ گریبان اور بال کھولکر بے محابا آجاویں تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی بُری بات نہیں ہی۔ ناظرین ذرا خیال تو فرماویں کہ اللہ تعالیٰ پر جس نے اپنے کلام پاک میں جگہ جگہ بے حیائی اور فحش سے بچنے کا حکم دیا ہی کس دریدہ دہنی سے یہ الزام عائد کیا جارہا ہے کہ باوجود بے حیائی کے روک تھام کرنے کے خود اُسی کی اشاعت بھی فرما رہی ہیں۔ جس مذہب میں بے حیائی اور فحش کے خلاف زبردست صدائے احتجاج بلند کی گئی ہو اور جس کا پیغمبر نہ صرف قولاً بلکہ فعلاً اس بات کو ثابت کرچکا ہو کہ بے حیائی اور فحش کی بیخکنی کے لئے نمونہ بنکر دنیا میں بھیجا گیا ہی اُس مذہب کے راس الاصول یعنی آیات کلام مجید کی بنیاد بے حیائی اور فحش پر رکھنا کوئی ان نو تعلیمیافتہ حضرات ہی سے سیکھ جائے۔ الحق کہ وہ نہی

روشنی کے جگنو مادی دنیا کی تاریک فضا میں خواہ کتنی ہی دلآویزی سے کیوں نہ چمکیں مگر روحانی دنیا میں اِن کی روشنی سے کوئی معتد بہ فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور غضب تو یہ ہے کہ باوجود اس دریدہ دہنی اور غلط بیانی کے اِن لوگوں کو اس کا خیال ہی نہیں ہے کہ یہ تو دیکھیں کہ اُن کی تفسیر حضورؐ کے احکام کا بطلان تو نہیں کرتی ہے جن کی پیروی کا اُن کو دعویٰ ہے۔ لیکن یورپ کی تقلید بے جا نے اُن کو بالکل اندھا بنا دیا ہے اور اس قابل نہیں چھوڑا کہ قبل اعتراض کرنے کے جملہ ارشاد نبویؐ کو تو بغور مطالعہ کریں۔ ناظرین خود غور فرمادیں کہ حضورؐ تو علانیہ طور پر حدیث نمبر ۹ مذکورہ سلسلہ احادیث آئندہ ارشاد فرما کر عورت کو سر کھولنے کی ممانعت فرما رہے ہیں اور یہ حضرت ہیں کہ اُس کو سر کھولنے کی اجازت بلادھڑک دے بیٹھے۔ پھر یہ بھی نہیں کہ غلط تفسیر ہی پر اکتفا کریں بلکہ بغیر سوچ سمجھے اعتراض بھی کر بیٹھتے ہیں جس سے کافی طور پر ظاہر ہو جاتا ہے کہ اُنہوں نے عقلِ سلیم سے کہاں تک حصہ حاصل کیا ہے۔ ذرا غور فرمائیے۔ اسی آیت کے متعلق ایک بالکل بے سروپا تقریر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔ "اگر زینت سے مُراد چہرہ (بقول امام شافعیؒ) یا تمام بدن ماسوائے چہرہ و ہاتھ پیر ہوتا (بقول امام ابوحنیفہؒ) تو ٹرہیوں کو کپڑے اُتار کر بھی اُس کا چھپائے رکھنا کیونکر ممکن تھا"

یہ اعتراض کرکے گویا آپ نے اپنی دانست میں بہت بڑی فتح حاصل کر لی حالانکہ ایک معمولی طالبعلم بھی اس کا جواب دے سکتا ہے۔ جہاں تک امام ابوحنیفہؒ کے اجتہاد کا تعلق ہے، ناظرین جانتے ہونگے کہ وہ احادیث مرفوع ۱۳ و ۱۴ مندرجہ تفسیر اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا پر منحصر ہے اور ہم نے بھی اس وجہ سے کہ حضورؐ کے فرمودہ احکام کے ہوتے ہوئے ہمیں اور کوئی تفسیر لینے کی ضرورت نہ تھی اسی تفسیر کو لیکر آیت ہذا کی تشریح کرتے ہوئے پورے طور پر یہ ثابت کر دیا ہے کہ ضعیفہ کیلئے عملاً یہ ایک بڑی حد تک ممکن ہے کہ چادر اُتار کر بھی مواقع زینت کو پوشیدہ رکھے اور جب نہ رکھ سکے تو دوسری شق یعنی چادر نہ اُتارنا جو اسی آیت سے ثابت ہے اختیار کرلے۔ پھر آپ ہی بتلائیے کہ اب اس میں کیا دقت باقی رہ گئی اور کون سا بڑا اعتراض ہمارے دوست نے امام ابوحنیفہؒ پر کیا۔

میں ہے۔ یعنی منہ ڈھانکنے کی چادر) مطلب یہ ہی کہ خوف فتنہ سے چہرے کا چھپانا واجب تھا بڑھیا کو عدم خوف کے سبب واجب نہیں۔

(۳) عبدالرزاق و فریابی و عبد بن حمید و ابن المنذر و ابن ابی حاتم و صابلی و بیہقی نے سنن میں حضرت ابن مسعودؓ سے اس قول میں روایت کیا ہی کہ ثیاب سے مراد جلباب اور دار ہی۔

(۴) سعید بن منصور و ابن المنذر نے حضرت ابن عمرؓ سے اس آیت میں نقل کیا ہی کہ جلباب اُتار ڈالے۔

(۵) عبد بن حمید و ابن المنذر و ابن ابی حاتم نے مجاہد (تابعی) سے وان یستعففن کے متعلق روایت کیا ہی کہ جلباب بھی پہنیں تو بہتر ہے۔ (یعنی بڑھیا کے لئے بھی افضل ہے کہ منہ چھپا وے)۔

اس آیت میں ضعیفہ عورتوں کو جو قابل نکاح نہ رہی ہوں (نہ کہ میانہ عمر عورتوں کو جو مشاہدہ ہے کہ منکوحہ بھی بنتی ہیں اور بچہ بھی جنتی ہیں) بنا بریں کہ وہ محل فتنۂ شہوت نہیں ہیں نامحرموں کے سامنے چادر اُتار دینے کی اجازت دیگئی ہی جس سے یہ امر ثابت ہوتا ہی کہ اُن کے لئے نامحرموں کے سامنے چہرہ و کفین کھولدینے کی ہر وقت اور ہمیشہ گنجایش ہے اسوجہ سے کہ چادر ساتر وجہ و کفین ہے۔ مگر اس میں بھی ایک شرط ہے اور وہ یہ کہ چادر اُسی وقت اُتار سکتی ہیں جب علاوہ چہرہ کے دیگر مواقع زینت کا اظہار نہ ہو۔ اب غور کیجئے کہ چادر اُتارنے پر کن کن مواقع زینت کا اظہار ہوگا تو ظاہر ہے کہ بال۔ گردن۔ کان اور سینہ وغیرہ کا اظہار نہ ہوگا کیونکہ خمار جسم کے بالائی حصہ پر موجود ہوگا بلکہ صرف خمار۔ کرتہ۔ لنگی یا پائجامہ کا اظہار ہوگا۔ مگر چونکہ عام طور پر یہ کپڑے مع خمار عجائز کے بدن پر نہایت سادے اور ڈھیلے ڈھالے ہوتے ہیں اور اُن سے اُن کے جسم کی ساخت وغیرہ اول تو معلوم نہیں ہوتی اور اگر معلوم بھی ہو تو بوجہ کبر سنی کوئی خوف فتنہ نہیں ہوتا لہٰذا اُن کو اس امر کی اجازت دیدی گئی کہ وہ سر بند کے ساتھ ان کپڑوں پر قناعت کر سکتی ہیں۔ البتہ اگر اُن کے خمار یا

عــہ یہ بات آیت نمبر ۳ کے لفظ "یدنین" سے بخوبی واضح ہوتی ہی۔

دیگر کپڑے باریک۔ چُست بھڑکیلے یا خوشنما ہوں (جو عام طور پر نہیں ہوتے) اور وہ زیور بھی پہنے
ہوں (اور ایسا بھی عام طور پر نہیں ہوتا) تو ایسی حالت میں اُن کو بموجب آیت ہذا چادر اُتارنے
اجازت نہیں ہے کیونکہ شرط چادر اُتارنے کی یہی ہے کہ مواقع زینت کا اظہار نہو۔ پس اس آیت
بوجہ تقاضائے سن اُن کیلئے کچھ خاص رعایت کردی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ چادر اُتار کر اپنے چہرہ
وکفین کا عام طور پر اظہار کرسکتی ہیں بشرطیکہ اُن کے خمار اور جسم سے ملحقہ کپڑے چُست بھڑکیلے
خوشنما نہوں۔ باریک نہوں۔ اور کوئی زیور یا سنگار بھی اُن پر نہو۔ برخلاف جوان اور میانہ عمر
کے جنکو ہر وقت اور ہمیشہ نامحرموں کے سامنے بموجب آیت ہذا چادر اوڑھے رہنا چاہیئے ا
اوقات ضرورت شدیدہ کے چہرے وکفین کا اظہار نکرنا چاہیئے۔ کیونکہ نہ صرف یہ کہ عام طو
اُن کے جسم سے ملحق کپڑے چُست باریک اور خوشنما ہوتے ہیں اور اُنپر زیور اور سنگار ہوتا ہے
اُن کو عام طور پر چہرہ وکفین چھپانا لازمی ہے بلکہ اُن کے خمار اور جسم سے ملحق کپڑے خواہ کتنے ہی س
اور ڈھیلے ڈھالے کیوں نہ ہوں بلحاظ اس امر کے کہ پورے طور پر اُن کے اعضاء کی تو بصور
چھپا نہیں سکتے ہر وقت باعث فتنہ ہیں۔ تاہم اللہ تعالیٰ عجائز کے لئے بھی نصیحت فرماتے ہیں کہ و
ہر وقت اوڑھے رہیں جس سے سارا جسم معہ چہرہ وکفین کے ڈھکا رہے اور چہرہ وکفین محض ض
شدیدہ میں مثل نوجوان ومیانہ عمر عورتوں کے کھولے جاویں۔ پس جب ضعیفہ عورتوں کیلئے
بہتری اسی میں ہے کہ وہ جوان اور میانہ عمر مستورات کیطرح سارا جسم چادر سے پوشیدہ ر
تو جوان اور میانہ عمر عورتوں کے لئے اس امر کی اجازت کہاں سے نکل سکتی ہے کہ عام طور
وجہ وکفیں کا انکشاف کریں۔ لہٰذا اس آیت سے بھی بدلالت واضحہ یہ امر ثابت ہوگیا کہ چ
وکفیں کا اظہار شابہ ومیانہ عمر عورت کے لئے بہت ہی بڑی مجبوری کے وقت جائز ہو س
ہے۔ علاوہ اس کے جس مقام کی یہ آیت ہے اُس جگہ کو غور سے ملاحظہ کرنے پر یہ امر بھی منقح
ہو جاوے گا کہ ضعیفہ عورتوں کو صرف گھروں کے اندر نامحرموں کے سامنے چادر اُتار دینے کا

۵ ملاحظہ ہو تفسیر آیت ہذا ع۱ ۱۲

چلی وے پھر بھی وہ نمایاں رہتا ہی تب حکم ہوتا ہے کہ پیر دھمک کر مت چلو کہ کہیں ہل نہ جاوے۔ دیکھئے کسقدر مہمل اور لغو آپ کی تفسیر ہی۔ آخر میں نعوذ باللہ خدا تعالیٰ اُس کے چھپانے کی ترکیب نہیں بتا سکتے تو عاجز ہو کر فرماتے ہیں کہ اگر چھپتا نہیں تو خیر مگر اب ہلاؤ مت۔ سبحان اللہ،

ناظرین اب ملاحظہ فرمائے کہ آپ کی تفسیر سے مسلمان عورت کا جو ہیولیٰ ذہن میں بنتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ نگاہیں تو وہ کبھی نیچی نہ رکھے سوائے اُس وقت کے کہ جب وہ کسی کو برھنہ دیکھے اور دو باتوں کا خاص طور پر خیال رکھے۔ پہلے یہ کہ دوپٹہ سینے پر ضرور پڑا رہے، اور دوسرے یہ کہ نہایت آہستہ آہستہ چلے ایسا نہ ہو کہ جوبن ذرا بھی ہل جاوے۔ اس تفسیر پر غور کرنے سے آیت ہذا کی حکمت ہم پر تو واضح ہو نہیں سکتی لیکن اتنا ہم ضرور کہ سکتے ہیں کہ اس سے فواحش کی گرم بازاری کا دروازہ کھل جاتا ہی۔ اور اللہ تعالیٰ پر یہ الزام عائد ہوتا ہی کہ باوجود اتنی بڑی آیت نازل فرمانے کے کوئی معتد بہ نتیجہ مترتب نہیں ہوا اور لطف تو یہ ہی کہ باوجود اس دردسری کے جو آپنے آزادی نسوان کی حمایت میں فرمائی آپ کی سعی بھی سعی لاحاصل ہو کر رہگئی۔ جوبن کے قدم قدم پر تھلک جانے کے خوف سے ہماری صنف نازک نہ تو سوسائٹی کے تفریحی مشاغل میں حصہ لے سکتی ہی اور نہ کسی قومی تحریک میں شرکت کر سکتی ہی۔ لہذا ہم کہ سکتے ہیں کہ آپ زمانۂ حال کے آزاد طبقۂ نسواں کی نگاہ میں ذرا بھی وقعت حاصل نہیں کر سکتے۔ اور نہ اپنی دیدہ ریزی پر کسی شکریہ کے مستحق ہو سکتے ہیں۔

اب رہ گیا آپ کا یہ سوال کہ "اگر زینت سے چہرہ یا تمام جسم مُراد لیجائے تو اُس کو چھپانے اور دوپٹہ گریبانوں پر ڈالے رہنے سے کیا مناسبت" تو اس کا جواب ہم شروع میں اس آیت کی تفسیر کرتے وقت اشارۃً دے بھی چکے ہیں اور پھر عرض کئے دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جملہ زینت کو چھپانے کا حکم فرماتے ہوئے اس خیال سے کہ اگر نامحرموں کے سامنے بدرجۂ مجبوری چہرہ کھولنا ہی پڑے تو چادر بے ترتیبی سے اوڑھنے میں بال یا گردن یا گریبان نہ کھل جائیں یہ حکم فرماتے ہیں کہ اپنی سر بندوں کے دامنوں کو گردن اور گریبانوں پر ڈالے رہو۔ یہ ایک موٹی سی بات ہی مگر تعجب ہے کہ آپ کی سمجھ میں نہیں آتی۔ مقنن عام طور پر کسی جرم کے جملہ ذرائع اور وسائل کو بطور خود علیحدہ

دفعات جرم کے نہیں شمار کرتا لیکن اگر وہ چاہے اور اُس کی حکمت اُسی کی مقتضی ہو تو وہ اُن جملہ ذرائع میں سے کسی ایک خاص ذریعے کو بطور ایک جُداگانہ دفعہ جرم کے شمار بھی کر سکتا ہے۔ پھر اگر کسی عامی کا ذہن مقنن کی ایسی حکمت پر جس کی وجہ سے اُس نے اس خاص امر کو بطور جُداگانہ دفعہ جرم کے تحریر کیا ہے منتقل ہو تو یہ اُس عامی کی فہم کا قصور ہے نہ کہ اُن لوگوں کا جنھوں نے اُس حکم کی حقیقت کو سمجھکر لوگوں کو اُس سے واقف کیا۔ بقول شخصے ؎

اگر نہ بیند بروز شپرہ چشم	چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

دوسری آیت

وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ الّٰتِیْ لَا یَرْجُوْنَ نِکَاحًا فَلَیْسَ عَلَیْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ یَّضَعْنَ ثِیَابَهُنَّ غَیْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِیْنَةٍ۔ وَاَنْ یَّسْتَعْفِفْنَ خَیْرٌ لَّهُنَّ ؕ

اور بڑی بوڑھی عورتیں جنکو کسی کے نکاح (میں آنے) کی کچھ امید نہ رہی انکو البتہ اس بات میں کچھ گناہ نہیں کہ وہ اپنے زائد کپڑے اُتار ڈالیں بشرطیکہ زینت (کے مواقع) کا اظہار نکریں (اور ہر چند کہ بڑھیوں کو کھولنے کی اجازت) ہے لیکن اگر اس سے بھی احتیاط رکھیں تو انکیلئے اور زیادہ بہتر ہے۔

تفسیر

(۱) ابن المنذر۔ ابن ابی حاتم اور بیہقی نے سنن میں حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت کیا ہے کہ مراد اس سے عورت ہے۔ اُسپر کچھ گناہ نہیں کہ اپنے گھر میں کرتہ اور سربند کے ساتھہ بیٹھ رہے اور اوپر کا جلباب (چادر) اُتار دے۔

(۲) ابو عبید رحؒ نے فضائل میں اور ابن المنذر اور ابن الانباری نے مصاحف اور بیہقی نے سنن میں حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت کیا ہے کہ ثیابھن کی تفسیر جلباب کے ساتھہ کرتے تھے (جسکا ذکر پہلی آیت

ھ علاوہ اس کے ولیضربن بخمرھن علی جیوبھن ایک علیحدہ حکم بھی ہو سکتا ہے جسکے ذریعہ سے عورت کیلئے یہ لازم ہوجاتا کہ ایسی مواقع جو خمار میں پوشیدہ رہ سکتے ہیں (یعنی سر۔ گردن اور گریبان وغیرہ کو) محرموں کے سامنے بھی نہ ظاہر کرے باستثنا اپنے زوج کے۔ ہمارے اس خیال کی تصدیق ایک بڑی حد تک حضرت ابن عباس رضؓ کے اُس قول سے بھی ہوتی ہے جو ہم نے تفسیر ولا یبدین زینتھن الا لبعولتھن کی تحت میں نقل کیا ہے۔

چنانچہ ولا یبدین زینتھن، الا ما ظھر منھا، ولیضربن بخمرھن علی جیوبھن اور ولا یضربن بارجلھن الخ کے متعلق یہ فرماتے ہیں:۔

اپنی چھاتیوں کو بھی ظاہر مت کرو بلکہ گریبانوں پر دوپٹہ ڈالے رکھو۔ اور پھر بھی وہ بوجہ جوانی کے قمیص اور دوپٹہ کے اوپر سے نمایاں رہیں تو مجبوری ہے۔ بازاروں میں یا غیر مردوں کے سامنے پیروں کو دھمک کے مت چلو تاکہ پستان جو دوپٹہ میں پوشیدہ ہیں تھلک کر ظاہر نہ ہوں۔ پھر آگے چلکر فرماتے ہیں:۔ زینت کا اصطلاحی ترجمہ جوبن کرنے سے معنی اور مطلب بالکل صاف ہو جاتے ہیں۔ شرمگاہ کی حفاظت کرو اور اپنے جوبن کو بھی ظاہر مت کرو اور ہر وقت اپنے گریبانوں پر دوپٹہ ڈالے رکھو (اگر زینت سے تمام چہرہ یا تمام جسم مانا جاوے تو اُس کے چھپانے اور دوپٹہ گریبانوں پر ڈالے رہنے سے کیا مناسبت) تاکہ جوبن ان میں چھپا رہے، الا ما ظھر منھا مگر جو نمایاں ہی رہے اور نہ چھپ سکے تو مجبوری ہے۔ ناظرین ذرا غور فرمائیں کہ ان حضرات نے اس آیت کی کیا درگت بنائی ہے اور ایک ہی وقت میں کتنی غلطیوں کے مرتکب ہوئے ہیں۔ پہلی غلطی تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں زینت کو مطلق مانا ہے مگر آپنے اُس کو مقید کر دیا۔ اس بات کو ہم ایک مثال سے ثابت کرتے ہیں۔ اگر کوئی شخص اپنے ملازم سے یہ کہے کہ میری عدم موجودگی میں میرے کمرے کی زینت یا آرایش کسی کو نہ دکھانا لیکن وہ ملازم سب کو کمرے میں آنکی اجازت دیدے اور صرف ایک شمعدان کو جو وسط کمرہ میں میز پر رکھا ہو لوگوں کی نگاہ سے پوشیدہ کردے اور پھر اُسپر فخر کرے کہ میں نے کمرے کی آرایش کسی کو نہیں دکھائی تو آپ ہی خیال فرمائیے کہ اس ملازم کی یہ حرکت کس حد تک آقا کو پسند آسکتی ہے۔ اور کہانتک وہ اسکی عقل کی داد دیسکتا ہے۔ بعینہٖ یہی صورت یہاں پڑی ہے۔ اللہ تعالیٰ تو یہ فرماتے ہیں کہ جملہ قسم کی آرایش نامحرموں کی نگاہ سے پوشیدہ رکھو سوائے اُن چیزوں کے جو مجبوراً ظاہر ہوتی ہوں اور آپ ہیں کہ ایک مخصوص آرایش کو پوشیدہ رکھنے کا حکم فرماتے ہیں۔ یہ بات کہانتک قابل وقعت خیال کی جاسکتی ہے؟۔

دوسری غلطی جو اس سے بہت زیادہ اہم ہے یہ ہے کہ جیسا کہ آپکے الفاظ سے واضح ہوتا ہے آپ الا ما ظھر منھا کو اُس کی اصلی جگہ سے ہٹا کر ولیضربن بخمرھن علی جیوبھن کے بعد لگاتی

ہیں۔ گویا کسی آیت کی تفسیر کرتے وقت یہ بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ اُس آیت کے الفاظ بھی مقدم و موخر کردئے جائیں جسکا آپ کو کوئی حق نہین ہے۔ البتہ یہ دوسری بات ہے کہ آپ اپنی طرف سے کوئی دوسرا قرآن پیش کریں!۔

تیسری غلطی یہ ہے کہ آپ نے اپنی عربی دانی کا بھی پورا خاتمہ کردیا ہے۔ الا ما ظھر منھا میں الّا صرف استثناء ہے۔ لہٰذا یہ جملہ استثنائیہ ہوا۔ لیکن آپ یہ معنی لگا کر کہ پھر بھی بوجہ جوانی کے نہ چھپیں" اس کو جملہ شرطیہ مانتے ہیں جسکو آپ ہی ایسا عربی دان سمجھ سکتا ہے۔ دوسروں کی سمجھ اس تہ تک پہنچنے سے قاصر ہے۔

چوتھی غلطی یہ کہ یہ فرما کر "پھر بھی وہ بوجہ جوانی کے نہ چھپیں اور دوپٹہ کے اوپر سے نمایاں رہیں تو مجبوری ہے" آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ "پستان جو دوپٹے میں پوشیدہ ہیں تھلک کر ظاہر نہوں" یعنی خود ہی تو اُن کو نمایاں مانتے ہیں اور خود ہی پوشیدہ بھی تصور کرتے ہیں۔

پانچویں غلطی یہ ہے کہ یدنین علیھن من جلابیبھن کی تفسیر کرتے وقت آپنے فرمایا ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو چادر اوڑھکر باہر نکلنے کا حکم دیا ہے" مگر اس مقام پر آپ اُن کو دوپٹہ پھینکر اور ناظرین پر واضح رہے کہ جس چیز کو آپ دوپٹے سے تعبیر کرتے ہیں وہ خمار یعنی سربند کا دامن ہی ہے بازاروں اور غیر مردوں میں جانے کی اجازت دیتے ہیں جس پر کہا جا سکتا ہے کہ دروغ گورا حافظہ نباشد۔

چھٹی غلطی یہ کہ آپ کی تفسیر کا ارشاد نبویؐ سے تصادم ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب عورت بالغ ہوجاوے تو سوائے وجہ وکفین کے اُس کے جسم کا کوئی حصہ نہ دکھائی دینا چاہئے اور آپ ہیں کہ صرف سینے پر دوپٹہ ڈالنا ہی کافی سمجھتے ہیں۔ لہٰذا آپ کی تفسیر کو تفسیر کہنا تو ہرگز زیبا نہیں البتہ جامع اغلاط والفواحش اس کا نام رکھا جاوے تو زیبا ہے۔ تاہم اگر الا ما ظھر منھا کو اُس کی جگہ پر رکھکر آپ کے نفس مطلب کو تھوڑی دیر کیلئے صحیح مان لیا جاوے تو پھر عبارت اسقدر بے ڈھنگی ہوجاتی ہے کہ کسی حالت میں بھی خدا کا کلام نہیں کہلا سکتی۔ کیونکہ پہلے تو جوبن کو چھپانے کا حکم ہوتا ہے۔ پھر اگر نہ چھپے تو مجبوری ظاہر کیجاتی ہے اُس کے بعد یہ کہا جاتا ہے کہ دوپٹہ سے چھپاؤ شاید یہ ترکیب

اس پر مجبور کیا گیا کہ اگر وہ اپنے فرائض کو چھوڑ کر ظلم کرنے پر اُتر آئیں تمھیں اسوقت بھی اپنی فرائضِ اطاعت کو نہ چھوڑنا چاہیئے۔ اسلام نے بیشتر تدبیر منزل تدبیر ملک وغیرہ میں اسی زریں اُصول سے کام لیا ہے۔ باپ بیٹے کے معاملات میں ایک طرف بیٹے کو مجبور کیا کہ اگر باپ ظلم کرے تب بھی اُسکی اطاعت تمہارے ذمہ فرض ہے۔ اور دوسری طرف باپ کو حکم کیا کہ اپنی اولاد کیساتھ شفقت و رحمت سے کام لے اور جو ایسا نکرے وہ مسلمان نہیں۔ اسیطرح خاوند بیوی کے معاملات میں بیوی کو مجبور کیا کہ خاوند اگر ظلم بھی کرے۔ تب بھی تم اُس کی اطاعت نہ چھوڑو۔ ادھر خاوند کو سخت تاکید کی کہ بیوی کے حقوق کی پوری نگرانی کرے اور اگر اس میں کوتاہی کی تو قیامت میں اُسکی جزا کیلئے تیار ہو جائے۔ اور ایک ایسا حکیمانہ اُصول ہے کہ جس سے تمام باہمی نزاع کے راستے بند ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ اگر ذرا غور سے کام لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اکثر اختلافات اور جھگڑوں کا سبب صرف یہ ہوتا ہے کہ ایک شخص اپنی حدود اور اپنے فرائض کو چھوڑ کر دوسرے کی حدود میں گھسنا چاہتا ہے۔

مثلاً معاملات میں عدل و انصاف کرنا امیر کا فرض منصبی ہے۔ مأمور رعایا کو اس میں اس سے زیادہ مداخلت جائز نہیں کہ آداب امر بالمعروف کو لحاظ رکھتے ہوئے حق بات امیر تک پہنچا دے۔ امیر اگر اپنے فرض کو ترک کرے تو کسی طرح عقل کا مقتضا نہیں کہ مأمور بھی اپنی حدود سے باہر نکل کھڑا ہو اور اپنے فرائض کو چھوڑ دے۔

کیونکہ یہ انتقامی جذبہ کسی طرح مأمور کے حق میں مفید نہیں اور نہ اُس کے ذریعہ سے وہ اپنے حقوق امیر سے وصول کر سکتا ہے۔

فرض کرو کہ اگر اسلام اسوقت مظلوم کو ترک اطاعت کی اجازت دیدے اور اُسکو بغاوت و سرکشی سے نہ روکے تو اُس کا نتیجہ لازمی طور پر یہ ہوگا۔ کہ اگر یہ مظلوم کوئی قوت و شوکت نہیں رکھتا تو بغاوت کر کے پہلے سے زیادہ مصائب و مظالم میں گرفتار ہو جائیگا اور اگر اُس نے کوئی قوت و شوکت حاصل کر لی جس کے ذریعہ سے امیر کے مقابلہ پر آسکے تو یہ فتنہ عظیم ہوگا جس میں سارے ملک کی جانیں اور مال خطرہ میں پڑ جائینگے۔ اور جانبین کی بہت سی جانیں اور مال ضائع ہونگے۔

بغاوت سے پہلے اگر صرف ایک شخص کا نقصان تھا تو بغاوت کرنے میں سارے ملک کا اُس سے سو گنا زائد نقصان ہی اور یہی وجہ ہی کہ اگر سارا ملک عام طور پر اسکے مظالم کا شکار ہو جائے اور قتل و غارت میں اسے کسی شرعی حکم کا لحاظ نہ رہے تو پھر اسکے خلاف کرنے اور اُس سے بدلہ لینے کو اسلام نے بھی جائز رکھا ہے۔ کما مر

ان نتائج پر نظر کرتے ہوئے اسلام نے حکمت کے مشہور قانون پر عمل کیا کہ،

اذا ابتلی المرء ببلیتین فلیختر اھونھما،	جب آدمی دو بلاؤں میں گرفتار ہو تو دونوں میں سے جو سہل ہو اُسکو اختیار کر لینا چاہیئے۔

جب امیر وقت ظلم کرے تو ہمارے سامنے دو مصیبتیں ہیں ایک یہ کہ مظلوم اپنے ظلم پر صبر کرے۔ اور دوسرے یہ کہ علم بغاوت بلند کرکے خود بھی اس سے زیادہ مصیبت میں گرفتار ہو اور دوسر ونکو بھی بلا میں مبتلا کرے۔ ظاہر ہے ان دونوں مصیبتوں کے مقابلہ کیوقت پہلی شکل کا اختیار کرنا ہی عقل سلیم کا مقتضیٰ ہوگا۔ اور میں کہتا ہون کہ ایسی حالت میں مظلوم کو ظلم پر صبر کرنیکی تلقین کا ذمہ دار فقط شخصیت یا اسلام نہیں۔ آج اگر موجودہ جمہوریت میں کسی شخص پر ظلم ہو اور کثرت رائے اُس کے خلاف فیصلہ کردے تو بتلائے کہ یہ شخص کیا کریگا اور اُسوقت سیاسی مدبرین اس کیلئے کیا فتویٰ دیں گے۔

کیا کسی عاقل کے نزدیک اُس کیلئے یہ مناسب ہوگا کہ جمہوریت کے خلاف علم بغاوت بلند کرکے خود بھی پہلے سے زیادہ مصائب کا تختہ مشق بنے اور دوسرے لوگوں کو بھی مصیبت میں ڈالدے۔

بلکہ ہر عقلمند ایسی حالت میں اسکو صبر تلقین کے سوا کوئی چارہ کار نہ سمجھے گا۔ لیکن اس تلقین صبر کا کسی کے نزدیک یہ مطلب نہوگا کہ وہ جمہوریت کے ظلم کا حامی ہی یا امراء کیلئے ظلم کا میدان وسیع کر رہا ہے۔

پس اگر اسلام نے ایسی حالت میں مظلوم کو اطاعت امیر پر مجبور کیا تو کیسے کہا جاسکتا ہے کہ اُس نے ظلم کا دروازہ امراء کیلئے کھولدیا خصوصاً جبکہ دوسری جانب امراء کو بھی اتنا کس دیا گیا

ہے کہ وہ اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتے اور ادھر علماء کے ہر فرد کو یہ حق دیا ہے کہ امر بالمعروف کے ذریعے کلمۂ حق اسکو پہنچادے اور اُس کو اپنے فرائض یاد دلائے۔

الغرض اسلامی قانون سیاست کی آٹھویں اُصولی دفعہ یہ ہے کہ اگر خلیفہ وقت ظلم بھی کرے تب بھی رعایا پر اُس کی اطاعت فرض ہے۔ البتہ امر بالمعروف کرنیکا حق ہر شخص کو ہر وقت حاصل ہے۔ (۹) انتخاب امیر کے وقت ضروری ہے کہ خلافت و امارت کی شرطوں پر نظر رکھی جائے جنمیں سے عدالت بھی ایک شرط ہے۔ اسلئے کسی فاسق کو اپنے اختیار سے خلیفہ بنانا جائز نہیں۔ لیکن اگر کوئی فاسق زبردستی سلطنت پر قابو پالے یا پہلے بوقت انتخاب فاسق نہ تھا بعد میں فاسق ہو گیا۔ تو باوجود اُس کے فسق کے اسوقت تک اسکے خلاف علم بلند نکیا جائیگا جب تک کہ کفر صریح میں مبتلا نہو جائے۔ (ازالۃ الخفا حضرت شاہ ولی اللہ)

البتہ اگر کفر صریح میں مبتلا ہو جائے تو وہ خلافت سے معزول ہے اور مسلمانوں کو اُس کا علیحدہ کرنا ضروری ہے۔

(۱۰) مسائل مجتہد فیہا جنمیں جانبین میں ادلۂ شرعیہ موجود ہیں جیسے حنفی شافعی وغیرہ کے مختلف فیہ مسائل ان میں سے اگر امیر کسی ایک جانب کو متعین کرکے لوگوں کو اسپر عمل کرنیکا حکم دے تو اُن کا فرض ہوگا اُس کا اتباع کریں اگرچہ بحیثیت حنفیت یا شافعیت وہ اس کے مذہب کے خلاف ہو۔

(۱۱) ارکان مجلس شوریٰ کا انتخاب بھی اسلامی سیاست میں اس طوفان بے تمیزی کے ساتھ نہیں ہوتا جو موجودہ جمہوریت کا طغرائے امتیاز ہے اور جسکی بدولت تمام ملک جنگ و جدل بغض و عناد کی آماجگاہ بنا ہوا ہے۔ بلکہ یہ انتخاب عموماً امیر خود اپنی رائے سے کرتا ہے۔ یہ چند دفعات ہیں جو شخصیت کے ہمرنگ نظر آتی ہیں۔

مجھے اسوقت اسلام کا سیاسی قانون پیش کرنا نہیں۔ بلکہ صرف یہ دکھلانا مقصود تھا کہ اسلامی سیاست نہ درحقیقت وہ شخصیت و ملوکیت ہے جو کسریٰ و قیصر اور ملوک عجم کا طریق تھا۔

اور نہ وہ جمہوریت جسکا آجکل عالم میں دور دورہ ہے۔ کیونکہ یہ دونوں طریق نظام عالم کی اصلاح کیلئے کافی نہیں۔ بلکہ اسلام نے اپنے اساسی اصول اعتدال کو پیش نظر رکھتے ہوئے دونوں کے درمیان ایک صراط مستقیم اختیار کیا ہے جو نظام عالم اور معاملات خلق کی اصلاح کیلئے بہترین کفیل ہے۔ اور اس تمام بحث میں بھی اصل غرض صرف اس جزو سے متعلق تھی کہ مشورہ میں اگر اختلاف رائے پیش آئے تو فیصلہ کثرت رائے کے سپرد نہیں بلکہ امام کی رائے پر موقوف ہے۔ جس کو اجمالاً دفعہ (۶) میں عرض کیا گیا ہے۔ اسوقت ہم اس کو کسیقدر تفصیل سے ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

مشورہ کا فیصلہ کثرت رائے پر ہے یا امیر مجلس کی رائے پر

اصولی طور پر اس بحث میں بھی ہمیں سب سے پہلے قرآن عزیز کو حکم بنانا چاہیئے اور اُسی کے فیصلہ کو محکم اور مختتم فیصلہ سمجھنا چاہیئے۔ جسکی چند آیات اسوقت درج ذیل کیجاتی ہیں۔

مشورہ کے متعلق قرآن عزیز کی سب سے زیادہ مشہور آیت یہ ہے۔

وشاورهم في الامر فاذا عزمت فتوكل على الله ؕ	آپ (معاملات میں) صحابہ اور عام مسلمانوں سے مشورہ لیجئے اور جب پختہ ارادہ کرلیں تو اللہ تعالےٰ پر توکل کیجئے۔

اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو حکم فرمایا گیا ہے کہ اہم معاملات میں (جنمیں صریح وحی نہ آئی ہو) صحابہ کرام سے مشورہ فرمایا کریں۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ مشورہ کے بعد جب آپ کسی ایک جانب کا عزم فرمائیں تو اُس میں اللہ تعالیٰ پر اعتماد کریں اپنی رائے یا مشورہ پر بھروسہ نہ کریں۔

جس سے صاف معلوم ہوا کہ مشورہ کے بعد کسی ایک جانب کو ترجیح دینا اور اُس کا عزم کرنا یہ فقط امیر مجلس کی رائے پر موقوف ہے۔ اور اگر مشورہ کا فیصلہ کثرت رائے کے سپرد ہوتا تو مناسب تھا کہ عزم کے لئے بھی جمع کا صیغہ استعمال کر کے یوں فرمایا جاتا فاذا عزموا (یعنی جب صحابہ کسی جانب کا عزم کریں۔) ؕ

الغرض آیت میں بجائے صیغہ جمع کے مفرد کا صیغہ استعمال کر کے اس بات کو بھی صاف کر دیا گیا ہے

شورہ کے بعد فیصلہ کی صورت امیر مجلس کی رائے پر چھوڑ دی - امیر اپنی دیانت اور فہم سے جس رائے
یادہ صائب سمجھے اس کو نافذ کر دے -

شورہ کے متعلق دوسری آیت میں اسطرح ارشاد ہوا ہے -

مرہم شوریٰ بینہم (شوریٰ) } یعنی مسلمانوں کے معاملات آپس کے مشورہ سے طے ہوتے ہیں ؛
یعنی صحابہ کرام اور سچے مسلمانوں کے اخلاق و اعمال کا اجمالی نقشہ دکھلاتے ہوئے اُن کے
س طرز عمل کی مدح کیگئی ہے کہ وہ اپنے معاملات میں خود رائی سے کام نہیں لیتے بلکہ مشورہ کر کے
طے کرتے ہیں -

ن میں اگرچہ مسئلہ زیر بحث یعنی درصورت اختلاف فیصلہ مشورہ کے متعلق صراحتہً کوئی حکم مذکور نہیں
بلکہ جن حضرات کے مشوروں کی اس آیت میں مدح فرمائی گئی ہے جب ہم اُن کے تعامل پر نظر
لتے ہیں تو بلا شائبہ اختلاف یہی ثابت ہوتا ہے کہ انکی مجلس شوریٰ پر کثرت رائے کی حکومت نہ تھی -

کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام کے مشاورات جنکا ایک حصہ انشاء اللہ تعالے
پ عنقریب ملاحظہ فرمائینگے - ان میں سے کسی ایک میں آپ نہ دیکھینگے کہ مشورہ کے بعد موجودہ
رز پر ووٹ لئے گئے ہوں اور آراء کو شمار کر کے انکی کثرت پر فیصلہ کیا گیا ہو آیات قرآنیہ کے بعد آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال و افعال اور پھر تعامل صحابہ کا درجہ ہے جو در حقیقت آیات قرآنی ہی کی صحیح تفسیر اور واضح شرح ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشاورات اور فیصلہ کی صورت

غزوہ بدر مسلمانوں کی شاندار فتح پر ختم ہوا اور قریش کے بڑے بڑے ستر
آدمی گرفتار ہو کر دربار نبوت میں حاضر کئے گئے - تو یہ سوال پیش ہوا کہ انکی
ساتھ کیا معاملہ کیا جائے - سرور کائنات (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حسب عادت اس کیلئے مجلس شوریٰ طلب
کی اور صحابہ کو جمع کر کے مسئلہ زیر بحث پیش فرمایا - اتنی بات پر تمام روایات حدیث متفق ہیں کہ
اس بارہ میں صحابہ کرام کیجانب سے مختلف رائیں پیش کی گئیں - اور صدر الصدور سید الاولین و الآخرین نے
ایک جانب کو ترجیح دیکر حکم نافذ فرمایا -

یہ ایک ایسا واقعہ ہے کہ اگر اسکی مجلس شوریٰ کے ارکان کی صحیح تعداد اور انکی رائیں معلوم ہو جائیں اور

یہ بھی معلوم ہو جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس اختلاف کو کس طرح رفع فرمایا۔ کثرت رائے کا اعتبار کیا یا قوت کا اور اکثریت کو ترجیح دی یا اقلیت کو تو ہماری بحث کا ابھی یہ خاتمہ ہوا جاتا ہے لیکن یہ عجب اتفاق ہے کہ اس مشہور واقعہ کو بہت سے راوی روایت فرماتے ہیں۔ مگر صحیح طور پر اس کی کوئی خبر نہیں دیتا کہ اس جلسہ شوریٰ کے شرکا، کتنے حضرات تھے اور انہوں نے کیا کیا رائیں پیش فرمائیں بلکہ عام طور پر صرف حضرت صدیق اور فاروق اعظم کا اختلاف رائے ذکر کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ البتہ کتب حدیث وتفسیر اور سیر کی بہت سی ورق گردانی کے بعد چند حضرات کے اسماء گرامی اور انکی رائیں اور وہ تقریریں جو انہوں نے اس مجلس میں کیں ہیں ہمارے سامنے آئی ہیں۔ جس سے مسئلہ زیر بحث کا علی وجہ بصیرت فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔

روایات حدیث کو جمع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مجلس شوریٰ ایک معتد بہ جماعت پر مشتمل تھی جنمیں سے حضرات ذیل کے اسماء گرامی خاص طور پر ذکر کئے گئے ہیں" حضرت[۱] صدیق اکبرؓ۔ حضرت[۲] عمر فاروق اعظمؓ۔ حضرت[۳] علی کرم اللہ وجہہ۔ حضرت[۴] عبداللہ ابن رواحہؓ۔ حضرت[۵] سعد ابن معاذؓ

ان حضرات میں سے صرف حضرت صدیق اکبرؓ کی یہ رائی تھی کہ ان سب کو چھوڑ دیا جائے۔ باقی حضرات میں سے کسی نے انکی تائید نہیں کی۔ حضرت[۱] فارق اعظم رضی اللہ عنہ نے تو یہ تقریر فرمائی

"یارسول اللہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے آپ کو جھٹلایا اور آپ کو وطن سے نکالا۔ اور آپ کے ساتھ قتل وقتال کیا۔ میری رائے میں تو اُن کو بلاکر سب کی گردن مار دیجائے

(ترمذی ابن ابی شیبہ امام احمد عن عبداللہ ابن مسعود از درمنثور صفحہ ۲۰۱)"

حضرت[۲] عبداللہ ابن رواحہؓ نے اس سے زیادہ غصہ کا اظہار کرتے ہوئے عرض کیا۔

"یارسول اللہ میری رائے تو یہ ہے کہ ان سب کو کسی ایسی وادی میں داخل کیا جائے جہاں سوختہ زیادہ ہو۔ اور پھر اس میں آگ لگادی جائے (روایت مذکورہ)"

حضرت[۳] سعد ابن معاذؓ سے کوئی خاص تقریر منقول نہیں مگر ابن جریر نے بروایت محمد ابن اسحٰق اتنا نقل فرمایا ہے کہ اُن کی رائے بھی یہی تھی، سب کو قتل کر دیا جائے۔ (تفسیر روح المعانی صفحہ ۶۱ ج ۲)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شرکت جلسہ کو تو خود حضرت عمرؓ نے ذکر فرمایا ہے۔ مگر اس کے متعلق کچھ نہیں فرمایا کہ اُن کی رائے کس طرف تھی۔

بہرحال جن حضرات کے اسمار گرامی مذکور ہیں اُن میں سے صرف ایک صدیق اکبرؓ کی یہ رائے منقول ہے کہ ان قیدیوں کو چھوڑ دیا جائے باقی کسی کی تائید منقول نہیں۔

البتہ حضرت عبداللہ ابن عمر کی ایک روایت میں اجمالاً اسقدر منقول ہی کہ جب حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم کی مختلف رائیں مجلس میں پیش ہوئیں تو بعض حضرات نے ان کی موافقت کی اور بعض نے ان کی (اخرجہ ابن المنذر وابو الشیخ وابن مردویہ کذا فی الدر صفحہ ۲۰۲ ج ۳) لیکن اس روایت میں نام کسی کا نہیں لیا گیا۔ بہرحال جن حضرات کے ناموں کی صراحت ملتی ہے ان میں صرف ایک رائے چھوڑ دینے کی طرف ہے اور باقی اُن سے بدلہ لینے اور قتل کرنے کی طرف۔

یہاں تک تو شوریٰ کی رائیوں کا تذکرہ تھا۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ اس مجلس کے امیر حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسئلہ زیر بحث کا فیصلہ کس طرح فرمایا۔

اس کے متعلق حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ والی حدیث میں مذکور ہے۔

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کی آراء مختلفہ سنکر گھر میں تشریف لے گئے اور کسی کو کچھ جواب نہیں دیا۔ ادھر صحابہ میں رائے زنی شروع ہوئی کوئی کہتا تھا کہ آپ حضرت صدیق کی رائے کو اختیار فرمائیں گے اور کسی کا خیال تھا حضرت فاروق کی رائے قبول کیجائیگی۔ کچھ دیر کے بعد آپ باہر تشریف لائے اور ایک مختصر تقریر فرمائی (یہ تقریر حدیث عبداللہ ابن مسعود میں مفصل مذکور ہی) جس میں فریقین کی دلجوئی کے الفاظ تھے اور پھر آپ نے آخری فیصلہ حضرت صدیقؓ کی رائے پر فرمایا۔ (رواہ احمد والترمذی وحسنہ الطبرانی والحاکم وصححہ کذا فی روح المعانی صفحہ ۲۶۰ جلد ۳)۔

۵؎ اخرجہ ابن ابی شیبہ واحمد ومسلم وابوداؤد والترمذی وغیرہم کذا فی الکنز صفحہ ۲۶۵ ج ۵)۔

خود حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جب اس واقعہ کی روایت کی تو فیصلہ کے متعلق یہ الفاظ ذکر فرمائے ہیں :-

فھوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما قال ابوبکر ولم یھو ما قلت واخذ منھم الفداء (رواہ ابن ابی شیبہ و احمد و مسلم وابوداؤد والترمذی وغیرہم عن ابن عباس عن عمر رضی اللہ عنہ (کنز العمال صفحہ ۲۶۶ ج ۵)	پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر کے قول کو پسند فرمایا۔ اور میرے قول کو پسند نہ فرمایا۔ اور قیدیوں سے فدیہ لیکر چھوڑ دیا۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صدیق اور فاروق اعظم کو خطاب کرکے فرمایا۔

لو اجتمعتما ما عصیتکما (اخرجہ ابن مردویہ عن ابن عباسؓ (درمنثور صفحہ ۲۰۲ ج ۳)،	اگر تم دونوں ایک رائے پر جمع ہو جاتے تو میں تمہاری رائے کے خلاف نہ کرتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے ان ارشادات نے ہمارے زیر بحث مسئلہ کا بچند وجوہ قطعی فیصلہ فرمایا ہے۔

(الف) شرکاء مجلس میں سے جن حضرات کی رائیں روایات میں مذکور ہیں ان میں اکثریت بلکہ ایک رائے کے سوا تمام رائیں اسطرف تھیں کہ ان قیدیوں سے انتقام لیا جائے اور قتل کر دیا جائے۔ صرف ایک صدیق اکبرؓ کی رائے تھی کہ فدیہ لیکر چھوڑ دیا جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس اکثریت کی کچھ پروا نکی بلکہ قوت رائے پر اعتماد کرتے ہوئے حضرت صدیق کی رائے کو ترجیح دیدی۔

(ب) اور اگر اس سے بھی قطع نظر کیجائے تو فیصلہ کے متعلق جو الفاظ حضرت عمرؓ نے ذکر کئے ہیں وہ خود ہمارے لئے ایک مستقل دلیل ہیں۔ جنمیں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ کی رائے کو پسند فرمایا اور فاروقؓ کی رائے کو پسند نہیں فرمایا۔ ان الفاظ سے خود ظاہر ہے کہ درصورت اختلاف مشورہ کا فیصلہ امیر مجلس کی رائے پر ہے۔

(باقی آئندہ)

مسئلہ تقدیر

گذشتہ سے پیوستہ

إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ

اہل سنۃ کی اس تحدی پر معتزلہ آگے بڑھے اور اپنا قدریہ مسلک پیش کرتے ہوئے کہا کہ اگر تم خدا کو بے عیب اور ظلم و شر سے بری دیکھنا چاہتے ہو تو یہ اعتقاد رکھو کہ خدا نے صرف خیر و بھلائی پیدا کی۔ اُس نے انسان کو فطری طور پر احسن تقویم اور فطرۃ سلیم پر پیدا کیا جو یقیناً خیر ہے۔ اس میں ارادہ و قدرت کو رکھا جو یقیناً کمال ہے۔ لیکن اب بندہ بھلائی یا برائی کے حاصل کرنے میں جو کچھ بھی کسب کرتا ہے وہ محض اپنی ذاتی قدرۃ و اختیار سے کرتا ہے۔ اُس سے خدا کو کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ بندہ اپنے افعال کا خود خالق ہے۔ کہ اس کا ارادہ، اختیار اور قدرۃ سب مستقل ہیں۔ پس اس عقیدہ کے مان لینے سے سزا و جزا کا مسئلہ بھی صحیح ہو گیا اور ظلم کی نسبتہ بھی نہ ہوئی۔ بندو نیز خدا تعالیٰ کی پکڑ بھی برمحل ہو گئی اور شر کی نسبتہ سے بھی اسکی ذات بری رہی۔ نیز ارسال رسل و انزال کتب بھی ٹھیک ہو گیا اور تبلیغی مساعی بھی ٹھکانے لگ گئیں۔ پس خالق انسان تو خدا ہی اور خالق افعال خود یہ بندہ ہی۔

ہم اس قدری گروہ سے جس نے قدرۃ الٰہی کو اُس میں اور اُس کے بندوں میں برابر سرابر بانٹ دیا۔ صرف پوچھنا چاہتے ہیں کہ ایک بندہ چاہتا ہی کہ شر کرے اور خدا چاہتا ہے کہ وہ خیر پر رہے۔ بندہ کی خواہش ہے کہ زنا کرے بُت پرستی میں ڈوبا رہے اور خدا کی خواہش ہے کہ وہ عفت و عصمت اور توحید پر قائم رہی تو آیا اس میدان کو بندہ جیت لیگا یا اُس کا خدا؟ اگر کہو کہ بندہ ہی کی خواہش پوری ہو کر رہیگی اور خدا کی (معاذ اللہ) کچھ بھی نہ چلیگی وہ کسیطرح بھی اس سرکش بندہ کو نہ روک سکیگا تو یا للعجب کہ ایک ضعیف و کمزور اور ناتوان تو اس فعال و لما یرید کے اکھاڑے میں کشتی جیت لیتا ہے لیکن سب توانا ؤں سے زیادہ توانا اور سارے قدرۃ والوں سے بڑھکر قدرۃ رکھنے والا عاجز و درماندہ ثابت ہوتا ہی معاذ اللہ۔

صد حیرت واستعجاب! کہ بندہ کا ارادہ واختیار جو اللہ نے پیدا کیا۔ اور پیدائشی طور پر اُسے بخشا وہ تو ایسا مستقل اور قوی ہو جائے کہ خدا اپنی ساری طاقت وقدرۃ کو صرف کرے لیکن پھر بھی نہ غالب آئے اور خدا کا مستقل اور بالذات ارادہ ومشیئۃ ایسا ضعیف اور سُست ہو جائے کہ اُسی کا پیدا کیا ہوا بندہ اُسے اپنے ارادے سے شکست دیدے لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

اے عقل کے اندھو! تم نے خدا کی ذات اقدس کو شر کی نسبت سے تو بچایا لیکن ایک بدترین عجز ودرماندگی میں لاکر پھنسا دیا۔ حتیٰ کہ اُسے ہر بُزدل، کمزور اور تپ دق کے کہنہ مریض انسان کے آگے ضعیف وناتوان اور مجبور تسلیم کیا۔ کیونکہ اس کے بے تعداد بندے ہیں اور پھر ہر ایک قوی وضعیف بندہ کے بے تعداد افعال ہیں۔ لیکن جب کہ وہ تمام افعال خدا کے حیطۂ اقتدار سے خارج ہیں۔ تو بندوں کی کسقدر مخلوقات نکلیں کہ جن کے سامنے خدا کی تمام قدرۃ وطاقت سُست اور بیکار ہو کر رہگئی۔

عجیب بات ہے کہ ہم اپنی رعیت کے ایک انسان کو جو ہمارا پیدا کیا ہوا ہے نہ ہم اسے رزق دیتے ہیں اگر ایک شنیع فعل کرتے دیکھتے ہیں تو فوراً روکتے ہیں۔ سزا دیتے ہیں۔ لیکن خدا تعالے معاذ اللہ ایسا مجبور محض ہے کہ وہ کھلی آنکھوں دیکھتا ہے اور کچھ نہیں کہہ سکتا۔ کیا یہ صریح عجز وبے چارگی کی نسبت اُسکی ذات کیطرف نہیں ہو گئی؟۔

دوسرے یہ کہ روکنا تو بعد میں رہا اسنے پیدا ہی کیوں کیا؟ اگر یہ بدکار بندہ اُس کی مخلوق میں شامل ہی نہ ہوتا تو کیا اُسکی خدائی میں نقصان رہجاتا؟۔

اگر کہو کہ اُسی کیا خبر تھی کہ یہ ایسی شنیع حرکات کریگا۔ تو پھر یہ اک کھلا ہوا جہل ہے۔ کیا اس سے ذات اقدس پر کوئی دھبّہ نہ لگے گا۔؟ خدائی تو خدائی ایک ذراسی ریاست بلکہ زمینداری بھی بغیر علم اور خبرداری کے نہیں چل سکتی۔ اگر کہو کہ علم تو ہے مگر روک نہیں سکتا تو یہ کہلا ہوا عجز ہے اور قدرۃ کی نفی ہے۔ کیا اس سے شان الوہیت پر کوئی بدنما عیب نہیں لگتا۔ اگر کہو کہ علم بھی ہے اور روکنے کی قدرۃ بھی ہے مگر روکتا نہیں۔ تو یہ سفہ اور طغیان ہے کہ جان بوجھکر ایک شر کا

کارخانہ کھولدیا ہی اور اس کے پھیلتے ہوئے شرور کو باوجود روک سکنے کے نہیں روکتا۔ کیا یہ خدائی کے منافی نہیں ہی؟ اور اگر یوں کہو کہ اسے علم بھی ہی اور روکنے کی قدرۃ بھی ہی مگر وہ شر کو ہونے دیتا ہے اور آخر میں سزا دیدیتا ہی۔ تو یہی ہم بھی کہتے ہیں۔ ہاں فرق یہ ہی کہ ہم اسکو خالق شر مانتے ہیں اور پھر قادر و منتقم بھی اور تم کہتے ہو کہ شر کا خالق بندہ ہی اور خدا منتقم ہی یعنی تمہارے نزدیک شر کو "پیدا نہیں کرتا" "ہاں ہونے دیتا ہے" بس ہم کہتے ہیں کہ جس وجہ سے خدا تمہارے نزدیک شر کو ہونے دیتا ہے اور باوجود قدرۃ رکھنے کے روکتا نہیں اُسی وجہ سے ہمارے نزدیک وہ اُس کو پیدا کرتا ہے جو حکمت تم وہاں بیان کروگے وہی ہم یہاں بیان کردینگے۔ تو یہ اختلاف لفظی اختلاف سے مشابہ ہُوا۔ مگر اتنی ہی اختلاف سے اہل سنۃ کی فراست اور تمہاری سفاہت واضح ہوگئی۔ ورنہ "ہونے دیتا ہے" کے پردہ میں خود ہی ثابت ہو رہا ہی کہ وہ خالق خیر و شر ہے۔ اور سب اُمور اُس کے قبضہ میں ہیں۔ اگر تم اعتراف نکرو تو یہ سفاہت پر سفاہت ہی۔

یہ کیا عجیب منطق ہی کہ حق تعالیٰ نے ایک شخص کو پیدا کیا اسکو صحیح و سالم اعضاء دیئے اس میں فہم و فراست۔ ارادہ و اختیار۔ قدرۃ و مشیۃ۔ سمع و بصر کے قویٰ ودیعت کئے۔ اسکو لطیف و کثیف۔ لذیذ و بدمزہ کی پہچان دی وہ ان مخلوق قویٰ کے سہارے شراب کی بھٹی کی طرف چلا تو چلنے کی طاقت خدا نے دی۔ اس طاقت کے باقی رکھنے کے اسباب و وسائل خدا نے پیدا کئے۔ شراب کا ذائقہ پرکھنے کی طاقت دی۔ ادھر شراب میں ذائقہ دیا نشہ اور سُرور اُس میں رکھا بھٹی کی زمین پیدا کی۔ پھر اپنے علم ازلی میں جانتا ہی کہ فلاں شخص فلاں وقت فلاں مکان میں شراب پئے گا۔ یہ سب طاقتیں تو اُسنے دیں اور علم سے دیں اور کور باطنوں کے نزدیک پھر بھی یہ سارے افعال اس بندہ ہی کے مخلوق ہیں اور گویا بندے کے اس طویل و عریض فعل میں خدا تعالیٰ کا کوئی دخل ہی نہ ہُوا۔

ایک شخص ایک معصوم کو خود بلا واسطہ تو قتل نہیں کرتا لیکن جان بوجھکر اور اُس کے ارادہ پر مطلع ہوکر قاتل کو تلوار دیتا ہی۔ راستہ بتاتا ہی۔ تیار کرتا ہی۔ قتل کے طریقے سکھلاتا ہے۔

لیکن پھر بھی اگر کوئی یہی کہے کہ وہ جرم والزام سے ہر طرح بری ہے تو یقیناً یہ جہالت وحماقت اور پرلے سرے کی نادانی ہے۔

دو شخص آپسمیں ایک کھیت پر لڑتے ہیں۔ مدعی کہتا ہی کہ یہ کھیت اور اس کی تمام پیداوار میری ہے۔ اور مدعاعلیہ اس دعویٰ کا انکار کرتا ہی۔ جج مدعی سے پوچھتا ہے کہ کیا زمین تیری ملک ہے؟ کیا بیج تونے بکھیرا؟ کیا تردد تونے کیا؟ کیا آب پاشی تونے کی؟ کیا تمام آفتوں سے حفاظت تونے کی؟ مدعی سب باتوں کا نفی میں جواب دیتا ہی لیکن کہے ہی جاتا ہی کہ یہ جو دانہ اور غلّہ لگا ہے یہ سب میرا ہی ہے۔ قہر ور کر اس نامعقول مدعی کو ہوشیار جج عدالت کے کمرہ سے نکالدیگا اور تمام زمین معہ اُس کی پیداوار کے بدستور اس مدعاعلیہ کے پاس رہیگی جسنے محنت کرکے اپنی جانفشانیوں کا ثمرہ آج غلّہ اور پھل کی شکل میں دیکھا ہے۔

ٹھیک اسیطرح یہ گستاخ اور شوخ چشم بندے اپنے خدا کے سامنے خصیم مبین بنکر آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے ان اعضاء بدن سے صادر شدہ افعال ہمارے ہی مخلوق ہیں۔ لیکن جب ان سے پوچھا جائے کہ کیا یہ بدن تم نے خود بنایا؟ اُس میں رُوح تم نے ڈالی؟ ان ظاہری افعال کے باطنی قویٰ کیا تم ہی نے اُس میں ودیعت کئے؟ یہ فطری طاقتیں یہ سمع وبصر کی عجیب وغریب مکنون خزانے تم نے ہی بدن میں رکھے؟ نقل وحرکت کی طاقت تم نے اپنے اندر خود تیار کی؟ قدرۃ اور ارادہ کی قوۃ تم کو تمہارے کسب سے حاصل ہو گئی؟ تو وہ ہر بات کا جواب تو نفی میں دیں لیکن کہیں پھر بھی یہی کہ ان تمام قویٰ سے جو افعال صادر ہوتے ہیں انکے مالک اور خالق ہم ہی ہیں تو یقیناً ایسے دیوانوں اور لایعقل لوگوں کو ایک عقلمند پاگل اور سڑی کہکر اپنے پاس سے نکال دیگا اور اس کا اقرار کریگا کہ ان تمام ظاہری اور جسمانی افعال پر اُسی ذات کا قبضہ اور تصرف ہے جسنے ان افعال کے ظہور کیلئے باطنی قویٰ اس بدن میں رکھے ہیں۔

پس کیا اہل سُنّت کا عقیدہ چھوڑکر کسی عقیدہ میں تم خدا کی پاکی بیان کرسکتے ہو؟ بالفرض اگر اہل سُنّت کے معتقدات متعدد خدشوں اور اعتراضوں سے پاک نہیں تو دوسرے معتقدات

سیکڑوں ناقابل دفع اعتراضات کی آماجگاہ ہیں اگر کسی میں ہمت ہے تو آجائے اور اہل سنت کے ہ سے بہتر عقیدہ خدا کے متعلق پیش کرے جو اس کی شان سبوحیت و قدوسیت کے ایاں ہو۔ الحاصل بندہ کو خالق افعال ماننے میں اس سے زیادہ خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں ں کو خالق نہ ماننے میں نظر آتی تھیں۔ جیسا کہ ہم ابھی دکھلا چکے ہیں کہ یا عجز لازم آئیگا یا جہل اور پھر سفہ ظاہر ہوگا یا طغیان اور یہ کسی طرح بھی اس کی بے عیب ذات برداشت نہیں کرسکتی :۔ (باقی آئندہ)

رطب العرب

گذشتہ سے پیوستہ

قلوب بارتکاب الذنب مرضیٰ	تزعزعنا و افلاکاً وارضاً
۲۵ نسینا نحن نفلاً ثم فرضاً	وحاشا یا رسول اللہ ترضیٰ

وفینا من یعذب او یساء

علیک عطاء ربی سال سیلاً	اطاعک سوقۃ وملت قیلاً
۲۶ فجد من خیر ما قد نلت نیلاً	فسبحان الذی اسراک لیلاً

وفی المعراج کان لک ارتقاء

واقسم بالسماء وما بناھا	لانت علی الاراضی مصطفاھا
۲۷ علی الافلاک طراً مجتباھا	ونلت من السیادۃ منتہاھا

علو دون رفعتہ العلاء

وفقت القوم من طی ودوس	وخزرج ثم عدنان واوس
۲۸ اتیتک داعیاً ویلی وکوسی	وادناک الالہ کقاب قوس

مع التنزیہ وانکشف العظاء

(۲۵) ہمارے ایسے دل ہیں جو گناہ کرتے کرتے بیمار ہو گئے ہیں۔ اور ہم کو آسمانوں کو زمینوں کو اوکھاڑے پھینکتے ہیں۔ ہم نفل و فرض سب کو بھلا چکے ہیں (مگر) خدا نکرے کہ جب تک ہم میں سے کوئی ایک شخص بھی گرفتار عذاب رہے اس وقت تک آپ راضی ہو جا دیں۔

(۲۶) ہمارے رب کی عطائیں آپ کو بہت زیادہ ملیں۔ آپ کی اطاعت چھوٹے اور بڑے سب ہی نے کی تو جو کچھ آپ نے (پروردگار عالم سے) حاصل کیا ہے اس میں سے کچھ بطور سخاوت کے (ہم کو) عطا فرمایئے۔ وہ ذات پاک ہے جس نے آپکو شب معراج میں (آسمانوں کی) سیر کرائی۔ اور معراج آپ کے لئے ترقی مدارج کا ذریعہ ہو۔

(۲۷) میں آسمان کی اور اس کے بنانیوالے (خدا) کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آپ زمین پر خدا کی برگزیدہ ہیں۔ آسمانوں پر سب سے زیادہ مقبول ہیں۔ اور سب سے بڑی سرداری آپ نے حاصل کی یہ ایسی بلندی ہے کہ اس کے مقابلہ میں (تمام عالم کی) بلندیاں پست ہیں۔

(۲۸) آپ تمام لوگوں پر فائق ہیں خواہ وہ قبیلہ طے کے یا قبیلہ دوس کے۔ یا قبیلہ خزرج کے ہوں یا قبیلہ عدنان و اوس کے۔ میں واویلا اور "ڈوبتے کو بچائیو" کہتا ہوا حاضر ہوا۔ اور خداوند عالم نے آپ کو بلا قرب مکانی کے بہت زیادہ قریب کیا۔ اور تمام مخفی حقائق آپ پر واضح ہو گئے۔

۲۹	مدیحك یا رسول اللہ سمری	وذکرك بالصلوٰة علیك شعری
	ولست بخائف ان ضاع عمری	وخصك بالهدیٰ فی کل امر
	فلست تشاء الا ما یشاء	
	اَحاطَ الخلقَ فضلُ اللہ طرًّا	فِمنهم سابق واجل ذخرا
۳۰	ومنهم حائز قربًا وشكرًا	وانت مقدم دنیا واخریٰ
	وَصلی خلف ظهرك اِنبیاء	
	وای جریمة لم ارتکبها	وای اطاعة لم اجتنبها
۳۱	اغثنی ایها الملك المرجی	رسول اللہ فضلك لیس یحصی
	ولیسَ لقدرك السامی فناء	
	دموعًا بالدماء لقد مزجنا	بکینا ثم جیبًا قد فلجنا
۳۲	وبینا لم نعد عما و ـــ	سَمِعنا فیكَ مدحًا فابتهجنا
	وصار لنا بمعناه اکتفاء	

(۲۹) اے خدا کے سچے رسول! آپ کی مدح میرے لئے دلچسپ چیز ہے۔ اور میں اسی کے لئے طیار رہتا ہوں کہ آپ پر درود بھیجتا رہا کروں۔ اگرچہ میری عمر تباہ ہوگئی مگر مجکو اسپر بھی ذرا خوف نہیں (کیونکہ) آپ کو ہر طرح طریق ہدایت کی تعلیم کی گئی ہے۔ اسی لئے آپ صرف وہی چاہتے ہیں جو خداوند عالم چاہتا ہے۔

(۳۰) خداوند عالم کے احسانات نے تمام مخلوقات کا احاطہ کر رکھا ہے تو مخلوق میں کوئی تو ایسا ہے جو سب سے آگے بڑھگیا اور اس نے (ثواب کے) بڑے بڑے ذخیرہ جمع کر لئے۔ اور کچھ ایسے لوگ ہیں جنہوں تقرب خداوندی اور شکر کی فضیلت حاصل کر لی (مگر) آپ دنیا و آخرت میں سب سے آگے رہے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے (مقتدی بنکر) آپ کے پیچھے نماز ادا کی۔

(۳۱) کونسا گناہ ہے جس کا ارتکاب میں نے نہیں کیا۔ کونسی طاعت و عبادت ہے جس سے میں دور نہ رہا۔ اے تمام مخلوق کی امیدوں کے پناہ بادشاہ! میری فریاد رسی کیجئے۔ اے اللہ کے سچے رسول! آپ کی فضیلتوں کو بیان کرنا ناممکن ہے۔ اور نہ آپ کا بلند مرتبہ کبھی فنا ہو سکتا ہے۔

(۳۲) ہم نے اپنے آنسوؤں کو خون کیساتھ ملا دیا۔ ہم رویا کئے اور گریبان کو چاک کر ڈالا۔ ابھی تک ہم ان شروع کی ہوئی باتوں سے فارغ نہوئے تھے۔ کہ (اچانک) ہم نے آپ کی مدح سنی جس سے ہم خوش ہوگئے اور اسکے معانی ہمارے لئے کافی ہوگئے۔

	الا فانظر بعین اللطف خیبی	فضیعت الشباب وجاء شیبی
٣٣	وربی عالم سری و غیبی	خلقت مبرءً من کل عیب

کانک قد خلقت کما تشاء

	اقول ولیس فیما قلت مین	خلقت وما جمالک فیہ شین
٣٤	ونور الوجہ للقمرین زین	واجمل منک لم ترقط عین

واکمل منک لم تلد النساء

	مدیحۃ سید الثقلین نالت	بہا الشعراء ما شاءت وجالت
٣٥	لسانی قصرت فیہا وقالت	علیک صلوۃ ربی ما توالت

دھورا وتلا صبحاً مساء

(٣٣) آپ نظر لطف سے میری محرومی کو ملاحظہ فرماویں۔ کیونکہ میں جوانی برباد کر چکا ہوں اور مجھ پر بڑھاپا آگیا ہے۔ میرا پروردگار میرے چھپے ڈھکے سے خوب واقف ہے۔ آپ تمام عیوب سے پاک صاف بنا کر پیدا کیے گئے ہیں گویا آپ کی پیدائش آپ کی خواہش کے موافق کی گئی ہے۔

(٣٤) میں کہتا ہوں (اور میرے اس کلام میں جھوٹ کا شائبہ نہیں ہے) کہ آپ اس طرح پیدا ہوئے کہ آپ کے جمال مبارک میں کسی قسم کا عیب نہیں ہے۔ آپ کے مبارک چہرہ کا نور شمس و قمر کے لیے باعث زینت ہے اور آپ سے زیادہ کامل آجتک کوئی بچہ پیدا ہی نہیں ہوا۔

(٣٥) شاعروں نے سردار دوجہاں کی مدح کے ذریعہ سے جو کچھ چاہا حاصل کیا۔ (مگر) میری زبان نے آپ کی مدح میں کوتاہی کی اور فقط اسقدر کہہ سکی کہ آپ پر پروردگار عالم کی رحمتیں ہیں جب تک زمانے آتے جاتے رہیں۔ اور صبح کے بعد شام آتی ہے۔

آفتاب علم وفضل کا غروب

نقاسم کی کسی پچھلی قریبی اشاعت میں ایک علمی بشارت دربارۂ اختتام وتکمیل شرح ابوداؤد شائع ہوئی تھی آہ صد حسرت وافسوس کہ آج شارح ابوداؤد کی دائمی مفارقت کی اندوہناک خبر باچشم ترہم شائع کررہی ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ دنیا میں جو آیا وہ فنا کے واسطے آیا اور ہر موجود معدوم ہونیکے لئے لباس وجود میں ظاہر ہوا۔ لیکن حسرتناک امر یہ ہے کہ دنیادار کی موت اسکے انقطاع تعلقات دنیوی کے اعتبار سے افسوسناک ہو مگر مقربان الٰہی کی وفات دنیا والوں سے فیوض روحانی کے ختم کردینے کیوجہ سے ایسی حسرتناک و اندوہناک ہے کہ اُن کی مقدس زندگی پر اگر ہزار زندگیاں قربان ہوجاویں تو کم ہیں تاریخ ۲۱ ربیع الثانی ۴۶ھ یوم شنبہ مدینہ منورہ کے آئے ہوئے تار سے معلوم ہوا کہ تشنگان علوم الٰہیہ کی ڈھارس اور وابستگان دامن قاسم ورشید کی آنکھوں کی ٹھنڈک حضرت مولانا **خلیل احمد** صاحب محدث سہارنپوری وشارح ابوداؤد بروز جمعہ واصل حق ہوئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؕ

اس قدسی صفت وملک صورت اور ہادی طریقت وشریعت وماحی بدعت وضلالت محدث کی دائمی جدائی سے اگرچہ دنیا والوں کیلئے عالم تاریک ہوگیا۔ لیکن محبوب کے قدموں میں پروانہ وار نثار ہوجانے والے سچے عاشق کی دلی تمنا اور قلبی آرزو پوری ہوئی اور دائمی تقرب وصال حاصل کرکے حیات ابدی سے مالامال ہوا۔ ؎

زندگانی نتواں گفت کہ مراست	زندہ آنست کہ یا دوست وصالے دارد

مولانا کی علمی وعملی خدمات، ظاہری وباطنی فیوض عالم میں آفتاب کیطرح تا قیام سموات والارض قائم ودرخشاں رہینگی۔ خصوصاً حدیث نبوی صلعم کی وہ نمونۃ السلف خدمت کہ جس کے اختتام کیساتھ ساتھ مولانا کے فیوض ظاہری کا بھی خاتمہ ہوگیا۔) عالم اسلام کے سر سے ایک گرانقدر فریضہ کی تکمیل ہی کہ جسکے شکریہ سے علماء اسلام کی گردنیں ہمیشہ کو جھکی رہینگی"۔

بار آلہا اس اپنے خلیل کی خدمات کو خلعت خلت وقبولیت سے نواز اور پس ماندگان وحسرت زدگان کو صبر جمیل عطا فرما آمین۔

حضرت مولانا کے لئے دارالعلوم دیوبند واکثر مدارس ہند وحلقائے ارادت وغیرہ میں ختم شریف وایصال ثواب وغیرہ ہوئے۔

(کارپردازان القاسم)

کتب خانہ قاسمی کے چند علمی جواہر ریزے

قرآن مجید مترجمہ حضرت شیخ الہندؒ جس کا لوگوں کو
عرصہ سے انتظار تھا تیار ہو کر شائع ہو چکا ہے تقطیع کلاں
کتابی صورت سے دوگنی کاغذ چھپائی نفیس ہدیہ مجلد عہ
ایضاً ہدیہ غیر مجلد ۵
حمائل عاشقی ترجمہ مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی
فاضل مجلد چرمی عمدہ مطبوعہ قدیم جو عرصہ سے نایاب
ہے، قیمت عہ
ایضاً مطبوعہ جدید عہ
حمائل شریف، ترجمہ حضرت شاہ مولانا
رفیع الدین صاحب محدث دہلویؒ حاشیہ پر فوائد
و تفسیر موضح القرآن وزن قلیل سفر و حضر کیلئے مناسب
ہے اول میں فضائل قرآن رموز اوقاف مخارج حروف
مفصل بتلائے گئے ہیں مجلد کریچ خوشنما قابل دید، عار
ایضاً مجلد چرمی نقرئی خوبصورت، عہ
دلائل الخیرات معہ ترجمہ فارسی اور حاشیہ پر
اسکی مفصل شرح، کاغذ نہایت عمدہ دبیز عہ
مناجات مقبول قاسمی۔ اعلیٰ درجہ کی کہ جو کمیاب
ہو چکی ہے۔ ہر مقابل صفحہ پر اردو منظوم ترجمہ ساتھ ساتھ
ہے اکثر اسکی فرمائشیں آتی تھیں اب ہمیں ایک جگہ
سے دستیاب ہو گئیں ہیں مجلد خوشنما، عہ

ہر قسم کی کتابیں ملنے کا پتہ
منیجر کتبخانہ مطبع قاسمی دیوبند ضلع سہارنپور

ایضاً۔ مطبوعہ قدیم امداد المطابع و ساڈھورہ ۸/
ایضاً۔ مطبوعہ جدید اشرف المطابع تھانہ بھون، ۱۰/
ایضاً۔ خورد مجلد جیبی، ۸/
ایضاً۔ غیر مجلد، ۶/
اسلام اور تعدد ازدواج یہ رسالہ اپنی نوعیت میں
نہایت قابل دید ہے۔ قیمت ۱۲/
حیات جامی۔ قیمت ۸/
حیات خضر قیمت ۴/
مولوی معنوی۔ قیمت ۵/
مجاہدین مراقش قیمت عہ
صدیق اکبر، مصنفہ خواجہ عباد اللہ عہ
سوانح امام بخاری، قیمت ۸/
اورنگ زیب عالمگیر پر ایک نظر، ۸/
بیان الامراء، ترجمہ اردو تاریخ الخلفاء، عار
لامیۃ المعجزات مصنفہ مولانا حبیب الرحمن صاحب
مہتمم دار العلوم دیوبند سو معجزات نبویہ کو نہایت بلیغ
عربی میں نظم کیا گیا مناسب ہے کہ اس کو داخل درس
کیا جائے مع شرح اردو از مولانا اعزاز علی صاحب
مدظلہ۔ قیمت صرف، ۱۲/
تذکرۃ الاولیاء، اردو کلاں، عار
سیرۃ النعمان از علامہ شبلی عہ
الغزالی عہ
مقالات شبلی، قیمت عہ

رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۲۷۱

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما انا قاسم واللہ یعطی

القاسم

دور جدید

جلد ۲ جمادی الثانی سنہ ۱۳۴۶ھ نمبر ۶

مرکز العلوم الاسلامیہ جامعہ قاسمیہ دار العلوم دیوبند کا ماہوار دینی و علمی رسالہ

زیر ادارت

فخر الہند حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب ناظم ثانی جامعہ قاسمیہ

باہتمام:

خاکسار طاہر بن احمد القاسمی نائب المدیر

مطبع قاسمی دیوبند میں طبع ہو کر

دفتر القاسم دار العلوم دیوبند سے شائع ہوا

قیمت سالانہ دو روپیہ آٹھ آنہ مع محصولڈاک

فی پرچہ ۔۔۔۔۔۔ ۴/

فہرست مضامین رسالہ القاسم بابت ماہ جمادی الثانی ۱۳۴۶ھ

جو

بیادگار حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قدس اللہ سرہ بانی دار العلوم دیوبند

بسرپرستی

قدوۃ الانام حضرت مولانا الشاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی وحضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب مہتمم وحضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی و دیگر مقدس و مقتدر علماء دیوبند سے شائع ہوتا ہے،

اعتذار،

پریس کے خراب ہو جانے کی وجہ سے رسالہ کچھ تاخیر سے شائع ہو رہا ہے امید کہ ناظرین تاخیر کو عذر پر محمول فرمادیں گے والعذر عند کرام الناس مقبول؛

(ادارت)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یاد خلیل

سید المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات کی اطلاع اُس وقت موصول ہوئی تھی جبکہ "القاسم" نمبرہ جلد دوم بالکل تیار ہوچکا تھا اسی وجہ سے محض ٹائیٹل صفحہ ۳ پر اس حادثۂ عظیمہ کا اجمالی ذکر کیا گیا تھا، لیکن حضرت اقدس کی مفارقت کا صدمہ کوئی ایسا صدمہ یا حادثہ نہ تھا کہ جس کے لئے اسی پر بس کیا جاتا حضرت اقدس ہندوستان کی شمع علم وہدا اور آفتاب طریقت و شریعت تھے آپ جماعت حقہ علماء دیوبند کے اس دور آشوب میں بہت بڑے پشت پناہ و سرگروہ تھے۔ دار العلوم دیوبند کو حضرت اقدس کی روحانی سرپرستی کا فخر تھا، "القاسم" آنحضرت کی زیر سرپرستی شائع ہوتا تھا، حضرت اقدس "القاسم" کی اشاعت سے نہایت مسرور و محظوظ ہوا کرتے تھے، آہ کہ "القاسم" کے ایک بڑے سرپرست کا نام اس مرتبہ سے فوق جدا ہو رہا ہے، لیکن اس نام کی روحانیت انشاء اللہ اس کی ساتھ رہیگی۔ ان تمام وجوہ پر نظر کرتے ہوئے اگر پورے صفحات "القاسم"... حضرت مرحوم کی ذکر میں وقف ہوجاتے تو کم تھے، فی الحال فخر الاماثل جناب مولانا قاری محمد طیب صاحب معین الاہتمام دار العلوم کا ایک تازہ گرانقدر مضمون "یاد خلیل" شائع کیا جاتا ہے اور اگر وقت نے مساعدت کی اور کسی صاحب ہمت اہل قلم نے [illegible] کی تو ممکن ہو کہ حضرت اقدس کی سوانح حیات کا مستقل سلسلہ "القاسم" میں شائع کیا جائے۔ امید کہ متعلقات حالات کا علم رکھنے والے حضرات واقعات و معلومات کی اعانت سے دریغ نہ فرمائیں گے۔

[illegible]

ذَهَبَ الَّذِيْنَ اُحِبُّهُمْ | فعليك يا دنيا السلام
لاتذكرين العَيْشَ لِيْ | فالعَيْش بعدهُمْ حَرام
انى رضيع وِصَالِهِمْ | والطفل يولمهم الفطام

دنیا مین کتنے ہی قانون بنے اور بگڑے کتنے ہی آئین و دفعات جاری ہوئے اور پھر منسوخ ہوئے لیکن قدرت کا وہ ایک قانون جو ہمیشہ ناقابل تغیر و تبدیل رہا اور جس نے کبھی انقلاب قبول نکیا وہ خود قانون انقلاب ہے۔ اس قانون نے دنیا کو کبھی فرصت نہ دی کہ وہ اپنی کسی ایک حال پر باقی رہ سکے اور تغیر و تبدل کی زد سے بچ جائے۔ زمین اور اُس کے تمام ذرے پھر آسمان اور اس کے سارے ستارے یعنی عالم تکوین کا کرّہ دائرہ انقلاب ہی کی تحریک سے چکر کھا رہا ہے۔

خدا کی مخلوق کی اشرف ترین نوع (انسان) کے افراد ہون یا اقوام و امم۔ انفرادی شخصیتین ہون یا اجتماعی انجمنین اور پھر ان پر گذرنے والے عام حالات ہون یا کیفیات کوئی چیز بھی ایسی نہیں ہے کہ اُس نے انقلاب کی جابرانہ گرفت سے بچکر تمکین و بقا کی سطح پر اپنا قدم جما دیا ہو۔

مادی صفون مین نگاہ دوڑاؤ تو کائنات انقلاب خبر دیتی ہے کہ دنیا مین کتنے ہی تخت بچھے اور الٹ دئے گئے سلطنتین قائم ہوئین اور مٹین کتنی ہی قومین اور شخصیتین جبروت و اقتدار کی مالک ہو ئین اور پھر وہ اپنی جلوہ آرائیون کی نمائش کر کے جب اپنی اجل مسمّی کے دائرہ پر پہونچین تو اسی قانون [illegible] دوسرون کے لئے جگہ خالی کر دی اور انہین گوشہ [illegible]

[illegible] بین الناس۔

[illegible] شخصیتین بھی جو وابستہ [illegible]

[illegible] مشغول ہو کر دوام الحیات بنجاتی ہین [illegible]

[illegible] شعلہ بکر [illegible] ایک عالم سے [illegible]

[illegible] گردش مین، کہتا اور ۲۰ برج کی روشنی کو [illegible]

[illegible] اجداد علم و عرفان کے بال [illegible]

بنکر اُفقِ عالم پر چھا گئے پھر اُنہون نے قلوب کی مُردہ زمینون کو روحانی حیات سے مالامال کیا لیکن بالآخر جب اس روحانی برسات کا موسم ختم ہُوا تو پھر انقلابی ہوائین چلین اور اُنہون نے ان بادلون کو اُنکے ٹھکانون کی طرف منتقل کر دیا۔

اسی لیل و نہار کی گردشون اور تصریفِ ریاح کے چکرون مین اس انقلاب کا بھی معائنہ کرو کہ تقریباً ایک صدی بیشتر جبکہ ہندوستان کی اسلامی آبادی کے چپہ چپہ پر جہالت و ضلالت کی تیز و تند آندھیان چل رہی تھین اور ہر ایک روحانی خط پر خاک اڑ رہی تھی یعنی علم و معرفت کی تازگی سے قلوب محروم ہو چلے تھے اور سُنت و بدعت یا توحید و شرک کا امتیاز مٹ گیا تھا، خدائے حکیم کی وسیع رحمت نے ولی اللہی خاندان سے چند ولی نمایان کئے اور گنگوہ و نانوتہ کی خاک نے وہ امانت الٰہی جسکو شروع ازل نے اس پر آشوب وقت کے لئے اس خاک مین چھپا رکھا تھا، حضرت مولانا رشید احمد حضرت مولانا محمد قاسم قدس اللہ اسرارہما نے عالمِ وجود مین قدم رکھا اور گہوارۂ روحانیت مین تربیت پاکر اُٹھے تو ہندوستان کے ظلمتکدے کو از سرِ نو نور آباد کیا اور اسکے خرابات کی پھر دوبارہ تعمیر کی۔

قال اللہ و قال الرسول کی آوازون سے گنبدِ عالم گونج اُٹھا۔ اور ندبار رشیدی و قاسمی کی جواہر ریزیون سے ہندوستان کی مفلس آبادی پھر مالامال ہوگئی خستہ دلونکو مرہم مل گیا۔ اور شکستہ خاطرون کو پھر جمعیت میسر آگئی۔ ان اکابر کی معنوی برکتین، روحانی طاقتین، اور عرفانی کششین جب جوش مین آمڈین تو کبھی وہ درسِ قرآن و سُنت کی صورت مین نمایان ہوئین اور کبھی تزکیۂ قلوب اور تصفیۂ اخلاق کی شکل مین کہین اُنہون نے شریعت کا علم بلند کیا اور کہین طریقت و حقیقت کو الواحِ قلوب پر رقم کیا یعنی شریعت و طریقت کی آمیزش سے ایک ایسا طریق وسط اور اعتدال قائم کیا کہ جس مین عشق بھی تھا اور عقل بھی۔ وارفتگی بھی تھی اور ضبط بھی، شیدائی بھی تھی اور ہوشیاری بھی۔ پس اُنہون نے نہ تو عشق و محبت کے ایسے دیوانے پیدا کئے جو عقل و دانائی کو کھوکر صرف جذب و جنون مین رہ گئے ہون اور نہ عقل و ہوش کے ایسے فرزانے غلام جو عشق و محبت کو کھوکر خشک خود رائی مین پھنس گئے ہون۔ بلکہ اُنہون نے مدارس

ذَهَبَ الَّذِيْنَ اُحِبُّهُمْ	فطیلك یا دنیا السلام
لاتذکرین العَیْشَ لِیْ	فالعَیْش بعدھُمْ حرام
انی رضیع وِصَالِهِمْ	والطفل یولمہم الفطام

دنیا مین کتنے ہی قانون بنے اور بگڑے کتنے ہی آئین و دفعات جاری ہوئے اور پھر منسوخ ہوئے لیکن قدرۃ کا وہ ایک قانون جو ہمیشہ نا قابل تغیر و تبدیل رہا اور جس نے کبھی انقلاب قبول نکیا وہ خود قانون انقلاب ہے۔ اس قانون نے دنیا کو کبھی فرصت نہ دی کہ وہ اپنی کسی ایک حال پر باقی رہ سکے اور تغیر و تبدل کی دسترس سے بچ جائے۔ زمین اور اُس کے تمام ذرے پھر آسمان اور اس کے سارے ستارے یعنی عالم تکوین کا کرّہ دائرہ انقلاب ہی کی تحریک سے چکر کھا رہا ہے۔

خدا کی مخلوق کی اشرف ترین نوع (انسان) کے افراد ہون یا اقوام و امم۔ انفرادی شخصیتین ہون یا اجتماعی انجمنین اور پھر ان پر گذرنے والے عام حالات ہون یا کیفیات کوئی چیز بھی ایسی نہین ہے کہ اُس نے انقلاب کی جابرانہ گرفت سے بچکر تمکین و بقاء کی سطح پر اپنا قدم جما دیا ہو۔

مادی صفون مین نگاہ دوڑاؤ تو کائنات انقلاب خبر دیتی ہے کہ دنیا مین کتنے ہی تخت پچھے اور اُلٹ دئے گئے۔ سلطنتین قائم ہوئین اور مٹین۔ کتنی ہی قومین اور شخصیتین جبروت و اقتدار کی مالک ہوئیں اور پھر وہ اپنی جلوہ آرائیون کی نمائش کرکے جب اپنی اجل مسمّی کے دائرہ پر گھوم چکین تو اسی قانون انقلاب نے ان سے دوسرون کے لئے جگہ خالی کرالی اور انھین گوشہ گمنامی مین چھپا دیا۔ وتلك الایام نداولها بین الناس۔

سب سے عجیب تر یہ کہ وہ روحانیت نواز ہستیین اور معنویت کی علمبردار شخصیتین بھی جو وابستۂ حق ہوکر ابد قراری کا تمغہ حاصل کرتین اور حیّ لایموت مین مشغول ہوکر دائم الحیات بنجاتی ہین اس انقلاب کے ردّ و بدل سے نہ بچ سکین۔ یہ انقلابی ہاتھ ان کو بھی اسطرح منقلب کرتا اور ایک عالم سے دوسرے عالم مین گھماتا رہتا ہے جس طرح وہ لطیف ہوا اُنکو گردش مین رکھتا اور سورج کی روشنی کو چکر مین ڈالے رکھتا ہے۔ بڑے بڑے اولوالعزم پیغمبر۔ ورثۂ انبیاء اور اجلّہ اخیار علم و عرفان کے بادل

بنکر اُفق عالم پر چھاگئے پھر اُنہون نے قلوب کی مُردہ زمینون کو روحانی حیات سے مالامال کیا لیکن بالآخر جب اس روحانی برسات کا موسم ختم ہُوا تو پھر انقلابی ہَوائین چلین اور اُنہون نے ان بادلون کو انکے ٹھکانون کی طرف منتقل کردیا۔

اسی لیل ونہار کی گردشون اور تصریف ریاح کے چکرون مین اس انقلاب کا بھی معائنہ کرو کہ تقریباً ایک صدی پیشتر جبکہ ہندوستان کی اسلامی آبادی کے چپہ چپہ پر جہالت وضلالت کی تیز وتند آندھیان چل رہی تھین اور ہر ایک روحانی خطہ پر خاک اوڑ رہی تھی یعنی علم ومعرفت کی تازگی سے قلوب محروم ہوچکے تھے اور سُنت وبدعت یا توحید وشرک کا امتیاز مٹ گیا تھا۔ خدائے حکیم کی وسیع رحمت نے ولی اللھی خاندان سے چند ولی نمایان کئے اور گنگوہ ونانوتہ کی خاک نے وہ امانت اگلی جسکو مُودع ازل نے اس پرآشوب وقت کے لئے اس خاک مین چھپا رکھا تھا، حضرت مولانا رشید احمد وحضرت مولانا محمد قاسم قدس اللہ اسرارہما نے عالم وجود مین قدم رکھا اور گھوارۂ روحانیت مین تربیت پاکر اُٹھے تو ہندوستان کے ظلمتکدے کو از سر نو نور آباد کیا اور اسکے خرابات کی پھر دوبارہ تعمیر کی۔

قال اللہ وقال الرسول کی آوازون سے گنبد عالم گونج اٹھا۔ اور دربار رشیدی وقاسمی کی جواہر ریزیون سے ہندوستان کی مفلس آبادی پھر مالامال ہوگئی۔ خستہ دلونکو مرہم مل گیا۔ اور شکستہ خاطرون کو پھر جمعیتہ میسر آگئی۔ ان اکابر کی معنوی برکتین، روحانی طاقتین، اور عرفانی کششین جب جوش مین آمڈین تو کبھی وہ درس قرآن وسُنت کیصورت مین نمایان ہوئین اور کبھی تزکیۂ قلوب اور تصفیہ اخلاق کی شکل مین کہین اُنہون نے شریعت کا علم بلند کیا اور کہین طریقت وحقیقت کو الواح قلوب پر رقم کیا یعنی شریعت وطریقت کی آمیزش سے ایک ایسا طریق وسط اور جادۂ اعتدال قائم کیا کہ جس مین عشق بھی تہا اور عقل بھی۔ وارفتگی بھی تھی اور ضبط بھی، سرشاری بھی تھی اور ہوشیاری بھی۔ پس اُنہون نے نہ تو عشق ومحبت کے ایسے دیوانے پیدا کئے جو عقل ودانائی کو کھوکر صرف جذب وجنون ہی مین رہ گئے ہون اور نہ عقل وہوش کے ایسے ٹرے غلام تیار کئے جو عشق ومحبت کھوکر الحاد وزندقہ اور خودرائی مین پھنس گئے ہون۔ بلکہ اُنہون نے مدارس

[illegible]

دکھلائے اور خلوت نشین و عزلت گزین رہی۔

در کفے جام شریعت در کفے سندان عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سندان باختن

غرض اتباع سُنّت کے دائرہ مین مقید ہو کر نشر و اشاعت کے مختلف وسائل سے خدا کے دین کو پھیلایا اور اُس کے بندون پر حجّت تمام کر دی۔

بالآخر برسات کا یہ دور ختم ہُوا اور وہی دہری انقلاب اور تکوینی تغیر کے محرک نے اُنھین بھی ایک حرکت دی اور پست سے بالا کیطرف کھینچ لیا۔ لیکن انکی وہ برکات باقیہ اور صدقات جاریہ جنھون نے دربار رشیدی و قاسمی کی روشنی کو پھیکا نہ ہونے دیا۔ مختلف صورتون مین نمایان رہین۔ ہم کسی کو حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری، کسی کو حضرت مولانا عبد الرحیم رائپوری، اور کسی کو حضرت شیخ الہند محمود حسن محدث دیوبندی وغیرہ پکارتے تھے۔ دنیا کبھی اُن کی ضیا پاشیون سے مستنیر ہوتی تھی اور کبھی اُن کی آب حیات سے سیراب۔ علم حدیث و فقہ کی گرم بازاری۔ علوم قرآن و سُنّت کی گرما گری۔ حقائق و معارف کی جولانی۔ مہمات باطنی کی ہما ہمی اِن کے نام سے باقی اور روز افزون ترقی پر تھی۔

لیکن اے صد آہ و ہزار حسرت کہ اُسی انقلابی آسمان نے ایک چکر کھایا کہ رائپور کا آفتاب غروب ہو گیا اُس کے فراق کا زخم ابھی مندمل نہوا تھا کہ دیوبند کا موسم بہار ختم ہُوا اور یہ صدمہ ابھی پُرانا بھی نہ ہوا تھا کہ جماعت کا وہ سہارا جو سلسلۂ اسباب کے بہت سے سہارے سٹ جانیکے بعد باقی رہا تھا مٹ گیا اور وہ ہستی جو اَب مرجع کل تھی اُسی انقلاب کی نذر ہو گئی۔

ہم آج کے ایک ماہ پیشتر جس مقدس ہستی کو محدث بینظیر، فقیہ بے بدل، رأس الاتقیا حضرت مولانا خلیل احمد مدظلہٗ کہا کرتے تھے، آج بصد اندوہ و غم حضرت مولانا خلیل احمد قدس اللہ سرہٗ کہہ رہے ہین۔

در بزم عیش یک دو قدح درکش و برو — یعنی طمع مدار وصال دوام را

اکابر مرحومین کی پاکیزہ نشانیون اور بہترین یادگارون مین سے حضرت مولانا موصوف ایک نہایت

ہی قابل فخر و در یادگار ہے۔۔۔ ایں کی یہ ۔۔۔

قدس اللہ سرہٗ نے اُن کی نسبت یہ قابل فخر کلمات فرمائے تھے کہ الخلیل خلیلی۔

حضرت مولانا قدس سرہٗ حضرت گنگوہی کے ارشد تلامذہ اور اولین خلفاء میں سے تھے علم وفضل حدیث دانی اور جامعیت کیساتھ خصوصیت سے تمام جماعت کے آپ مسلم فقیہ تھے۔ آپ کا دینی انہماک اور علمی شغف دنیا جانتی ہے کہ کیسا تھا؟ تمام عمر شغلہ نشر علوم واشاعت دین میں تقویٰ وطہارت کیساتھ گذار دی۔ رات دن زبان پر قال اللہ وقال رسول اللہ کا نغمہ روح نواز تھا۔ درس حدیث وفقہ کو زندگی کا شعار بنالیا۔ اہل اہواء وبدعات کے رد میں تصنیف فرمائیں۔ حمایت ومدافعت دین کی خاطر مناظرے کئے۔

اور بالآخر اس ضعف پیری اور نقاہت امراض میں بھی جبکہ درس حدیث چھوٹ گیا تھا شغل حدیث نہ چھوٹا صحاح ستہ کی مشہور دقیق کتاب ابوداؤد کی شرح لکھکر وہ خدمت انجام دی کہ گویا وہ درس حدیث سے اسی لئے فارغ کئے گئے تھے کہ اس اہم فریضہ (شرح ابوداؤد) کو انجام دیں۔ تاکہ اُن کے علوم کے دقائق اور فقیہانہ نکتہ سنجیاں صرف انھیں تلامذہ تک محدود نہ رہجائیں جو چند دن اُن کے شرف صحبت سے مستفیض ہوئے بلکہ عام علمی حلقوں اور دور اُفتادہ مخلصوں علماء وطلبہ اور مدرسین مدارس کے افراد بھی اُن کے گرانبہا علوم سے مستفید ہوسکیں۔

پھر یہ کیا عجیب مقبولیت ہے کہ جب ابوداؤد سامنے رکھکر شرح حدیث نبوی کی خدمت انجام دینی شروع کی تو خود روضۂ نبوۃ کی طرف سے کشش باطنی شروع ہوگئی۔ اور اچانک حضرت مرحوم نے ہندوستان چھوڑ کر آستانۂ نبوۃ پر حاضر ہونیکا عزم فرمالیا۔ تاکہ یہ خدمت نبوی بارگاہ نبوی ہی میں پایۂ تکمیل کو پہنچے چنانچہ شوال المکرم ۱۳۴۴ھ میں حجاز کا قصد فرمایا۔ حضرت کی اہلیہ محترمہ اور سالے جناب حاجی مقبول احمد صاحب اور وہ رفیق خاص جو شرح ابوداؤد کے اہم کام میں تحریر مضامین۔ اقتباسات کتب اور ترتیب کتاب کے فرائض ابتداہی سے ساتھ رہکر انجام دے رہے تھے یعنی عالم باعمل۔ صاحب تدین وتقویٰ مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی دام مجدہٗ ساتھ تھے۔

قائم کئے اور خانقاہیں بھی زاہد بھی تیار کئے اور عارف بھی عالم بھی بنائے اور محقق بھی۔ مقرر واعظ بھی
...لائے اور خلوت نشین وعزلت گزین بھی۔

	در کفے جام شریعت در کفے سندان عشق ہر ہوسناکے نداند جام وسندان باختن	

...ن اتباع سنت کے دائرہ میں مقید ہو کر نشر واشاعت کے مختلف وسائل سے خدا کے دین کو پھیلایا
اُس کے بندوں پر حجت تمام کردی۔
...خر برسات کا یہ دور ختم ہوا اور وہی دہری انقلاب اور تکوینی تغیر کے محرک نے اُنھیں بھی ایک حرکت دی
...پست سے بالا کی طرف کھینچ لیا۔ لیکن انکی وہ برکات باقیہ اور صدقات جاریہ جنھوں نے دربار
...شیدی دقاسمی کی روشنی کو پھیکا نہ ہونے دیا۔ مختلف صورتوں میں نمایاں رہیں۔ ہم کسی کو حضرت
...لانا خلیل احمد محدث سہارنپوری، کسی کو حضرت مولانا عبد الرحیم رائپوری، اور کسی کو حضرت شیخ الہند
...محمود حسن محدث دیوبندی وغیرہ پکارتے تھے۔ دنیا بھی اُن کی ضیا پاشیوں سے مستنیر ہوتی تھی اور
...ی اُن کی آب حیات سے سیراب علم حدیث وفقہ کی گرم بازاری، علوم قرآن وسنت کی گرماگری۔ حقائق
معارف کی جولانی۔ مہمات باطنی کی ہما ہمی ان کے نام سے باقی اور روز افزوں ترقی پر تھی۔
لیکن اسے صد آہ وہزار حسرت کہ اُسی انقلابی آسمان نے ایک چکر کھایا کہ رائپور کا آفتاب غروب ہو گیا
...ں کے فراق کا زخم ابھی مندمل نہ ہوا تھا کہ دیوبند کا موسم بہار ختم ہوا اور یہ صدمہ بھی پُرانا بھی نہ ہوا تھا
جماعت کا وہ سہارا جو سلسلۂ اسباب کے بہت سے سہارے ٹوٹ جانیکے بعد باقی رہا تھا مٹ گیا اور وہ
...ستی جو اب مرجع کل تھی اُسی انقلاب کی نذر ہو گئی۔
...م آج سے ایک ماہ پیشتر جس مقدس ہستی کو محدث بےنظیر، فقیہ بے بدل، رأس الاتقیا حضرت مولانا
...لیل احمد مدظلہ کہا کرتے تھے، آج بصد اندوہ وغم حضرت مولانا خلیل احمد قدس اللہ سرہ کہہ رہے ہیں۔

در بزم عیش یک دو قدح درکش و برو		یعنی طمع مدار وصال دوام را	

ہی قابل فخر و ذکر یادگار تھے۔ انہیں کی یہ محبوبیت تھی کہ خود اُن کے شیخ و مربی حضرت مولانا رشید احمد قدس اللہ سرہٗ نے اُن کی نسبت یہ قابل فخر کلمات فرمائے تھے کہ الخلیل خلیلی۔

حضرت مولانا قدس سرہٗ حضرت گنگوہیؒ کے ارشد تلامذہ اور اولین خلفا مین سے تھے علم و فضل حدیث دانی اور جامعیت کیساتھہ خصوصیت سے تمام جماعت کے آپ مسلّم فقیہ تھے۔ آپ کا دینی انہماک اور علمی شغف دنیا جانتی ہے کہ کیسا تھا؟ تمام عمر مشغلہ نشر علوم و اشاعت دین مین تقویٰ و طہارت کیساتھہ گذار دی۔ رات دن زبان پر قال اللہ وقال رسول اللہ کا نغمہ روح نواز تہا۔ درس حدیث و فقہ کو زندگی کا شعار بنالیا۔ اہل اہوا و بدعات کے رد مین تصانیف فرمائین۔ حمایت و مدافعت دین کی خاطر مناظرے کئے۔

اور بالآخر اس ضعف پیری اور نقاہت امراض مین بھی جبکہ درس حدیث چھوٹ گیا تھا شغل حدیث نہ چھوٹا صحاح ستہ کی مشہور دقیق کتاب ابوداؤد کی شرح لکھکر وہ خدمت انجام دی کہ گویا وہ درس حدیث سے اسی لئے فارغ کئے گئے تھے کہ اس اہم فریضہ (شرح ابوداؤد) کو انجام دین۔ تاکہ اُن کے علوم کے دقائق اور فقیہانہ نکتہ سنجیان صرف انھین تلامذہ تک محدود نہ رہجائین جو چند دن اُن کے شرف صحبت سے مستفیض ہوئے بلکہ عام علمی حلقون اور دور اُفتادہ مخلصون علماء و طلبہ اور مدرسین مدارس کے افراد بھی اُن کے گرانبہا علوم سے مستفید ہوسکین۔

پھر یہ کیا عجیب مقبولیت ہے کہ جب ابوداؤد سامنے رکھکر شرح حدیث نبوی کی خدمت انجام دینی شروع کی تو خود روضۂ نبوۃ کی طرف سے کشش باطنی شروع ہوگئی۔ اور اچانک حضرت مرحوم نے ہندوستان چھوڑکر آستانۂ نبوۃ پر حاضر ہونیکا عزم فرمالیا۔ تاکہ یہ خدمت نبوی بارگاہ نبوی ہی مین پایۂ تکمیل کو پہنچے چنانچہ شوال المکرم ۱۳۴۴ھ مین حجاز کا قصد فرمایا۔ حضرت کی اہلیہ محترمہ اور سالے جناب حاجی مقبول احمد صاحب۔ اور وہ رفیق خاص جو شرح ابوداؤد کے اہم کام مین تحریر مضامین۔ اقتباسات کتب اور ترتیب کتاب کے فرائض ابتدا ہی سے ساتھ رہکر انجام دیرہے تھے یعنی عالم باعمل۔ صاحب تدین و تقویٰ مولانا محمد زکریا صاحب کاندہلوی دام مجدہٗ ساتھ تھے۔

سنائیک حج سے فارغ ہو کر مدینہ طیبہ میں قیام فرمایا اور بدستور شرح حدیث اور تکمیل ابوداؤد کی خدمت جاری رکھی یہاں تک کہ یہ عظیم الشان کام پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا۔ اس خوشی و مسرت میں حضرت نے مدینے کے عمائد و علما کی ضیافت فرمائی۔ مدینہ طیبہ کے عمائد کو ٹائپ شدہ دعوتی خطوط روانہ فرمائے۔ ہندوستان میں بھی احباب و خدام کے نام وہ چھپے ہوئے خطوط آئے اس حقیر ترین خادم کے نام بھی ایک خط تھا۔

حضرت مرحوم کی علم دوستی طلبہ پروری اور شفقتِ اوستادانہ کی یہ ایک ہی نادر مثال ہے کہ اس شرح ابوداؤد کی تکمیل میں جس طرح آپ نے لوجہ اللہ متاعب برداشت کئے وہیں ایک اور زبردست ایثار فرمایا کہ کتاب کے تمام حقوق اور منافع مدرسہ مظاہر علوم کو عطا فرمائے۔ گویا مالی حیثیت سے اگر مدرسہ نے حضرت کی کچھ خدمت انجام دی تھی تو اُس کا صلہ پالیا۔ اور دینی و روحانی حیثیت سے حضرت نے مدرسہ کو جو بے بہا فوائد پہنچائے وہ سرتاسر بے بدل اور احسان ہی احسان رہی۔

حبِ نبوی اور حبِ دیارِ نبوی کا غلبہ آخر میں اتنا بڑھ گیا تھا کہ ہندوستان آنے کے ہی نہیں بلکہ مدینہ سے باہر نکلنے کے خیال سے بھی گھبراتے تھے۔ شہداءِ اُحد کی زیارت کے مشتاق تھے مگر اس خیال سے سفر نہیں فرمایا کہ کہیں جنۃ البقیع کی خاک سے جُدا نہ ہو جاؤں؟ اُدھر سے بھی مقبولیت تھی کہ دائمی طور پر دیارِ حبیب ہی میں بسر کرنے کیلئے رہنشین دیا گیا۔ اور جنۃ البقیع کی خاک نشان نے بصد رغبت و قبول اپنی آغوشِ شفقت میں لے لیا۔ دوسرے حج سے فارغ ہو کر تقریباً ۱۵-۱۶ ماہ کے قیام کے بعد حقیقتاً جوارِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مسکن گزین ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْن۔

ہاں حسرت اُن دو افتادون کیلئے ہے جو ۱۶ ماہ بیشتر ہی جسمانی مفارقت میں مبتلا کر دئے گئے تھے راقم الحروف کو چونکہ حضرت مرحوم سے ایک خاص رابطۂ تلمذ و خادمی حاصل ہے اور وہ یہ کہ حضرت نے تعلقاتِ نسبی اور روابطِ نسبی کی بنا پر بہت ہی پیار اور شفقت سے اس حقیر کو صحاح ستہ اور اُن کے علاوہ تقریباً حدیث کی بیس مشہور و مستند کتابوں میں اجازت دی اور اپنے دستِ مبارک سے دستخط و مہر فرما کر سندِ حدیث عطا فرمائی۔ اہلِ عام خدام و متوسلین کی طرف سے اظہارِ درد کرتے ہوئے بالخصوص اپنی طرف سے تمام وابستگان حضرت مرحوم اور بالخصوص حضرت مولانا حافظ محمد عبد اللطیف صاحب دام مجدہٗ و برادرِ مکرم مولانا محمد ذکریا صاحب کی خدمت میں مخلصانہ تعزیت پیش ہے حق تعالیٰ ہم خدام کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ آخر میں یہ بھی عرض ہے کہ متوسلین میں سے اگر کسی صاحب کے پاس حضرت مولانا مرحوم کے حالات جمع ہوں یا لکھنے کا ارادہ رکھتے ہوں تو ہمیں بھی انسے ضرور مستفیض فرمائیں۔

حدوثِ مادہ وروح

(بقیہ نمبر ۳) بسلسلہ ۴

سوال - ہاتھ پاؤن وغیرہ اعضا نہ رکھنے والے پرمیشور سے ویدبصورت ...... آواز یا لفظ کس طرح پیدا ہوئے -

جواب قادر مطلق پرمیشور کی نسبت یہ شک پیدا نہین ہوسکتا کیونکہ منہ یا سانس وغیرہ سامان کے بغیر بھی اس مین کام کرنیکی طاقت ہمیشہ موجود رہتی ہی، علاوہ ازین جس طرح سوچنے کے وقت دل ہی دل مین سوال وجواب کے الفاظ بولے جاتے ہین اسی طرح ایشور کی نسبت بھی سمجھنا چاہیے، پرمیشور جو قادر مطلق ہی کام کرنے مین کسی کی مدد نہین لیتا جس طرح ہم لوگون مین بغیر امداد کے کام کی طاقت نہین - ایشور مین یہ بات نہین - اھ

رگوید ادی بہاشیہ بھومکا - صفحہ ۶ و ۷ ویدون کی پیدایش کا بیان -

اور یہی مضمون ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۲۲۰ باب ۷ بحث وید مین ہے -

اقول - جب قادر مطلق کسی کی مدد کا محتاج نہین تو پھر مادہ اور روح کا کیون محتاج ہے -

سوال - ویدون کی کتاب لکھنے کے لئے ایشور نے قلم سیاہی اور کاغذ وغیرہ سامان کہان سے لیا -

جواب - اُھو ھو آپنے تو بڑا بھاری اعتراض کیا - ہاتھ پاؤن وغیرہ اعضا، اور لکڑی لوہا وغیرہ سامان اور اوزارون کے بغیر جس طرح ایشور نے دنیا کو بنالیا - اُسی طرح ویدون کو بھی بنالیا -

رگوید ادی بہاشیہ بھومکا صفحہ ۹ ؛

بابو نہال سنگھ حاشیہ نمبر (۱) مین لکھتے ہین -

مراد یہ ہے کہ جس طرح ایشور اپنی قدرت کاملہ سے دنیا کو بنادیتا ہے اور اس کے بنانے مین اوزارون کی ضرورت نہین ہوتی اُسی طرح پرماتمانے ویدون کو بھی دنیا مین ظاہر کرنے کیلئے اپنی قدرت کاملہ سے کام لیا، ویدون کے ظاہر کرنے کیلئے کاغذ قلم سیاہی کی ضرورت نہ تھی - اھ

خلاصہ یہ کہ - کہ مادہ اور روح کو قدیم اور واجب بالذات ماننا سراسر خدا کی طاقت کو محدود

کرتا ہے جو کہ قادر مطلق اور سرب شکتیمان ہونے کے سراسر خلاف ہے۔
سوامی دیانند اسی پر اکتفا نہین کرتے بلکہ صفحہ ۲۴۳ باب قادر مطلق کی تفصیل کرتے ہوئے ۴ سوال کے جواب مین لکھتے ہین ۔
جو قدرتی اصول ہین مثلاً آگ گرم ۔ پانی ٹھنڈا اور مٹی وغیرہ اُن کی طبعی صفت کو پرمیشور بھی نہین پلٹ سکتا ۔ اھ
سُبحَانَ اللہ ۔ دعویٰ تو یہ ہے کہ خدا قادر مطلق ہے مگر مطلب یہ ہے کہ خدا کو معاذ اللہ آگ اور پانی کے حالات بدلنے پر بھی قدرت نہین ۔

برین عقل و دانش بباید گریست

قادر مطلق کا یہ نرالا اور انوکھا مفہوم کیا جناب ہی کو الہام ہوا قدیم زمانہ کے رشی اور مہرشیون مین سے کسی کو بھی یہ الہام نہ ہوا۔
ذیل مین اُس اوپنشد کا تیسرے کھنڈ (باب) سے اول کے چند منترون کو نقل کیا جاتا ہے۔
جس سے سوامی دیانند کی خدا کے قادر مطلق ماننے کے متعلق غلطی خوب عیان ہو سکے۔
ارتھ ۔ نے اُس کے لئے ایک تنکا ڈالدیا اور کہا کہ تو اس کو جلا کر خاک کردے ۔ پس وہ آگ اپنی ساری طاقتون کی ساتھ کوشش کرکے تھک گئی لیکن اُس تنکے کو جلا کر خاک نہ کر سکی ۔ اھ
ارتھ نے اس ہُوا کے لئے ایک تنکا ڈالدیا اور کہا کہ اس کو اوڑالیجا پس وہ ہُوا اپنی ساری طاقتون کے ساتھ کوشش کرکے تھک گئی لیکن اُس تنکے کو اُڑا نہ لیجا سکی ۔ اھ
احتیاج عالم کو تین چیزون پر منقسم ماننے سے معاذ اللہ خدا کا کمزور ہونا لازم آتا ہے اس لئے کہ اگر وہ تنہا لا انتہا طاقت رکھتا ہوتا تو بدون مادہ اور رُوح کی اعانت کے ضرور عالم کو پیدا کر سکتا ہے۔
عالم کا تینون کی مجموعی قوت سے پیدا ہونا اور فقط خدا کی قوت کا ناکافی ہونا اس کی کھلی ہوئی دلیل ہے ۔ کہ خدا کی انفرادی قوت ضعیف ہے۔

علہ کذا فی تحفۂ آریہ سماج صفحہ ۱۸ جلد (۱) ۔

قال تعالیٰ وھو القوی العزیز۔ } وہی قوی اور غالب ہے۔

ان اللہ ھو الرزاق ذو القوۃ المتین} اللہ ہی رزاق ہے اور قوۃ والا ہے۔

ارباب متفرقون خیر ام اللہ الواحد القھار} چند متفرق معبود بہتر ہین یا ایک احد قہار۔

(۷) نیز جب آپ کے نزدیک مادہ اور رُوح ازلی اور واجب بالذات ہین اور حق تعالیٰ نے نہ اُن کو پیدا کیا اور نہ اُن کے فنا کرنے پر قادر ہی اور نہ اُن کے خواص اور آثار کو بدل سکتا ہے اور نہ اُن کو جس طرح چاہے ثواب اور عقاب دے سکتا ہی تو پھر حق تعالیٰ کس بنا پر اُن کا حاکم اور مالک ہے ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۹۲ باب ۷ نمبر ۷۔ ساری دنیا کا مالک ہون۔ اور مالک الکل ہونے کا مطلب تو یہ ہی کہ وہی ذات جل وعلیٰ ہر شئی کی مالک اُس کے سوا جس کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ اُسی سے مستعار ہے۔

ہمارا وجود اُسی کا دیا ہوا ہمارے پاس بطور امانت یا عاریت ہی جب چاہے وہ اپنی امانت اور عاریت واپس لے سکتا ہی جس طرح کہ زمین کی روشنی اُس کی ذاتی نہین بلکہ آفتاب سے مستعار ہے۔

آفتاب جب چاہے اپنی عطا کردہ نور کو واپس لے سکتا ہی۔ پس وہ مالک الملک جب سب کا مالک ہی تو مادہ اور رُوح کے وجود کا بھی ضرور مالک ہوگا اور مادہ اور رُوح کا وجود اصلی اور ذاتی نہوگا بلکہ عطیۂ الٰہی اور مستعار ہوگا۔ لہذا اُس کو اختیار ہوگا کہ وہ اپنی عطا کردہ وجود کو مادہ اور رُوح سے واپس لیکر اُن کو معدوم یعنی وجود سے محروم کردے، حیرت ہی کہ بندہ تو اپنی مملوک کو جب چاہے واپس لے سکے مگر وہ مالک الملک باوجود مالک الکل ہونے کے کسی طرح قادر نہین کہ وہ اپنی مملوک وجود کو مادہ اور رُوح سے چھین سکے۔

(۸) نیز خدا اپنی ذات اور صفات اور افعال مین یکتا اور بے مثل ہے۔ افمن یخلق کمن لا یخلق لیس کمثلہ شئ۔ لہذا ضرور اُس کی ہر صفت اور ہر شان ایسی نرالی ہونی چاہئے کہ مخلوق کو اس کی ساتھ کوئی نسبت نہ ہو۔

مخلوق اپنے سُننے اور دیکھنے اور چلنے مین اور لکھنے اور پڑھنے مین آلات اور اسباب کی محتاج

ہے مگر حق تعالیٰ ان سب سے منزہ ہے۔ بدون آنکھ کے دیکھتا ہے بغیر کان کے سنتا ہے بدون مضغۂ لحم کے ادراک کرتا ہے بلا کسی قدم وغیرہ کے لئے بندون کی طرف آتا ہے۔ بدون کسی حرکت کے نزول اجلال فرماتا ہے۔

ٹھیک اسی طرح اُس کی تکوین اور تخلیق کو سمجھنا چاہئے کہ وہ بھی بے مثل اور بے نظیر ہے اُس کے لئے بھی کسی مادہ اور رُوح کی حاجت نہین۔ چنانچہ ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۲۶ باب ۸۔

اس تمام کا ایک بے مثل مالک پرمیشور ہے وہ اس عالم کی پیدایش سے پہلے موجود تھا۔ اور ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۱۵ نمبر ۷ پر ہے اُسکو پرمیشور کہتے ہین کہ جس کے برابر نہ کوئی ہوا اور نہ ہے اور نہ ہوگا۔ اھ

اس عبارت کا صاف مطلب یہ ہے کہ کوئی کسی شئ مین خدا کی برابر نہین ہو سکتا اور یہ مطلب ہرگز نہین کہ تمام باتون خدا کے برابر نہین ہو سکتا بلکہ بعض مین برابر ہو سکتا ہے۔ پس جبکہ کوئی خدا کے ساتھ کسی صفت شریک نہین ہو سکتا تو مادہ اور رُوح وجوب اور ازلیۃ مین کیسے خدا کے شریک اور برابر بن گئے۔

اور ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۱ نمبر ۴۶ پر ہے وہ ذات واحد ہے یعنی اُس کے وجود مین دوسرے کی شمولیت نہین۔ اور ستیارتھ صفحہ ۲۶ نمبر ۴ پر خدا کی ایک صفت ادوئیت ذکر کی گئی ہے جس کے معنی بے مثل اور یکتا ہونے کے ہین۔

(۹) نیز مادہ اور رُوح کو قدیم اور غیر مخلوق مانکر خدا کو خالق الکل کہنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے حالانکہ بھوسکا کے صفحہ ۸۰ پر ہے۔

"وہ بذاتہ غیر مولود ہے، اور سب کا پیدا کرنے والا ہے وہی اس کائنات کو اپنی قدرت سے بناتا ہے" اھ

اور بھوسکا کے صفحہ ۳۷ منتر ۴ سطر اخیر پر ہے "اُسی کے قدرت سے یہ تمام کائنات دوبارہ پیدا ہوتی ہے۔ اھ

اورستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۹۳ باب نمبر ۸ پر ہے،

مجھ ہی کو تمام دنیا کا پیدا کرنے والا سمجھو ؛

خلاصہ یہ کہ جب مادہ اور روح اُس کی خالقیت سے مستثنیٰ ہیں تو اس کو خالق الکل کہنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ بلکہ

آپ کے نزدیک اوس کی خالقیت سے دو چیزیں اور بھی مستثنیٰ ہیں - ایک زمانہ - دوسرا آکاش - چنانچہ ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۲۲۴ باب ۸، ۱۸ سوال کا جواب،

اسی طرح پیدایش عالم سے پیشتر پرمیشور - پرکرتی کال - (زمانہ) اور آکاش اور نیز جیو جو ازلی ہیں موجود ہوتے ہیں اُن سے دنیا کی پیدایش ہوتی ہے اگر اُن میں سے ایک بھی نہ ہو تو دنیا بھی نہ ہو۔ اھ

اور ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۲۴ باب ۸ - ۳۱ سوال کا جواب

درحقیقت آکاش کی پیدایش نہیں ہوتی کیونکہ بغیر آکاش کی پرکرتی اور پرمانو، کہاں ٹھہریں - اھ حالانکہ

ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۲ نمبر ۱ پر ہے،

سب کا فنا کرنے والا بلکہ زمانہ کا بھی خاتمہ کرنے والا - اھ،

اور بھومکا صفحہ ۷۰ پر ہے،

پیدایش سے پہلے شونیہ آکاش بھی نہ تھا - اھ،

اور بھومکا کے صفحہ ۷۶ سطر ۳ پر ہے۔ (آکاش پیدا ہوا۔)

اور بھومکا کے صفحہ ۸۰ پر ہے۔ اور ہوا کو آکاش سے اور آکاش کو پرکرتی سے پیدا کیا۔

اور بھومکا کے صفحہ ۳۰ سطر ۴ پر ہے۔ اس پرماتما نے آکاش کو پیدا کیا۔

پس - علاوہ تناقض کے اِس جگہ دو سوال ہیں ؛

اول یہ کہ جب آکاش اور زمانہ بھی باوجود قدیم اور غیر مخلوق ہونے کے فنا ہو سکتے ہیں۔

تو مادہ اور رُوح کیوں فنا نہیں ہو سکتے ؟۔

دوم یہ کہ ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۴۰ پر گذرا کہ آکاش اس لئے غیر مخلوق ہے۔ کہ بغیر آکاش کے پرکرتی اور پرمانو کہاں ٹھہر سکتے ہیں پس جب کہ آکاش فنا ہو سکتا ہے تو پرکرتی اور پرمانو بھی ضرور فنا ہو سکتے ہیں اس لئے کہ پرکرتی اور پرمانو بغیر آکاش کے موجود نہیں رہ سکتے۔

(۱۰) نیز خدا کی ایک صفت انادی ہے جس کا مطلب ستیارتھ پرکاش میں مذکور ہے وہ یہ ہے۔

(۶۱) انادی۔ جس کے ماقبل کچھ نہیں مگر من بعد ہے، اُس کو آدی کہتے ہیں اور جس کی ابتدائی علت وغیرہ کوئی بھی نہ ہو وہ انادی ایشور ہے یعنی یہ کہ جس کی ہستی سے پہلے نہیں مگر پیچھے سے ہے وہ آدی کہلاتا ہے۔ اھ ستیارتھ صفحہ ۲۳۔

معلوم ہوا کہ جس وقت خدا تھا اُس وقت اُس کی ساتھ کچھ نہ تھا اُس کی ذات عالی کے علاوہ جو کچھ ہے وہ بعد میں ہوا۔ لہٰذا مادہ اور رُوح بعد میں ہوں گے۔ اور پہلے نہ ہونا اور پھر بعد میں ہونا اُسی کا نام حدوث ہے۔ ولقد صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ کان اللہ ولم یکن معہ شیٔ فالحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علی خاتم الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین ؕ

رحمۃ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے الطاف

صنف نازک پر

گذشتہ سے پیوستہ

اسلام مین خواتین کے حقوق

عن عبد اللہ بن مسعود قال قلت یارسول اللہ ای الذنب اعظم قال ان تجعل للہ ندا وھو خلقک ثم قال ای قال ان تقتل ولدک خشیۃ ان یاکل معک الحدیث۔

فانزل تصدیق قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم والذین لایدعون مع اللہ الٰھاً آخر

(بخاری شریف)

حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ مین نے عرض کیا یارسول اللہ کونسا گناہ سب سے بڑا ہے۔ ارشاد ہوا کہ اپنے خالق کا کسی کو شریک ماننا۔ پھر مین نے عرض کیا کہ یارسول اللہ اس کے بعد کس گناہ کا مرتبہ ہے فرمایا کہ اولاد کو قتل کر دینا اس خوف سے کہ ساتھ مین وہ بھی کھایا کرے گی۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق مین خداوند عالم نے اپنا ارشاد پاک نازل فرمایا۔

والذین یدعون مع اللہ الٰھاً آخر۔ الآیۃ

کفار کے خیالات فاسدہ کا کس طرح استیصال کیا گیا اس کو ناظرین نے معاینہ کیا اور اب یہ خیال فرمایا جائے :-

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سرہ ان یبسط لہ فی رزقہ وان ینسألہ فی اثرہ فلیصل رحمہ۔ (بخاری شریف)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شخص کو یہ پسند ہو کہ اس کا رزق فراخ اور وسیع ہو۔ اس کے حنا مین عند اللہ تخفیف ہو تو اس کو چاہیے کہ رشتہ دارون کی ساتھ بہتر سلوک کرے یعنی صلہ رحمی کرے

سبحان اللہ وہی عاجز اور بار خاطر جنس جو نحوست کا بیش خیمہ سمجھی جاتی تھی۔ جس کے متعلق خیال تہا کہ نحوست اور برخورداری۔ رحمت عالم کے وسیع مراحم اسی کو زیادتی رزق اور فراخی عیش کا اعلیٰ ذریعہ فرمارہے ہین ؎

ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔

اور پھر خاص اس صنف کے متعلق ارشاد ہوتا ہی جو اس سے زائد عرب کے یہان الفت نہ رکھتی تھی کہ زمین کے تنگ گڑھون مین داب دی جائے۔

من عال ثلث بنات فادبھن وزوجھن واحسن الیھن فلہ الجنۃ۔ ابوداؤد شریف کتاب الادب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہی جو شخص تین لڑکیوں کی پرورش کرے ان کو تعلیم دے تہذیب سکھائے پھر ان کا نکاح کردے ان پر احسان کرے تو اس کا بدلہ جنت ہی ہی۔

اور پھر محسن عالم کا ارشاد ہی۔

من ابتلی بشی من البنات فصبر علیھن کن حجابا من النار۔ (ترمذی شریف)
(باب ماجاء فی النفقۃ علی البنات)

جو شخص کہ لڑکیون کی پرورش مین مبتلا ہوا اس نے صبر و شکر سے ان کو پالا۔ تو یہ لڑکیین اس کے لئے دوزخ کی آگ سے حجاب اور آڑ ہون گی۔ (ترمذی شریف)

سبحان اللہ ؎ پرتو رخ سے ترے اے نوبہار کائنات　　شمع گل روشن ہی ہر ویران سرا خار مین

اور اسی پر بس نہیں۔ بلکہ رحمت عالم کا عام رحم کسی کے ساتھ بھی بدسلوکی گوارا نہین کرتا چنانچہ عمومی ارشادات ہین۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لایدخل الجنۃ قاطع۔ ترمذی شریف باب صلۃ الرحم۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بدسلوک شخص جنت مین نہین جائے گا۔ (ترمذی شریف باب صلۃ الرحم)

عین عبد الرحمن سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول قال اللہ تبارک وتعالی۔ انا اللہ وانا الرحمن۔ خلقت الرحم وشققت لھا من اسمی فمن وصلھا وصلتہ ومن قطعھا قطعتہ۔ (ترمذی شریف باب ماجاء فی قطعیۃ الرحم)

حضرت عبد الرحمن فرماتے ہین کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ۔ اللہ تعالی عزوجل فرماتے ہین کہ اللہ بھی مین ہی ہون۔ رحمان بھی مین ہی ہون۔ مین نے ہی رحم (تعلقات قرابتہ) کو پیدا کیا۔ اور ان کا نام یعنی رحم مین نے اپنے نام رحمان سے بنایا ہی۔ پس جو شخص رحم کی پاس داری کرے گا رشتہ دارون سے سلوک کریگا مین بھی سلوک کرونگا جو بدسلوکی کریگا مین بھی بدسلوکی کرونگا

وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الراحمون یرحمھم الرحمن۔ ارحموا من فی الارض یرحمکم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رحم کرنے والون پر اللہ بھی رحم کرتا ہی۔ ای لوگو زمین والون پر رحم کرو تم پر آسمان والا

من فی السماء الرحم شجنة من الرحمن	رحم کریگا۔ رحم (قرابت) کو رحمان سے (اللہ تعالیٰ سے) خاص تعلق ہے
فمن وصلها وصله الله ومن قطعها قطعه	جو شخص قرابت کے متعلق سلوک کریگا اللہ بھی اس کی ساتھ سلوک
الله۔ (ترمذی شریف باب ما جاء فی رحمة الناس)	کریگا۔ اور جو اس مین بدسلوکی کرے گا اللہ بھی بدسلوکی کرے گا

یتیم لڑکیین

اگر کوئی لڑکی اپنے باپ کے دست تظلم سے بچ گئی یا ان قبایل سے ہوئی جن کے یہان وادبنات سے احتراز کیا جاتا تھا۔ اور کسی حد تک لڑکیون کی پرورش معیوب نہین سمجھی جاتی تھی۔ اور پھر باپ یا مان باپ دونون کا سایہ اس کے سر سے اُٹھ گیا تو وہ کسی قریبی رشتہ دار (ولی) کی ولایت نہین بلکہ ملکیت مین دیدی جاتی تھی۔

وہ ولی اس کی جان، مال۔ عزت۔ آبرو۔ غیرت۔ ناموس۔ سب کا مالک ہوتا تھا۔ اس یتیمہ کے تمام حقوق اس کی دست برد کے نذر تھے۔ اُس کا تمام مال اس ولی کی ملک تھا۔ جس طرح طبیعت چاہتی اس کو کھاتا اُڑاتا۔ کوئی ضابطہ کوئی قانون قولی پنچایتی یا عدالتی کسی قسم کا بھی کوئی دستور العمل ایسا نہ تھا جو اس یتیمہ کے حقوق کی حفاظت کر سکے۔ یا اس غاصب ولی کو حقوق کے ضایع کرنے سے روک سکے۔ اور نہ اس یتیمہ کی عمر کا کوئی حصہ اُس کے اس تسلّط اور چیرہ دستی کا مقابلہ کر سکتا تھا۔ کیونکہ وہ تمام عمر کے لئے اس ولی کی جابرانہ حرکتون کی ماتحت سمجھی جاتی تھی۔ اگر یہ کہا جائے کہ قانون اور پنچایتی فیصلہ یہی تھا تو بالکل بجا ہے۔

حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے تو اُن کے تمام مال اور جائداد پر اُن کے بھائی قابض ہو گئے اور متوفی کی چھوٹی چھوٹی لڑکیین اور بیوی بالکل محروم کر دی گئین۔ مجبور ہو کر بیوی نے دربار نبوی مین استغاثہ کیا۔ حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اُس وقت قانون عرب کا لحاظ کرتے ہوئے کوئی قطعی فیصلہ نہ فرما سکے۔ اور اُس کو صبر کی تلقین فرمائی۔ جب سورۂ نساء کی آیتین میراث کے متعلق نازل ہوئین تب آپنے دو ثلث یعنی ⅔ بیٹیون کو اور آٹھوان حصہ بیوی کو دلوایا اور باقی اُن کے بھائی کو۔ (ابوداؤد شریف کتاب الفرائض)

اگر کسی شخص نے اپنی دولتمندی اور استغنا کے باعث یتیمہ کی صغر سنی مین اس کے مال کو

ضائع نہین کیا تو وہ اپنے وسیع اختیارات کی رو سے اس سے نکاح کرنے کا مجاز تھا۔ اور اس طرح اس کی آبرو کا بھی خود مالک ہوکر سفاکی سے کام لیتا اور اس کے مال سے اپنے خزانہ کو معمور کرکے اپنی اولاد کے لئے بہترین ترکہ چھوڑتا۔ (ابوداؤد کتاب النکاح)

مگر اسلام کے رحم پرور احکام نے اُس کی عمر کے دو حصے کرکے عمر کے ہر حصہ مین اس کے حقوق کی خاص طور سے حفاظت کی۔

(پہلا حصہ) صغر سنی (یعنی ایام بلوغ سے پہلی عمر): اس عمر مین ولی کے تمام جابرانہ اور غاصبانہ اختیارات یک قلم سلب کرکے ولی کو محض محافظ اور خادم قرار دیا گیا۔ یعنی ان تصرفات کے علاوہ جو اس کے مال کے تحفظ یا ترقی سے تعلق رکھتے ہیں اور تمام اختیارات کلیۃً سلب کر لئے گئے۔

چنانچہ حکم خداوندی نازل ہوا۔

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ (یتیم کے مال کے پاس بھی مت پھٹکو مگر کسی ایسی طرز اور مصلحت کیسا تھ جو بہت ہی اچھی ہو)

اول اول تو اس سختی کے احکام نازل ہوئے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے خیال کیا کہ اُن کا کھانا پکانا بھی بالکل علیحدہ رکھنا ضروری ہے۔ اگر اُن کے مال سے کسی قسم کی کوئی چیز ہمارے مال مین مل گئی تو احکام قرآنی کے لحاظ سے بنظر احتیاط آگ کا بڑا شعلہ ہمارے مال میں ملجائے گا۔ کیونکہ ارشاد خداوندی تھا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ۔ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ۔ (سورہ نساء ع ۱)	جو لوگ یتیمون کا مال زبردستی کھاتے ہین وہ یقین جانین کہ اپنے پیٹ مین آگ بھر رہے ہین۔ بہت قریب ہے کہ وہ دوزخ کی بھڑکتی ہوئی آگ مین داخل ہون گے۔

مگر اُن کے اخراجات کے علیحدہ رکھنے مین وقت کے علاوہ بسا اوقات خود ان کا خرچ زیادہ بیٹھ جاتا تھا۔ مثلاً اگر کسی وقت یتیمون نے کھانا نہیں کھایا۔ تو وہ کھانا مجبوراً پھینکا جاتا تھا۔ کیونکہ نہ اس کو ولی کھا سکتا تھا نہ اس کی اولاد۔ نیز یتامیٰ کو تنہا مکان مین رکھنا بھی ممکن نہ تھا۔ اور اُن کے مکان مین جاکر رہنا یہ یتیم کے مال سے تمتع یعنی فائدہ اُٹھانا تھا۔ جو کم از کم احتیاط اور تقویٰ کے خلاف تھا۔

(باقی آئندہ)

رہ گیا امام شافعیؒ کا قول تو وہ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا کی دیگر تفاسیر پر مبنی ہے وہ یہ ہرگز نہیں کہتے کہ صرف چہرہ ہی زینت ہے بلکہ زینت ظاہرہ میں کل چہرے کو داخل نہیں کرتے اور دوسری طرف جوان عورت کے لئے اور اُن کے اس قول سے اس آیت کے معنی پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے۔ آیت کا منشاء تو صرف یہ ہے کہ جوان اور میانہ عمر مستورات زائد کپڑے یعنی چادر سے اپنا پورا جسم ڈھانکے رہیں اور ضعیفہ چادر اُتار ڈالے بشرطیکہ مواقع زینت نہ دکھائے۔ اور یہ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ ضعیفہ اپنے ڈھیلے ڈھالے کپڑوں اور خمار سے اپنا جسم چھپا سکتی ہے۔ پس خواہ امام ابو حنیفہؒ کا قول لیا جاوے خواہ امام شافعیؒ کا دونوں صورتوں میں یہ بات ممکن ہے۔ رہ گیا یہ کہ چونکہ امام ابو حنیفہؒ اَلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا کی تفاسیر لیکر چہرہ وکفین کو کھولنے کی اجازت دیتے ہیں۔ عورت کے چہرے کو عورت نہیں کہتے اور امام شافعیؒ دوسری تفاسیر لیکر جو صرف تھوڑا ہی حصہ چہرے کا کھولنے کا حکم دیتی ہیں۔ چہرے کے بیشتر حصہ کو بھی عورت کہتے ہیں۔ لہٰذا ان دونوں حضرات یعنی امام صاحبؒ اور دیگر مجتہدین کے اقوال میں تعارض ہوا تو اس کا جواب یہ ہے کہ دراصل کوئی تعارض نہیں۔ تعارض تو اُس وقت ہوتا جب ایک یہ کہتا کہ چہرہ ہر وقت کھولے رہو اور دوسرا کہتا کہ چہرہ بالکل نہ کھولو۔ لیکن دونوں میں سے کسی کا منشاء بھی یہ نہیں ہے۔ دونوں یہی کہہ رہے ہیں کہ چہرہ مستور رکھنا چاہیے (چنانچہ فقہائے حنفیہ کے قول کے معنے کہ چہرہ عورت کا عورت نہیں ہے ہم گزشتہ مضمون میں درج بھی کر چکے ہیں۔)

پس اس لحاظ سے تعارض کسی قسم کا بھی ثابت نہیں ہوتا صرف جزوی اختلاف ثابت ہوتا ہے یعنی یہ کہ ایک کہتا ہے کہ بوقت ضرورت شدیدہ پورے چہرے کا انکشاف کیا جا سکتا ہے۔ اور دوسرا کہتا ہے کہ ایسے مواقع پر چہرے کا بیشتر حصہ منکشف نہ کرنے پر بھی کام چل سکتا ہے۔ لہٰذا ان دونوں حضرات میں سے ایک بھی اللہ تعالیٰ اور حضور ﷺ کے منشاء سے جس کو ہم نے ان آیات میں پوری طور سے ظاہر کر دیا ہے ہٹا ہوا نہیں ہے۔ لیکن ہمارے نئی روشنی والے برادرین کا کام کیسی نہ کسی طرح عوام کو ورغلا کر بے پردگی پر آمادہ کر دینا ہے اس بات پر یقین دلانے کو

آمادہ ہین کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ عام طور پر چہرہ کھولنے کی اجازت دیتے ہین۔ مگر حضرت امام شافعیؒ اس امر کی اجازت نہین دیتے۔ بھلا اس سفید جھوٹ کی بھی کوئی انتہا ہی۔ اور صرف جھوٹ ہی نہین بلکہ اپنے اعتراض سے یہ بھی ثابت کررہے ہین کہ ماشاءاللہ علم بھی نہایت اعلی درجہ کا رکھتے ہین۔ یعنی بجائے یہ کہنے کے کہ "اگر زینت سے مراد تمام بدن مع چہرہ (بقول امام شافعیؒ) یا تمام بدن ماسوائے چہرہ و ہاتھ پیر ہوتا (بقول امام ابوحنیفہؒ) آپ فرماتے ہین کہ اگر زینت سے مراد چہرہ (بقول امام شافعیؒ) یا تمام بدن ماسوائے چہرہ و ہاتھ پیر ہوتا۔ (بقول امام ابوحنیفہؒ)" الخ۔ جس سے اہل علم سمجھ سکتے ہین کہ یہ حضرت ایک ہی وقت مین نہ صرف شریعت اسلامیہ پر اعتراض کرتے ہین بلکہ اپنی علمی کم مائگی کا اظہار بھی کررہے ہین اور یہی وجہ ہے کہ ہر ہر موقع پر زک اُٹھاتے ہین۔ ایسی حالت مین سوائے اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ کہ ان لوگون کو عیب کرنے کا ھنر بھی نہین آتا۔

تیسری آیت

یا ایھا النبی قل لازواجک وبناتک ونساء المومنین یدنین علیھن من جلابیبھن ذلک ادنی ان یعرفن فلا یوذین ط۔	اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بیبیون سے اور اپنی صاحبزادیون سے اور دوسرے مسلمانون کی بیبیون سے کہدو کہ (سر سے) نیچے کرلیا کرین اپنی تھوڑی سی چادرین۔ اس سے جلدی پہچان ہوجایا کرے گی تو آزار نہ دی جایا کرین گی۔

شان نزول

زمانۂ حضورؐ مین بستی کے اندر پاخانہ نہونیکی وجہ سے شریف زادیون کو بھی جلدی کے وقت قضائے حاجت کے لئے صبح سویرے جنگل جانا پڑتا تھا۔ بد وضع لوگ کسی کو آتے جاتے دیکھ پاتے تو اُس کو چھیڑ بیٹھتے۔ اور جب اُن کو اُلاہنا دیا جاتا تو کہتے کہ ہم نے تو لونڈی جان کر چھیڑا تھا۔ نیز ایک بار حضرت سودہ رضؓ کو قضائے حاجت کے لئے بستی کے باہر جانے کا اتفاق ہوا۔

راستے میں حضرت عمرؓ ملے۔ چونکہ حضرت سودہ جسم کی بھاری بھرکم تھیں فوراً پہچانی گئیں حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اے سودہؓ تم فوراً پہچان پڑتی ہو ذرا دیکھو گھر سے کس طریقے پر نکلتی ہو۔ یہ اُلٹے پاؤں واپس ہوئیں۔ سرور عالم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے یہ قصہ عرض کیا اُسی وقت وحی نازل ہوئی کہ ضرورت کے وقت قضائے حاجت کے لئے جنگل جانا تو جائز ہے لیکن گھونگھٹ نکال لیا کرو۔ (لباب النقول)۔

تفسیر

(۱) ابن سعد نے محمد بن کعب قرظی سے روایت کیا کہ یدنین الخ یہ ہے کہ اپنا چہرہ ڈھانک لے مگر ایک آنکھ۔

(۲) ابن جریر و ابن ابی حاتم و ابن مردویہ نے حضرت ابن عباسؓ سے اس باب میں روایت کیا کہ جب کسی ضرورت سے باہر نکلیں تو اپنا چہرہ سر کے اوپر سے ڈھانک لیں اور ایک آنکھ کھلی رکھیں۔

(۳) فریابی اور عبد بن حمید و ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم نے محمد بن سیرین سے روایت کیا کہ میں نے عبیدہؓ سے اس آیت کے متعلق دریافت کیا۔ اُنھوں نے ایک چادر کو جو اُن پر تھی اُٹھا کر تمام سر ڈھانکا۔ یہاں تک کہ اپنا چہرہ ڈھانکا اور چہرے کے بائیں جانب سے اپنی بائیں آنکھ نکالدی۔

(۴) ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر سے اس قول میں روایت کیا ہے کہ جلباب دامن ہی سربند کے اوپر (یعنی سر تو سربند سے ڈھکا ہوگا یہ اُس کے اوپر کا کپڑا ہی مُنہ ڈھلنکنے کا) اور کسی مسلمان عورت کو حلال نہیں کہ اُس کو کوئی اجنبی (غیر محرم) دیکھے مگر اس حال میں کہ اُس پر دامن ہونا چاہیئے سربند کے اوپر جس سے اپنا سر اور سینہ باندھ رکھا ہو۔

(۵) ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے محمد بن سیرین سے روایت کیا ہے کہ میں نے عبیدہ سلمانیؓ سے اس قول میں سوال کیا، اُنھوں نے چادر کا قنقع بنایا اور سر اور چہرہ ڈھانک لیا

اور ایک آنکھ باہر کر لی۔

اس آیت مین نہایت واضح طور سے بوقت ضرورت شدیدہ گھر سے باہر نکلنے کا طریقہ تعلیم کیا گیا ہے اور حکم دیا گیا ہی کہ کسی حالت مین بھی گھر سے باہر بغیر چہرہ چھپائے نہ نکلین اور چادر کا پلہ چہرے پر لٹکا لین۔ ایسا کرنے سے اوّلاً انکشاف وجہ سے جو فتنہ پیدا ہوتا ہی اُس کا انسداد ہو جائے گا ثانیاً جب لماعین عورت کو چہرہ چھپائے دیکھین گے تو اُن کو معلوم ہو جاوے گا کہ یہ عورت اپنے کو دکھانا نہین چاہتی ہے نہ کسی قسم کی چھیڑ چھاڑ پسند کرتی ہی اس لئے اُن کے قلوب مین چھیڑ چھاڑ کی جرأت نہ پیدا ہوگی۔ اور ثالثاً اس طریقہ سے آزاد عورتون اور لونڈیون مین شناخت ہو جاوے گی اور منافقین کو یہ کہنے کا بہانہ نہ ملے گا کہ ہم نے تو لونڈی جانکر چھیڑا تھا۔ پس اس آیت مین خدا تعالیٰ نے یہ حکم لگا کر کہ اپنا چہرہ چادرون سے چھپا لیا کرو یک کرشمہ سہ کار کا مضمون کر کے دکھا دیا یعنی ایک کافی حد تک فتنہ شہوت کا انسداد بھی کر دیا جو اصل سبب ہے آزار دہی کا۔ لماعین کے قلوب مین آزار دہی کی جرأت بھی نہ پیدا ہونے دی۔ اور لونڈیون اور بیبیون کی شناخت بھی ہمیشہ کے لئے بتا دی۔ یہ آیت اس قدر صاف ہی کہ اس مین ذرا بھی شک و شبہہ کی گنجایش نہین ہو سکتی۔ لیکن نئی روشنی والے حضرات اس کو بھی خاص معنی پہنا کر اپنا مطلب نکالنے کی فکر مین ہین۔ بمقابلہ دیگر آیات کے اس خاص آیت پر اُن کی توجہ بہت زیادہ ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ اس آیت مین چہرہ چھپانے کا حکم ہے جو کہ پردے کی بنیاد اور اصل ہے اور اُن کا خیال ہی کہ اگر وہ کسی طرح یہ ثابت کر دین کہ اس آیت مین چہرہ چھپانے کا حکم نہین ہے تو پھر پردہ دری کے لئے کوئی مزید کوشش درکار نہوگی۔ باین لحاظ ہم کو اس امر کی ضرورت لاحق ہوئی کہ ہم اس گروہ کی جملہ غلطیان جو اس آیت کے متعلق ہین احاطہ تحریر مین لے آوین اور اُن کے جوابات نہایت ایمانداری اور انصاف سے دیکر ناظرین پر ظاہر کر دین کہ اس گروہ مین حق پرستی کا شائبہ تک بھی نہین ہے۔ وہ اہم غلطیان درج ذیل ہین۔

(۱) یدنین علیہن من جلابیبھن کے معنی صرف یہ ہین کہ جب باہر جائین تو اپنے اوپر اپنی چادر ڈال لین۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے اس آیت مین یہ نہیں فرمایا کہ چادر سے منہ اور بدن اس طرح چھپالیا جاوے کہ حسن وجمال ظاہر نہو اور پھر منافق نہ ستائین۔

(۳) اس آیت کا منشا صرف یہ ہی کہ چادر اوڑھنے سے شرفا کی بہو بیٹیون اور لونڈیون مین شناخت ہوجائے۔

(۴) اگر چہرہ چھپانا اس آیت سے ظاہر ہوتا تو لونڈیان بھی مسلمان ہی تھین اُن کے لئے بھی یکسان حکم ہوتا مگر اُن کو تو سر کھول کر اور جانگیہ پہنکر باہر نکلنے کی اجازت ہی۔

(۵) اگر یہ مان بھی لیا جاوے کہ یدنین علیہن الخ سے چہرہ چھپانا مراد ہی تو بھی چہرہ چھپانا آزار دہی سے بچنے کے لئے محض ایک شناخت تھی لہٰذا اگر زمانہ موجودہ مین کوئی اور طریقہ علاوہ چہرہ چھپانے کے مسلمان شریف عورتون کی شناخت کے لئے مقرر کردیا جاوے تب بھی کام چل سکتا ہی۔

(۶) چہرہ چھپانا دراصل آزاد عورتون اور لونڈیوں کے درمیان باعث شناخت تھا۔ اب لونڈیون کا وجود ہی باقی نہین لہٰذا یہ علامت شناخت بھی غیر ضروری اور بیکار ہی۔

(۷) آیت یدنین علیہن الخ صرف اُنھین منافقین سے محفوظ رہنے کے لئے نازل ہوئی تھی جو عورتون کو چھیڑتے وقت یہ کہا کرتے تھے کہ ہم نے تو لونڈی جانکر چھیڑا تھا۔ اب منافقین یہ بہانہ کرہی نہین سکتے (کیونکہ لونڈیون کا وجود نہین ہے) لہٰذا یہ آیت جہان تک کہ اس کے عمل کا تعلق ہے بالکل بیکار ہے۔

(۸) زمانہ موجودہ مین چھیڑ چھاڑ اور آزار دہی نہین ہوسکتی لہٰذا اب چہرہ چھپانا بالکل بیکار ہی۔

ان غلطیون کا جواب ہم سلسلہ وار ہدیۂ ناظرین کرتے ہین۔

جواب نمبر ۱ یدنین علیہن من جلابیبھن کے یہ معنی نہین ہین کہ اپنے اوپر چ

چادر ڈال لیں بلکہ یہ معنی ہیں کہ اپنی تھوڑی سی چادریں اپنے اوپر اپنے قریب کر لیں" یعنی بالفاظ دیگر سر سے نیچے لٹکا لیں تاکہ چہرہ کسی کو نظر نہ آوے۔ نئی روشنی والوں کا ترجمہ پڑھنے سے شبہہ ہو جاتا ہے کہ اُس وقت تک عورتیں چادر نہیں اوڑھتی تھیں لہٰذا اس آیت میں اُن کو چادریں اوڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ لیکن ایسا خیال کرنا ایک بڑی اصولی غلطی ہے۔ اس لئے کہ اوّل تو یہ امر سب کے نزدیک مسلّم ہے کہ منافقین کا ستانا۔ حضرت سودہؓ کو قضائے حاجت کے واسطے باہر نکلتے وقت حضرت عمرؓ کا ٹوکنا اور اس آیت کا نازل ہونا یہ سب نزولِ حکم حجاب کے بعد کے واقعات ہیں اور خود آیت حجاب بھی ترتیب نزول میں آیت زیر بحث پر مقدم ہے اور ظاہر یہی ہے کہ ایک صورت کے اجزاء میں جو ترتیب تلاوت کی ہے وہی ترتیب نزول کی ہے جب تک کہ اُس کے خلاف کوئی دلیل منقول نہ ہو اور یہاں کوئی دلیل خلاف پر نہیں۔ پس جس طرح مطابق آیۂ حجاب سارے جسم کو آڑ سے چھپانا طہارت قلوب کے لئے ضروری ہوا بعینہٖ اُسی طرح بوقت ضرورت شدیدہ چادر سے سارے جسم کو چھپا کر نکلنا بھی ضروری ہوا۔ پھر یہ کس طرح ممکن ہے کہ عورتیں بغیر چادر اوڑھے باہر نکلتی ہوں۔ دوسرے شانِ نزول سے بھی یہی مترشح ہوتا ہے کہ عورتیں چادر سے بدن چھپا کر نکلا کرتی تھیں چنانچہ حضرت عمرؓ کا حضرت سودہؓ سے یہ کہنا کہ تم فوراً پہچان پڑتی ہو۔ اس بات کی دلیل ہے کہ حکم حجاب پہلے سے نازل ہو چکا تھا۔ تیسرے خود حضورؐ کے احکام بھی چادر اوڑھ کر باہر نکلنے کے بارے میں نہایت سخت ہیں پس یہ خیال کرنا کہ حضورؐ اپنی ازواج مطہرات اور دیگر مسلمان عورتوں کو بعد نزول حکم حجاب بغیر چادر اوڑھے باہر نکلنے کی اجازت دیتے ہوں گے۔ بالکل خلاف قیاس ہے۔ البتہ یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ بعض عورتیں (جیسا کہ حضرت سودہؓ کے متعلق حضرت عمرؓ کے ارشاد سے واضح ہوتا ہے) اس طرح چادر اوڑھتی ہوں جن کے وجہ یا حسن و جمال کا اظہار ہو جاتا ہو اور پھر وہ چھیڑی جاتی ہوں۔ چوتھے خود اس آیت ہی کے الفاظ "یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ" (تھوڑی سی اپنی چادریں) اس امر کی تصدیق کر رہے ہیں کہ

عہ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جتنے مستند مفسرین اور فن لغت کے امام گذر چکے ہیں ان سب نے الفاظ

اُن کی چادرین تو اُن کے اوپر موجود تھین اور چادر اوڑھنے کا حکم پہلے سے دیا جا چکا تھا۔ لہذا جب یہ ثابت ہو گیا کہ چادر اُن کی اُن کے اوپر موجود تھی اور قریب تھی تو پھر جو چیز قریب ہو اور سر پر لگی ہو اُس کے لئے یہ کہنا کہ قریب کر لو یہی معنی رکھتا ہی کہ لٹکا کر اپنے سامنے قریب کر لو یعنی چہرے پر بطور لونگھٹ کے ڈال لو۔ اب اگر کوئی یہان یہ کہے کہ چادر صرف گردن تک اوڑھے ہوئے تھین سر پر نہ تھی لہذا یہان قریب کر لو کے معنی ہوئے کہ سر ڈھانک لو تو اس مین دو قباحتین لازم آتی ہین۔ پہلی قباحت تو یہ ہی کہ یہ دونون جملے "تھوڑی سی اپنی چادرین اپنے اوپر اپنے قریب کر لین" اور "چادر سے سر ڈھانک لین" ہم معنی نہین ہو سکتے۔

اگر ہم آپ سے یہ کہین کہ "تھوڑی سی اپنی ٹوپی اپنے اوپر اپنے قریب کر لیجئے" تو کیا یہ مطلب ہو گا کہ "ٹوپی سر پر پہن لیجئے"۔ دوسری قباحت یہ کہ بموجب آیہ حجاب عورت کو اپنا سارا جسم و آرایش مردون سے چھپانا چاہیئے۔ پھر یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہی کہ جب چادر اوڑھکر باہر نکلتی ہون تو سارا جسم تو چھپاتی ہون مگر سر چادر سے نہ چھپاتی ہون بلکہ صرف خمار ہی پر اکتفا کرتی ہون حالانکہ مثل دیگر اندرونی یا بدن سے ملحق کپڑون کے خمار بھی تو اکثر باریک۔ رنگین، بھڑکیلا اور خوشنما ہونے کی حیثیت بجائے خود آرایش ہو سکتا ہی۔ پس ہر دو صورتون مین یہی ثابت ہوا کہ چادر کا پلہ نیچے لٹکا لینے کا حکم ہی۔ علاوہ ازین نہ صرف شانِ نزول اور دیگر وجوہات عقلی و نقلی جو ہم نے اوپر تحریر کئے ہین اس بات کو بدرجہ اولیٰ ثابت کر رہی ہین بلکہ جملہ تفسیرات حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی (جن کے فیصلون کا ماننا ہمارے لئے بموجب اصول موضوعہ نمبر ۲ فرض ہی) یہی معنی بتا رہی ہین اور حدیث المرأۃ عورۃ سے بھی اس امر کی تصدیق ہوتی ہے پھر اگر باوجود ان سب دلائل کے بھی یہی کہا جاوے کہ یدنین علیھن الخ کے معنی صرف یہ ہین

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲) "من جلابیبھن" مین لفظ "من" تبعیضیہ ہی نہ کہ بیانیہ اور اس طرح اس ٹکڑے کے سب نے وہی معنی لئے ہین جو ہم نے لئے ہین۔ نہ کہ وہ جو نئی روشنی والے حضرات نے اپنی طرف سے تراشے ہین۔ یدنین علیھن من جلابیبھن کے یہ معنی لینا کہ اپنے اوپر اپنی چادر ڈال لین محاورۂ عرب کے بالکل خلاف ہی ۱۲ منہ

کہ اپنی چادر اپنے اوپر ڈال لیں یا چادر سے سر ڈھانک لیں تو ایسا کہنا کس قدر خلاف عقل ہوگا

جواب نمبر ۲ جب اس آیت کا مطلب صاف طور پر ظاہر ہوگیا کہ چہرہ چھپانا مقصود ہے تو پھر معترض صاحب کا یہ اعتراض بھی بیکار ہو کر رہ گیا تاہم ہمیں اس کو بھی ذرا دیر کے لئے جانچ لینا چاہیئے۔ معترض صاحب فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نہیں دیا کہ چہرے و بدن کو اس طرح چھپالو کہ تمہارا حسن وجمال نظر نہ آوے اور منافق تمہیں نہ ستاویں" لیکن ہم اُن سے پوچھتے ہیں کہ جب یہ ایک ہی کہ منافق ستاتے تھے اور یہ واقعہ آپ کو بھی تسلیم ہے تو پھر یہ بتلایئے کہ منافقین کے ستانے کی اصل وجہ کیا تھی۔ اس کا جواب ہر ذی ہوش شخص یہی دے گا کہ بوجہ اظہار حُسن وجمال منافقین عورتوں کو چھیڑا کرتے تھے۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تھوڑی سی اپنی چادریں اپنے اوپر اپنے قریب کر لیں تو اس کا سوائے اس کے اور کیا مطلب ہو سکتا ہے کہ چہرہ چھپا کر اظہارِ حُسن وجمال نہ کریں تاکہ جو اصلی سبب چھیڑ چھاڑ اور ستانے کا ہے وہ مسدود ہو جائے اور منافقین نہ ستاویں۔ دوسرے یدنین علیہن من جلابیبھن میں لفظ "علیہن" مطلق طور پر استعمال ہوا ہے اور کسی مخصوص عضو کے ساتھ مقید نہیں ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ چادر سے سارا جسم مع چہرہ چھپایا جا سکتا ہے پھر آپ یہ مانکر بھی کہ چادر اوڑھنے کا حکم دیا گیا کس بنیاد پر یہ کہنے کی جرأت کر سکتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نہیں دیا کہ چہرے اور بدن کو اس طرح چھپالو کہ تمہارا حسن وجمال نظر نہ آئے"؟ تیسرے جب بقول آپ کے اخفائے حُسن وجمال منظور نہیں تو چادر لونڈیوں اور بیویوں کے درمیان محض ذریعہ شناخت رہ گئی۔ اس بات کو تسلیم کر کے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ چادر ہی کو ذریعہ شناخت کیوں بنایا گیا؟ کوئی بہت چھوٹی اور کم قیمت چیز بطور علامت یا نشان کے کافی ہو سکتی تھی۔ چادر کو علامت شناخت مقرر کرنے سے نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ نے غریبوں پر صریح اور ایک بہت بڑا ظلم کیا کیونکہ غریب عورتوں کے لئے ضروری ہو گیا کہ چادر نہ ہونے کی حالت میں یا تو اپنے گھر سے باہر نہ نکلیں اور اس طرح اپنے کام کاج کا ہرج کریں اور اپنی آزادی سے محروم رہیں

دنیا کو اسلام سے کس کس طرح روشناس کرایا گیا

سلسلہ کیلئے ملاحظہ ہو القاسم نمبر ۲ جلد ۳

جن جن اوچھے ہتیاروں کو استعمال کیا ہے ان کو بھی بیان کرونگا۔

مخدوم العلماء الربانیین حضرت حکیم الامۃ مولانا الحاج المولوی اشرف علی صاحب تہانوی مدظلہم العالی۔

یہ سب کچھ ہوا لیکن جو کچھ تھا میرے متخیلہ مین تھا۔ ان خیالات نے اب تک نقوش و الفاظ کا لباس نہ پہنا تھا۔ اور ضرورت تھی کہ میری ہمت کے حدید بارد (ٹھنڈا لوہا) کو کسی سخت آنچ کے ذریعہ سے حرارت پہنچا کر اس مین ہتوڑے کی ضرب سے استفادہ کی قابلیت پیدا کیجاوے۔

قدرت کی نیرنگیون نے اس ضرورت کو یون پورا فرمایا کہ میرے مخدوم مولوی قاری حافظ محمد طاہر صاحب معتمد المدیر نے ارادہ کیا کہ فخر الہند حضرت مولانا الحاج المولوی حبیب الرحمن صاحب مدظلہ کا مذکورہ بالا مضمون "القاسم" (دور قدیم) کے اوراق سے جمع کر کے یکجائی طور پر طبع کرایا جاوے۔ اور دنیا کو سمجہایا جاوے کہ اسلام کی نور افشانی اور دنیا کے منور ہونے کے حقیقی اسباب یہ ہین۔

یہ مجموعہ جو فی الحقیقت علمی۔ ادبی۔ تاریخی۔ مذہبی دنیا کے خزانون مین جواہر عالیہ کا حکم رکہتا تہا طبع ہوچکا تو اُس کے مطبوعہ اوراق بقیۃ السلف قدوۃ الخلف حکیم الامۃ حضرت مولانا الحاج المولوی **اشرف علی** صاحب متعنا اللہ بطول حیاتہ کی مبارک خدمت مین اظہار رائے کی غرض سے پیش کئے گئے۔ حضرت ممدوح نے اُس پر مفصل اور مبسوط تقریظ تحریر فرمائی۔

الحدیث بالحدیث یذکر کے طور پر حضرت ممدوح کو میرے یہ دونون وعدے بھی یاد آگئے۔ اس لئے تقریظ کے آخری حصہ مین ان دونون وعدون کا صرف ذکر ہی نہ فرمایا۔ بلکہ اس قسم کے مضامین کی اشاعت کو اسلام کے لئے مفید ظاہر فرمایا۔ اور اس سے زیادہ یہ کہ ان وعدون کو پورا کرنے کی تاکید فرمائی۔ اور مجھ جیسے بے بال و پر کی تسلی یون فرمائی کہ دعا کے ذریعہ سے امداد کا وعدہ فرمایا

یہ حضرات مجھ سے فقط اس قدر واقف ہون کہ اُنہون نے دیوبند سے باہر رہکر میری کوئی

علمی خدمت پسند فرمائی شاید ان الفاظ سے متعجب نہون جو حضرت ممدوح نے میری نسبت
تحریر فرمائے - ان بزرگون مین سے بھی اکثر حضرات بلاد بعیدہ یا بیرون ہند کے مقیمین ہون گے
لیکن جن حضرات نے اپنے حسن ظن کی کسوٹی کے ذریعہ سے میری تنقید نہین کی بلکہ "خوش بود
اگر محک تجربہ آید بمیان" کو پیش نظر رکہا ہی اُن کو ضرور تعجب ہوگا اور سچ یہ ہی کہ ہونا چاہئی -
ہان! اگر اس امر سے قطع نظر نہ کی جاوے کہ عموماً اکابر اپنے اصاغر کی ہمت افزائی کرتے ہی
ہین اور خصوصاً جب کہ کسی شخص سے کسی اسلامی خدمت کی انجام دہی کی اُمید ہوتی ہی تب
اُس کی ہمت افزائی نہ صرف اسلام بلکہ خود اس کے لیئے بھی موجب توقع ہوتی ہے تو شاید یہ
تعجب کسی درجہ مین کم ہو جاوے -

حضرت ممدوح کی اس مبارک (بلکہ میرے اعتقاد مین میرے لئے ذریعہ سعادت) تحریر کو دیکھنے
کی سعادت میری آنکھون کو اُس وقت حاصل ہوئی جبکہ طبع ہو چکی اور مضامین مذکورہ کتابی
شکل مین آچکے؛ مین نے ان مبارک الفاظ کو دیکھا اور کئی بار دیکھا اور مین سچ عرض کرتا ہون کہ
اُن کو دیکھنے کے بعد مین اس حالت مین رہا کہ گویا کسی کمزور ہاتھ پر بہت زیادہ بوجھ رکھدیا گیا ہی-
اور مین سخت حیرت مین تھا کہ اس بار گران کا تحمل مجھ سے کیونکر ہو سکے گا - اور اگر میری یہی حالت
زیادہ دیر تک رہتی تو شاید مین اپنے متعلقہ فرائض کے انجام سے بھی قاصر ہو جاتا -

مین عرض کر چکا ہون کہ حضرت ممدوح نے دعا کے ذریعہ سے امداد کا وعدہ بھی فرمایا تھا اسی لئے
اس خیال نے بہت زیادہ ڈھارس بندھائی کہ جب حضرت ممدوح کی دعا دستگیری کرتی
ہے تو بنام خدا مجکو تقاعد نہ چاہئے - اور اس کی پرواہ ہی نہ کرنی چاہئے کہ مین اس خدمت کی
انجام دہی کے لائق ہون یا نہین ؟ -

تو بندگی چو گدایان بشرط مزد مکن — کہ خواجہ خود روش بندہ پروری داند

ضروری گذارش

اس کا انکار نہین کیا جاسکتا کہ اگر ان واقعات کو دنیا کے
سامنے پیش کیا جاوے تو اس زمانہ مین کہ اسلام کو شپرہ چشم

لوگون نے بہت سے عیوب کا مجموعہ سمجھ رکھا ہے بہت زیادہ مفید ہو۔ اور دام تزویر پھیلانے والے اور مٹانے ہستی سے اسلام کو مٹانے کے مدعی پوری حد تک ناکام ہون لیکن اس صورت کا مفید ہونا جس طرح کہ کسی وسیع النظر اور تاریخی حالات سے واقفیت رکھنے والے کی ہمت اور قوت کلامی پر موقوف ہی اسی طرح اس کی بھی ضرورت ہی کہ مسلمانون کا دیندار اور صاحب ثروت طبقہ اس قسم کے مضامین کی پوری اشاعت کرے۔ اور کوشش کرے کہ ان مضامین کو نہ صرف شہر کے ساکنین پڑھین بلکہ ہر ہر گاؤن مین مساجد کے ائمہ۔ یا وہان کے ذمہ دار صاحبان لوگون کو جمع کر کے بالالتزام سُنایا اور سمجھایا کرین۔

مین اگر اپنی علمی بے بضاعتی کی وجہ سے بیان واقعات کے سلسلے مین سلاست بیان سے عاری رہون لیکن یقین ہی کہ کوئی دوسرے صاحب علم اسلام کی اس ضرورت کو پورا فرمادین گے۔ لیکن ضرورت زیادہ اس کی ہی کہ اہل اسلام کا با اقتدار طبقہ اس مین سعی فرمائے۔

اس کی بہت سی صورتین ہین اور جو صاحب اس کے لئے طیار ہون وہ بہت سی صورتین خود تجویز فرماسکتے ہین اور دوسرون سے دریافت فرماسکتے ہین۔ مجکو ایک صورت یہی عرض کرنی ہے کہ اگر "القاسم" کی اشاعت موجودہ حالت سے سہ گنی کردی جاوے تو اشاعت بھی زیادہ ہوجاوے گی اور کارپردازان "القاسم" کو اس کا بھی موقع ملیگا۔ کہ وہ اس کے حجم مین اضافہ کردین اور بجائے دو جز کے چار جز پر طبع ہو کر آپ کے ہاتھون مین پہنچا کرے۔ اس صورت مین آپ ایک اسلامی پرچہ کی خدمت بھی کرین گے۔ اور اسلام کی بھی ایک بڑی خدمت انجام دین گے۔

اس مختصر سی گذارش کے بعد مین منتظر ہون کہ اصحاب خیر میری اس حقیر مگر نہایت ضروری عرض پر کیا توجہ کرتے ہین۔

اس کے بعد آئندہ سے مین اپنے ان مضامین کو مسلسل کرون گا اور اگرچہ دارالعلوم کے سالانہ امتحان کے قرب کی وجہ سے مفوضہ امور کا بار زیادہ ہوتا جاتا ہے لیکن مین انشاءاللہ

کوشش کرون گا کہ اگلے ماہ ہی سے یہ واقعات آپکے سامنے آجادین۔

یہ بھی عرض کرنا ضروری ہی کہ مجکو حضرت مولانا الحاج المولوی حبیب الرحمن صاحب مدظلہ کے سلسلہ اشاعت اِسلام پر اضافہ کا وعدہ بھی یاد ہے۔ "القاسم" کے صفحات تنگ ہین۔ اور بسا اوقات صفحات کی کمی کی وجہ سے ضروری مضامین کی اشاعت ملتوی کرنی ہوتی ہے اس لئے ممکن ہے کہ مین اس سلسلہ کو کسی دوسرے پرچہ مین شروع کرون۔

(محمد اعزاز علی غفرلہ)

مراجعت باسعادت

حق تعالیٰ شانہ کے فضل وکرم سے ہمارے مخدوم وملجا حضرت مولانا میان سید اصغر حسین صاحب مدرس دار العلوم حج بیت اللہ و زیارت مدینہ منورہ سے فارغ ہوکر بخیر وعافیت دیوبند تشریف لے آئے۔ حضرت مولانا نے اپنے جانے کی جسطرح کسی کو اطلاع نفرمائی تھی۔ اسی طرح آمد کی بھی اطلاع نفرمائی لیکن چند ذرایع سے کچھ پتہ مل گیا تھا۔ اس لئے مولانا مولوی محمد طیب صاحب مدرس ونائب مہتمم دار العلوم اور مولانا محمد شفیع صاحب مدرس دار العلوم اور مولانا قاری محمد طاہر صاحب سلمہ دہلی زیارت کے لئے تشریف لے گئے وہان ہرچند سعی کی گئی کہ حضرت مولانا دیوبند کی روانگی کا وقت مقرر فرمادین تاکہ سب حضرات اسٹیشن پر خیر مقدم فرمادین۔ لیکن حضرت مولانا مدظلہم نے حسب عادتِ اخفاء اسکو پسند نہین فرمایا اور بلا تعین ۳ رجمادی الاول یوم یکشنبہ بوقت شب سح الخیر اپنی وطن اصلی مین تشریف لے آئے۔ مکان پر حضرۃ مولانا حبیب الرحمن صاحب و دیگر حضرات مدرسہ ملاقات کیلئے تشریف لے گئے۔ سفر کے تعب اور ضعف کیوجہ سے کچھ اضمحلال تاہنوز باقی ہے۔ حضرات ناظرین دعا فرمادین کہ حق جل مجدہ حضرۃ اقدس کے بابرکت سایہ عاطفت کو ہمارے سرون پر بعافیت وصحت تا دیر قائم ودائم رکھے آمین۔

(ادارت)

دنیا کو اسلام سے کس کس طرح روکا گیا

سلسلہ کیلئے ملاحظہ ہو القاسم نمبر۲ جلد ۳

جن جن او چھے ہتیاردن کو استعمال کیا ہے ان کو بھی بیان کرون گا۔

مخدوم العلماء الربانیین حضرت حکیم الامۃ مولانا الحاج المولوی اشرف علی صاحب تہانوی مدظلہم العالی،

یہ سب کچھ ہوا لیکن جو کچھ تھا میرے متخیلہ مین تھا۔ ان خیالات نے اب تک نقوش و الفاظ کا لباس نہ پہنا تھا۔ اور ضرورت تھی کہ میری ہمت کے حدید بارد (ٹھنڈا لوہا) کو کسی سخت آنچ کے ذریعہ سے حرارت پہنچا کر اس مین ہتوڑے کی ضرب سے استفادہ کی قابلیت پیدا کیجاوے۔ قدرت کی نیرنگیون نے اس ضرورت کو یون پورا فرمایا کہ میرے مخدوم مولوی قاری حافظ محمد طاہر صاحب معتمد المدیر نے ارادہ کیا کہ فخر الہند حضرت مولانا الحاج المولوی حبیب الرحمن صاحب مدظلہ کا مذکورۂ بالا مضمون "القاسم" (دور قدیم) کے اوراق سے جمع کر کے یکجائی طور پر طبع کرایا جاوے۔ اور دنیا کو سمجھایا جاوے کہ اسلام کی نورافشانی اور دنیا کے منور ہونے کے حقیقی اسباب یہ ہین۔

یہ مجموعہ جو فی الحقیقت علمی۔ ادبی۔ تاریخی، مذہبی دنیا کے خزانون مین جواہر عالیہ کا حکم رکہتا تہا، طبع ہو چکا تو اُس کے مطبوعہ اوراق بقیۃ السلف قدوۃ الخلف حکیم الامۃ حضرت مولانا الحاج المولوی **اشرف علی** صاحب متعنا اللہ بطول حیاتہ کی مبارک خدمت مین اظہار رائے کی غرض سے پیش کئے گئے۔ حضرت ممدوح نے اُس پر مفصّل اور مبسوط تقریظ تحریر فرمائی۔

الحدیث بالحدیث یذکر کے طور پر حضرت ممدوح کو میرے یہ دونون وعدے بھی یاد آگئے۔ اس لئے تقریظ کے آخری حصہ مین ان دونون وعدون کا صرف ذکر ہی نہ فرمایا۔ بلکہ اس قسم کے مضامین کی اشاعت کو اسلام کے لئے مفید ظاہر فرمایا۔ اور اس سے زیادہ یہ کہ ان وعدون کو پورا کرنے کی تاکید فرمائی۔ اور مجھ جیسے بے بال و پر کی تسکین یون فرمائی کہ دعا کے ذریعہ سے امداد کا وعدہ فرمایا جو حضرات مجھ سے فقط اس قدر واقف ہون کہ انہون نے دیوبند سے باہر رہکر میری کوئی

علمی خدمت پسند فرمائی شاید ان الفاظ سے متعجب نہون جو حضرت ممدوح نے میری نسبت تحریر فرمائے۔ ان بزرگون مین سے بھی اکثر حضرات بلاد بعیدہ یا بیرون ہند کے مقیمین ہون گے لیکن جن حضرات نے اپنے حسن ظن کی کسوٹی کے ذریعہ سے میری تنقید نہین کی بلکہ "خوش بود گر محک تجربہ آید بمیان" کو پیش نظر رکہا ہی اُن کو ضرور تعجب ہوگا اور سچ یہ ہی کہ ہونا چاہئے۔

ہان! اگر اس امر سے قطع نظر نہ کی جاوے کہ عموماً اکابر اپنے اصاغر کی ہمت افزائی کرتے ہی ہین اور خصوصاً جب کہ کسی شخص سے کسی اسلامی خدمت کی انجام دہی کی اُمید ہوتی ہی تب اُس کی ہمت افزائی نہ صرف اسلام بلکہ خود اس کے لئے بھی موجب توقع ہوتی ہے تو شاید یہ تعجب کسی درجہ مین کم ہو جاوے۔

حضرت ممدوح کی اس مبارک (بلکہ میرے اعتقاد مین میرے لئے ذریعہ سعادت) تحریر کو دیکھنے کی سعادت میری آنکھون کو اُس وقت حاصل ہوئی جبکہ طبع ہو چکی اور مضامین مذکورہ کتابی شکل مین آچکے۔ مین نے ان مبارک الفاظ کو دیکھا اور کئی بار دیکھا اور مین سچ عرض کرتا ہون کہ اُن کو دیکھنے کے بعد مین اس حالت مین رہا کہ گویا کسی کمزور ہاتھ پر بہت زیادہ بوجھ رکھدیا گیا ہی اور مین سخت حیرت مین تہا کہ اس بار گران کا تحمل مجھ سے کیونکر ہو سکے گا۔ اور اگر میری یہی حالت زیادہ دیر تک رہتی تو شاید مین اپنے متعلقہ فرائض کے انجام سے بھی قاصر ہو جاتا۔

مین عرض کر چکا ہون کہ حضرت ممدوح نے دعا کے ذریعہ سے امداد کا وعدہ بھی فرمایا تھا اس لئے اس خیال نے بہت زیادہ ڈھارس بندھائی کہ جب حضرت ممدوح کی دعا دستگیری کرتی ہے تو بنام خدا تجکو تقاعد نہ چاہئے۔ اور اس کی پرواہ ہی نہ کرنی چاہئے کہ مین اس خدمت کی انجام دہی کے لائق ہون یا نہین؟۔

ضروری گذارش

ان البشر طامزد مکتن ... کہ خواجہ خود روش بندہ پروری داند

اس کا انکار نہین کیا جا سکتا کہ اگر ان واقعات کو دنیا کے سامنے پیش کیا جاوے تو اس ... اسلام کو شیرہ چشم

لوگوں نے بہت سے عیوب کا مجموعہ سمجھ رکھا ہے بہت زیادہ مفید ہو۔ اور دام تزویر بچھانے والے اور صفحہ ہستی سے اسلام کو مٹانے کے مدعی پوری حد تک ناکام ہوں لیکن اس صورت کا مفید ہونا جس طرح کہ کسی وسیع النظر اور تاریخی حالات سے واقفیت رکھنے والے کی ہمت اور قوت کلامیہ پر موقوف ہے اسی طرح اس کی بھی ضرورت ہے کہ مسلمانوں کا دیندار اور صاحب ثروت طبقہ اس قسم کے مضامین کی پوری اشاعت کرے۔ اور کوشش کرے کہ ان مضامین کو نہ صرف شہر کے ساکنین پڑھیں بلکہ ہر ہر گاؤں میں مساجد کے ائمہ۔ یا وہاں کے ذمہ دار صاحبان لوگوں کو جمع کرکے بالالتزام سُنایا اور سمجھایا کریں۔

میں اگر اپنی علمی بے بضاعتی کی وجہ سے بیان واقعات کے سلسلے میں سلاست بیان سے عاجز رہوں لیکن یقین ہے کہ کوئی دوسرے صاحب علم اسلام کی اس ضرورت کو پورا فرمادیں گے۔ لیکن ضرورت زیادہ اس کی ہے کہ اہل اسلام کا با اقتدار طبقہ اس میں سعی فرمائے۔

اس کی بہت سی صورتیں ہیں اور جو صاحب اس کے لئے طیار ہوں وہ بہت سی صورتیں خود تجویز فرما سکتے ہیں اور دوسروں سے دریافت فرما سکتے ہیں۔ مجکو ایک صورت یہی عرض کرنی ہے کہ اگر "القاسم" کی اشاعت موجودہ حالت سے سہ گنی کردی جاوے تو اشاعت بھی زیادہ ہوجاوے گی اور کارپردازان "القاسم" کو اس کا بھی موقع ملیگا۔ کہ وہ اس کے حجم میں اضافہ کردیں اور بجائے دو جزکے چار جز پر طبع ہو کر آپ کے ہاتھوں میں پہنچا کرے۔

اس صورت میں آپ ایک اسلامی پرچہ کی خدمت بھی کریں گے۔ اور اسلام کی بھی ایک بڑی خدمت انجام دیں گے۔

اس مختصر سی گذارش کے بعد میں منتظر ہوں کہ اصحاب خیر میری اس حقیر مگر نہایت ضروری عرض پر کیا توجہ کرتے ہیں۔

اس کے بعد آئندہ سے میں اپنے ان مضامین کو مسلسل کروں گا اور اگرچہ دارالعلوم کے سالانہ امتحان کے قرب کی وجہ سے مفوضہ کام کا بار زیادہ ہوگیا ہے لیکن میں انشاء اللہ

کوشش کرونگا کہ اگلے ماہ ہی سے یہ واقعات آپکے سامنے آجاوین۔

یہ بھی عرض کرنا ضروری ہی کہ مجکو حضرت مولانا الحاج المولوی حبیب الرحمن صاحب مدظلہٗ کے سلسلہ اشاعت اسلام پر اضافہ کا وعدہ بھی یاد ہے۔ "القاسم" کے صفحات تنگ ہین۔ اور بسا اوقات صفحات کی کمی کی وجہ سے ضروری مضامین کی اشاعت ملتوی کرنی ہوتی ہے اس لئے ممکن ہے کہ مین اس سلسلہ کو کسی دوسرے پرچہ مین شروع کرون۔

(محمد اعزاز علی غفرلہٗ)

مراجعت باسعادت

حق تعالیٰ شانہ کے فضل وکرم سے ہمارے مخدوم وملجا حضرت مولانا میان سید اصغر حسین صاحب مدرس دارالعلوم حج بیت اللہ وزیارت مدینہ منورہ سے فارغ ہوکر بخیر وعافیت دیوبند تشریف لے آئے۔ حضرت مولانا نے اپنے جانے کی جسطرح کسی کو اطلاع نفرمائی تھی۔ اسی طرح آمد کی بھی اطلاع نفرمائی لیکن چند ذرائع سے کچھ پتہ مل گیا تھا۔ اس لئے مولانا مولوی محمد طیب صاحب مدرس ونائب مہتمم دارالعلوم اور مولانا محمد شفیع صاحب مدرس دارالعلوم اور مولانا قاری محمد طاہر صاحب سلمہ دہلی زیارت کے لئے تشریف لے گئے وہان ہرچند سعی کی گئی کہ حضرت مولانا دیوبند کی روانگی کا وقت مقرر فرمادین تاکہ سب حضرات اسٹیشن پر خیر مقدم فرمادین۔ لیکن حضرت مولانا مدظلہم نے حسب عادت اخفاء اسکو پسند نہین فرمایا اور بلاتعین ۴ رجادی الاول یوم یکشنبہ بوقت شب سحر الخیر اپنی وطن اصلی مین تشریف لے آئے۔ مکان پر حضرۃ مولانا حبیب الرحمن صاحب و دیگر حضرات مدرسہ ملاقات کیلئے تشریف لے گئے۔ سفر کے تعب اور ضعف کیوجہ سے کچھ اضمحلال تاہنوز باقی ہے۔ حضرات ناظرین دعا فرماوین کہ حق جل مجدہ حضرۃ اقدس کے بابرکت سایہ عاطفت کو ہمارے سروں پر بعافیت وصحت تادیر قائم ودائم رکھے آمین۔

(ادارت)

القصیدة الاولیٰ فی الحنین الی طیبة خیر البریة

وهی من التصریح والابداع لمطلع امرء القیس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

۱ قِفَا نَبْكِ مِنْ ذِكْرَى الاحبّا مُرسلٍ | وَلَا نَبْكِ مِنْ ذِكْرَى حَبِيبٍ وَمَنْزِلِ

ٹھیرو تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احباب وجیران کو یاد کرکے روئیں یا کسی دوحبیب اور منزل کو یاد کرکے رونے کی ضرورت نہیں

۲ اَیَا حَادِیًا شُدَّ الرِّحَالَ وَلَا تَقِفْ | بِسِقْطِ اللِّوَى بَيْنَ الدَّخُولِ فَحَوْمَلِ

حُدی پڑھنے والے مدینہ کی طرف شدِّ رحال کر اور تودہ ریگ کے منتہا پر جو کہ مقام دخول اور حومل کے درمیان واقع ہیں ہرگز مت ٹھیر

۳ اَیَا حَادِیًا حُثَّ الرِّكَابَ وَلَا تَقُلْ | عَقَرْتَ بَعِيرِي يَا امْرَأَ الْقَيْسِ فَانْزِلِ

حُدی خوان سواریوں کو مدینہ کی طرف تیز لے چل　اور یہ نہ کہہ کہ اے امرء القیس تونے میرے اونٹ کو مار ڈالا

۴ وَسِرْ بِي اِلَى بَيْتِ الرَّسُولِ وَلَا تَجُرْ | بِنَا بَطْنَ خَبْتٍ ذِي حِقَافٍ عَقَنْقَلِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر کی طرف لے چل　اور پست زمین وریگستان کثیر تودے والی میں مت لیجا

۵ اِلَى الْحُجْرَةِ الْغَرَّاءِ لَمْ يَعْفُ رَسْمُهَا | لِمَا نَسَجَتْهَا مِنْ جَنُوبٍ وَشَمْأَلِ

حجرۂ مبارکہ کی طرف لے چل جس کے نشان　باوجود باد جنوبی اور شمالی کے چلنے کے ابتک نہیں مٹے

۶ وَاَسْرِعْ مَطَايَانَا اِلَى اَرْضِ طَيْبَةٍ | كَاِرْخَاءِ سِرْحَانٍ وَتَقْرِيبِ تَتْفُلِ

ہمارے اونٹوں کو جلدی مدینہ کیطرف لے چل جس طرح بھیڑیا تیز دوڑتا ہے اور لومڑی کا بچہ سرپٹ جاتا ہے

۷ وَمَسْجِدِ مُخْتَارٍ وَشُبَّاكِ قَبْرِهِ | وَحُجْرَةِ طٰهٰ ذِي ثَنَاءٍ مُكَمَّلِ

اور آپ کی مسجد اور قبر مبارک کی جالی　اور حجرۂ مبارکہ کیطرف جلدی لے چل

۸ وَاَنْزِلُ بَطْحَاءَ التِّهَامِ خِيَامَنَا | نُزُولَ الْيَمَانِي ذِي الْعِيَابِ الْمُحَمَّلِ

اور بطحا رتہامہ (مدینہ) میں ہمارے خیمے اتار　جیسے یمنی تاجر اپنے کپڑے لیکر اُترتا ہے

۹ وَلَسْتُ بِحَلَّالٍ سِوَى اَرْضِ طَيْبَةٍ | وَلَيْسَ سِوَى رَسْمِ التِّهَامِ مُعَوَّلِ

اور میں مدینہ کی زمین کے سوا اور کہیں نہ اُترونگا　اور مدینہ کے نشانات کے سوا کوئی جگہ میری تسلی کی نہیں

۱۰ فَاَنْدُبُ اَطْلَالًا وَآثَارَ يَثْرِبِ | بِقَلْبٍ كَئِيبٍ ثُمَّ دَمْعٍ مُسَلْسَلِ

میں مدینہ کے آثار کا قلب حزین　اور مسلسل آنسوں سے ندبہ کروں گا

۱۱ وَاَسْقِي رُبَاهَا مِنْ دُمُوعِي كَاَنَّنِي | لَدَى سَمُرَاتِ الْحَيِّ نَاقِفُ حَنْظَلِ

مدینہ کے ٹیلوں کو اپنے آنسوں سے ایسا سیراب کروں گا گویا کہ میں خاردار درختوں کے قریب حنظل توڑ رہا ہوں

۱۲	لدى روضة فاضت دموعي عبرتي	على النحر حتى بل دمعي محملي
	روضہ اقدس کو دیکھکر اس قدر آنسو بہے کہ میرا سینہ اور تلوار کا پرتلا سب تر ہو گیا	
۱۳	اذا شاهد الخلان حزني ولوعتي	يقولون لا تهلك اسى وتجمل
	جب دوستوں نے میرے اس غم اور سوزش کا مشاہدہ کیا تو یہ کہنے لگے غم میں مت ہلاک ہو صبر جمیل سے کام لے	
۱۴	وان شفائي عبرة مهراقة	لدى قبر طه ذي الجناب المفضل
	اور حالانکہ میری شفا روضۂ اقدس کے قریب رونے اور آنسو بہانے ہی میں ہے	
۱۵	الا رب يوم كان منهن صالح	ولا سيما يوم بطيبة مرسل
	بہت سے روز خوشگوار ملے خصوصاً وہ دن جو مدینہ طیبہ میں گزرا	
۱۶	الا ليتني اغدو الى نحو يثرب	بمنجرد قيد الاوابد هيكل
	کاش کہ میں سویرے ہی مدینہ کیطرف ایسے گھوڑے پر سوار ہو کر نکل جاؤں کہ جو کم مو اور دراز اور فربہ ہو اور وحشی جانوروں کیلئے قید ہو	
۱۷	والثم ترب القبر قد فاق نشره	نسيم الصبا جاءت بريا القرنفل
	اور قبر مبارک کی مٹی کو بوسہ دوں کہ جس کی خوشبو باد صبا کی خوشبو سے بدرجہا بڑھی ہوئی ہے	
۱۸	وروضة خلد بين بيت ومنبر	غذاها نمير الماء غير محلل
	اور روضۂ جنت کو بوسہ دوں کہ جو بیت اور منبر کے درمیان واقع ہے خدا کرے صاف اور غیر مکدر پانی ہمیشہ اسکو سیراب کرتا رہے	
۱۹	الا ليتني افديك يا نخبة الورى	واكرم مبعوث بوحي منزل
	کاش کہ میں تجھپر اے برگزیدہ خلائق اور تمام انبیاء سے افضل فدا ہو جاؤں	
۲۰	وان ضلالي في هواك هداية	وليس فؤادي عن هواك بمنسل
	یقیناً میری گمراہی آپ کی محبت میں سراسر ہدایت ہے اور آپ کا عشق میرے دل سے جدا ہونیوالا نہیں ہے	
۲۱	وان فؤادي في هواك لموثق	بامراس كتان الى صم جندل
	اور میرا قلب آپ کی محبت میں کتان کے مضبوط رسیوں سے نہایت سخت چٹان میں جکڑا ہوا ہے	
۲۲	ولن جناني في هواك لواله	وانك مهما تامر القلب يفعل
	لہذا میرا دل آپکے عشق میں سرگردان ہے	آپ میرے دل کو جو حکم دینگے یقیناً وہی کرے گا
۲۳	الا يا حبيب الله صفوة عالم	فؤادي وجثماني بحبك قد ملي
	اے اللہ کے حبیب اور برگزیدۂ عالم	میرا قلب اور جسم آپ کی محبت سے مملو اور لبریز ہے

۲۴ كأن فؤادي من جوى الحب والأسى — إذا جاش فيه حميه غلي مرجل

میرے قلب مین آپ کی محبت اس طرح جوش مارتی ہے جس طرح دیگ مین پانی جوش مارتا ہی

۲۵ وأعطاك رب العرش حوضا وكوثرا — فلا تبعدني من جناه المعلل

اور حق تعالی نے آپ کو حوض کوثر عطا فرمائی ہے بس مجکو اُس کے دل بہلانے والے میوے سے دور نفرمائیگا

۲۶ فيا لك من حوض كأن كؤوسه — ملئن سلافا من رحيق مفلفل

سبحان اللہ کیسی عجیب حوض ہی گویا اس کے پیالے شراب کہنہ اور خالص اور تیز سے بھرے گئے ہین

۲۷ فيا ليتني أسقى أباريق كوثر — ويكفي لصاد منه جرعة سلسل

کاش کہ مین حوض کوثر کے لوٹون سے سیراب کیا جاؤن اور پیاسے کیلئے حوض کوثر کا ایک جرعۂ شیرین ہی کافی ہے

۲۸ وحوضك للصادين أعذب مورد — وليس لعطشان سواه بمنهل

اور آپ کے حوض تشنہ کام کے لئے نہایت شیرین چشمہ ہی اور کسی پیاسے کے لئے اس سے زائد شیرین چشمہ نہین.

۲۹ رسول وبالنور المبين مؤيد — وأفضل مبعوث بذكر مرتل

آپ رسول عظیم ہین نور مبین (شریعت غرا) کے ساتھ مؤید ہین اور قرآن دیکر بھیجے گئے،

۳۰ بعثت وليل الكفر أرخى سدوله — بنور مبين مشرق متهلل

آپ ایسے وقت مین نور مبین دیکر بھیجے گئے جب کفر کی رات نے تاریکی کے پردے ڈالے ہوئے تھے

۳۱ تجلى على فاران للكفر معلنا — ألا أيها الليل الطويل ألا انجل

وہ نور مبین فاران کی چوٹیون پر کفر کی تاریک رات کو یا اعلان کرتا ہوا ظاہر ہوا کہ ای کفر کی طویل شب جو ۶۰۰ برس تک تھی اب ختم ہو

۳۲ شريعته الغراء حين تعرضت — تعرض أثناء الوشاح المفصل

جب آپ کی ملت بیضا اس طرح چمکی جس طرح حمیل کے درمیانی موتی چمکتے ہین،

۳۳ أضاءت غيابات الضلال كأنها — منارة ممسى راهب متبتل

تو آپ کے روشن دین نے گمرہی کے تاریکیون کو زائل کر دیا گویا کہ وہ راہب تارک الدنیا کا عظیم چراغ ہی،

۳۴ تباري إياة الشمس أنوار دينه — فيا عجبا من نوره المتهلل

آپکے روشن دین کے انوار آفتاب کے آب و تاب سے مقابلہ کرتے ہین۔ سبحان اللہ نور اسلام کیا ہی منور ہی

۳۵ وأنت شفيع للعصاة كمثلنا — على ما رويناها بنص مسلسل

اور آپ مجھ جیسی گنہگارون کے لئے شفیع ہین جیسا کہ اہل کبائر کے لئے شفاعت حدیث مسلسل سے ثابت ہے

۳۶ وفیھا احادیث صحاح تواترت ۔۔۔ وقد اخرجوھا من اخیر واول

اور اس بارہ میں حدیثیں تواتر کے مرتبہ تک پہنچ گئی ہیں جن کی سلف اور خلف نے تخریج کی ہے

۳۷ فکن لی شفیعاً اذ اتیتک راجیاً ۔۔۔ وانک للراجین احسن موئل

بس آپ میرے لئے شفاعت فرمائیں اس لئے کہ میں اُمیدوار بنکر آیا ہوں اور آپ امیدواروں کیلئے بہترین ٹھکانا ہیں

۳۸ وانت ثمال المذنبین وعصمۃ ۔۔۔ وانک للعاصین احسن معقل

اور آپ ہی گنہگاروں کے لئے ٹھکانہ اور جائے پناہ ہیں اور آپ ہی بہترین ملجأ ہیں

۳۹ شفاعتک العظمی ملاذی وملجأی ۔۔۔ فللہ ما اقوی ثمال المؤمل

آپ کی شفاعت ہی میرا ماوی اور ملجأ ہے سبحان اللہ اس امیدوار کے جائے پناہ کسقدر قوی ہے

۴۰ عسی ان یزل الذنب عنی وزلتی ۔۔۔ کما زلت الصفواء بالمتنزل

اُمید ہے کہ آپ کی شفاعت سے میرے گناہ مجھ سے اسطرح پھسل جائیں جسطرح پانی کا قطرہ چکنے پتھر سے پھسل جاتا ہے

۴۱ عسی ان یحط الوزر عنی وحوبتی ۔۔۔ کجلمود صخر حطہ السیل من عل

اور اُمید ہے کہ میرا بار گناہ اس طرح پھینک دیا جائے جس طرح سخت پتھر بلندی سے گر جاتا ہے

۴۲ علیک صلاۃ اللہ جل جلالہ ۔۔۔ بقاء نعیم دائم غیر مبدل

خدا تعالی کی آپ پر ہمیشہ رحمت ہو جب تک کہ جنت کے غیر متبدل نعمتیں باقی رہیں

۴۳ علیک سلام اللہ ما ذر شارق ۔۔۔ کلمع الیدین فی حبی مکلل

اور آپ پر خدا کا سلام ہو جبتک کہ کوئی چمکنے والی چیز چمکتی رہے جسطرح غلیظ ابر میں ہاتھ چمکتے ہوئے معلوم ہوں

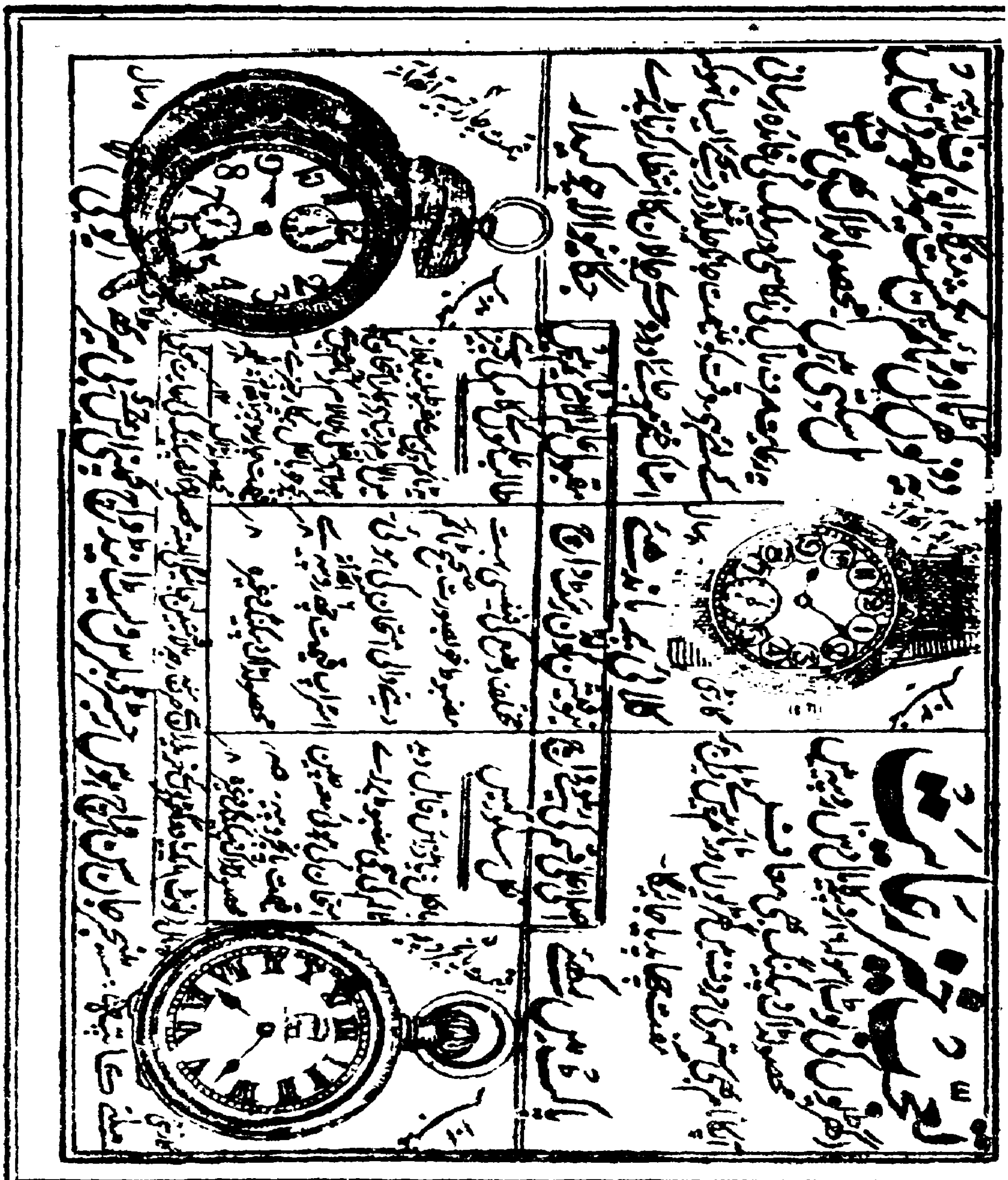
۴۴ وآل واصحاب کان وجوھھم ۔۔۔ صباح وما الاصباح منہا بامثل

اور آپ کے آل واصحاب پر جن کے چہرے صبح کی طرح روشن ہیں بلکہ صبح ان سے کچھ بہتر نہیں۔

اللھم بفضلک العمیم وبجاہ نبیک الکریم اجعلنا من المحشورین فی زمرتہ وامتنا علی حبہ وسیرتہ آمین۔ اللھم ارزقنی شہادۃ فی سبیلک واجعل موتی ببلد رسولک آمین برحمتک یا ارحم الراحمین یا ذا الجلال والاکرام سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین۔

انشأھا العبد الضعیف المدعو محمد ادریس کان اللہ

لہ ولوالدیہ



آہ شمع ہندوستان گل شد!

۱۳۴۶

قطعہ تاریخ وفات حسرت آیات حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آمد از یثرب بہندوستان ہوائے غم اثر ۔ آہ برلب، سوز در سینہ، بچشم اشکبار

این خبر آورد، مولانا خلیل احمد برفت ۔ مضطرب بگذاشتہ مارا، سوئے دار القرار

آن کہ باید گفت ذات عالیش را بحر علم ۔ جو تہا زان بحر بیرون آمدہ بیستی ہزار

حامی دین متین و دشمن بدعات و شرک ۔ کارہائش آشکارا صورت نصف النہار

روشن این شمع ہدایت در سہارنپور بود ۔ طالبان دین زہر جانب فدا پروانہ وار

قسمتش در آخر عمرش سوئے بطحا برد ۔ این چنین نعمت بخاصان می دہد پروردگار

گرچہ او گردید پنہان از نگاہ ما کنون ۔ اکتساب فیض خواہد کرد تاہم قلب زار

زندۂ جاوید می ماند شہید سوز عشق ۔ این شرر ہرگز فرو گردد نہ تا روز شمار

چون پئے سال وصالش طبع محزون فکر کرد ۔ زانکہ رحمت این، پئے ہر ہستی ذی اقتدار

آہ گل شد شمع ہندوستان! صدا آمد ز غیب ۔ بزم مسلم شد کنون در ماتمش تاریک و تار

۱۳۴۶ھ

(فکر کردۂ احقر محمد نبی اللہ محزون متعلم مدرسہ کنز العلوم ٹانڈہ ضلع فیض آباد)

[illegible]

[illegible]

القاسم

دور جدید

جلد ۳ — رجب المرجب سنہ ۱۳۳۶ھ — نمبر ۷

مرکز العلوم الاسلامیہ جامعہ قاسمیہ دار العلوم دیوبند کا ماہوار دینی و علمی رسالہ

زیر ادارت

فخر الہند حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب ناظم ثانی جامعہ قاسمیہ

باہتمام

خاکسار طاہر بن احمد القاسمی نائب المدیر

مطبع قاسمی دیوبند میں طبع ہو کر

دفتر القاسم دار العلوم دیوبند سے شائع ہوا

فہرست مضامین رسالہ القاسم بابت ماہ رجب المرجب ۱۳۳۶ھ

بیادگار حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قدس اللہ سرہ بانی دار العلوم دیوبند

بسرپرستی

قدوۃ الانام حضرت مولانا الشاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی وحضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب صدر مہتمم وحضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی و دیگر مقدس ومقتدر علماء دیوبند سے شائع ہوتا ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تسبیحات و تقدیسات

یعنی

تنزیہات

سبحانہ وتعالیٰ عما یصفون

وان من شیء الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقہون تسبیحہم

من قصیدۃ للبری رحمہ اللہ تعالیٰ

فسبحانہ من اول ھو آخر — وسبحانہ من آخر ھو اول

اس ذات پاک کی تسبیح اور تنزیہ بیان کرتا ہوں کہ وہی اوّل اور آخر ہے

وسبحان من تعنو الوجوہ لوجہہ — ومن کل ذی عز لہ یتذلل

اور اُسی کے سامنے تمام چہرے جھکتے ہیں اور ہر ذی عزت اُس کے سامنے ذلیل ہے

ومن ھو فرد لا نظیر لہ ولا — شبیہ ولا مثل لہ یتمثل

اور وہ یکتا اور بے نظیر ہے کوئی اُس کا شبیہ اور مماثل نہیں

ومن کلت الافہام عن وصف ذاتہ — فلیس لہا فی الکیف والاین مدخل

تمام عقلیں اُس کے توصیف سے عاجز ہیں اور وہ کیف اور این سب سے منزہ ہے

وحدت و یکتائی

قرآن حکیم نے جابجا اس کی تعلیم دی ہے کہ ذات خداوندی تمام نقائص سے منزہ اور مقدس ہے ذات و صفات میں بے مثل اور یکتا ہے نہ ذات میں کوئی اس کا مثل اور ہمسر ہے اور نہ صفات اور افعال میں تمام عقول اور خیالات سے بالاتر ہے۔

ذات خداوندی کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنی ذات اور صفات کے اعتبار سے نہایت اعلیٰ اور

ارفع ہو ورنہ اگر خدا کے لئے سب سے اعلی اور ارفع ہونا ضروری نہو تو پھر ہر عالی کا اپنی سافل کے لئے خدا ہونا جائز ہوگا اور ہر سافل کو عبد اور ہر عالی کو معبود اور خدا کہہ سکینگے بلکہ وہ شئے کہ جو بعض کے اعتبار سے عالی اور بعض اعتبار سے سافل ہو اُسکو عبد اور معبود بندہ اور خدا دونوں طرح کہنا جائز ہوگا۔

وقال تعالیٰ لیس کمثلہ شئی ولم یکن لہ کفوا احد۔	کوئی شے خدا کے مثل نہیں۔ اور نہ کوئی خدا کا ہمسر ہے کیا تم کسی کو خدا کے ہم پلہ پاتے ہو خدا کی شان بہت اعلیٰ و ارفع ہے
ھل تعلم لہ سمیا۔ ولہ المثل الاعلیٰ افمن یخلق کمن لا یخلق۔	کیا خالق اور غیر خالق برابر ہو سکتے ہیں۔
وروی الحکیم الترمذی مرفوعا ان اللہ احتجب عن العقول کما احتجب عن الابصار وفی المثنوی ؎	حکیم ترمذی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت نقل کی ہے کہ رب العزت جسطرح نگاہوں سے مستور ہے اسی طرح عقلوں سے بھی مستور ہے۔

ہرچہ اندیشی پذیرائے فنا ست — وانکہ در اندیشہ ناید آن خداست
آن مگو چون در اشارت ناید ست — دم مزن چون در عبارت نایدت
نہ اشارت می پذیرد نہ عیان — نہ کسے زو علم دارد نہ نشان
مر صفاتش را چنان دان اے پسر — کز وے اندر وہم ناید جز اثر
ظاہر است آثار و نور رحمتش — لیک کے داند جز او ماہیتش
ہیچ ماہیات اوصاف کمال — کس نداند جز باثار و مثال

حق جل وعلا کی حقیقت و ماہیت تو درکنار انسان اپنی ہی حقیقت معلوم کرنے سے قاصر ہے۔ حکماء نے بہت کچھ عقل کو دوڑایا مگر آج تک روح اور عقل اور قوۃ دراکہ کی حقیقت نہ معلوم کر سکے۔ صرف چند خواص اور آثار کو معلوم کر سکے۔

پس جب انسان باوجود ہر وقت کے مشاہدے کے اپنی حقیقت پر مطلع نہ ہو سکا تو اس ورا، الوراء ثم وراء الوراء کی حقیقت پر کیسے مطلع ہو سکتا ہے۔

غنا و صمدیت وہ ہر شے سے مستغنی اور بے نیاز ہے کسی شے کی اُس کو حاجت نہیں تمام عالم اپنے وجود اور بقا میں اسی کا محتاج ہے وہ کسی کا محتاج نہیں۔

لَغَنِیٌّ عَنِ الْعَالَمِیْنَ۔ } یقیناً حق تعالیٰ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے"

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ یَلِدْ	اے نبی کریم آپ فرمادیجئے کہ اللہ ایک ہے اور سب سے بے نیاز ہے نہ اُس نے کسی کو
وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ	جنا نہ اُس کو کوئی جنا گیا۔ اور نہ اس کا کوئی ہمسر ہے"

تقدیس سے اُس کا کوئی نفع نہیں۔ فسق و فجور سے اسکی کبریائی پر کوئی اثر نہیں۔

ابدیت (۳) | وہ ازلی اور ابدی ہے نہ اس کی کوئی ابتداء ہے اور نہ انتہا ہے وہی سب سے
ہے نہ کوئی اس سے پہلے ہے اور نہ کوئی اُس کی ساتھ۔ اور وہی سب سے آخر ہے کوئی اسکے بعد نہیں

ول والآخر والظاهر والباطن	وہی اول اور آخر اور ظاہر اور باطن ہے"
النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کان اللہ	نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پہلے صرف اللہ کی ذات
یکن معہ شیء "	تھی اور اس کی ساتھ کچھ نہ تھا"
من علیہا فان ویبقی وجہ ربک	سب فنا ہو جائیں گے اور صرف ذوالجلال والاکرام کی ذات پاک
الجلال والاکرام "	باقی رہ جائے گی"

تمام اہل اسلام کا اجماعی اور متفق علیہ عقیدہ ہے۔

ں وجہ سے امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فارابی اور ابن سینا کی تکفیر کی ہے اِسلئے کہ
اور نفوس اور ہیولی اور صورت اور سموات کے قِدَم کے قائل ہیں۔ کذا فی المکتوبات ص ۳۱۵ ج ۱"

م | وہ سب کو محیط ہے کوئی شئی اُس کے احاطہ سے باہر نہیں اور نہ ہو سکتی ہے اور نہ کبھی ہوگی۔

انہ بکل شیء محیط وللہ ما فی السمٰوات	بیشک حقتعالیٰ سب کو محیط ہے۔ زمین اور آسمان کی تمام چیزیں
الارض وکان اللہ بکل شیء محیطا	اللہ ہی ملک ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ہی سب کو محیط ہیں۔
لنا لک ان ربک احاط بالناس	تمام آدمی اللہ ہی کے احاطہ میں ہیں"

ت واختیار | حق تعالیٰ اپنے افعال میں قادر مختار ہے۔ شائبہ ایجاب اور واہمہ اضطرار سے منزہ ہے۔

ات میں جو کچھ بھی قدرت اور اختیار ہے وہ سب اُسی کا فیض اور عطیہ ہے۔ پس یہ کس طرح
ہے کہ مخلوق تو اپنے افعال میں مختار ہو اور قادر مطلق اپنے افعال میں مجبور اور مضطر ہو

ہر سلیم الفطرت خوب جانتا ہے کہ قدرت اور اختیار صفت کمال ہے اور ایجاب و اضطرار کھلا ہوا عیب ہے۔
حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مکتوبات میں فرماتے ہیں کہ فلاسفہ نے اپنی سفاہت سے ایجاب اور اضطرار ہی کو کمال سمجھا ہے۔
اور حق تعالیٰ شانہ کو ایسا معطل اور بیکار خیال کیا ہے کہ اس سے سوائے ایک مصنوع کے صدور جائز نہیں رکھا۔ اور وہ بھی بالایجاب والاضطرار
اور تمام حوادث کو عقل فعال کیطرف منسوب کرتے ہیں جس کا وجود سوائے اُن کے تخیل اور توہم کے کہیں ثابت نہیں۔
ان کے لئے مناسب تھا کہ حوادث اور اضطراب اور اضطرار کے وقت عقل فعال سے التجا کرتے اور خدائے ذوالجلال کیطرف رجوع نہ کرتے اس لئے کہ اُن کے زعم میں حوادث کا تعلق خدائے ذوالجلال سے نہیں عقل فعال سے ہے بلکہ عقل فعال کیجانب بھی نہیں اس لئے کہ وہ بھی فاعل بالایجاب ہے مصائب اور بلایا کے دفع کرنیکا اسکو بھی کوئی اختیار نہیں
احکام منزلہ اور اخبار مرسلہ کی تکذیب اور انکار اس فرقہ کا خاص شعار ہے۔
اپنے مطالب واہیہ کے ثابت کرنے میں جسقدر تلبیس اور تلمیع سے کام لیا ہے اُسکی نظیر نہیں "
اور جس درجہ اپنے موہوم اور مظنون اور خیالی مقاصد کے ثابت کرنے میں خبط لاحق ہوا ہے وہ کسی سفیہ اور نادان کو بھی نہیں لاحق ہوا۔ اور علیٰ ہذا اُن کے تمام متسق اور منتظم دلائل محض لایعنی اور لاطائل ہیں ؎

فلسفہ چون اکثرش باشد سفہ پس کل آن ہم سفہ باشد کہ حکم کل حکم اکثر است

کذا فی المکتوبات صفحہ ۳۱۵ جلد ۱ "

حق تعالیٰ کسی کیساتھ متحد نہیں

حق تعالیٰ کسی شے کیساتھ متحد نہیں اور نہ کوئی شے حق تعالیٰ کیساتھ متحد ہے اس لئے کہ جب اُس کی شان یہ ہے کہ لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ۔ نہ کوئی اُس کا ذات میں مماثل ہے اور نہ کسی صفت اور نہ کسی فعل میں کوئی اُس کا شریک ہے تو پھر اتحاد کیسا اور بعض صوفیۂ کرام کے کلمات سے جو اتحاد کا ایہام ہوتا ہے وہ سراسر اُن کے مقصد اور مراد کے خلاف ہے۔
اُن کی یہ مراد ہرگز نہیں کہ بندہ خدا کیساتھ متحد ہو جاتا ہے اسلئے کہ یہ سراسر کفر اور الحاد اور زندقہ ہے

تعالی اللہ عما یقول الظّٰلمون علوا کبیراً۔ بلکہ اس کا مطلب وہ ہی کہ جو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مکتوبات میں ذکر فرمایا ہے۔

حضرت خواجۂ ما قدس سرہ می فرمودہ اند کہ معنی عبارت انا الحق نہ آنست کہ من حقم بلکہ آنست کہ من نیستم و موجود حق است سبحانہ و تغیر و تبدیل را بذات و صفات و افعال وتعالی راہ نیست فسبحان من لا یتغیر بذاتہ ولا بصفاتہ ولا فی افعالہ بحدوث الاکوان۔

مکتوب ۲۶۶ صفحہ ۳۱۴ دفتر اول۔

حضرت خواجہ قدس سرہ فرماتے تھے کہ انا الحق کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ میں حق اور خدا ہوں بلکہ یہ مطلب ہے کہ میں نہیں ہوں صرف حقتعالی موجود ہی کہ جسکی بارگاہ میں تغیر ذات اور تبدل صفات و افعال کا کوئی گذر نہیں وہ ذات ذوالجلال اپنی ذات اور تمام صفات اور افعال میں تغیر اور تبدل سے منزہ ہی۔ موجودات کے تغیر سے اُس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوتا۔

مثلاً لوہا اگر آگ میں ڈالدیا جائے اور وہ لوہا آگ کے فیض صحبت سے ایسا صاف او شاف اور سرخ ہوجائے کہ آگ کا ہم رنگ بنجائے اور اُس حالت میں یہ لوہا بزبان حال اَنَا النَّارُ کہے تو درحقیقت اوسکا یہ مطلب نہیں کہ میں فی حد ذاتہ نار ہوں بلکہ یہ اُن آثار کیطرف راجع ہی کہ جو لوہے میں آگ کے فیض صحبت سے پیدا ہوگئے ہیں۔

یا کوئی صاف و شفاف آئینہ کہ جو آفتاب کی شعاعوں سے جگمگا اُٹھا ہو اور دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ گویا یہی آفتاب ہے ایسی حالت میں اگر یہ آئینہ انا الشمس (میں آفتاب ہوں) کہے تو اُس کا مطلب بھی یہ نہیں کہ میں حقیقۃً آفتاب ہوں بلکہ مطلب یہ ہی کہ میں کچھ نہیں یہ جو کچھ شعاعیں اور انوار مجھ میں موجزن ہیں وہ آفتاب کی تجلی اور انعکاس کا پرتوہ ہے۔ اسی طرح مقربان الٰہی کہ جن کے قلوب آئینہ سے زائد صاف اور شفاف مصفی اور مجلّٰی ہوجاتے ہیں اور اُس نور السمٰوات والارض کے انوار اور تجلیات اُن میں منعکس ہونے لگتی ہیں ایسی حالت میں ان حضرات سے ایسے کلمات صادر ہوجاتے ہیں کہ جن کو عوام اور قاصر الافہام ظاہر پر محمول کرلیتے ہیں کہ جو اُن کے دین و ایمان کے لئے باعث تخریب ہوتا ہی۔

اور فی الحقیقت اُن کا مطلب وہ ہوتا ہے کہ جو ہم حضرت شیخ مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ سے نقل کرچکے ہیں۔ اور مولانائے رومی قدس سرہ السامی نے اِس مسئلہ کو مثنوی میں مختلف طرق سے

متعدد مواضع میں حل فرمایا ہی۔ اختصاراً صرف ایک جگہ کا کلام ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہی۔

معشوقے از عاشق پرسید کہ خود را دوست تر داری یا مرا گفت من از خود مردہ ام و بتو زندہ ام از خود واز صفات خود نیست شدہ ام و بتو ہست شدہ ام علم خود را فراموش کردہ ام، واز علم تو عالم شدہ ام، قدرت خود را باد دادہ ام، واز قدرت تو قادر شدہ ام۔ اگر خود را دوست دارم۔ ترا دوست داشتہ باشم واگر ترا دوست داشتہ باشم خود را دوست داشتہ باشم ؎

ہر کرا آئینہ یقین باشد ۔۔۔ گرچہ خود بیں خدا ئے بین باشد

اخْرُجْ بِصِفَاتِی اِلیٰ خَلقِی مَن رَاٰکَ فَقَدْ رَاٰنِی وَمَنْ قَصَدَکَ قَصَدَنِی وَمَن اَحَبَّکَ اَحبنی وقِسْ علےٰ ھٰذا ؎

[illegible]

گفت معشوقے بعاشق ز امتحان ۔۔۔ در صبوحی کای فلان ابن الفلان
مر مرا تو دوست تر داری عجب ۔۔۔ یاکہ خود را راست گو یا ذا الکرب
گفت من در تو چنان فانی شدم ۔۔۔ کہ پرم من از تو از سر تا قدم
بر من از ہستی من جز نام نیست ۔۔۔ در وجودم جز تو ای خوش کام نیست
زان سبب فانی شدم من اینچنین ۔۔۔ ہمچو سرکہ در تو بحر انگبین
ہمچو سنگے کو شود کل لعل ناب ۔۔۔ پر شود او از صفات آفتاب
بعد ازان گر دوست دارد خویش را ۔۔۔ دوستی خود بود آن اے فتی
ور کہ خود را دوست دارد او بجان ۔۔۔ دوستی خویش باشد بیگمان
خواہ خود را دوست دارد لعل ناب ۔۔۔ خواہ یا او دوست دارد آفتاب
اندرین دو دوستی خود فرق نیست ۔۔۔ ہر دو جانب جز ضیای شرق نیست
تا نشد او لعل خود را دشمن است ۔۔۔ تا نگہ یک من نیست اینجا دو من است
تا نکہ ظلمانی ست سنگ ای با حضور ۔۔۔ ہست ظلمانی حقیقت ضد نور
خویش را گر دوست دارد کافر ست ۔۔۔ زانکہ او مناع شمس اکبر ست
پس نشاید کہ بگوید سنگ انا ۔۔۔ او ہمہ تاریکی ست و در فنا
گفت فرعونی انا الحق گشت پست ۔۔۔ گفت منصوری انا الحق و برست

آن انا العنۃ اللہ در قفا
زانکہ او سنگ سیہ بد این عقیق

وین انا رحمۃ اللہ در وفا
آن عدوی نور بود واین عشیق

(کذا فی الدفتر الخامس من المثنوی صفحہ ۱۴۳)

سبحانہ ان یکون لہ ولد | جب خدا کا وحدہٗ لاشریک لہٗ ثابت ہوگیا ہونا تو پھر اس مین کوئی شک نہیں رہا کہ خدا کے لئے نہ بیٹا ہو سکتا ہی اور نہ بیٹی۔ اسلئے کہ اولاد مان باپ کے ہم جنس ہوا کرتی ہی پس معاذاللہ اگر کوئی خدا کے بیٹا ہوگا تو وہ خدا کے ہم جنس ہوگا کہ جو توحید کے سراسر خلاف ہی۔ نیز ایک ذات سراپا احتیاج کو خدا ماننا اور الوہیت میں اسکو شریک سمجھنا کھلی ہوئی نادانی ہی۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ | اے نبی کریم آپ فرما دیجئے کہ اللہ ایک ہی اور بے نیاز ہی نہ اُس نے کسیکو جنا نہ وہ کسی سے جنا گیا۔ اور نہ کوئی اسکا ہمسر ہی۔

گر تو مردے را بخوانی فاطمہ
قصد خون تو کند تا ممکن است
فاطمہ مدح است در حق زنان
دست و پا در حق ما استایش ست
لم یلد لم یولد اورا لائق ست
ہرچہ جسم آمد ولادت وصف او ست
زانکہ از کون و فسادست و مہین

گرچہ یک جنس اند مرد و زن ہمہ
گرچہ خوشخوی و حلیم و ساکن ست
مرد را گوئی بود زخم سنان
در حق پاکی حق آلایش ست
والد و مولود را او خالق ست
ہرچہ مولودست او زین سوی جوست
حادث ست و محدثے خواہد یقین

تخلیق وتکوین +

وہ سب کا خالق ہے کوئی شئے ایسی نہیں کہ جو اُسکی تخلیق اور تکوین سے مستغنی ہو۔ اپنی مشیۃ اور اختیار سے پیدا کرتا ہی۔ اپنے ارادہ سے وجود عطا کرتا ہی۔ وجود کا مستعار خلعت جب چاہتاہے واپس لے لیتا ہی۔ کسی شئے کا وجود اصلی اور خانہ زاد نہین سب اُسی کا عطیہ ہے۔

جس طرح نور زمین اصلی اور خانہ زاد نہیں محض آفتاب کا فیض ہے جب چاہے اپنی شعاعون سے اُسکو منور کرے اور جب چاہے اپنی شعاعون کے فیض سے اُسکو محروم کردے۔

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ | اللہ ہی تمہارا رب ہے اُس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی سب چیزونکا

فاعبدوہ وھو علی کل شئی وکیل۔	خالق ہے۔ پس اسی کی عبادت کرو۔ اور وہی ہر چیز کا کارساز ہے۔
وربک یخلق ما یشاء ویختار ما کان لھم الخیرۃ،	اللہ ہی جو چاہتا ہے اپنے اختیار سے پیدا کرتا ہے لوگوں کو اختیار نہیں ہے۔

پس جس طرح نور زمین آفتاب کا ایک پرتوہ اور عکس ہے حرکت طلوعی میں عطا کرتا ہے اور حرکت غروبی منبط کر لیتا ہے۔

اُسی طرح تمام کائنات کا وجود اُسی کے وجود ازلی کا ایک پرتوہ اور عکس ہے اور یہ پرتوہ اور عکس بھی اُسی کے ارادہ اور مشیۃ کے تابع ہے۔ جب ارادہ کرتا ہے تو نور وجود کے عکس سے سبع سموات اور ارضین کو منور کر دیتا ہے۔ اللہ نور السموات والارض۔

اور جب چاہتا ہے تو یہ معمولی عکس اور پرتوہ بھی مخلوقات سے چھین لیتا ہے۔

جسطرح زمین اصل حقیقت کے لحاظ سے مظلم اور تاریک ہے اسیطرح تمام حقائق امکانیہ اپنی ذات سے سراسر اَعدام ہیں۔ اصل حقیقت کے لحاظ سے زینتِ وجود سے بالکل محروم ہیں۔ جسطرح زمین آفتاب کے لئے ایک آئینۂ ظلمت ہے اسیطرح تمام عالم واجب جل مجدہ کے سامنے ایک آئینۂ عدم ہے جسمیں واجب الوجود کا وجود ازلی اور صفات کمالیہ منعکس ہو رہی ہیں۔

اس وجود ازلی کے انعکاس ہی نے ان اَعدام (یعنی حقائق امکانیہ) کو وجود ممکن کے ساتھ موصوف کر دیا ہے اگر ان اَعدام میں یہ وجود ازلی منعکس نہ ہوتا۔ تو یہ ممکنات اعیان ثابتہ اور موجودات خارجیہ نہ کہلا سکتیں لہٰذا یہ عدمات ان حقائق امکانیہ کیلئے بمنزلہ مادہ کے ہیں اور یہ عکوس اور ظلال بمنزلہ صورت کے ہیں اور اُن کے مجموعہ کا نام اعیان ثابتہ اور موجودات خارجیہ ہے۔ ؎

کل ما فی الکون وھمٌ او خیال	او عکوس فی المرایا او ظلال

اور اسی مضمون کو حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

بشناس کہ کائنات رو در عدم اند	رباعی	بل در عدم ایستادہ ثابت قدم اند
این کون معلق از خیال دو ہم است		باقی ہمگی ظہور نور قدم اند
پناہ بلندی و پستی تو ئی		ہمہ نیستند انچہ ہستی تو ئی

اس مضمون کی اگر زائد تفصیل درکار ہو تو مکتوبات مجددیہ اور تفہیمات الٰہیہ کی مراجعت فرمائے۔

میری غرض ہے اس مضمون کے نقل کرنے سے یہ کہ ناظرین یہ خوب سمجھ جائیں کہ تمام عالم کا یہ تمام نہاد وجود سایہ اور عکس سے زائد حقیقت نہیں رکھتا اصل حقیقت اسکی سراسر عدم ہے۔

لہٰذا عالم کا ہر ہر جزو اور ہر ہر ذرہ اصل ذات سے عدم ہے فقط اس نور السموات والارض کی تجلی سے اس آئینۂ عدم (یعنی عالم) میں ایک معمولی سی چمک پیدا ہوگئی جسکو وجود حادث کہتے ہیں۔ خدا کی قدرت کا کرشمہ دیکھئے کہ آج وہ آئینۂ عدم اس عکس اور ظل کو حقیقت اور اصل خیال کرتا ہے اور اپنے عدم اصلی کا بہ شدومد سے انکار کرتا ہے۔ کہ جس کی کوئی انتہا نہیں۔

اپنی اصل فطرت اور مادہ کو ازلی اور قدیم بتلاتا ہے۔

اولا یذکر الانسان انا خلقناہ من قبل ولم یک شیئا	کیا انسان یاد نہیں کرتا کہ ہم نے اسے پیدا کیا حالانکہ وہ پہلے کچھ بھی نہ تھا

سماجی جماعت کو اپنے اس خیال پر بہت اصرار ہے کہ عدم محض سے کوئی شئے پیدا نہیں ہو سکتی۔ لیکن یہ محض ایک تخیل اور توہم ہے جس کا منشاء صرف یہ ہے کہ آپ نے نیست سے ہست ہونے کا کبھی مشاہدہ نہیں کیا۔

سماج کا یہ استدلال اگر اس کے نزدیک صحیح ہے تو ہم یہ کہینگے کہ سماج نے ابتداء عالم میں جوان آدمیوں کا زمین سے دفعۃً پیدا ہونا کب دیکھا ہے۔

اور بغیر کانوں کے سننا اور بغیر آنکھوں کے دیکھنا کب آپکے مشاہدہ میں آیا ہے۔

پس جسطرح حق تعالیٰ آپ کے نزدیک بغیر آنکھ کے سب کو ٹھیک ٹھیک دیکھتے ہیں اور بغیر کان کے سب کی باتیں سنتے ہیں۔

ٹھیک اسی طرح بدون مادہ اور روح کی اعانت کے وہ عدم محض سے موجود کرتے ہیں اگر عدم محض سے موجود ہونا کبھی آپ کے مشاہدہ میں نہیں آیا تو بغیر آنکھ کے دیکھنا اور بغیر کان کے سننا کب آپ کے مشاہدہ میں آیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ہر شئے کی تین حالتیں ہوتی ہیں۔ ابتدائی۔ درمیانی۔ انتہائی۔ ہر حالت دوسری حالت سے بالکل جدا اور ممتاز ہے۔ ہر حالت کے احکام علیحدہ اور جداگانہ ہیں۔ ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا سخت نادانی ہے۔

آپ نے دنیا کی صرف درمیانی حالت کو دیکھا ہے۔ ابتدائی حالت آپ کی نظروں سے غائب ہے اور کوئی درمیانی ابتدا کی حالت کا مشاہدہ کر سکتا ہے۔

درمیانی حالت میں اگر ایک شئے دوسری شئے سے ملکر بنتی ہے تو اس سے یہ لازم نہیں کہ ابتدا میں بھی تکوین اور تخلیق اسی طرح ہوئی ہو۔

جسطرح کہ حالت موجودہ میں والدین سے پیدائش ظہور میں آ رہی ہے، لیکن یہ اس کی دلیل نہیں کہ ابتدا میں بھی اسی طریق سے ولادت ہوئی ہو۔

ہر چیز آلات سے بنتی ہے مگر آلات کے آلات نہیں ہوتے ان کو بنانیوالے نے بدون آلات ہی کے بنایا ہے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ نیستی اور ہستی ایک دوسرے کی ضد ہے۔ ایک ضد دوسری ضد سے کسطرح ظہور پذیر ہو سکتی ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ جسطرح وہ علیم و قدیر حی سے میت اور لیل سے نہار کو نکال سکتا ہے اسیطرح وہ علیم و قدیر نیست سے ہست بھی کر سکتا ہے۔

قال تعالیٰ ان اللہ فالق الحب والنوی یخرج الحي من الميت ومخرج الميت من الحي ذلکم اللہ فانی تؤفکون فالق الاصباح وجعل الليل سکنا والشمس والقمر حسبانا ذلك تقدير العزيز العليم ۔ (سورہ انعام)۔

بیشک اللہ ہی دانہ کو پھاڑ کر درخت نکالنے والا ہے اور وہی زندہ کو مردہ سے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے۔ یہی تمہارا خدا ہے پس تم کہاں بھٹک رہے ہو اور وہی صبح کو نکالنے والا ہے اور اسی نے رات کو آرام کیلئے اور شمس و قمر کو حساب کیلئے بنایا ہے۔ یہ خدائے غالب اور علیم کا اندازہ ہے۔

وجعلنا الليل والنهار آيتين فمحونا آية الليل وجعلنا آية النهار مبصرة ۔ (اسراء)

لیل و نہار کو ہم نے اپنی قدرت کی دو نشانیاں بنائی ہیں رات کی نشانی کو بے نور اور دن کی نشانی کو منور بنایا ہے۔

وهو الله لا اله الا هو له الحمد في الاولى والآخرة وله الحكم واليه ترجعون ۔

وہی خدا ہے اسکے سوا کوئی معبود نہیں اسی کیلئے دنیا اور آخرت میں ستائش ہے اور اسکی حکومت ہے اور بعد مرگ تم سب اسکی طرف لوٹائے جاؤ گے

قل ارأيتم ان جعل الله عليكم سرمدا الى يوم القيامة من اله غير الله يأتيكم بضياء افلا تسمعون قل ارأيتم ان جعل الله عليكم

اے نبی کریم آپ فرما دیجئے کہ بتلاؤ تو سہی کہ اگر خدا قیامت تک کیلئے رات ہی کو باقی رکھے تو سوائے خدا کون ہے کہ جو تمہارے لئے روشنی پیدا کرے پس کیا تم اس بات کو نہیں سنتے اور فرما دیجئے

النهار سرمدا الیٰ یوم القیٰمۃ من الٰہ غیر اللہ یاتیکم بلیل تسکنون فیہ افلا تبصرون۔

کہ بھلا اگر خدا ہمیشہ کیلئے دن ہی کو باقی رہنے دے تو خدا کے سوا ایسا معبود کون ہے جو تمہارے آرام کیلئے رات کو پیدا کر دے پس کیا خدا کی اس کھلی ہوئی نشانی کو تم دیکھتے نہیں۔

واللہ اخرجکم من بطون امھاتکم لا تعلمون شیئا وجعل لکم السمع والابصار والافئدۃ لعلکم تشکرون۔ (نحل)

اللہ ہی نے تم کو تمہاری ماں کے پیٹ سے نکالا تم اسوقت کچھ بھی نہیں جانتے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے کان اور آنکھ اور دل بنائے تاکہ تم حق تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر کرو۔

ھل اتیٰ علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیئا مذکورا انا خلقنا الانسان من نطفۃ امشاج نبتلیہ فجعلناہ سمیعا بصیرا۔ (سورۂ دھر)

کیا انسان پر ایسا زمانہ آیا ہے کہ اسوقت انسان کوئی شئے نہ تھا پھر ہم نے اس کو عورت اور مرد کے مخلوط نطفہ سے پیدا کیا اور پھر اس کو سننے والا اور دیکھنے والا بنا دیا۔ (سورۂ دھر)

خلاصہ یہ کہ انسان میں ابتداءً کوئی علم اور کمال نہ تھا بعد میں حق تعالیٰ نے اس کو صدہا علوم اور کمالات سے نوازا پس جسطرح یہ اوصاف نیستی سے نکلکر ہستی میں قدم رکھتے ہیں۔ اسیطرح ذات انسانی بھی عدم سے نکلکر وجود میں آتی ہے کما قال تعالیٰ:

او لا یذکر الانسان انا خلقناہ من قبل ولم یک شیئا۔

کیا انسان یاد نہیں کرتا کہ انسان کو ہم نے پیدا اور حالانکہ پہلے کچھ بھی نہ تھا۔

الذی جعل لکم من الشجر الاخضر نارا فاذا انتم توقدون۔

خدا ہی نے تمہارے لئے سبز درخت سے آگ پیدا کی پس اس سے تم آگ سلگاتے ہو۔

انا جعلناھا فتنۃ للظالمین انھا شجرۃ تخرج فی اصل الجحیم۔

بیشک ہم نے اس درخت کو کافروں کی آزمائش کیلئے بنایا ہے وہ جہنم کی جڑ میں نکلتا ہے۔

اور ہمارے دیکھنے میں باغ میں بکثرت ایسے درخت موجود ہیں کہ جنکا نشو و نما صرف آگ سے ہوتا ہے۔ پس جو علیم و قدیر ایک ضد سے دوسری ضد کی تربیت کر سکتا ہو، ایک ضد کو دوسری ضد سے باقی رکھ سکتا ہو۔ کیا وہ نیست سے ہست نہیں کر سکتا۔

چنانچہ مولانا روم قدس سرہ السامی فرماتے ہیں

در عدم هستی برادر چون بود — ضد اندر ضد چون مکنون بود

یخرج الحی من المیت بدان — که عدم آمد امید عابدان

پس خزانهٔ صنع حق باشد عدم — که برآرد زو عطاها دم بدم

مبدع آمد حق و مبدع آن بود — که برآرد فرع بی اصل و سند

[illegible]

قطره‌ای کو در هوا شد یا که ریخت — از خزینهٔ قدرت تو کی گریخت

گر در آید در عدم یا صد عدم — چون بخوانیش او کند از سر قدم

صد هزاران ضد ضد را می کشد — بازشان حکم تو بیرون می کشد

از عدمها سوی هستی هر زمان — هست یا رب کاروان در کاروان

خاصه هر شب جمله افکار و عقول — نیست گردد غرق در بحر نغول

باز وقت صبح آن اللهیان — بر زنند از بحر سر چون ماهیان

[illegible]

(صفحہ ۲۲۲ ج ۱)

تکوین عالم از نیستی و عدم

از

علامہ احمد بن مسکویہ رحمۃ اللہ تعالیٰ

(۱) اس میں غالباً کسی کو بھی شک نہ ہوگا کہ جب مادہ کوئی جدید صورت اختیار کرتا ہے تو پہلی صورت بالکل معدوم ہو جاتی ہے، اس لئے کہ اگر صورت قدیمہ معدوم نہ ہو تو صرف دو احتمال ہیں۔

اول یہ کہ یہ صورت جسم سے علیحدہ ہونے کے بعد کسی دوسرے جسم کو لاحق ہو جائے لیکن یہ شق مشاہدہ کے خلاف ہے، خمیر یا موم کو جب ہم کسی دوسری شکل میں بدل ڈالتے ہیں تو ہماری اس تبدیل سے وہ پہلی شکل کسی جسم کو نہیں لاحق ہو جاتی۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ اس جسم میں جدید صورت کے ساتھ پہلی صورت بھی باقی رہے سو یہ محال

اسلئے باطل ہے کہ اس میں اجتماع ضدین لازم آتا ہے مثلاً فرض کیجئے کہ پہلی صورت مستدیر تھی اور
دوسری مستطیل ہے پس یہ کیسے ممکن ہو کہ ایک شی ایک ہی حالت میں مستطیل بھی ہو اور مستدیر بھی
مسطح بھی ہو اور مدور بھی ہے۔

غرض جبکہ آپ کو خواہ مخواہ یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ پہلی صورت بالکل معدوم ہو گئی اور اس جدید صورت
نے یقیناً عدم محض سے نکلکر عالم وجود میں قدم رکھا ہے۔

اس تقریر سے صور اور اشکال کا حادث ہونا اور انکا عدم محض سے وجود میں آنا بخوبی ثابت ہو گیا
رہا مادہ سو وہ کسی حالت میں بھی صورت سے خالی ہو کر موجود نہیں ہو سکتا۔

مادہ جس حالت میں بھی ہوگا کوئی نہ کوئی صورت اس کیلئے ضرور ہوگی۔ خلاصہ یہ کہ مادہ اور صورت
دونوں متلازم ہیں۔

پس جبکہ یہ ثابت ہو گیا کہ صورت حادث ہے اور عدم محض سے وجود میں آتی ہے اور ساتھ ہی ساتھ
یہ بھی ثابت ہو چکا کہ مادہ کسی حالت میں صورت سے علیحدہ ہو کر موجود نہیں ہو سکتا۔

پس ضرور ہے کہ مادہ بھی مثل صورت کیطرح حادث ہو اور عدم محض سے وجود میں آیا ہو۔

ورنہ اگر مادہ قدیم ہو تو صورت کا بھی قدیم ہونا لازم آئیگا اسلئے کہ ملزوم (مادہ) کا قدیم ہونا لازم
(صورت) کے قدیم ہونے کو مستلزم ہے۔

مثلاً چار میں اور زوجیت میں تلازم ہے پانچ میں اور فردیت میں لزوم ہے۔

جب زوجیت ہے اُسی وقت سے چار بھی ہیں یہ ناممکن ہے کہ چار ہوں اور زوجیت نہو۔
پانچ ہوں اور فردیت نہو۔

علیٰ ہذا یہ بھی ناممکن ہے کہ زوجیت ہو مگر وہ پایا جائے کہ ہم معنی (یعنی برابر کے دو حصوں پر منقسم ہو)
کوئی عدد نہو۔ یا مثلاً جب آفتاب بدر ہوگا تو دن ضرور ہوگا آفتاب کا بغیر دن کے اور دن کا بغیر
آفتاب کے پایا جانا محال ہے۔

اسی طرح یہ بھی ناممکن ہے کہ مادہ ہو اور اس کو کوئی صورت اور کسی قسم کی شکل لاحق نہو۔ یا صورت
ہو مگر مادہ نہو۔ غرض

یہ کہ دونوں متلازم ہیں" اور متلازمین کیلئے یہ ضروری ہے کہ دونوں کا وجود ایک ہی وقت میں شروع ہو

ٹھیک اسی طرح مادہ کا وجود بھی اسی وقت سے ہونا چاہئے جو وقت ہے کہ صورت کا وجود ہے اور صورت کا وجود ظاہر ہے کہ ازلی اور قدیم نہیں پس مادہ کا وجود کہاں سے ازلی اور قدیم ہوسکتا ہے ضرور ہے کہ وہ بھی صورت کیطرح عدم محض سے وجود میں آیا ہو اسلئے کہ مادہ بسیط ہو اس سے پہلے کوئی اور شئی نہ تھی کہ جس کی نسبت یہ کہا جائے کہ یہ مادہ اس سے پیدا ہوا کیونکہ اس صورت میں مادہ کیلئے مادہ ہونا لازم آتا ہے۔

(۲) بلکہ ہر شئے اپنے عدم ہی سے وجود میں آتی ہے جو کچھ بھی ظاہر ہوتا ہے وہ اپنی ضد ہی سے نکلکر ظاہر ہوتا ہے۔

حیوان غیر حیوان یعنی منی سے اور منی غیر منی یعنی دم سے اور دم غیر دم یعنی غذا سے اور غذا غیر غذا یعنی نباتات سے۔ اور نباتات غیر نباتات یعنی عناصر اربعہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ بغیر صورت دموی کے فنا ہوئے۔ صورت حیوانی کا پیدا ہونا محال ہے۔ علی ہذا صورت غذائی اور صورت نباتی کا بغیر صورت عنصری کے فنا ہوئے پیدا ہونا محال ہے۔ غرض یہ کہ ہر وجود عدم کو مقتضی ہے۔
پس جسطرح ہر دور میں وجود سے پہلے ایک عدم ہے ٹھیک اسی طرح بسائط اور ذرات کے دور میں بھی وجود سے پہلے ایک بسیط عدم ہونا چاہئے کہ جس سے یہ بسائط اور ذرات نمودار ہوئے ہوں۔

(۳) نیز ایجاد ہمیشہ عدم ہی سے ہوا کرتی ہے دو موجود چیزوں کے ملا دینے کا نام ایجاد نہیں اس کو ترکیب کہتے ہیں کذا فی الفوز الاصغر صفحہ ۳۰ ؎ و فی المثنوی صفحہ ۱۶۸ جلد ۵ ؎

ہست مطلق کارساز نیستی است بر نوشتہ ہیچ بنویسد کسے کاغذے جوید کہ آن بنوشتہ نیست	کارگاہ ہست کن جز نیست چیست یا نہلے کار دانہ رسغرے تخم کارد موضعے کہ کشتہ نیست

حدوث عالم پر دوبارہ نظر

الحاد پسند طبیعتوں نے جو بہتر سے بہتر اور قوی سے قوی حجت قدم عالم کیلئے اختراع کی ہے۔ وہ

ہے کہ اگر اس عالم کو حادث مان لیا جائے تو آفرینش عالم سے پہلے خدا کی شان تکوین اور تخلیق کا معطل اور بیکار ہونا لازم آتا ہے۔
نیز جب اُس کی شان تکوین اور صفت خالقیت ازلی اور قدیم ہے تو مکونات اور مخلوقات بھی قدیم اور ازلی ہونی چاہئیں۔

جواب

حقیقت یہ ہے کہ کسی صفت کا وجود اسکے اظہار پر موقوف نہیں۔ مثلاً کاتب اور شاعر جس حالت میں کتابت سے فارغ ہے اس وقت میں بھی کاتب اور شاعر ہے۔ تلوار جسوقت نیام میں ہے اُسوقت بھی قاتل ہے سنکھیہ جسوقت شیشی میں ہے اُسوقت بھی قاتل اور مہلک ہے لیکن ظہور اس قتل اور ہلاک کا تلوار کے چلانے پر اور سنکھیہ کے استعمال پر موقوف ہے۔
آگ بیشک ہر حال میں محرق ہے لیکن ظہور اس کا جب ہوگا کہ جب کوئی شے اس سے متعلق ہو ٹھیک اسیطرح وہ ذات پاک ہمیشہ سے خالق ہے لیکن خالقیت کا ظہور جب ہوگا کہ جب صفت تکوین اور تخلیق اس کے ساتھ متعلق ہو۔
خلاصہ یہ کہ صفات قدیم اور ازلی ہیں اور اُن کے تعلقات اور متعلقات حادث ہیں۔
غرض یہ کہ اتصاف .. اور شی ہے اور ظہور اور شی ہے۔ عدم ظہور سے عدم اتصاف لازم نہیں ظہور نہ ہونے سے اتصاف پر کوئی اثر نہیں پڑتا ورنہ لازم آئیگا کہ موصوف ظہور وصف سے پہلے موصوف بالوصف ہی نہ رہے۔
اسی طرح عدم ظہور خالقیت سے خدا کو غیر خالق سمجھ لینا سخت نادانی ہے۔ مزید توضیح کیلئے ایک مثال سمجھئے وہ یہ کہ نور اور شعاع آفتاب کیلئے لازم اور غیر منفک ہیں۔ اسلئے کہ آفتاب کی ذات انوار اور شعاعوں کیلئے منبع اور سرچشمہ ہے۔
لیکن اگر ایک طرف نور اور شعاع کا تعلق آفتاب کے ساتھ ہے تو دوسری طرف زمین کے ساتھ بھی ہے لیکن آفتاب کے ساتھ دائمی ہے اور کبھی وقت نور اور شعاع آفتاب سے منفک نہیں ہوتے۔
اور زمین کیساتھ تعلق حادث ہے اسی وجہ سے زمین کبھی روشن ہوتی ہے اور کبھی نہیں۔ نور آفتاب زمین کیلئے ایسا ہی ہے جیسا انسان کیلئے سایہ اور عکس اور وہ کوئی لازمی اور دائمی شی نہیں۔ یقیناً ایک حادث اور

فانی شے ہے۔ اسی طرح صفت تکوین اور تخلیق اور ترزیق اور احیاء اماتت کا تعلق بھی حق جل علٰی سے ہے اور یہ تعلق دائمی اور ازلی ہے اس میں کبھی تغیر نہیں آسکتا۔ وہ ہر حال میں ان صفات کمال کے ساتھ موصوف ہے دوسرا تعلق ممکنات اور حادثات کیساتھ ہے اور وہ حادث ہے مثلاً جس کسی کیساتھ صفت احیاء کا تعلق ہو گیا تو وہ زندہ ہو گیا اور چند روز کے بعد صفت اماتت کا تعلق ہو گیا تو وہ مر گیا۔ غرض یہ کہ یہ تعلق حادث ہے اور اُسی کی وجہ سے ممکنات میں تغیر اور تبدل ہوتا رہتا ہے۔ کبھی کوئی غنی ہے اور کوئی مفلس کوئی حاکم اور کوئی محکوم۔ اس تغیر سے ذات باری تعالیٰ عز اسمہٗ میں کوئی تغیر لازم نہیں آتا۔

اگر آفتاب کی شعاعوں اور کرنوں کا تعلق در و دیوار کے ساتھ نہ ہو تو اس سے آفتاب کی ذات یا صفات میں کیا نقصان۔

اسیطرح اگر اُس ذات احدیت کی شان تکوین اور تخلیق اور صفت مالکیت کا کسی کیساتھ بھی تعلق نہ ہو تو تب بھی وہ خالق اور مالک ہے۔ اُسکا خالق اور مالک ہونا عالم کے پیدا ہونے پر کسی طرح موقوف نہیں اور جسطرح وہ آفرینش عالم سے پہلے مالک تھا اسیطرح وہ اس عالم فنا ہونے کے بعد مالک رہیگا۔ چنانچہ قرآن عزیز میں ہے کہ جب سب مر چکے ہونگے تو وہ احکم الحاکمین یہ فرمائیگا۔

لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ

خلاصہ

یہ کہ یہ صفات قدیم ہیں اور تعلقات اور متعلقات سب حادث ہیں کل یہ موتی شان چنانچہ مجموعہ کے صفحہ ۱۰ پر ہے۔

پیدائش عالم سے پہلے خدا اس پیدا شدہ عالم کا ایک بے مدل مالک تھا۔ اور سیاتھ پر کے صفحہ ۱۳ پر ہے۔

تمام مخلوقات کا ایک ہی مالک اعلیٰ تھا جو سب جگت موجود ہونے سے پہلے موجود تھا ان دونوں عبارتوں سے صاف ظاہر ہے کہ خدا پیدائش سے پہلے ہی خالق اور مالک تھا پیدائش بعد میں ہوئی اس کا خالق اور مالک ہونا اس پر موقوف نہیں کہ عالم پیدا ہو کر اُس کے ساتھ ازلی اور قدیم ہو اور ایضاً [illegible]

تلیین العرائک فی تہجین اسٹرائک

بعض جرائد نے دارالعلوم دیوبند کی طلبا کی اسٹرائک کے زمانہ میں اس کے اسباب و علل پر بحث کرتے ہوئے اس قسم کے الفاظ بھی لکھدیئے تھے جن سے یہ مترشح ہوتا تھا کہ از روئے شریعت متعلمین کا بمقابلہ معلمین و منتظمین تعلیمی مقاطعہ کرنا جائز و مستحسن ہے چونکہ یہ اثر مغربی تہذیب کا ہے جس نے مسلمانوں کے عقائد و اعمال میں بیخ و بن کو عظیم الشان تغیر پیدا کر دیا ہے اور کوئی طبقہ مسلمانوں کا اس سے مامون و محفوظ نہیں رہ سکا ہے اس لئے مناسب سمجھا گیا کہ اسٹرائک کے جواز و عدم جواز کے متعلق مقتدائے مقتدایان سرخیل اسلامیان حکیم الامۃ سراج الملۃ مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی دامت برکاتہم سے استفتا کیا جائے اور اس سے پہلے اگر کسی عالم نے اسٹرائک کی تحقیق کی ہو تو اس کو استفتا کی ساتھ منسلک کر دیا جائے چنانچہ ہم نے استفتا کیا اور اس کے ساتھ مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی دیوبندی کا مضمون در بارۂ عدم جواز اسٹرائک جو ممدوح نے ندوۃ العلماء کی اسٹرائک کے زمانہ میں بمقابلہ مولوی مسیح الاسلام صاحب ندوی "الہلال" جلد ۵ میں شائع کرایا تھا منسلک کر دیا،

حضرت تھانوی دامت برکاتہم کی طرف سے جو جواب شرف صدور فرمایا ہے اسکا نام حضرت ممدوح نے تلیین العرائک فی تہجین اسٹرائک تجویز فرمایا ہے اور اس کے تین اجزا ہیں، پہلا جز و خود حضرت ممدوح کا ہے۔ دوسرا جزو مولوی حبیب احمد صاحب کیرانوی کا ہے، تیسرا جزو حضرت ممدوح نے اپنے جواب کا مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی دیوبندی کے مذکورہ مضمون کو قرار دیا ہے۔

چونکہ فتوی نے اب ایک علمی و شرعی تحقیق کی صورت بھی اختیار کر لی ہے اور مجموعی طور پر اسٹرائک کے متعلق شافی کلام ہو گیا ہے۔ اس لئے تحقیق متعلقہ کو طالبان حق و ہدایت و تشنگان علم و معرفت افادہ و استفادہ کے لئے شائع کیا جاتا ہے ہماری دعا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ اس مجموعہ کو نافع و مصلح فرمائے۔ آمین

(ادارت)

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مذہبی درسگاہوں میں متعلمین کا بمقابلہ معلمین و منتظمین در بارۂ امور نظم احتجاجی طور پر اسٹرائک یعنی مقاطعہ تعلیمی کرنا شرعاً کیسا ہے۔ اگر مطلقاً اس پر کوئی حکم شرعی اثبات یا نفی کے متعلق ہو تو بدلائل تحریر فرمایا جائے۔ اور اگر اس میں کچھ تفصیل ہو تو ظاہر فرمائی جاوے۔

وجہ سوال یہ ہے کہ بماہ ربیع الاول ۱۳۴۶ھ دارالعلوم دیوبند میں طلبہ نے ایک ہفتہ تک اسباق پڑھنے سے ہڑتال کر کے مقاطعہ تعلیمی کر دیا تھا تو کیا ان طلبہ کو اس مقاطعہ کا شرعاً حق تھا یا نہیں۔ اور ان کا یہ فعل شرعاً کیسا تھا بدلائل شرعیہ واضح فرمایا جاوے۔

الجواب - وهوالموفق للصواب ولقب تحقیق العرائک فی تہجین اسٹرائک ، مذکور فی السوال کی ایک حقیقت ہے اور ایک اس کے عوارض ہیں حقیقت اس کی قطع تعلقات ہے ایسی جماعت سے جو اس قاطع کے تعلم دینی میں معین ہیں تعلیماً یا اہتماماً (جیسا کہ مطلق اسٹرائک کی حقیقت مطلق قطع تعلقات ہے جس سے یہاں بحث نہیں) اور تعلم دین عبادت ہے اور اس کے معین معاون فی العبادۃ اور مصداق آیت وتعاونوا علی البر والتقوی وحدیث الدنیا ملعونۃ وما فیہا ملعون الا ذکر اللہ وما والاہ او عالم او متعلم ونیز اس کے محسن ہیں اور عموماً اپنے محسن سے تعلق محبت رکھنا بمقتضائے حدیث من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ اور خصوصیت کے ساتھ اپنے معلم سے اور بانضمام قضیۂ مقدمۃ الشیٔ فی حکم ذلک الشیٔ اپنے معاون فی الدین سے تعلق عظمت رکھنا بفحوائے حدیث من علم عبداً آیۃ من کتاب اللہ فہو مولاہ لا ینبغی ان یخذلہ ولا یستاثر علیہ (جمع الفوائد عن الکبیر) مامور بہ ہے اور تعلقات مامور بہا کا قطع کرنا بنص ویقطعون ما امر اللہ بہ ان یوصل ویفسدون فی الارض داخل فساد اور محل وعید ہے اس سے اس رسم کا مذموم اور ممنوع ہونا ثابت ہوگیا۔ یہ تو حکم شرعی ہے اس مقاطعہ کا باعتبار اس کی ذات کے اور اس کا دوسرا حکم باعتبار عوارض کے ہے سو وہ عوارض مفاسد کی ایک طویل فہرست ہے جو مشاہدہ سے مدرک ہوتی ہے ان میں سے چند انمونہ بطور نمونہ کے معروض ہیں۔

نمبر ۱۔ غرض اس کی جبر ہے ایسے مطالبات میں جو ان مقاطعین کا حق واجب نہیں اور جبر فی التبرع کی حرمت معلوم ہے اگر کہا جائے کہ وہ مطالبات گو ان مقاطعین کا حق نہ ہوں مگر حقوق الٰہیہ واجبہ تو ہیں اور ان کے ترک پر قطع تعلقات ہجران مشروع ہے سو یہ بھی غلط ہے اسٹرائک کرانے والے ان کے وجوب وعدم وجوب پر ہرگز بھی نظر نہیں کرتے اپنی خواہش نفسانی کے خلاف ہونے کی بنا پر شورش برپا کرتے ہیں پھر صرف قطع تعلقات ہی پر اکتفا نہیں کرتے جس کی صورت یہ تھی کہ مدرسہ چھوڑ کر دوسری جگہ چلے جاتے بلکہ اہل خیر کی جماعت کو بدنام کرتے ہیں ان پر تہمتیں لگاتے ہیں ان کی غیبتیں کرتے ہیں جو کہ مطلقاً اہل خیر کیا

بھی شرعاً جائز نہیں چہ جائیکہ اہل خیر کے ساتھہ۔
نمبر ۲۔ ان کے طبقہ مین جو لوگ یکسو رہنا چاہتے ہین اُن پر جبر کرتے ہین جس سے ان کا دنیوی یعنی مالی (دافات اعانت مالیہ من المدرسہ) اور دینی یعنی علمی ضرر ہوتا ہے جس سے وعید یصدون عن سبیل اللہ اور لاضرار فی الاسلام کے مورد بنتے ہین بلکہ بعض اوقات ضرر شخصی سے گذر کر خود تعلیم گاہ کے خطرہ مین پڑجانے سے ضرر جمہوری تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔
نمبر ۳۔ اپنی اغراض کی تحصیل و تکمیل کے لیئے اشرار و فجار سے مدد لیتے ہین جو اس جماعت مقطوعہ کے منکرات مزعومہ سے کہین زیادہ منکرات حقیقیہ مین مبتلا ہوتے ہین اور اُن پر نکیر کی توفیق نہین ہوتی جس سے وعید یریدون ان یتحاکموا الی الطاغوت اور کانوا لا یتناھون عن منکر فعلوہ وغیرہما کے محل بنتے ہین۔
نمبر ۴۔ اور ان اہل باطل کے طریق کو اہل حق کے طریق پر اعتقاداً یا عملاً ترجیح دیتے ہین جس سے وعید یُؤمِنُونَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوتِ وَيَقُولُونَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا هَؤُلَاءِ اهدى مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا سَبِيلًا کے مصداق ہوتے ہین۔
نمبر ۵۔ مقطوعین کی ضد و عداوت مین مدت محدود تک یا ہمیشہ کے لئے علوم دینیہ سے محروم ہوجاتے ہین جس سے مشابہ مصداق آیت بئسما اشتروا بہ انفسہم ان یکفروا بما انزل اللہ بغیاً ان ینزل اللہ من فضلہ علی من یشاء کے ہوجاتے ہین۔ وفی مفاسد ھذا العمل کثرۃ لا تحصی وعلی من تتبع واستقرأ لا تخفی۔ یہ کافی کلام تہا اس عمل کے عدم جواز کے دلائل مین اور اس کے دلائل جواز کے جواب مین اور اس کافی سے بڑھکر وافی کلام ان دونون جزوون مین دو فاضلون کا ہے جس کو جواب ہذا کے ساتھہ علی الترتیب ملحق کرتا ہون۔
واما فی الجزء الاول فمن المولوی حبیب احمد الکیرانوی ووصل لی بلا واسطۃ
واما فی الجزء الثانی فمن المولوی شبیر احمد الدیوبندی وحصل لی بواسطۃ المستفتی فاستمعوا وانتفعوا۔

الجواب۔ وھوالموفق للصواب ولقینا تلقین العرائک فی تحجین اسٹرائک، ذکور فی السوال کی ایک حقیقت ہی اور ایک اس کے عوارض ہیں حقیقت اس کی قطع تعلقات ہی ایسی جماعت سے جو اس قاطع کے تعلّم دینی مین معین ہین تعلیماً یا اہتماماً (جیساکہ مطلق اسٹرائک کی حقیقت مطلق قطع تعلقات ہی جس سے یہان بحث نہین) اور تعلم دین عبادت ہی اور اس کے معین معاون فی العبادۃ اور مصداق آیت وتعاونوا علی البر والتقوی وحدیث الدنیا ملعونۃ وما فیہا ملعون الا ذکر اللہ وما والاہ وعالم او متعلم ونیز اس کے محسن ہین اور عموماً اپنے محسن سے تعلق محبت رکھنا بمقتضائے حدیث من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ اور خصوصیت کی ساتھ اپنے معلم سے اور بانضمام قضیۂ مقدمۃ الشئ فی حکم ذالک الشئ اپنے معاون فی الدین سے تعلق عظمت رکھنا بفحوائے حدیث من علم عبدا آیۃ من کتاب اللہ فہو مولاہ لا ینبغی ان یخذلہ ولا یستاثر علیہ (جمع الفوائد عن الکبیر) مامور بہ ہی اور تعلقات مامور بہا کا قطع کرنا بنص ویقطعون ما امر اللہ بہ ان یوصل ویفسدون فی الارض داخل فساد اور محل وعید ہی اس سے اس رسم کا مذموم اور ممنوع ہونا ثابت ہوگیا۔ یہ تو حکم شرعی ہی اس مقاطعہ کا باعتبار اس کی ذات کے اور اس کا دوسرا حکم باعتبار عوارض کے ہی سو وہ عوارض مفاسد کی ایک طویل فہرست ہے جو مشاہدہ سے مدرک ہوتی ہی ان مین سے چند امور بطور نمونہ کے معروض ہین۔

نمبر ا۔ غرض اس کی جبر ہے ایسے مطالبات مین جو ان مقاطعین کا حق واجب نہین اور جبر فی التبرع کی حرمت معلوم ہے اگر کہا جاوے کہ وہ مطالبات گو ان مقاطعین کا حق نہ ہون مگر حقوق اللہ واجبہ تو ہین اور ان کے ترک پر قطع تعلقات بجران مشروع ہے سو یہ بھی غلط ہے اسٹرائک کرانے والے ان کے وجوب و عدم وجوب پر ہرگز بھی نظر نہین کرتے اپنی خواہش نفسانی کے خلاف ہونے کی بنا پر شور وشش برپا کرتے ہین پھر صرف قطع تعلقات ہی پر اکتفا نہین کرتے جس کی صورت یہ تھی کہ مدرسہ چھوڑ کر دوسری جگہ چلے جاتے بلکہ اہل خیر کی جماعت کو بدنام کرتے ہین اُن پر تہمتین لگاتے ہین ان کی غیبتین کرتے ہین جو کہ مطلقاً اہل خیر کیا

جی شرعاً جائز نہیں چہ جائیکہ اہل غیر کو ساتھ ۔

نمبر ۲ ۔ ان کے طبقہ مین جو لوگ یکسو رہنا چاہتے ہین اُن پر جبر کرتے ہین جس سے ان کا دنیوی ینی مالی (داخلات مالیہ من المدرسہ) اور دینی یعنی علمی ضرر ہوتا ہی جس سے وعید یصدون عن سبیل اللہ اور لاضرار فی الاسلام کے مورد بنتے ہین بلکہ بعض اوقات ضرر شخصی سے گذر کر خود تعلیمگاہ کے خطرہ مین پڑجانے سے ضرر جمہوری تک نوبت پہنچ جاتی ہے ۔

نمبر ۳ ۔ اپنی اغراض کی تحصیل و تکمیل کے لئے اشرار و فجار سے مدد لیتے ہین جو اس جماعت مقطوعین کے منکرات مزعومہ سے کہین زیادہ منکرات حقیقیہ مین مبتلا ہوتے ہین اور اُن پر نکیر کی توفیق نہین ہوتی جس سے وعید یریدون ان یتحاکموا الی الطاغوت اور کانوا لا یتناہون عن منکر فعلوہ وغیرہما کے محل بنتے ہین ۔

نمبر ۴ ۔ اور ان اہل باطل کے طریق کو اہل حق کے طریق پر اعتقاداً یا عملاً ترجیح دیتے ہین جس سے وعید یُؤمِنُونَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوتِ وَیَقُولُونَ لِلَّذِیْنَ کَفَرُوا ھٰؤُلَآءِ اھدیٰ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا سَبِیْلًا کے مصداق ہوتے ہین ۔

نمبر ۵ ۔ مقطوعین کی ضد و عداوت مین مدت محدود تک یا ہمیشہ کے لئے علوم دینیہ سے محروم ہوجاتے ہین جس سے مشابہ مصداق آیت بئسما اشتروا بہ انفسہم ان یکفروا بما انزل اللہ بغیاً ان ینزل اللہ من فضلہ علی من یشاء کے ہوجاتے ہین ۔ وفی مفاسد ھذا العمل کثرۃ لا تحصی وعلی من تتبع واستقرأ لا تخفی ۔ یہ کافی کلام تھا اس عمل کے عدم جواز کے دلائل مین اور اس کے دلائل جواز کے جواب مین اور اس کافی سے بڑھکر وافی کلام ان دونون جزوون مین دو فاضلون کا ہے جن کو جواب ہذا کے ساتھ علی الترتیب ملحق کرتا ہون ۔

واما فی الجزء الاول فمن المولوی حبیب احمد الکیرانوی ووصل لی بلا واسطۃ

واما فی الجزء الثانی فمن المولوی شبیر احمد الدیوبندی وحصل لی بواسطۃ المستفتی

فاسمعوا وانتفعوا ؎

الجزالاول

اسٹرائک ایک یورپین ایجاد ہے۔ اور مسلمانوں مین نہ اس کا کبھی وجود ہوا اور نہ وہ اس کو جانتے تھے۔ اس لئے صراحۃً تو اس کا حکم قرآن وحدیث اور کتب فقہ مین ملنا مشکل ہی۔ ہان اصول شرعیہ سے اس کا حکم معلوم ہو سکتا ہی اس لئے کہا جاتا ہی کہ طلبہ مدارس کی اسٹرائک منتظمین کے خلاف قواعد شرعیہ کی رو سے ناجائز ہے۔ اور اس لئے کہ اسٹرائک کا مقصود منتظمین پر دباؤ ڈال کر اُن کو اپنے مطالبات کے ماننے پر مجبور کرنا ہے۔ اور طلبہ کو کسی حالت مین اس قسم کے دباؤ ڈالنے کا حق نہین ہی۔ کیونکہ طلبہ محکوم ہین اور منتظمین حاکم، اور محکومین پر حاکم کی اطاعت اُس وقت تک لازم ہی۔ جب تک کہ اُن کو کسی خلاف شرع امر کا حکم نہ دیا جائے۔ پس طلبہ کا منتظمین پر حکومت کرنا قلب موضوع اور شریعت کے حکم کو بدل دینا ہے۔ لہذا اسٹرائک جائز نہین ہو سکتی۔ دوسرے جس وقت طالب علم مدرسہ مین داخل ہوتا ہی۔ اس وقت وہ مدرسہ کے قانون کا التزام کرتا ہی اور جب کہ وہ اسٹرائک کرتا ہی۔ تو مدرسہ کے قانون کو توڑتا ہے۔ یہ صریح بدعہدی ہی اس لئے اسٹرائک کی اجازت نہین ہو سکتی۔ تیسرے اسٹرائک کی ابتدا یون ہوتی ہے۔ کہ ایک یا متعدد شخص باقی طلبہ کو اپنی فریب آمیز تقریرون سے قانون شکنی پر آمادہ کرتے ہین۔ اور جو ان کی فریب آمیز تقریرون سے بھی متاثر نہین ہوتے ان کو ناجائز دباؤ ڈال کر اپنے اثر مین لاتے ہین۔ اور یہ تمام امور شرعاً ناجائز ہین۔ اس لئے بھی اسٹرائک جائز نہین ہو سکتی۔ الغرض اسٹرائک مین چند مفاسد شرعیہ ہین۔ مثلاً اس کا یورپین بدعت ہونا۔ حکم شریعت کو بدل دینا۔ مدرسہ کے قانون کو توڑ کر بدعہدی کا ارتکاب کرنا۔ دوسرون کو فریب دینا۔ اُن کو عہد شکنی پر آمادہ کرنا۔ منتظمین پر دباؤ ناجائز ڈالنا۔ ناموافق طلبہ پر جبر کرنا۔ مدرسہ کے انتظام مین ایسی خرابی پیدا کرنا۔ جس کی اصلاح ناممکن ہو۔ کیونکہ جب طلبہ اسٹرائک کے خوگر ہو جائین گے۔ تو وہ منتظمین کا کوئی ایسا حکم نہ چلنے دین گے۔ جو اُن کی خواہش کے خلاف ہوگا۔ اور اس کا نتیجہ فساد ظاہر ہے۔ اور کوئی مدرسہ ایسی حالت مین قائم نہین رہ سکتا۔ اور اس لئے گویا مدرسہ کو توڑ دینے وغیرہ اور یہ امور ایسے ہین

جن کے ناجائز ہونے مین شبہ نہین ہو سکتا۔ اس لئے اسٹرائک ناجائز ہی۔ پھر چونکہ مدرسہ کا اصلی مقصود تعلیم ہے۔ اور مدرسہ کی عمارات انہی طلبہ کے آرام کے لئے ہین۔ جو کہ مدرسہ مین تعلیم پائین۔ ایسی حالت مین طلبہ کا تعلیم چھوڑ کر مدرسہ کی عمارات پر قبضہ رکھنا ایک غاصبانہ قبضہ ہی جو کہ جائز نہین ہو سکتا ہے۔ پھر چونکہ مدرسہ دیوبند کا موضوع خالص دینی و مذہبی تعلیم ہی اور طلبہ کی ان کارروائیون سے جو انہون نے اسٹرائک اور دوسری شرانگیزیون کے متعلق کی ہین ثابت ہوتا ہی۔ کہ ان پر یورپین تعلیم کا اثر ہے۔ اور دین کا ان پر کچھ اثر نہین۔ اس لئے جب تک وہ اپنے خیالات کو مدرسہ دیوبند کے بانیون کے اغراض کے موافق نہ بنالین اس وقت تک ان کے لئے مدرسہ دیوبند موزون نہین ہو سکتا۔ بلکہ ایسے طالب علمون کے لئے ندوۃ العلما، یا علی گڈھ کالج موزون ہے۔ اھ

الجزء الثانی

الاعتصاب فی الاسلام | الہلال مورخہ ۲۹ جولائی ۱۹۱۴ء کے شعبہ مراسلات مین ایک مضمون مولانا عبدالسلام ندوی کا عنوان بالا کے متعلق شائع ہوا ہی جو اگرچہ ابھی تک تمام نہین ہوا لیکن جتنا حصہ اس کا چھپ چکا ہے وہ بھی مذہبی جماعت کی نظرون کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے کافی ہے۔ یہ بتلانے کی مجھکو ضرورت نہین کہ مولانا عبدالسلام ندوی کوئی بزرگ ہین کیونکہ انہین چند ایام مین یہ عام طور پر معلوم ہو چکا ہی کہ وہ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے درجہ تکمیل کی سند حاصل کر چکے ہین اور آجکل اپنے اوستاد مولوی شبلی نعمانی کو سیرۃ لکھنے مین مدد دے رہے ہین اور وہی بزرگ ہین جنکی طرف اس خط کی نسبت کی گئی تھی جس کی بناء پر ندوہ کی اسٹرائک کا محرک اول مولوی شبلی نعمانی کو بتلایا جاتا ہی اور جس کے اعتذار مین انہون نے یہ لکھا تہا کہ مین جس وقت یہ خط لکھ رہا تہا تو سچ یہ ہے کہ اس وقت غلبہ جوش کی وجہ سے میرے حواس اور میرا دماغ میرے قابو مین نہ تہا (او کما قال) اگر غور کیا جائے تو بلا شبہ اس خط کی طرح یہ تحریر بھی جو فاضل مضمون نگار نے اس وقت الہلال مین شائع کرائی ہے۔ اس اعتذار سے بے نیاز نظر نہین آتی، کیونکہ جن روایات

حدیث وسیرت سے آپنے اسٹرائک کا شرعی جواز بطور استحسان ثابت کرنا چاہا ہے وہ نہایت ہی مجمل اور ناکافی ہے۔ وہ دلائل یا تو آپ کے مدعا سے محض بے تعلق ہیں جنکو مسئلہ اسٹرائک یا اس کی شرعی حیثیت سے کوئی لگاؤ نہیں اور یا ان سے جو نتیجہ نکالا گیا ہے وہ بالکل الٹا نکالا گیا ہے یعنی جس اسٹرائک سے آپ بحث کرتے ہیں اس کا تو اس سے جواز نکلتا ہے اور جس کی اباحت کے آپ درپے ہیں اس کی صاف حرمت منشرح ہو رہی ہے۔ فاضل مضمون نگار کا اصلی منشاء یہ ثابت کرنا ہے کہ طلبہ دارالعلوم ندوہ نے جو اسٹرائک ناظم وغیرہ کے مقابلہ میں کی وہ شرعًا بالکل حسن بجانب ہے، اور زمانہ اسٹرائک میں ان طلبہ کا کھانا بند کر دینا یا ان کو بورڈنگ سے نکالدینا جائز نہیں اس کے اثبات یا تائید یا تمہید میں آپنے مجموعی طور پر چار واقعات اس طرح ذکر کئے ہیں کہ ۔

(الف) حضرت صدیق اکبر نے حضرت عائشہ پر اتہام لگانے کے جرم میں مسطح کا نفقہ بند کر دیا اور قسم کھائی کہ ان کو کبھی کسی قسم کا فائدہ نہ پہونچاؤنگا لیکن خدا تعالیٰ نے ان کو اخلاقی حیثیت سے روکدیا۔

(ب) دنیا میں سب سے زیادہ سادہ تمدن دیہات کا ہوتا ہے لیکن عمومًا تمام دیہاتوں میں کوذات کرنے کا طریقہ جاری ہے جسکی رُو سے ایک شخص کا حقہ، پانی، کھانا، پینا بند کر دیا جاتا ہے گویا یہ بھی ایک سادہ شکل کی اسٹرائک ہے)۔

(ج) ابتدائے بعثت میں تمام قریش نے اس مضمون کا ایک عہد نامہ لکھکر خانہ کعبہ میں لٹکایا تھا کہ قریش میں کوئی شخص بنو ھاشم و بنو عبد المطلب کو اپنی لڑکی ندیگا اُن سے لین دین و خرید فروخت نکریگا اُن سے ہم کلام نہوگا وغیرہ وغیرہ۔

(د) اسلام میں جب کسی شخص نے قومی منافع پر شخصی فوائد کو ترجیح دی تو اس کے خلاف صحابہ اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس قسم کا طرز عمل اختیار فرمایا غزوہ تبوک میں تین آدمی بلا عذر شریک نہونے پر آپ نے کعب بن مالک مرارۃ بن الربیع ہلال بن امیہ پر سخت ناراضی ظاہر کی اور تمام صحابہ کو ایک مدت تک اُن کے ساتھ سلام و کلام و نشست و برخاست کی ممانعت رہی۔ آخر کار جب خدا کے یہاں سے ان تینوں کی معافی کا حکم آگیا تب اسٹرائک ٹوٹی یعنی ...

ان دلائل میں سے پہلی دلیل (یعنی حضرت صدیق اکبرؓ کا واقعہ) تو قطع نظر اس سے کہ قرآن مجید نے اس کو جائز و پسندیدہ قرار دیا یا نہیں اسٹرائک کے اصلاحی مفہوم سے جو متنازع فیہ ہے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ کیونکہ آپ خود اقرار کرتے ہیں کہ اس قسم کے تمدن قطع تعلق پر اسی وقت اسٹرائک کا اطلاق کیا جاسکتا ہے جب کہ ایک گروہ کا گروہ دوسرے گروہ یا فرد کو اپنی اعانت سے محروم کردیتا ہے اور اسی بنا پر جدید عربی زبان میں اسٹرائک کو اعتصاب سے تعبیر کرتے ہیں جس کے معنی گروہ بندی کے ہیں۔ باقی دوسری دلیل (یعنی دیہاتوں کے کو ذات کرنے کے طریق) سے بھی آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ شرعی جواز و عدم جواز پر کہاں تک روشنی پڑ سکتی ہے۔ اور ایک مذہبی مسئلہ سے احتجاج میں دیہاتوں کے اس طرز عمل کو پیش کرنا اگرچہ تمہیداً ہی کیوں نہ ہو کس حد تک درست ہے۔ البتہ تیسری اور چوتھی دلیل (یعنی قریش مکہ کا عمل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کا عمل کعب بن مالکؓ وغیرہ کے مقابلہ میں) ایک خاص حد تک اس قسم کے مباحث کیوقت ذکر کئے جانے کا مساغ رکھتے ہیں۔ لیکن میں معاف کیا جاؤں اگر آپ ہی کے الفاظ میں یہ کہوں کہ) صرف انہیں لوگوں کے نزدیک جو کتب حدیث و سیر سے (یا موقعہ) روایات فراہم کرنے کی اہلیت نہیں رکھتے۔ میرا قصد اس مضمون میں اپنی طرف سے کچھ زیادہ کہنے سننے کا نہیں ہے بلکہ بجائے اس کے میں بہتر سمجھتا ہوں کہ فی الحال صرف آپ ہی کے استنباط کئے ہوئے بعض نتائج کو دوبارہ ناظرین کے ملاحظہ میں لاکر فی الجملہ ان کی رکاکت پر متنبہ کردوں۔ آپ نے پہلا نتیجہ یہ نکالا ہے کہ زبردست گروہ کو کمزور فرقہ کے خلاف اسٹرائک کرنا سزاوار نہیں۔ جیسا کہ قریش مکہ نے کیا تھا اس لئے زمانہ اسٹرائک میں طلبہ کا کھانا بند کردینا اُن کو بورڈنگ سے نکال دینا جائز نہیں لیکن نتائج کے نمبر ۲ میں یوں فرماتے ہیں کہ اسٹرائک کیلئے مساوات لازمی نہیں۔ کعب بن مالک آنحضرتؐ اور دیگر صحابہ کے مساوی نہ تھے جب قوی گروہ ضعیف کے مقابلہ میں اسٹرائک کرسکتا ہے۔ تو ضعیف کو قوی کے مقابلہ میں اس کا حق مرجح حاصل ہے لیں اب آپ خود ہی انصاف فرمائیں کہ ان دونوں نتائج میں ...

جو آپ نے بیان کئے ہین پبلک کس کو صحیح سمجھے یا کس کو کس قاعدہ سے ترجیح دے اگر اسٹرائک کے واسطے مساوات کو ضروری سمجھا جائے اور زبردست کی اسٹرائک منیعت کے مقابلہ مین سزاوار نہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمام صحابہ کے (معاذ اللہ) اس ناسزاوار فعل کی جو کعب بن مالک وغیرہ کے مقابلہ مین اُن سے ظہور پذیر ہوا کیا توجیہ ہو سکتی ہے۔ اور اگر مساوات کا قاعدہ لازمی نہین تہا تو پھر قریش مکہ کی اسٹرائک کو عدم مساوات کیوجہ سے ناروا کہنے مین آپ جیسے روشن خیال نے کیون تعصب اور تنگدلی سے کام لیا۔

حقیقت یہ ہے کہ مسلمانون کے اعتقاد کے موافق آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خدا تعالیٰ کی طرف سے تمام مخلوقات جن وانس عرب وعجم کے لئے ہادی اور اُستاد اور معلم بنا کر بھیجے گئے تھے (چنانچہ آپنے خود بھی اپنی منصب جلیل کو انما بعثت معلما کے الفاظ سے ہی ادا فرمایا ہے) اور اس اعتبار سے تمام بنی آدم کو طوعاً وکرہاً آپ کے ساتھ تلمذ کی نسبت اور شاگردی کا تعلق حاصل ہونا چاہیئے پس ہمارے نزدیک یہ کہنا غالباً فاضل مضمون نگار کی توجیہات سے زیادہ چسپان ہوگا کہ قریش مکہ نے اپنی جہالت اور سفاہت کی وجہ سے جو اسٹرائک آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلہ مین کی چونکہ وہ شاگرد کی اسٹرائک اُستاد کے اور متعلم کی اسٹرائک اپنی حقیقی معلم کے مقابلہ مین تھی اسلئے وہ بیشک قابل نفرین وملامت تھی اور برخلاف اس کے آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیجانب سے جو اسٹرائک (بشرطیکہ وہ اسٹرائک ہو) چند شاگردون کی غفلت اور خطاکاری کے مقابلہ پر عمل مین آئی وہ استاد کی اسٹرائک شاگرد کے مقابلہ مین ہونے کیوجہ سے ٹھیک ٹھیک حق بجانب رہی

اس آخری اسٹرائک کے دباؤ کا نتیجہ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ وغیرہ کے حق مین یہ برآمد ہوا کہ اُن سے مسلمانون کے تمام رشتے ناتے توڑ دئے گئے اور اخوت وارتباط باہمی کے سب سلاسل منقطع ہوگئے۔

تو وہ اپنے سادہ دل سے خدا کی طرف متوجہ ہو کر گڑگڑائے اور اُنہون نے نہایت ہمت واستقلال کے ساتھ ہر طرف کے عارضی سہارے چھوڑ کر فقط ایک رب العزت کی جناب کو جا پکڑا۔ انجام کار

یا تو یہ حالت تذبذب تھی کہ

واٰخرون مرجون لامر اللہ۔ اما یعذبہم واما یتوب علیہم واللہ علیم حکیم۔ اور یہ بشارت نازل ہوگئی کہ:۔

اور کچھ لوگ ہین کہ حکم خدا کے انتظار مین ان کا معاملہ ملتوی ہے کہ یا تو اُن کو عذاب دے یا ان کی توجہ قبول کرے اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہی

لقد تاب اللہ علی النبی والمھاجرین والانصار الذین اتبعوہ فی ساعۃ العسرۃ من بعد ما کاد یزیغ قلوب فریق منہم ثم تاب علیہم انہ بہم رؤف رحیم وعلی الثلاثۃ الذین خلفوا حتی اذا ضاقت علیہم الارض بما رحبت وضاقت علیہم انفسہم وظنوا ان لا ملجاء من اللہ الا الیہ ثم تاب علیہم لیتوبوا ان اللہ ھو التواب الرحیم۔

البتہ خدا نے پیغمبر پر بڑا ہی فضل کیا اور (نیز) مہاجرین وانصار پر جنہون نے تنگدستی کے وقت پیغمبر کا ساتھہ دیا جب کہ ان مین سے بعض کے دل ڈگمگا چلے تھے پھر اُس نے ان پر (بھی) اپنا فضل کیا (کہ ان کو سنبھال لیا) اس مین شک نہین کہ خدا ان سب پر نہایت درجہ مہربان (اور ان کے حال پر) نہایت درجہ رحم والا ہے۔ (علی ہذا القیاس) ان تین شخصون پر بھی جو (بانتظار حکم خدا) ملتوی رکھے گئے تھے یہان تک کہ جب زمین باوجود فراخی ان پر تنگی کرنے لگی اور وہ اپنی جان سے بھی تنگ آگئے اور سمجھ گئے کہ خدا کی گرفت سے اس کے سوا اور کوئی پناہ نہین۔ پھر خدا نے ان کی توبہ قبول کرلی۔ تاکہ (قبول توبہ کے شکریہ مین آئندہ کے لئے بھی) توبہ کرین۔ بیشک اللہ بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے"

جن لوگون نے آج مسئلہ اسٹرائک پر اخبارات مین بحثیں کین ہین (مثلاً صاحبزادہ آفتاب احمد خان صاحب وغیرہ) اُنہون نے بارہا اُستاد شاگرد کے تعلقات کو باپ بیٹے کے تعلقات سے تشبیہ دی ہی اور یہ تشبیہ اس اعتبار سے نہایت بلیغ ہے کہ باپ کی مادی تربیت سے اُستاد کی روحی تربیت کسی طرح کم نہین۔ پس جب کہ اولاد کی اسٹرائک کا والدین کے مقابلہ مین یہ حال ہی کہ۔

وان جاھداک علی ان تشرک بی ما لیس لک بہ علم فلا تطعھما وصاحبھما فی الدنیا معروفا۔

اور (اے مخاطب) اگر تیرے مان باپ تجھکو اسپر مجبور کرین کہ تو ہمارے ساتھہ کسی کو شریک خدائی بنائے جسکی تیرے پاس کوئی دلیل ہی نہین (تو آمین) ان کا کہا نہ ماننا مگر ہان دنیا مین دانشمندانہ انکی رفاقت کو۔

شاگردون کو بھی اُستاد کے مقابلہ مین (بالخصوص جبکہ اُستاد اپنی شاگردون کے اخلاقی اصلاح کا کفیل ہوتا ہے) اسٹرائک کا اس سے کچھ زیادہ استحقاق نہین ہو سکتا۔

بنا علیہ قریش مکہ اور غزوہ تبوک کے جن دو واقعات سے فاضل مضمون نگار نے اپنا مدعا ثابت کرنا چاہا تھا ان سے برخلاف اس کے یہ ثابت ہوا کہ کسی قومی یا مذہبی درسگاہ کے طلبہ کی اسٹرائک جو اپنے اساتذہ اور مصلحین و مربین کے مقابلہ مین ہو سراسر ناجائز ہی۔ اور اگر بالفرض اساتذہ اپنے بعض تلامذہ کے مقابلہ مین تعزیرًا اسٹرائک کردین تو یہ نہ فقط جائز بلکہ مستحسن ہے

اُلجھا ہے پاؤن یار کا زلف دراز مین
لو آپ اپنے دام مین صیاد آگیا

مین ان سطور کو اب ختم کرتا ہون کیونکہ فی الواقع مجکو اس وقت نہ تو ندوہ کے اسٹرائک کے خطا و صواب ہونے سے چندان سروکار ہی اور نہ یہ تحقیق مطمح نظر ہے کہ اسٹرائک کا اصل مفہوم اور اُس کی جامع مانع تعریف کیا ہے اور یہ کہ اُس کو شرعًا جائز کہنا چاہئے[۵] یا ناجائز۔ بلکہ ایک ایسی تحریر کے بعض استدلالی کمزوریون کی طرف اشارہ کرنا منظور ہی جو آج کل بعض بخاری کے درس دینے والون کا علمی نمونہ ہی اور ابنا زمان کی حدیث دانی اور سیرت فہمی کا ایک بہترین نمونہ ہی۔ تاکہ عام مسلمان محض اس قسم کے سطحی مضامین کے خوشنما ٹائپ کو دیکھکر جلدی سے متاثر نہو جایا کرین۔

آخر مین ناظرین کی اور خصوصًا محترم مدیر الہلال کی توجہ مضمون نگار کے اس شہیہ کیطرف منعطف کرانا چاہتا ہون جو صاحب مضمون کے بغض و نفسانیت کا آئینہ اور بدتہذیبی یا آج کل کی تہذیب کا پورا مجسمہ ہی۔ اور جس سے اس مضمون کے لکھنے اور شائع کرنیکا اصلی مقصد پوری طرح واشگاف ہو جاتا ہی لکھتے ہین کہ۔

یہ جو بعض مدعیان علم حدیث شکایت کرتے ہین اسٹرائک کے دوران مین سلام و

[۵] مگر اصل جواب مین اور جزو اول مین اس کے ناجائز ہونے کی بہی کافی تحقیق ہو گئی ۱۲ محشی۔

م بزرگون کو ضرور کرنا چاہیے۔ حالانکہ ایسا نہین کیا گیا تو اس کا مبنیٰ بخاری کا وہ نسخہ ہوگا
ں کو مولانا احمد علی مرحوم والد بزگوار مولوی خلیل الرحمٰن سہارنپوری نے چھپوایا تھا اس مین
یدیہ حدیث نہوگی کیونکہ اس کا اثر حقوق اولاد پر پڑنیوالا تھا مگر ہم نے مصر کے نسخہ مطبوعہ سے
ں روایت کو لیا ہے۔ مین نہین سمجھتا کہ اس ہتیہ کے لکھنے والے نے مولانا احمد علی صاحب
حوم کی چھاپی ہوئی صحیح بخاری کو مولوی شبلی کی سیرۃ النعمان سمجھا ہے۔ جس مین حضرت
ـد بن ابی وقاص کے واقعہ کو غلطی سے عمار بن یاسر کی طرف منسوب کر دیا۔ اھ
ول وبانتہاءہ انتہی الجزء ان وبانتہاء ھما انتہی الجواب الذی کتبہ اشرف علی
فی عنہ فی سادس ربیع الثانی ۱۳۳۲ھ ہجری ۔ (البلاغ جلد ۵)

اسلام مین خواتین کے حقوق

گذشتہ سے پیوستہ

ضرت عبداللہ بن رواحہ۔ کی تولیت مین کچھ یتیم تھے۔ جب وہ بیحد پریشان ہوئے تو جلالت
وت مین اس پریشانی اور وقت کا اظہار کیا۔
ں وقت اس حکم کی توضیح دوسری آیت سے اس طرح فرمائی گئی۔
ـئلونک عن الیتامی۔ قل اصلاح لھم خیر۔ آپ سے یتامی کے متعلق دریافت کرتے ہین آپ کہدیجئے کہ ان کی
ن تخالطوھم فاخوانکم۔ ... واللہ ... اصلاح کرنا بہتر ہے۔ اور اگر تم ان سے ریل میل رکھو تو کوئی حرج
لم المفسد من المصلح ولو شاء اللہ لاعنتکم بھی نہین کیونکہ تمہاری دینی بھائی ہین۔ اور اللہ فساد کرنیوالے
ن اللہ عزیز حکیم۔ (سورہ بقرہ ع ۲۷) کو علحدہ جانتا ہے اصلاح کرنیوالے کو الگ۔ اور اگر اللہ چاہتا
تم پر مشقت ڈال دیتا۔ حق یہ ہے کہ اللہ عزیز اور حکیم ہے۔
ور پھر رب العالمین متکلم حقیقی نے ان ضوابط اور قوانین کے ساتھ مذاکرہ اور تنبیہ بھی ان مبارک

الفاظ مین فرمائی۔

وَلْيَخْشَ الَّذِينَ لَوْ تَرَكُوا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعَافًا خَافُوا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلْيَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا۔ | اور چاہئے کہ ڈرین وہ لوگ اللہ سے کہ اگر اپنے پیچھے چھوڑین اولاد ضعیف تو ان پر خطرہ کھاوین۔ تو چاہئے ڈرین اللہ سے اور کہین بات سیدھی اور مناسب

یعنی خصوصیت کیساتھ ان لوگون کو ضرور ڈرنا چاہئے۔ جن کے پاس ان کے چھوٹے چھوٹے بچے ہین کہ اگر وہ آج مرجائین تو کل کو خود ان کے یتیم بچون پر خوف ہوگا۔ اور ان لوگون کو چاہئے کہ ان یتیمون سے نہایت مناسب اور درست بات کہین۔

مگر اب طبعًا یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کسی یتیم بچے کیساتھ مصائب برداشت کرنے اور پھر قہر خداوندی اور غضب الٰہی کا مورد بننے سے کیا فائدہ۔ تو اس کا جواب بھی ان الفاظ مین لسان نبوت سے صادر ہو چکا ہے۔

أَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيمِ كَهَاتَيْنِ فِي الْجَنَّةِ۔ وَقَرَنَ بَيْنَ أُصْبُعَيْهِ الْوُسْطٰى وَالَّتِي تَلِي الْإِبْهَامَ۔ (ابو داؤد کتاب الادب) | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے درمیان کی انگلی اور شہادت کی انگلی کو ملایا اور فرمایا کہ مین۔ اور یتیم کا متولی قیامت کے روز اس طرح ہون گے۔

اور بیوہ عورت جو اپنے یتیم بچون کی پرورش کرے اور اس کے لئے یہ بشارت ہے۔

أَنَا وَامْرَأَةٌ سَفْعَاءُ الْخَدَّيْنِ كَهَاتَيْنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (وَأَوْمَأَ يَزِيدُ بِالْوُسْطٰى وَالسَّبَّابَةِ) اِمْرَأَةٌ آمَتْ مِنْ زَوْجِهَا ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ حَبَسَتْ نَفْسَهَا عَلٰى يَتَامَاهَا حَتّٰى بَانُوا أَوْ مَاتُوا۔ کتاب الادب ابو داؤد | حضرت یزیدؓ (راوی کا نام) نے درمیان کی انگلی اور شہادت کی انگلی کو ملایا۔ اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ وہ عورت جس کے چہرہ کی رونق جاتی رہی رنگ سیاہ ہوگیا اور مین قیامت کے روز ان دو انگلیون کیطرح مرتبہ مین پاس پاس ہون گے۔

یعنی وہ عورت جو خوشحال صاحب دولت اور صاحب جمال تھی۔ اور قضا الٰہی سے اسکا خاوند مرگیا۔ مگر اس عورت نے اپنی تمام ہمت اُسکے یتیم بچون کی پرورش مین صرف کی یہان تک کہ وہ جوان ہو کر علیحدہ ہوگئے یا مرگئے۔

اور علی العموم لڑکیون کے متعلق جو عرب کے نزدیک بازار قرابت مین ردی اور ذلیل جنس تھی۔ یہ ارشاد ہوا۔

مَنْ عَالَ ثَلَاثَ بَنَاتٍ فَأَدَّبَهُنَّ وَزَوَّجَهُنَّ وَأَحْسَنَ إِلَيْهِنَّ فَلَهُ الْجَنَّةُ۔ ابوداؤد کتاب الادب	جس شخص نے تین لڑکیون کی پرورش کی۔ ان کو اسلامی تعلیم دی ان کا نکاح کیا۔ اُن پر احسان کیا۔ تو اسکے لئے جنت ہے۔

(۲) عمر کا دوسرا حصہ

سن بلوغ کے بعد۔

اس حصہ مین وہ یتیمہ بذات خود اپنی جانی اور مالی حقوق کی مالک اور محافظ ہو گئی۔ اب اس کی اجازت بغیر کوئی تصرف کسی قسم کا روا اور نافذ ہی نہین ہو سکتا۔

مسئلہ نکاح کے متعلق اگرچہ ولی کو اختیار دیا گیا ہے۔ کیونکہ ابتدائی عمر مین لڑکا یا لڑکی اپنی تمام عمر کی مصلحتون پر غور کرنے اور سمجھنے کے قابل نہین ہوتی۔ اور بسا اوقات ناتجربہ کاری سے وہ کام کر گذرتی ہین جو انکی آئندہ زندگی کے لئے سخت نقصان دہ اور مضرت رسان ثابت ہوتی ہین۔ مگر تب بھی اجازت یتیمہ کی شرط لگا دی۔

چنانچہ بالغہ کا نکاح بغیر اجازت اور بغیر منظوری بالغہ کے درست نہین۔ جیسا کہ رسالت پناہ خیر البشر کا ارشاد ہے۔

لَا تُنْكَحُ الثَّيِّبُ حَتَّى تُسْتَأْمَرَ وَلَا الْبِكْرُ إِلَّا بِإِذْنِهَا۔	یعنی بالغہ عورت کا نکاح خواہ ثیب ہو یا باکرہ۔ بغیر اجازت کی جائز نہین۔ اور پھر اجازت کی صورت اور تدبیر یہ بتائی۔
تُسْتَأْمَرُ الْيَتِيمَةُ فِي نَفْسِهَا فَإِنْ سَكَتَتْ فَهُوَ إِذْنُهَا وَإِنْ بَكَتْ فَلَا جَوَازَ عَلَيْهَا۔	یتیمہ سے دریافت کیا جائے۔ اگر وہ خاموش ہو جائے تو یہ اجازت سمجھی جائیگی۔ اگر وہ رونے لگے تو اسپر کوئی زبردستی نہین۔

لیکن یہ بھی واضح رہے کہ رونے سے وہ رونا مراد ہے جس سے نفرت اور انکار کا اظہار ہو۔ اور اگر رسم وغیرہ کی بنا پر روئی ہے تو وہ سکوت کے حکم مین ہے۔ یعنی رضا سمجھی جائے گی۔ اور احناف تو لڑکی کو بذات خود نکاح کرنے کا اختیار بھی دیتے ہین۔ البتہ اولیا سے مشورہ لینا ضروری چیز ہے۔

ولی کو یہ اجازت ضرور ہے کہ وہ صغر سنی مین یعنی بلوغ سے پیشتر لڑکی کا نکاح کر دے اور اگر ولی غیر محرم ہو مثلاً چچا کا بیٹا تو ایسی صورت مین خود بھی نکاح کر سکتا ہے مگر بالغ ہونے کے وقت لڑکی کو اختیار دیا جائے گا کہ خواہ وہ لڑکی اپنی نکاح کو باقی رکھے یا فسخ کر دے۔

ہان اگر یہ نکاح باپ یا دادا نے کیا تھا تو لڑکی کو اختیار نہین دیا جاتا۔ کیونکہ انسان فطرةً اپنی اولاد کیلئے

ادنی سے ادنی نقصان۔ یا کسی قسم کے گزند کو بھی گوارا نہین کرسکتا۔ اور حتی الوسع ان کیلئے سامان عیش ہی مہیّا کرتا ہی۔ تکلیف کے احتمال کا بھی روادار نہیں ہوتا۔

یہ ضرور ہی کہ اس مسئلہ مین ائمہ مجتہدین کا اختلاف ہے مگر احادیث پر سطحی نظر رکھنے والا بھی مضمون بالا کو اخذ کرسکتا ہی۔ اور یہی مذہب امام اعظم راس المجتہدین و سید المستنبطین حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کا ہے قرآن کریم نے بھی جابجا اس ہی عنوان اور معنون کی طرف اشارہ کیا ہی۔

ناظرین کی تسکین کیلئے مناسب معلوم ہوتا ہی کہ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک تقریر کا بجنسہ ترجمہ کر دیا جائے۔ جس مین آپ نے چند آیتون کی تفسیر فرمائی ہی۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آیۂ کریمہ وَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ لَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ کی تفسیر دریافت کی :- {اگر تم کو خوف ہو کہ تم یتیمون کے بارے مین انصاف نہین کرسکوگے تو ان یتیمون کے علاوہ نکاح کرلو ان عورتون سے جو اچھی معلوم ہون}

حضرت صدیقہ نے جواب دیا کہ برخوردار! یہ آیت ان یتیمون کے بارے مین ہے جو اپنے والیون کی پرورش مین ہون۔ اور وہ ولی قرابت کے باعث یتیمہ کے ساتھ مال مین شریک بھی ہون۔ (جیسی چچازاد بھائی۔ بہن) اب اگر اس ولی کو اس کا مال اور جمال پسند آجائے اور اس کا یہ ارادہ ہو کہ بغیر پورا مہر ادا کئے۔ اُس سے نکاح کرے۔ اور اس طرح اپنی پھندی مین تمام عمر اُلجھائے رکھے۔ تو اس کو اس آیت کے ذریعہ اس فعل سی منع کر دیا گیا۔ اور یہ حکم ہوا کہ ارادہ تو ارادہ اگر تم کو اس قسم کا خیال بھی ہو۔ اور یہ خوف ہو کہ ہم ان کے حقوق پوری طرح ادا نہین کرسکین گے یا کسی قسم کی کوتاہی کرین گے تو ان سے نکاح مت کرو۔ اور اگر نکاح کی ضرورت ہی ہی تو عورتین بہت ہین جو بھلی معلوم ہون ان سی نکاح کرلو۔ ایک۔ دو۔ تین۔ چار عورتون تک تم کو اجازت ہی۔

باقی آئندہ

تقریب سالگرہ مبارک

اعلحضرت تاجدار دکن خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ

اور

کارپردازان "القاسم" کی جانب سے نذر عقیدت

درویش صفت بادشاہ اسلام آصف جاہ حضور نظام میر عثمان علیخان بہادر (ادام اللہ سلطنتہ وایالتہ) کی بابرکت معظم ذات ستودہ صفات جسکی بدولت لاکھون بندگان خدا کی عزت وناموس کی صیانت اور شعائر اسلامیہ کی توقیر وحفاظت ہو رہی ہی۔ اور ہزارون خادمان دین جن کی علم دوستی وغربا پروری کی بدولت خدمت اسلام اور یاد خدا مین مشغول ہین،، اور جس کے جود وسخا دریا اکرام وعطا سے سرزمین ہند وحجاز سیراب ہو رہی ہی، ہر سال ان کی مبارک سالگرہ کی تقریب اسلامی مہینہ کی یکم رجب المرجب کو ہوتی ہے کہ جسمین مختلف طور سے جشن ہائے مسرت منائے جاتے ہین،،

(۱) ممالک محروسہ سلطانیہ کے کل دفاتر، مدارس، وغیرہ مین تعطیل ہوتی ہی۔

(۲) فتح میدان مین عساکر عثمانی اپنے عالیقدر وعالیجاہ تاجدار کی روبرو بغرض سلامی حاضر ہوتے ہین، بندوق، اور توپون سے سلامی سر کی جاتی ہے۔ دعاہائے ترقی عمر واقبال وجاہ وجلال کے دلکش نعرون سے جو سما گونج اٹھتا ہی،

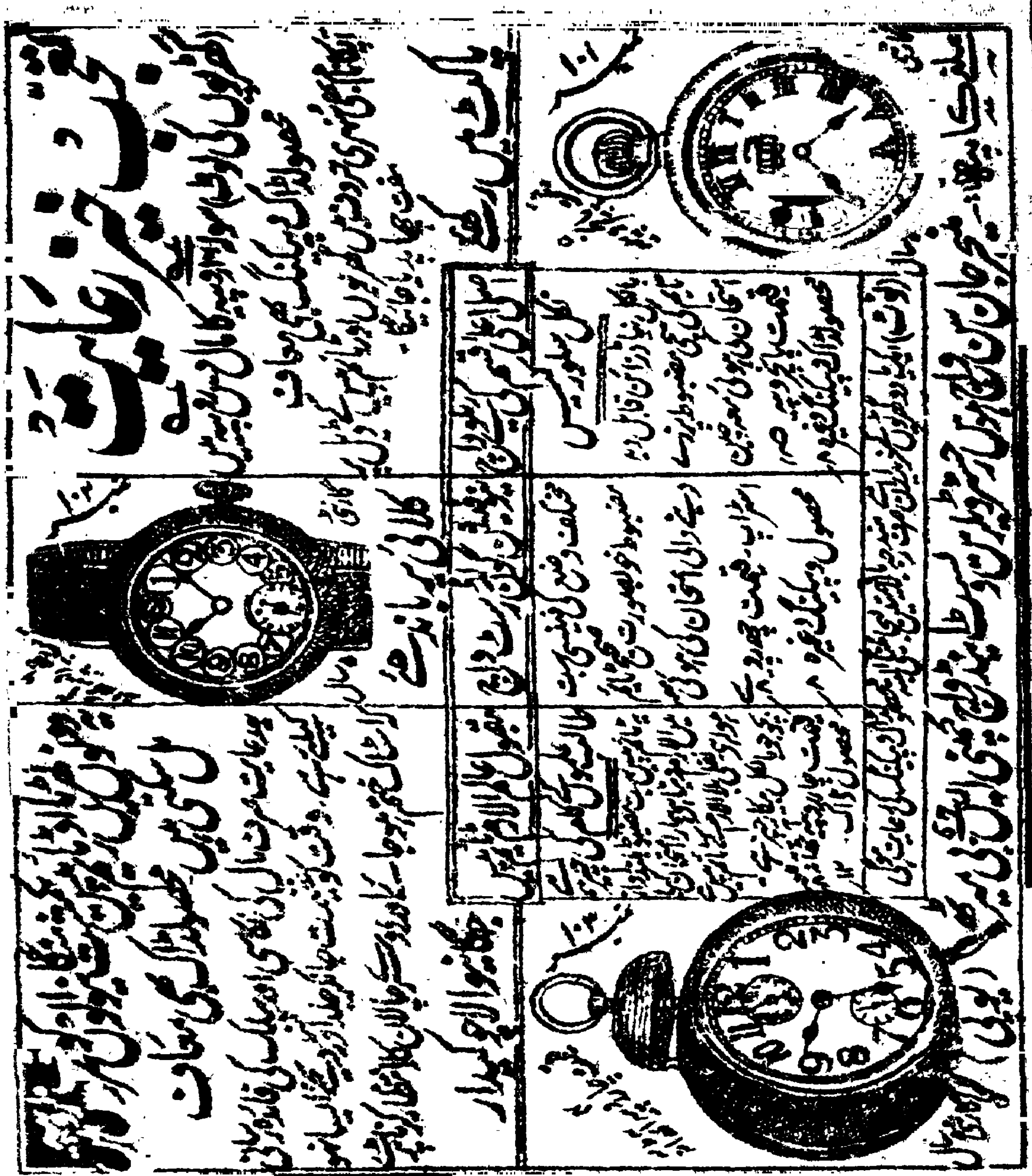
اور شاہان مغلیہ کے دربار، ان کے جاہ وجلال، تزک واحتشام کے قصے اسلامی سلطنتون کے روح پرور افسانے بہت سے بدنصیب ہندوستانیون کے آنکھون کے سامنے پھر جاتے ہین، اور عزیز گم گشتہ کی یاد کو ایک مرتبہ تازہ کردیتے ہین،،

(۳) فدائیان دولت وارکین سلطنت، جانبازان وعقیدتندان بارگاہ ظل سبحانی۔ بندگان متعالی (امد اللہ ظلہم العالی) کی حضور مین باریاب ہوکر نذر عقیدت پیش کرتے ہین۔

(۴) محکمہ صنعت و حرفت کیجانب سے حکومت کے زیر اہتمام ہر دلعزیز بادشاہ کی مسعود تقریب
ملکی مصنوعات کی ایک عظیم الشان نمایش نہایت سلیقہ کا انتظام کیا تھا بلغ عام میں دو ماہ تک
ہے جس مین ہزارون قسم کے نوادر عجائب مصنوعات اہل ہنر و ارباب دانش پیش کر کے انعامات و
سلطانی سے بہرہ اندوز ہوتے ہین غرض عالم اسباب مین ہر دلعزیز بیدار مغز روشن ضمیر تاجدار
(خلد اللہ سلطنتہ و سطوتہ) کی سالگرہ کی تقریب نہایت شان و شوکت سے منائی جاتی ہی جس کے
سلسلون مین بلا شبہ ذات شاہانہ کی معدلت گستری ضعفا پروری، رحم و کرم، جود و سخا کا ہر سال
اعتراف کیا جاتا ہی۔

کارپردازان "القاسم" بھی چونکہ ذات شاہانہ سے گہری عقیدت رکھتے ہین اور اُس کی درویش صف
طبیعت کے گرویدہ ہین، نیز عالم اسلام کے قلوب ان کی صیت جود و سخا کے جسدرجہ منت کش احسان
ہین وہ محتاج اظہار نہین اسلئے اس مبارک و مسعود تقریب مین جہان اہالیان و ساکنان دکن کے
قلوب پر از مسرت و بہجت ہون گے، وہین ہم دور اُفتادہ کارکنان "القاسم" کے قلوب بھی سُر
انبساط سے لبریز ہین، لیکن وہ ایسی بیدار مغز محسن اسلام تاجدار کے لئے دن کے بجائے رات کی آخر
ساعتون مین جشن ہائے مسرت و دعوت مناتے ہین جب کہ آسمان دنیا پر حاکمون کا حاکم اور بادشاہ
کا بادشاہ نزول اجلال فرماتا ہی تو ان کا زمزمۂ تضرع عرش بریں تک پہنچ جاتا ہی۔ اور وہ اپنی بادشاہ
اسلام کی عزت و جلال کی صیانت و بقاء کیلئے دعا کرتے ہین کیونکہ عظمت و وقار اسلام سلطنت اسلا
ہی کیساتھ وابستہ ہی اسلئے یہ خدمت وہ اپنا فریضہ اسلامی جانتے ہین۔

ہم کارپردازان "القاسم" بصد ادب و عقیدت بذریعہ جریدہ "القاسم" بارگاہ خسروی مین اپنا سلام و تحیۂ نذر عقیدت پہنچاتے ہوئے
سالگرہ ہمایونی پر مبارکباد پیش کرتے ہین، اور بحضور قلب بارگاہ الٰہی مین دعا گو ہین کہ "الٰہی ہمارے بادشاہ اسلام شہریار
میر عثمان علیخان (خلد اللہ سلطنتہ و سطوتہ) کو اپنی صیانت و حفاظت مین لیتے ہوئے۔ اعلیٰ کی ناپاک مساعی کو انکیلئے مفید فرما اور انہ
اپنی مرضیات پر ثابت قدم رکھ، اور ذات شاہانہ بصد عز و شان تا دیر جلوہ فرما سریر سلطنت رہے۔
آفتاب اقبال و دولت درخشان و تابان باد آمین یا رب العالمین" (احقر طاہر بن احمد القاسمی کان اللہ لہ)



مجاہدین مراقش

رجسٹرڈ نمبر اے ۱۴۱

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما انا قاسم واللہ یعطی

القاسم

دور جدید

جلد ۳ شعبان المعظم سنہ ۱۳۲۶ھ نمبر ۸

مرکز العلوم الاسلامیہ جامعہ قاسمیہ دار العلوم دیوبند کا ماہوار دینی و علمی رسالہ

زیر ادارت

فخر الہند حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب ناظم ثانی جامعہ قاسمیہ

باہتمام

خاکسار طاہر بن احمد القاسمی نائب المدیر

مطبع قاسمی دیوبند میں طبع ہو کر

دفتر القاسم دار العلوم دیوبند سے شائع ہوا

قیمت سالانہ دو روپیہ آٹھ آنہ مع محصول ڈاک

فی پرچہ ۳ر

فہرست مضامین رسالہ "القاسم" ماہ شعبان المعظم ۱۳۴۶ھ ہجری

بیادگار حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قدس اللہ سرہ بانی دار العلوم دیوبند

بسرپرستی

قدوۃ الانام حضرت مولانا الشاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی وحضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب صدر مہتمم وحضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی ودیگر مقدس ومقتدر علماء دیوبند سے شائع ہوتا ہے

نوٹ - خط وکتابت کے وقت نمبر خریداری ضرور تحریر فرمایا کیجئے - تاکہ تعمیل میں دقت نہ ہو - (مینیجر)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اغلاط دیانند

ستیارتھ پرکاش مصنفہ سوامی دیانند بانی آریہ سماج جو کوئی زبانون مین ترجمہ اور طبع ہو کر شائع ہوچکی ہے اس کا مستند اُردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۰۸ء طبع سوم اسوقت میرے پیش نظر ہے۔ جس کا چودھوان باب قرآن شریف پر اعتراض کے لئے مخصوص ہی۔ یعنی سوامی جی نے اس مین ۱۵۹ نمبرون مین اول بعض آیت کا ترجمہ کرکے پھر اس پر بزعم خود اعتراض کیا ہے۔ خیر اعتراض کا مفصل الزامی اور تحقیقی جواب تو میری کتاب بیان الحق عرف ست پرکاش مین ملیگا۔ ہان آیتون کے ترجمہ کے متعلق جو سوامی جی نے ہر قسم کی غلطیان کی ہین وہ بذریعہ رسالہ ہذا ہدیہ ناظرین ہے۔

ستیارتھ پرکاش مین غلطیان ہین

سوامی جی نے شروع دیباچہ مین خود یہ اقرار کرتے ہوئے کہ بزبان آریہ بھاشا طبع اول مین اس کتاب کی عبارت غلط بن گئی تھی اور بعض جگہ غلطی رہگئی تھی، فرماتے ہین کہ طبع دوم مین عبارت صحیح اور غلطی درست کردی گئی (صفحہ ۱)۔ لیکن اسپر بھی ان کو اس کی صحت کی بجائے اس مین غلطیون کے موجود رہنے کا کامل یقین تہا ورنہ طبع دوم مین بعد صحت وہ یہ ہرگز نہ لکھتے کہ "اس کتاب مین اگر بھول چوک یا درست کرنے اور چھاپنے مین کوئی غلطی رہگئی ہو تو اس کے معلوم ہونے پر جسطرح صحیح ہوگا کر دیا جائیگا جو شخص بنظر رفاہ عام انسانی ہمدردی کے کچھ جتائیگا اس کے سچ ثابت ہونے پر اس کی رائے منظور کیجائیگی (دیباچہ صـ۲)۔ یہی وجہ ہی کہ اُردو کی طبع اول مین بھی بکثرت غلطیان تھین اور

آریون کو طبع دوم مین صحت کرنی پڑی۔ لیکن غلطیون کا غیر متناہی سلسلہ اب بہی ختم نہ ہوا اور بار دوم بھی غلط چھپی۔ اسی لئے طبع سوم مین پھر صحت کرنی پڑی مثلاً صفحہ ۶۶۳ کے حاشیہ مین قرآن کے ایک جملہ کے متعلق لکھا ہی کہ "ترجمہ غلط چھپ گیا تہا اس لئے اب درست کردیا گیا ہی"

آریہ بہاشا اور اُردو مین مصنف۔ مترجم اور آریہ پرتی ندھی سبہا کی اتنی کاوشون کے بعد اب ستیارتہہ پرکاش کو غلطیون سے مبرا ہونا چاہئے تہا لیکن نمعلوم کس منحوس ساعت مین اس کی تالیف۔ کتابت طباعت اور صحت ہوئی کہ انفرادی اور اجتماعی جد وجہد کے بعد بھی آج اس کا کوئی صفحہ غلطی سے پاک نہین۔ کما سیجئ۔

بیشتر غلطیان سوامی دیانند کی ہین

یہ نہ کہا جائے کہ اس بنا پر سوامی دیانند کی غلطیان نہین ہین کہ۔

(۱) دھرم پال نے اصلی ستیارتہہ پرکاش کا جو اردو ترجمہ شائع کیا ہی اس مین صرف اول کے دسؔ باب ہین۔

(۲) لالہ منشی رام عرف سوامی شردھانند نے اگست سنہ ۱۹۱۰ع کے ستیہ دھرم پرچارک مین لکھا ہی کہ سوامی جی کے (جیون مین دسوین سمولاس کی چھپوائی بھی سماپت نہین ہوئی تھی)۔

کیونکہ گو یہ امر صحیح ہو اور یہ عبارت (بار اول مین دو آخری باب اور اپنا عقیدہ کسی وجہ سے چھپ نہ سکے تھے دیباچہ صفحہ ۱) بھی اس واقعہ کی موئد ہو تاہم چونکہ آریہ سماج کے بکثرت ذمہ دار اشخاص اور اس کی معتمد انتظامی جماعت (آریہ پرتی ندھی سبہا) کے نزدیک ہنوز موجودہ ۱۴ باب والی ستیارتہہ پرکاش اصلی ہی لہذا ہم مسلمات سماج سے بحث کرنے پر مجبور ہین۔ ہان یہ ممکن ہی کہ علاوہ مصنف کے مترجم اور کاتب وغیرہ کی بھی اس مین مزید غلطیان ہون۔

غلطیونکی بڑی وجہ سوامی جی کی کم علمی ہی

سوامی جی کے معتقدین کو یہ لفظ ناگوار ہوگا لیکن کیا کیا جائے کہ شروع دیباچہ مین وہ

خود یہ لکھکر (آریہ بہاشا سے زیادہ واقف نہ ہونے کی وجہ سے پہلی بار ستیارتہہ پرکاش کی عبارت غلط بن گئی تھی) اپنی کم علمی ہی کو غلطی کیوجہ قرار دیتے ہین۔ پھر یہ ارشاد فرماکر (جب آریہ بہاشا بولنے اور لکھنے کا ربط ہوگیا تو اس کے قواعد کے مطابق ستیارتہہ پرکاش کو درست کرکے دوسری دفعہ چھپوایا۔) مسرّت ہوتے ہین کہ بوقت طبع دوم بھی آریہ بہاشا مین مہارت نہین بلکہ محض ربط ہوگیا تھا جس کا یہ لازمی نتیجہ تہا کہ طبع اول کی بیشتر غلطیان باقی رہ گئین اور طبع دوم مین بکثرت جدید غلطیان پیدا ہوئین چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اسی لئے انہون نے خود بعد تصحیح بھی دوسرون کو غلطیون کو ظاہر کرنے اور کتاب کو صحیح کرلینے کی ہدایت کردی۔

چودھوین باب کی غلطیان

یون تو ستیارتہہ پرکاش کے ہر باب کا ایک ایک ورق غلطیون سے اسطرح معمور ہی کہ یکجا کرنے پر غالباً اس کا غلطنامہ کتاب کی ضخامت سے کم نہ ہوگا۔ مگر یہ باب خاص طور پر ایک تو اسلئے قابل لحاظ ہی کہ سوامی جی اس کے دیباچہ ضمنی مین لکھتے ہین (اس مین اگر کچھ خلاف لکھا گیا ہو تو شریف لوگ ظاہر کردین۔ اس کے بعد اگر مناسب ہوگا تو وہ مانا جائیگا۔ صفحہ ۶۵۸) اور خاتمہ مین فرماتے ہین (اگر کہین غلط فہمی سے کچھ لکھا گیا ہو تو اس کو صحیح کرلیوین۔ صفحہ ۷۸۴)۔ دوسرے اس لئے لائق توجہ ہی کہ اس مین ہماری قرآن پر حملہ اور اس کی آیتون کا غلط ترجمہ کیا گیا ہی۔

گو ہمین آریہ سماج سے اس کے اصلاح کی امید نہین کیونکہ غلطی ظاہر کرنے پر بھی ان کے گرد تسلیم و تصحیح مین "اگر مگر" لکھ گئے ہین تاہم اپنی شرافت یہ ہی کہ ہم ان کی غلطی پر ان کو متنبہ کرتے ہین۔

وما توفیقی الا باللہ۔

غلطی کی قسمین

قرآن کی آیت اور اس کے ترجمہ کے متعلق آریہ ناقل اور مترجم نے ہر قسم کی غلطی کی ہی۔ لیکن نقل آیت مین ناقل کی غلطی چونکہ سامنے قرآن رکھکر ہر شخص بآسانی معلوم کرسکتا ہی اس لئے صرف ترجمہ کے متعلق سوامی جی کی غلطیان قابل اظہار ہین جو کئی قسم کی ہین۔ مثلاً

(۱) آیت مین جو حرف لفظ جملہ ہے اُس کا غلط ترجمہ۔
(۲) آیت مین جو حرف لفظ جملہ نہین ہے اس کے ترجمہ کا اپنی طرف سے اضافہ۔
(۳) آیت سے متعلق ماقبل و مابعد کو چھوڑ کر صرف درمیانی فقرہ کا ترجمہ۔
(۴) درمیانی فقرہ کو چھوڑ کر محض اس کے متعلق ماقبل و مابعد کا ترجمہ۔
(۵) دو جگہ کی دو مختلف آیتون کو ملا کر ایک سلسلہ مین اس کا ترجمہ۔
(۶) آیت مین جو مضمون نہین ہی، سوال مین اس کا اپنی طرف سے اضافہ۔
(۷) آیت مین جو مضمون ہی، سوال مین اس کا انکار۔
(۸) زبان کی غلطی۔
چنانچہ آئندہ اوراق مین بقید سورت یہ ہر قسم کی غلطیان آتی ہین۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔

سورۃ الفاتحہ

نمبر ۳[۱] خداوندون انصاف کا۔ تجھ ہی کو عبادت کرتے ہین ہم۔ اور تجھ ہی سی مدد چاہتی ہین ہم۔ دکھا ہمکو راہ سیدھا۔ (۱)[۲] آیت اور ترجمہ مین یہ نہین ہی کہ خدا قیامت کے سوا اور کبھی انصاف نہیں کرتا۔ لیکن سوامی جی اس غیر موجود مضمون پر بھی فرماتے ہین (کیا خدا ہمیشہ انصاف نہین کرتا۔ کسی خاص دن انصاف کرتا ہے۔ یہ تو بڑے اندھیر کی بات ہی۔) ا[۳]

(۲) آیت و ترجمہ مین خدا سے طلب کے لئے حصر اور غیر خدا سے طلب مدد کی نفی ہی۔ لیکن سوامی جی نے سوال مین یہ فرما کر (اور اس سی مدد چاہنا تو ٹھیک ہی) اس کو غائب کر دیا۔ ۲

(۳) آیت و ترجمہ مین یہ نہین ہے کہ خدا سے بری بات مین بھی مدد مانگنا چاہئے۔ مگر سوامی جی سوال مین غیر موجود مضمون کی بابت بھی فرماتے ہین (کیا بری بات مین بھی مدد کا چاہنا درست ہی؟) ۳

---

[۱] یہ نمبر و ترجمہ سوامی جی کا ہے۔ مین نے وہی نمبر اور وہی عبارت ترجمہ نقل کی ہی جسکی ضرورت تھی کیونکہ مقصود غلطی کا اظہار ہی نہ کہ سوال کا جواب ۱۲ [۲] یہ نمبر سوامی جی کے غلطیون کا مین نے قائم کیا ہی ۱۲ [۳] یہ غلطیون کا نمبر سلسلہ ہے ۱۲ منہ ۱۲

(۴) اردو زبان مین "راہ" مونث ہی لیکن سوامی جی نے اسکو ترجمہ مین مذکر لکھا ہی۔ ۴
نمبر ۴۔ راہ ان لوگون کی کہ جن پر فضل کیا تو نے۔ ان کا راہ مت دکھا کہ جن کے اوپر تو نے غصہ کیا اور نہ گمراہون کا راستہ دکھا۔
(۱) ترجمہ کے فقرہ "ان کا راہ مت دکھا" مین مونث راہ کو مذکر لکھا ہی۔ ۵
(۲) آیت مین یہ ذکر بھی نہین ہی کہ خدا بلا سبب رحم و غضب کرتا یا بلا وجہ رنج و راحت دیتا ہی۔ مگر سوامی جی اسی غیر مذکور امر پر سوال مین بڑے دریدہ دہنی سے خامہ فرسائی فرماتے ہین۔ ۶

سورۃ البقرہ

نمبر ۵ یہ کتاب کہ جس مین شک نہین۔ پرہیزگارون کو راہ دکھلاتی ہے۔ جو کہ ایمان لاتے ہین ساتھ غیب کے اور قائم رکھتے ہین نماز کو اور اس چیز سے کہ جو ہم نے دی ان کو خرچ کرتے ہین اور وے لوگ جو اس کتاب پر ایمان لاتے ہین جو اتاری گی تیری طرف یا تجھہ سے پہلے اتاری گئی اور یقین قیامت پر رکھتے ہین۔ یہ لوگ اپنی پروردگار کی ہدایت پر ہین اور وے ہی چھٹکارا پانے والے ہین۔ حقیقت کہ جو لوگ کافر ہوئے ان پر تیرا ڈرانا نہ ڈرانا برابر ہے وے ایمان نہ لاوین گے۔ مہر کی اللہ نے ان کے دلون پر اور کانون پر ان کی آنکھونپر پردہ ہے اور ان کے واسطے بڑا عذاب ہی۔
(۱) فقرہ "جو اتاری گئی تیری طرف یا تجھہ سے پہلے" مین واو عاطفہ کا ترجمہ بجائے (اور) کے (یا) کیا ہے اس سے معنی مین جو خرابی پیدا ہو گئی وہ خلاف آیت اور اہل فہم پر ظاہر ہے۔ ۷
(۲) اولئك على هدى من ربهم مین حصر ہے کہ یہی لوگ اپنے رب کی ہدایت پر ہین، جس کو سوامی جی نے ترجمہ مین غائب کر دیا۔ ۸
(۳) ءانذرتهم ام لم تنذرهم مین دو غلطی کی (ایک) ام کا ترجمہ نہین کیا (دوسرے) فعل کا معنی مصدری کیا ہے۔ ۹ و ۱۰ (۴) وعلى ابصارهم کے واو عاطفہ کا معنی اڑا کر ترجمہ بھونڈا کر دیا ہے۔ ۱۱
(۵) آیت مین نہ اس کا وجود ہی کہ قرآن گمراہون کو راہ نہین دکھلا سکتا۔

(۶) نہ اس کا پتہ ہی کہ خدا بلاگناہ و ثواب اور بدون محنت اپنی خزانہ سے خرچ کرنے کو دیتا ہی - ۱۳

(۷) نہ اس کا ذکر ہے کہ قیامت کے اور کسی چیز پر یقین نہ رکھنا چاہیئے - ۱۴

(۸) نہ یہ کہا گیا ہی کہ مسلمانون مین کوئی گنہگار نہین ہی - ۱۵

(۹) نہ یہ مذکور ہی کہ بدکار عیسائی اور مسلمان نجات پائینگے - ۱۶

(۱۰) نہ یہی ہی کہ خدا کے مہر کرنے سے لوگ گناہ کرتے ہین مگر سوامی جی کے سوال کی ساری عبارت انہین غیر موجود فی الآیت مضامین پر اعتراض سے بھری ہوئی ہی - ۱۷

نمبر۶ - ان کے دلون مین بیماری ہی - اللہ نے ان کی بیماری بڑھادی :-

(۱) فزادکے ف کا ترجمہ اڑا دیا - ۱۸

(۲) آیت کا آخری فقرہ (ولہم عذاب الیم بما کانوا یکذبون) کا ترجمہ (اور ان کے لئے دردناک عذاب ہی اس لئے کہ وہ امر حق کی تکذیب کرتے تھے) جو سوامی جی کے سوال کا جواب تہا اور جس سے آیت کا پورا مطلب واضح ہوتا ہی غائب کردیا - ۱۹

نمبر۸ - اگر تم اس کلام سے شک مین ہو جو ہم نے اپنی پیغمبر کے اوپر اتاری تو اس کی سی ایک سورۃ لے آؤ اور شاہدون اپنی کو پکارو سوائے اللہ کے اگر ہو تم سچے - پھر اگر نہ کرو اور البتہ نہ کرسکوگے اس آگ سی ڈرو کہ جس کا ایندھن مین آدمی اور پتھر اور جو طیار کئے گئے ہین واسطے کافرون کے :-

(۱) فاتقوا کی ف کا ترجمہ غائب کردیا - ۲۰

(۲) اعدت کے شروع مین نہ واو عاطفہ ہی نہ مائے موصولہ مگر سوامی جی نے ترجمہ مین ہر دو کو اپنی طرف سے بڑھا دیا - ۲۱ - ۲۲

(۳) کلام مذکر ہے جسکو (اتاری) لکھکر مؤنث بنادیا - ۲۳

(۴) عبد کا معنی بندہ ہی - لیکن سوامی جی نے اس کا ترجمہ پیغمبر کیا ہی - ۲۴

(۵) آیت مین گو یہ نہین ہی کہ "دنیا کی آگ سی نہ ڈرنا چاہیئے" مگر سوامی جی نے پیدا کرکے اسپر اعتراض جڑ دیا - ۲۵

نمبر۹ - اور خوشخبری دی ان لوگون کو جو کہ ایمان لائے اور کام کئے اچھے یہ کہ واسطے انکے بہشتین ہین چلتی ہین

نیچے ان کے نہرین جب دے جاوین گے اس مین سے میوون کا رزق۔ کہین گے یہ وہ چیز ہین جو ہم کو پہلے دی گئی تھین۔ اور واسطے ان کے بیویان ہین ستھری اور ہمیشہ ہے ان کا وہان رہنا۔

(۱) اَنَّ لَهُم جَنّٰتٍ مین ان کا ترجمہ چھوڑ دیا۔ ۲۶

(۲) ثمرۃ مفرد ہے لیکن سوامی جی نے اس کی جمع ثمرات کا ترجمہ کیا ہے۔ ۲۷

(۳) ولهم فيها ازواج مین فیہا کا ترجمہ اڑا دیا۔ ۲۸

(۴) ضمیر ھم جمع مذکر کا مرجع ازواج کو قرار دیا۔ ۲۹

(۵) جنت مین کھانیکو پھل بھی ملیگا لیکن سوامی جی کے ترجمہ سے دو غلط باتین کہ جو آیت مین نہین ہین ظاہر ہوتی ہین (ایک) جنت مین صرف پھل کھانے کو ملیگا (دوسرے) وہ دنیا ہی کے پھل ہونگے۔

۳۰ و ۳۱ (۶) آیت کا درمیانی فقرہ واتوا به متشابها کا ترجمہ چھوڑ دیا جس سے مطلب خبط ہو گیا۔ ۳۲

(۷) آیت مین یہ نہین ہے کہ جنت مین عورتین ہمیشہ رہتی ہین۔ ۳۳

(۸) یہ ہے کہ خدا وہان مردون سے زیادہ عورتون کی عزت و محبت کرتا ہے۔ لیکن سوال کی عبارت انہین غیر مذکور امر پر اعتراض سے مزین ہے۔ ۳۴

نمبر ۱۰۔ آدم کو سارے نام سکھائے پھر فرشتون کے سامنے کرکے کہا جو تم سچے ہو مجھے ان کے نام بتلاؤ۔ کہا اے آدم بتادے ان کو نام ان کے۔ پس جب بتادیے ان کے نام (تو خدا نے فرشتون سے کہا کہ کیا مین نے تم سے نہ کہا تھا کہ تحقیق مین زمین اور آسمان کی چھپی چیزین اور ظاہر اور چھپے اعمالون کو جانتا ہون۔

(۱) ثم عرضهم مین ہم کا ترجمہ چھوڑ دیا۔ ۳۵

(۲) فقال مین فَ ہے لیکن سوامی جی نے اپنی طرف سے بجائے فَ کے ما موصولہ کا ترجمہ کر دیا۔ ۳۶

(۳) درمیان کی ایک متعلق اور ضروری آیت قالوا سبحانك لا علم لنا الاية کا ترجمہ اڑا دیا۔ ۳۷

(۴) آیت مین سمٰوٰت (آسمانون) جمع ہے مگر ترجمہ مین اسکو مفرد سماء (آسمان) بنا دیا ہے۔ ۳۸

(۵) واعلم ما تبدون وما کنتم تکتمون کے ترجمہ مین کئی غلطی ہے (ایک) اَعْلَم کا ترجمہ اڑا دیا۔ (دوسرے) دو مَا کا ترجمہ ہضم کر گئے (تیسرے) تبدون (چوتھے) تکتمون صیغہ جمع حاضر کا ہے جس کا

ترجمہ (ظاہر اور چھپے) غلط کر دیا۔ (پانچوین) آیت مین عموم ہی جسمین عقیدہ و عمل دونون داخل ہی مگر سوامی جی نے اپنی طرف سے عمل کی تخصیص کر دی (چھٹے) عمل کی جمع اعمال ہی لیکن سوامی جی نے اسکی جمع یا جمع الجمع اعمالون نمعلوم کس قاعدہ سے لکھدی۔ ۳۹ و ۴۰ و ۴۱ و ۴۲ و ۴۳ و ۴۴

نمبر (۱۱)۔ پھر شیطان نے نہ مانا اور تکبر کیا کیونکہ وہ بھی ایک کافر تھا۔

(۱) ابی کا ترجمہ اڑا دیا۔ ۴۵

(۲) آیت مین (ایک) کیونکہ (دوسرے) بھی (تیسرے) ایک کیلئے کوئی لفظ نہین۔ ترجمہ مین سوامی جی نے اس کو اپنی طرف سے بڑھا دیا۔ ۴۶ و ۴۷ و ۴۸

(۳) من الکافرین سے مِن کا ترجمہ اڑا دیا۔ ۴۹

(۴) شروع آیت کے فقرہ واذ قلنا مین سے واو کا ترجمہ بھی ہضم کر گئے۔ ۵۰

نمبر ۱۲۔ اور کہا ہم نے ای آدم تو اور تیری جورو بہشت مین رہکر کھاؤ تم بافراغت جہان چاہو پھر و ست نزدیک جاؤ اس درخت کے گنہگار ہو جاؤ گے۔ شیطان نے ان کو گمراہ کیا اور ان کو بہشت کی عیش سے کھو دیا۔ تب ہم نے کہا کہ اترو بعضے تمہارے مین بعض کے دشمن ہین اور تمہارا ٹھکانہ زمین پر ہے اور ایک وقت تک فائدہ ہی۔ پس سیکھ لین آدم نے پروردگار اپنے سے کچھ باتین۔ پس وہ پھر گیا

(۱) وکلا منہا رغدا حیث شئتما مین کئی غلطی ہی (ایک) واو کا (دوسرے) منہا کا ترجمہ اڑا دیا (تیسرے) کلا تثنیہ کا صیغہ ہی جس کا ترجمہ (تم) غلط ہی (چوتھے) رغدا کا بھی (پھرو) ترجمہ غلط ہی۔ ۵۱ و ۵۲ و ۵۳ و ۵۴۔

(۲) ازل کا ترجمہ (گمراہ کر دیا) نہ معلوم کہان سے کر دیا۔ ۵۵

(۳) ف کا ترجمہ (اور) غلط ہی۔ ۵۶

(۴) عنہا کا ترجمہ اڑا دیا۔ ۵۷

(۵) فاخرج ھما ممّا کانا فیہ کا یہ ترجمہ (اور ان کو بہشت کی عیش سی کھو دیا) بالکل غلط ہی۔ اسمین (ایک) ف کا ترجمہ (اور) نیز (دوسرے) اخرج کا ترجمہ (کھو دیا) کر دیا ہی۔ ۵۸ و ۵۹ (باقی)

یا محض ایک بیکار سی بات کے لیے کسی ہمسایہ کی موہون منت نہین، اور صرف اللہ تعالیٰ ہی نہین بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی نعوذ باللہ اس ظلم سے بری نہین ہوسکتے کیونکہ حضور ؐ نے بھی خاص طور سے بغیر چادر اوڑھے باہر نکلنے کو منع فرمایا ہے اور یہان تک فرمادیا ہے کہ اگر کسی عورت کے پاس چادر نہو اور اُس کو باہر نکلنے کی ضرورت لاحق ہو تو دوسری عورت کو جس کے پاس چادر ہو چاہیے کہ اُس کو اپنی چادر مین شریک کرلے۔ پس آپ کے اس فرمانے سے کہ "اللہ تعالیٰ نے یہ نہین فرمایا کہ چہرے وبدن کو اس طرح چھپالو کہ الخ" یہ بات پوری طور پر ثابت ہوگئی کہ اسلام مین حد سے زیادہ تنگی اور دشواری ہے۔ اس طرح آپ نے اسلام کی بیش خدمت انجام دی۔ کیون نہ ہو۔ ع

این کار از تو آید و مردان چنین کنند

جواب نمبر ۳ - جوابات نمبر ۱ و ۲ سے پوری طور پر ثابت ہوگیا ہے کہ محض چادر اوڑھنا مراد نہین ہے بلکہ چادر سے سارا بدن مع چہرہ چھپالینا مراد ہے اور یہ کہ چہرے کا انکشاف ہی اصل باعث آزار رہی ہے۔ اور ہم نے یہ بھی ثابت کردیا ہے کہ چادر کو محض ذریعۂ شناخت مقرر کرنے سے اللہ تعالیٰ اور رسول ؐ پر ایک بڑا الزام عاید ہوتا ہے۔ پس اب آپ کو یہ کہنے کا کوئی حق نہیں کہ "چادر اوڑھنے سے شرفا کی بہو، بیٹیون اور لونڈیوں مین شناخت ہوجاویگی" بلکہ آپ کو یہ کہنا چاہیے کہ "چادرون سے چہرہ وبدن چھپاکر نکلنے سے شرفا کی بہو بیٹیون اور لونڈیون مین شناخت ہوجایا کرے گی۔" اور ہم اپنے اس قول کی تصدیق کے لئے زمانۂ جاہلیت کے مشہور شعرا (مثلاً ربیع بن زیاد، سبرة بن عمر اور نابغہ ذبیانی) کے بعض اشعار بھی پیش کرسکتے ہین جن کے پڑھنے سے آپ کو تاریخی حیثیت سے بھی یہ محقق ہوجاوے گا کہ چہرہ چھپاکر نکلنا شرفا کے درمیان زمانۂ جاہلیت مین بھی رائج تھا۔ اور نقاب ہی ایک ایسی شے تھی جس کو شریف عورت اور لونڈی کے درمیان باعث امتیاز سمجھا جاتا تھا۔ مگر مدینے مین یہودیون سے میل جول ہوجانے کے باعث یہ نشان امتیازی رفتہ رفتہ نیست ونابود ہوچلا تھا اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے

ذریعے سے اس کو از سر نو زندہ کرنے کا حکم فرمایا اور فتنہ آزار دہی سے بچانیکا ایک ذریعہ قرار دیا۔ علاوہ اس کے الفاظ "ان یعرفن" بھی مطلق طور پر استعمال ہوئے ہیں جس سے نہ صرف یہ مراد ہی کہ لونڈیوں اور بیویوں میں شناخت ہو جاوے گی بلکہ جیسا کہ ہم نے شروع میں آیت ہذا کی تشریح کرتے ہوئے اشارہ کیا ہے یہ بھی مُراد ہی کہ اس امر کی بھی شناخت ہو جاوے گی کہ یہ باعصمت عورتیں ہیں اپنے آپ کو سر سے پیر تک پوشیدہ کئے ہوئے ہیں۔ ان ہی کی شان میں آیت حجاب نازل ہوئی ہے۔ یہ خود کو دکھانا نہیں چاہتیں اور جب یہ شناخت ہو جاوے گی تو طامعین کے قلوب میں آزار دہی کی جرأت نہ پیدا ہو سکے گی۔

جواب نمبر ۴۔ اس کا جواب تو معترض صاحب کو اللہ تعالیٰ سے دریافت کرنا چاہیئے کہ انہوں نے ازواج مطہرات، بنات مقدسات اور دیگر نساء المومنین کے ساتھ لونڈیوں کو بھی کیوں نہ شامل کر لیا اور کیوں جملہ آیات متعلقہ پردہ خصوصیت کے ساتھ حرائر کی شان میں نازل کیں۔ اور اسی طرح علی سبیل الترقی لونڈیوں اور بیویوں کے حقوق میں فی الجملہ مساوات کیوں نہ رکھی حالانکہ لونڈیاں بھی مسلمان ہی تھیں۔ ہم تو صرف اسی قدر جانتے ہیں کہ بموجب احکام شریعت جنکا آیات واحادیث ہی سے استخراج ہوا ہے لونڈیوں کو چہرہ اور سر وغیرہ چھپانا واجب نہیں نہ اس لئے کہ اُن کے یہ اعضا چھپانے کی چیز نہیں۔ (کیونکہ المرأۃ عورۃ" میں مطلق عورت کو پردے کی چیز بتایا گیا ہی اور عقلاً بھی مرغوب فیہ ہونے میں مشترک ہی) بلکہ صرف اس وجہ سے کہ چونکہ اُن کی ضرورت آزاد عورت کی ضرورت سے اور اُن کے منصبی خدمات میں اُن کا مُنہ وغیرہ چھپانا مخل انداز ہوتا اس لئے اُن کے اعضائے مکشوفہ کا عدد بھی کچھ زیادہ ہی ہونا چاہیئے۔ لیکن اسی کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے بعد والی آیت میں منافقین کو کافی دہمکی دیکر کہ اگر وہ باز نہ آئے تو قتل کئے جاویں گے اور خارج از بلد کر دیئے جاویں گے لونڈیوں کی حفاظت کا بھی پورا پورا انتظام کر دیا ہے۔ پس جہاں کہیں اسلامی سلطنت ہو گی اور لونڈیوں کا وجود ہو گا وہاں

دہکی بھی شرعی تعزیر کی صورت مین ضرور موجود ہوگی۔ لہٰذا اس آیت مین لونڈیون کی حفا
کا تو یہ انتظام ہوا اور جوان اور میانہ عمر آزاد عورتون کی حفاظت کا چہرہ چھپاکر نکلنے کا حکم دینے سے
انتظام ہوگیا۔ اور معترض صاحب کا یہ فرمانا بھی کہ "لونڈیان بھی تو مسلمان ہی تھین"۔ فی الجملہ واقعیت
پر مبنی نہین کیونکہ لونڈیان کافر بھی ہوا کرتی تھین اور اُن کو مسلمان ہونے پر مجبور نہین کیا جاتا
تھا۔ یہ دوسری بات تھی کہ آخر مین اکثر اسلام کی حقانیت پر غور کرکے وہ خود بخود خوشی سے
مسلمان ہوجایا کرتی تھین اور اُس کے بعد عام طور پر بہت جلد آزاد کردی جایا کرتی تھین۔

جواب نمبر ۵ ۔ یہ مسلمہ ہے کہ فتنۂ آزار دہی فتنۂ شہوت کا ایک جزو ہے اور باہر نکلنے کی
حالت مین فتنۂ شہوت کا قریب قریب مکمل انسداد ظاہر ہے کہ سوائے چہرہ چھپاکر نکلنے کے اور
کسی حالت مین نہین ہوسکتا۔ پس چہرہ چھپانا ہی محض ایک ایسی شناخت ٹھیری جو طماعین
کے قلوب مین جسارت پیدا کرنے اور اس طرح آزار دینے کی مانع ہوسکتی ہے۔ دلیل کے
لئے دیگر نصوص قرآنیہ متعلقہ پردہ کے علل و آثار کو غور سے ملاحظہ فرمائے اور دیکھئے کہ یہ حکم
اُن پر منطبق ہے یا نہین۔ علاوہ اِس کے کسی ایسے طریقۂ علاج کو جو کسی فرد یا جماعت کے
اہوا و ظنون پر مبنی ہو کسی منصوص طریقۂ علاج کے مقابلہ مین پیش کرنا بجائے خود خسر الدنیا
والآخرہ ہونے کا ثبوت ہے۔ اس بات کو ہر ایک مسلمان جس مین ذرا بھی قوت ایمانیہ
موجود ہے اچھی طرح سمجھ سکتا ہے۔

ع۵ اس موقع پر غالبًا یہ بات دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ زمانۂ موجودہ کے ایک روشن خیال (؟) مفسر صاحب نے
آیت ولا یبدین زینتھن الا ما ظہر منہا کی تفسیر کرتے ہوئے یہ فرمایا ہے کہ ہر ایک سوسائٹی مین زینت ظاہرہ کا
معیار جداگانہ ہے۔ لہٰذا ہر سوسائٹی اس بات کی مجاز ہے کہ اپنی رسم و رواج کے مطابق الا ما ظہر منہا کی جو تفسیر چاہے
کرے۔ اور اُس پر عمل پیرا ہو ہمارے معترض صاحب بھی ان مفسر صاحب سے کچھ کم نہین ہین۔ بلکہ ایک درجہ آگے ہی بڑھے
ہوئے ہین کیونکہ اگر ان مفسر صاحب نے احادیث متعلقہ تفسیر الا ما ظہر منہا کو بے حقیقت سمجھکر اپنی رائے سے استصواب
کیا تو معترض صاحب نے صاف صاف نص قرآنی کے اصلی معنو مین ایک نہایت بیجا اور نامناسب دخل اندازی کی۔ تہذیب

ذریعے سے اس کو از سر نو زندہ کرنے کا حکم فرمایا اور فتنہ آزار دہی سے بچانیکا ایک ذریعہ قرار دیا۔ علاوہ اس کے الفاظ "ان یعرفن" بھی مطلق طور پر استعمال ہوئے ہین جس سے نہ صرف یہ مراد ہی کہ لونڈیون اور بیویون مین شناخت ہوجاوے گی بلکہ جیسا کہ ہم نے شروع مین آیت ہذا کی تشریح کرتے ہوئے اشارہ کیا ہے یہ بھی مُراد ہی کہ اس امر کی بھی شناخت ہوجاوے گی کہ یہ باعصمت عورتین ہین اپنے آپ کو سر سے پیر تک پوشیدہ کئے ہوئے ہین۔ ان ہی کی شان مین آیت حجاب نازل ہوئی ہے۔ یہ خود کو دکھانا نہین چاہتین اور جب یہ شناخت ہوجاوے گی تو طماعین کے قلوب مین آزار دہی کی جُرات نہ پیدا ہوسکے گی۔

جواب نمبر ۴۔ اس کا جواب تو معترض صاحب کو اللہ تعالیٰ سے دریافت کرنا چاہیئے کہ انہون نے ازواج مطہرات، بنات مقدسات اور دیگر نساء المومنین کے ساتھ لونڈیون کو بھی کیون نہ شامل کرلیا اور کیون جملہ آیات متعلقہ پردہ خصوصیت کے ساتھ حرائر کی شان مین نازل کین۔ اور اسی طرح علی سبیل الترقی لونڈیون اور بیویون کے حقوق مین فی الجملہ مساوات کیون نہ رکھی حالانکہ لونڈیان بھی مسلمان ہی تھین۔ ہم تو صرف اسی قدر جانتے ہین کہ بموجب احکام شریعت جنکا آیات واحادیث ہی سے استخراج ہوا ہے لونڈیون کو چہرہ اور سر وغیرہ چھپانا واجب نہین نہ اس لئے کہ اُن کے یہ اعضا چھپانے کی چیز نہین۔ (کیونکہ المرأۃ عورۃ مین مطلق عورت کو پردے کی چیز بتایا گیا ہی اور عقلاً بھی مرغوب فیہ ہونے مین مشترک ہی) بلکہ صرف اس وجہ سے کہ چونکہ اُن کی ضرورت آزاد عورت کی ضرورت سے اور اُن کے منصبی خدمات مین اُن کا مُنہ وغیرہ چھپانا مخلل انداز ہوتا اس لئے اُن کے اعضائے مکشوفہ کا عدد بھی کچھ زیادہ ہی ہونا چاہیئے۔ لیکن اسی کے ساتھ ساتھ اللہ تعالےٰ نے اس آیت سے بعد والی آیت مین منافقین کو کافی دہمکی دیکر کہ اگر وہ باز نہ آئے تو قتل کئے جاوین گے اور خارج از بلد کردیئے جاوین گے لونڈیون کی حفاظت کا بھی پورا پورا انتظام کردیا ہے۔ پس جہان کہین اسلامی سلطنت ہوگی اور لونڈیون کا وجود ہوگا وہان

یہ دہکی بھی شرعی تعزیر کی صورت مین ضرور موجود ہوگی۔ لہٰذا اس آیت مین لونڈیون کی حفاظت کا تو یہ انتظام ہوا اور جوان اور میانہ عمر آزاد عورتون کی حفاظت کا چہرہ چھپا کر نکلنے کا حکم دینے سے انتظام ہوگیا۔ اور معترض صاحب کا یہ فرمانا بھی کہ "لونڈیان بھی تو مسلمان ہی تھین"۔ فی الجملہ واقعیت پر مبنی نہین کیونکہ لونڈیان کافر بھی ہوا کرتی تھین اور اُن کو مسلمان ہونے پر مجبور نہین کیا جاتا تھا۔ یہ دوسری بات تھی کہ آخر مین اکثر اسلام کی حقانیت پر غور کرکے وہ خود بخود خوشی سے مسلمان ہوجایا کرتی تھین اور اُس کے بعد عام طور پر بہت جلد آزاد کردی جایا کرتی تھین۔

جواب نمبر ۵۔ یہ مسلمہ ہے کہ فتنۂ آزار دہی فتنۂ شہوت کا ایک جزو ہے اور باہر نکلنے کی حالت مین فتنۂ شہوت کا قریب قریب مکمل انسداد ظاہر ہے کہ سوائے چہرہ چھپا کر نکلنے کے اور کسی حالت مین نہین ہوسکتا۔ پس چہرہ چھپانا ہی محض ایک ایسی شناخت ٹھیری جو طامعین کے قلوب مین جسارت پیدا کرنے اور اس طرح آزار دینے کی مانع ہوسکتی ہے۔ دلیل کے لئے دیگر نصوص قرآنیہ متعلقہ پردہ کے علل و آثار کو غور سے ملاحظہ فرمائے اور دیکھئے کہ یہ حکم اُن پر منطبق ہے یا نہین۔ علاوہ اِس کے کسی ایسے طریقۂ علاج کو جو کسی فرد یا جماعت کے اہوا و ظنون پر مبنی ہو کسی منصوص طریقۂ علاج کے مقابلہ مین پیش کرنا بجائے خود خسر الدنیا والآخرہ ہونے کا ثبوت ہے۔ اس بات کو ہر ایک مسلمان جس مین ذرا بھی قوت ایمانیہ موجود ہے اچھی طرح سمجھ سکتا ہے[۵]۔

---

۵ اس موقع پر غالباً یہ بات دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ زمانۂ موجودہ کے ایک روشن خیال (؟) مفسر صاحب نے آیت ولا یبدین زینتھن الا ما ظہر منہا کی تفسیر کرتے ہوئے یہ فرمایا ہے کہ ہر ایک سوسائٹی مین زینت ظاہرہ کا معیار جداگانہ ہے۔ لہٰذا ہر سوسائٹی اس بات کی مجاز ہے کہ اپنی رسم و رواج کے مطابق الا ما ظہر منہا کی جو تفسیر چاہے کرے۔ اور اُس پر عمل پیرا ہو ہمارے معترض صاحب بھی ان مفسر صاحب سے کچھ کم نہین ہین۔ بلکہ ایک درجہ آگے ہی بڑھے ہوئے ہین کیونکہ اگر ان مفسر صاحب نے احادیث متعلقہ تفسیر الا ما ظہر منہا کو بے حقیقت سمجھ کر اپنی رائے سے تصرف کیا تو معترض صاحب نے صاف صاف نص قرآنی کے اصلی معنون مین ایک نہایت بیجا اور نامناسب دخل اندازی کی۔ تہذیب

جواب نمبر ۶۔ لونڈیون کا وجود اگر نہین ہی تو نہ سہی لیکن آزار دہی کا وجود تو باقی ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ آزار دہی کے مواقع پر آزاد عورتون کو چہرہ چھپا کر نکلنے کا حکم دیا گیا تھا لہٰذا یہ حکم اب بھی برقرار رہنا چاہیئے۔ پھر یہ بھی یاد رکھنے کی بات ہی کہ لونڈیون کو جو چہرہ کھول کر نکلتی تھین اللہ تعالی نے منافقین کے رحم و کرم پر نہین چھوڑا تھا بلکہ جیسا کہ ہم نے لکھا ہی ایک دوسری آیت مین اُن کو کافی دہمکی دیدی تھی۔ اب اگر لونڈیون کا وجود نہین ہے تو اس دہمکی کا وجود بھی تو نہین ہی۔ پس نظر بحالتِ موجودہ چہرہ چھپانے کی اہمیت اور ضرورت پہلے سے کہین زیادہ ہونا چاہیئے۔

جواب نمبر ۷۔ یہ صحیح ہے کہ منافقین اب یہ بہانہ نہین کر سکتے کہ ہم نے لونڈی جانکر چھیڑا تھا مگر اس سے یہ لازم نہین آتا کہ منافقین کوئی اور بہانہ بھی نہین کر سکتے یا دوسرے کثیر التعداد ذرایع آزار دہی کے اختیار نہین کر سکتے۔ لہٰذا جب یہ مان لیا گیا کہ چہرہ کھولنا فتنہ شہوت کا محرک ہے اور فتنہ شہوت مع اپنی جزو لازمی فتنہ آزار دہی کے ہنوز باقی ہے تو پھر ایسی صورت مین چہرہ کھول کر باہر نکلنا کیونکر جائز قرار دیا جا سکتا ہی۔ دوسرے کلام مجید مین کثرت سے ایسی آیتین موجود ہین جو خاص مواقع پر کسی خاص فرد یا جماعت کو مخاطب کر کے ارشاد فرمائی گئی ہین ہمارا فرض یہ ہی کہ اُسی قسم کے مواقع پر ان احکام پر عمل کرین۔ اب اگر آپ کو یہ منظور نہین تو ہمارے خیال مین آپ ایک بہت بڑا کام انجام دین گے اگر آپ اس قسم کی جملہ آیات کو حذف کر کے ایک مختصر قرآن کی تالیف فرما دین گے۔ اس بات کے ہم ذمہ دار ہین کہ آپ کو آپ کے اس مختصر صحیفۂ آسمانی پر عمل کرنیوالے جدید تعلیم یافتہ اور مغربیت نواز جماعت مین بکثرت ملین گے۔

جواب نمبر ۸۔ منافقین زمانہ حضورؐ مین اپنی خباثت باطنی سے عورتون کو دق کیا کرتے تھے وہ زمانہ بموجب ارشاد نبویؐ خیر القرون تھا۔ پس جب اس زمانہ مین بھی اسقدر فتنہ و فساد تھا کہ اللہ تعالی کو آزاد عورتون اور حضرات ازواج مطہرات اور بنات مقدسات جیسی معظم و محترم خواتین کی حفاظت کے لئے چہرہ چھپانے کا حکم دینا پڑا اور لونڈیون کی حفاظت بذریعہ شرعی تعزیر کی گئی اور نہ صرف یہ بلکہ بعد زمانۂ وصال نبوی صلعم صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو

عورتوں کو مسجد جانے سے منع کرنا پڑا تو زمانہ موجودہ جس کو ہم اُس کی بعض خصوصیات کی وجہ سے شر القرون سے تعبیر کرسکتے ہیں جس میں شرعی تعزیر جس پر لونڈیوں کی حفاظت کا دار و مدار تھا مفقود ہو اور جس کو زمانہ حضورؐ سے کافی بعد بھی ہو کیونکر فتنہ و فساد سے مامون و مصئون ہوگا۔

پس ان جملہ دلائل سے جو ہم نے اوپر دئے ہیں یہ بات مثل روز روشن کے ثابت ہوگئی کہ جوان اور میانہ عمر عورتوں کو بوجہ خوف فتنہ چہرہ چھپانا لازمی ہے۔ (اصول موضوعہ نمبر۳)

چوتھی اور پانچویں آیت

یانساء النبی لستن کاحد من النساء ان تقیتن فلا تخضعن بالقول فیطمع الذی فی قلبہ مرض وقلن قولاً معروفاً ۝ وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولی واقمن الصلوٰۃ واٰتین الزکوٰۃ واطعن اللہ ورسولہ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطہیراً ۝ (الاحزاب)

اے نبی کی بیبیو تم معمولی عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر تم تقوی اختیار کرو تو تم (نامحرم مرد سے) بولنے میں (جبکہ بضرورت بولنا پڑے) نزاکت مت کرو (اس سے) ایسے شخص کو (طبعی) خیال (فاسد پیدا) ہونے لگتا ہے جس کے قلب میں خرابی ہے۔ اور قاعدہ (عفت) کے موافق بات کہو۔ اور تم اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور قدیم دستور جاہلیت کے موافق مت پھرو۔ اور تم نمازوں کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیا کرو۔ اور اللہ کا اور اُس کے رسولؐ کا کہنا مانو۔ اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ اے گھر والو تم سے آلودگی کو دور رکھے اور تم کو ہر طرح (ظاہراً و باطناً) پاک و صاف رکھے۔ (الاحزاب)

تفسیر

"ابن ابی حاتم نے ام نائلہ سے روایت کیا کہ حضرت ابو ہریرہؓ (گھر میں) آئے تو اپنی اُمّ ولد کو یعنی وہ لونڈی جس کے مالک سے اولاد ہو گئی ہو) گھر میں نہیں پایا۔ لوگوں نے کہا کہ وہ مسجد گئی ہیں۔ جب وہ آئیں تو اُن پر چلائے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو باہر نکلنے سے منع فرمایا ہے اور اُن کو حکم دیا ہے کہ اپنے گھروں کے اندر مقیّد رہیں۔ اور نہ جنازے کے ساتھ جائیں نہ مسجد جائیں نہ جمعہ میں حاضر ہوں۔ ان صحابی نے قرن فی بیوتکن کو عام قرار دیا ہے۔ اور کسی روایت میں

نظر سے نہیں گذرا کہ حضرات ازواج مطہرات کے ساتھ خاص ہے۔ گو اس مقام پر خطاب تو انہیں کو ہے مگر علّت کے عموم سے حکم عام ہی جیسے اس کے آگے پیچھے کے صیغے ؎

ان ہر دو آیات مین گو خطاب حضرات ازواج مطہرات کو ہی لیکن محض اسی بنیاد پر اُن کو انہین کے لئے مخصوص کر دینا بہت بڑی غلطی ہے۔ کیونکہ اگر ذرا غور سے دیکھا جاوے تو جملہ احکام جو ان آیات مین دیئے گئے ہین عام مومنات کے لئے بھی اُسیقدر ضروری ہین جسقدر حضرات ازواج مطہرات کے لئے۔ اِن احکام کی فہرست درج ذیل ہی؎

(۱) اطاعت خُدا اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)۔

(۲) ادائے نماز وزکوٰۃ۔ (۳) قرار بیوت وترک تبرج۔

(۴) قول معروف۔ (۵) تکلّم بغیر الخضوع ؎

نمبر ۱ و ۲ کی بابت تو کسی کو احتمال بھی نہین ہو سکتا کہ یہ محض ازواج مطہرات ہی کے لئی ہون بس ان مین تو یہ حضرات اور عام مومنات دونون یکسان اور برابر ہوئین۔ اب یہ دیکھنا رہا کہ باقی تین احکام مین بھی خطاب عام ہی یا نہین پہلے نمبر ۳ کو لے لیجئے یعنی قرار فی البیوت و ترک تبرج کو۔ تو اس مین غور کرنے سے بھی خصوصیت کا احتمال نہین رہتا۔

یہان قرن کے بعد اُس کی تتمیم کے لئے اُس کے مقابل ولا تبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولی کو منع فرمایا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ مقابلہ اس امر کو مقتضی ہی کہ عدم قرار سے روکنا منظور ہی اور اس عدم قرار کو تبرج جاہلیۃ سے تعبیر فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ عدم القرار مذموم ہونے مین مثل تبرج جاہلیۃ کے ہی۔ اور یہ یقینی ہے کہ یہ تتمہ ہی قرن کا اور تتمہ کسی شئے کا حکم مین اُسی شئے کے ہوتا ہے۔ اب اگر قرن کو خاص کہا جاوے گا تو ممانعت تبرج جاہلیۃ کی بھی خاص ہی ہوگی۔ حالانکہ کوئی متدین یا عاقل اس کا قایل نہین ہو سکتا کہ عام اُمّت کی بیبیون کو اظہار جاہلیۃ مباح یا جائز ہے جب یہ عام ہے اور قرن بوجہ ذی تتمہ ہونے کے گویا اُس کا عین ہے۔ بس قرن بھی عام ہوگا ؎

لہٰذا اس حکم مین بھی عام مومنات اُسی طرح شامل ہین جس طرح پہلے دو حکمون مین۔ اب حکم

له یہ عبارت [illegible] ۱۲

نمبر ۴ کو لیجئے یعنی قول معروف کو جس کے معنیٰ یہ ہین کہ صاف اور سیدھی بات کہو۔ اس پر کسی مزید بحث کی نہ ضرورت ہی نہ گنجایش۔ ہر شخص جانتا ہی کہ یہ طریقہ نہ صرف ازواج مطہرات کے لئے ضروری ہی بلکہ عام مومنات کے لئے بھی یکسان ضروری ہے۔ اگر اس کو بھی خاص کہا جاویگا تو اس کے یہ معنی ہون گے کہ اللہ تعالیٰ کا مقصود عام مستورات کے بارے مین یہ ہے کہ وہ بول چال مین بجائے صاف اور سیدھی بات کے ٹیڑھی اور ترچھی بات کہا کرین۔ اگر یہ احکام کسی انسان کی جانب سے دئے گئے ہوتے تو ہم اس کو تھوڑی دیر کے لئے باور بھی کر لیتے کہ شاید اُس کا یہی مقصود ہو۔ مگر اللہ تعالےٰ سے اس امر کی اُمید رکھنا کہ وہ اپنی بندیون کو بُری راہ پر لگانا چاہتے ہین بہت بڑی دلیری اور جُرأت کا کام ہی اور بالکل خلاف عقل ہے۔

حکم نمبر ۵ کی روسے نرم لہجے مین گفتگو کرنے کا اذن نہین ہے۔ اگر اس حصۂ آیت کو سطحی نظر سے دیکھا جائے تو تھوڑی دیر کے لئے یہ شبہہ ہو سکتا ہے کہ شاید یہ حکم اظہارِ خودداری کے لئے ہو اور شاید ہمارے نو تعلیم یافتہ بھائیون ہی کا کہنا صحیح ہو۔ کیونکہ وہ اس حکم کے متعلق یہی فرمایا کرتے ہین کہ اس مین طریقۂ خودداری تعلیم کیا جا رہا ہے مگر نظر تعمق سے ملاحظہ فرمائے تو آپ کو اس حکم کے ساتھ ساتھ یہ الفاظ ملین گے فیطمع الذی فی قلبہ مرضٌ جو اس امر پر دلالت کر رہی ہین کہ اللہ تعالیٰ کی غرض طریقۂ خودداری سکھلانا نہین ہی بلکہ ایسے نرم لہجے سے گفتگو کی ممانعت ہے جس سے مخاطب مین میلانِ نفسانی پیدا ہونے کا احتمال ہو۔ چنانچہ اس مین خود اللہ تعالےٰ ہی نے وہ حکمت بھی بتلا دی ہے جس کی غرض سے یہ حکم نازل ہوا ہے یعنی انسداد فتنۂ مکالمت۔ پس جب یہ حکمت ہم پر روشن ہو گئی تو یہ بھی ثابت ہو گیا کہ جہان کہین یہ حکمت اور علّت ہو گی وہان یہ حکم بھی ضروری گا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ یہ علّت عام مومنات مین بھی پائی جاتی ہے بلکہ بدرجہ اولیٰ کیونکہ ازواج مطہرات کو تو مسلمان مائین ہے سمجھتے تھے لہٰذا یہ حکم بھی صرف ازواج مطہرات کے لئے مخصوص نہین رہا۔

تقریر مندرجہ بالا سے یہ امر بخوبی واضح ہو گیا کہ یہ احکام عام مومنات کے لئے بھی اُسیقدر

ضروری ہین جسقدر حضرات ازواج مطہرات کے لئے۔ اور یہ نتیجہ نکلا کہ جس طرح حکم نمبر ۵ کا منشا، انسداد فتنۂ مکالمت ہے اسیطرح حکم نمبر ۳ کا منشا، انسداد فتنۂ مخالطت ہی۔ اور یہ کہ جس طرح تکلم مع الخضوع سے طامعین کے قلوب مین ہوس پیدا ہوسکتی ہی اُسیطرح بلکہ اُس سے کہین زیادہ عدم قرار فی البیوت سے بھی اُسی قسم کی ہوس پیدا ہونے کا خوف ہی۔ کیونکہ آزادی سے باہر پھرنے کی صورت مین خواہ وہ جسم وچہرہ ڈھانک ہی کر کیون نہ ہو کوئی اس بات کا ذمہ پوری طور پر نہین لے سکتا کہ فتنۂ مخالطت سے پوری طور پر حفاظت ہوسکتی ہے۔ اور اس تقریر سے پوری طور پر یہ بات ثابت ہوگئی کہ محض تکلم بغیر الخضوع فتنۂ شہوت کو (جس کے اجزا فتنۂ مکالمت۔ فتنۂ مخالطت اور فتنۂ ابصار وغیرہا ہین) نہین روک سکتا تھا ورنہ یہ حکم دیکر پھر قول معروف وقرار فی البیوت کا حکم نہ دیا جاتا۔

آگے چلکر دوسری آیت کے آخر مین ایک اور علّت بھی بتلائی گئی ہی جو پانچون احکام پر بدرجۂ مساوی حاوی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہین کہ اُن کا منشا اِن احکام کے ذریعے سے رجس (ناپاکی) دور کردینے کا ہی جس سے معلوم ہوا کہ اِن احکام کے خلاف عمل کرنے سے ناپاکی کا اندیشہ ہے۔ پس جب اِن جملہ احکام کے خلاف عمل کرنے سے ناپاکی ہوتی ہی تو اُس کے جزو یعنی قرار فی البیوت

ف۵ ہمارے وہی مفسر صاحب جن کا تذکرہ ہم نوٹ متعلقہ صفحہ ۱۱ مین کرچکے ہین لفظ "رجس" کے محدود معنی لیکر فرماتے ہین کہ یہان پر اللہ تعالیٰ کا منشا صرف ایک خاص ناپاکی دور کردینے کا ہی جو دنیاوی دولت کی خواہش سے پیدا ہوتی ہی اور جس کا تذکرہ ازواج مطہرات کے بارے مین اللہ تعالیٰ نے ایک آیت مین جو آیت ہذا سے کچھ پہلے ہی کیا ہی۔ ہم اس کا فیصلہ ناظرین کی انصاف پسندی پر چھوڑتے ہین کہ اِن حضرات کا یہ فرمانا کہان تک صحیح ہی۔ ہمین اس سے انکار نہین کہ دنیاوی دولت کی خواہش بھی انسان کے دل مین ناپاکی پیدا کرسکتی ہی لیکن کیا اُن احکام پر عمل نکرنا جو اس آیت مین بیان فرمائے گئے ہین اور تقویٰ حاصل کرنا جو ان احکام سے مقصود ہے سب مین ناپاکی نہین پیدا کرسکتا؟ کیا زکوٰۃ نہ دینے سے مال ناپاک نہین ہوجاتا؟ اور کیا غیر مزکے مال استعمال کرنا قلب مین ناپاکی نہین پیدا کرسکتا؟ اور اسیطرح کیا نماز نہ پڑھنا۔ گھرون سے باہر پھرنا جس کے ذریعے سے اجانب سے اختلاط پیدا ہونے کا احتمال وا ندیشہ ہو اور خدا اور رسولؐ کا حکم نہ ماننا دلون کو ناپاک نہین کرتا؟ پس جب یہ سب باتین ناپاکی پیدا کرتی ہین اور دور کرتی ہین اور ان سب باتون کے خلاف حکم دینے کے بعد اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہین کہ "اے گھر والو خدا چاہتا ہی کہ تم سے ناپاکی دور رکھے اور تم کو ظاہرًا وباطنًا پاک وصاف رکھے" تو کیا اس کا یہ مطلب نہین ہی کہ اِن احکام پر عمل کرنے سے پاکی اور تقویٰ حاصل ہوگا اور اُن کے خلاف عمل کرنے سے ناپاکی ہوگی؟ اور یہی وجہ ہی کہ لفظ "رجس" "اِن احکام"

خدا اپنے موصوف ہونے میں دوسروں کا محتاج ہوگا جو اُس کے موصوف بالذات ہونیکے سراسر خلاف ہے اسلئے کہ موصوف بالذات اُسکو کہتے ہیں کہ جو اپنے اتصاف میں کسی کا محتاج نہ ہو۔

پادری سول اپنی کتاب کے صفحہ ۱۳ پر لکھتا ہے،

مقدس نوشتوں کی یہ تعلیم ہے کہ مادہ یا روح کی اصل خواہ کچھ ہی ہو لیکن مادی اور روحانی جہان خدا کی ہستی اور ازلی اور خود مختاری کے شرائط نہیں بلکہ اس کے نتیجہ ہیں الخ۔

(۲)

علاوہ ازیں اگر صفت کے قدیم ہونے سے متعلق کا قدیم ہونا ضروری ہے تو پھر عالم کی ہر ہر چیز قدیم اور ازلی ہونی چاہیے اسلئے صفت خالقیت اور مالکیت کا تعلق صرف ایک دو شی سے نہیں ہر ہر فرد ہر ہر ذرہ کے ساتھ ہے علیٰ ہذا موت اور حیات اور رزق وغیرہ بھی ازلی ہونی چاہئیں۔ غرض یہ کہ اس بنا پر کوئی شے قدم اور ازلیۃ سے باہر نہیں ہو سکتی وھو ظاھر البطلان ؛

(۳)

نیز صفت خالقیت کا ظہور تو عالم کے مخلوق ہونے سے ہوگا یہ عجب طرح کی منطق ہے کہ صفت خالقیت کا ظہور مادہ اور روح کے غیر مخلوق اور ازلی ہونے سے ہو، صفت احیاء کا ظہور حیات کے ذریعہ سے ہونا چاہیے نہ کہ عدم حیات اور موت کے ذریعے سے صفت اماتت کا ظہور موت کے ذریعہ سے ہونا چاہیے نہ کہ عدم موت کے ذریعے سے ٹھیک اسیطرح شان خالقیت کا ظہور مخلوق اور حادث ہونے کے ذریعے سے ہونا چاہیے نہ کہ قدیم اور ازلی ہونے سے۔ واللّٰہ اعلم ؛

(۴)

نیز یہ امر خلاف حکمت ہے کہ بعض صفات الٰہیہ کا اظہار ہو اور بعض کا نہ ہو، شان سمیعی اور بصیری کے اظہار کیلئے انسان کو سمع و بصر عطا فرمائی۔ اور شان علیمی اور خبیری کے ایک ادنیٰ تجلی سے انسان کو صاحب علم و خبر بنا دیا۔ مؤمنین مخلصین کو صفت رحم و کرم کا۔ عصاۃ مؤمنین کو صفت عفو و مغفرت کا۔ کافروں کو شان قہر و انتقام کا مورد اور تجلی گاہ بنایا۔

پس ضرور تھا کہ جسطرح شان سمیعی اور بصیری اور علیمی اور خبیری کا اظہار فرمایا اسی طرح شان احدیت و صمدیت۔ غناء۔ توحید یہ تمام صفات اور شیونات معرض ظہور میں آئیں اور شان احدیت کا اظہار

صرف اسی طرح ہو سکتا ہے کہ صرف وہی ایک ذات موجود ہو اور باقی تمام کائنات پردۂ عدم میں مستور ہوں۔ پھر جب قدرۃ اور ارادہ اُن کے متعلق ہو اسوقت یہ تمام معدومات پردۂ عدم سے نکلکر شان کن فیکون کے اظہار کیلئے معرض وجود میں آئیں۔ اور شان صمدیۃ اور استغناء کا ظہور صرف اس طرح ہو سکتا ہے کہ وہ علیم و قدیر اور وہ غنی مطلق اپنی ایجاد اپنی تخلیق اپنی تکوین میں کسی قسم کے اعانت اور امداد کا محتاج نہ ہو۔ محض اپنی قدرت اور ارادہ سے نیست کو ہست اور نابود کو بود کرتا ہو۔ لوہار اور بڑھئی کی طرح اپنی تخلیق اور تکوین میں مادہ اور روح کا محتاج نہ ہو۔

(۵)

نیز یہ امر بھی قابل غور ہے کہ ایجاد تکوین اور ترکیب کے مفہوم میں کیا فرق ہے ایجاد اور تکوین کے معنی صرف یہ ہیں کہ کسی معدوم کو پردۂ عدم سے نکالکر مسند وجود پر بٹھلا دیا جائے اور ترکیب کے معنی صرف یہ ہیں کہ دو چیزوں کو آپس میں ملا دیا جائے۔ پس صفت ایجاد اور شان تکوینی کا ظہور صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ معدوم کو موجود اور نیست کو ہست کیا جائے۔ مادہ اور روح کے ملانے سے صرف شان ترکیب اور تصویر ظاہر ہو سکتی ہے۔ صفت ایجاد اور شان تکوینی کا ظہور نہیں ہو سکتا اس کی صفت فقط مصور ہی نہیں بلکہ وہ خالق اور باری ہے "ھُوَ اللّٰہُ الْخَالِقُ الْبَارِیُٔ الْمُصَوِّرُ"

(۶)

نیز شان اولیۃ کا اظہار بھی صرف اسی طرح ہو سکتا ہے کہ صرف ابتداء میں وہی ایک ذات احد ہو اور کوئی نہ ہو ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاھِرُ وَالْبَاطِنُ ۔

(۷)

نیز شان احاطہ کا ظہور صرف اس طرح ہو سکتا ہے کہ یہ تمام سلسلہ اُس کے احاطہ میں ہو۔ اس کے احاطہ سے باہر نہ ہو۔ اور احاطہ میں آجانے کے بعد پھر اُس شئے کو غیر متناہی اور غیر محدود ماننا سراسر خلاف عقل ہے۔

قال تعالیٰ اَلَآ اِنَّہٗ بِکُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ (آگاہ ہو جاؤ کہ حق تعالیٰ بے شک سب کو محیط ہے۔

اور ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۱۹۸ باب ۷ ۱۲ سوال زیر عنوان،

(پرمیشور کے محیط کل ہونے کے دلائل)

اور ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۲۰۷ باب ۷ سوال ۴۴ کا جواب۔ (اور وہ بوجہ محیط کل ہونے کے)؛
اور بھومکا کے صفحہ ۵۳ پر ہے۔ (اس سے پہلے محیط کل پرمیشور تھا۔)؛
اور ستیارتھ کے صفحہ ۴۴۶ باب ۱۲ نمبر ۶۱ پر ہے۔ (جو محیط کل ہے)؛
اور ستیارتھ کے صفحہ ۴۴۴ باب ۱۲ نمبر ۵۳ پر ہے (ایشور محیط اور بے لوث ہے)؛
اور دوسری سطر میں ہے (کہ جو احاطہ میں ہے وہ محدود اور محاط ہے)؛
لہٰذا جب وہ محیط کل تمام عالم کو محیط ہے تو لامحالہ عالم محدود اور محاط ہوگا۔ غیر محدود اور غیر متناہی نہ ہوگا۔
پس خدا کو محیط کل ماننے کے بعد سلسلۂ عالم کو غیر محدود اور غیر محصور ماننا کھلا ہوا تناقض اور صریح اختلاف ہے

(۸)

نیز ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۲۰۹ باب ۷ ۵۰ سوال کے جواب میں ہے؛
(پرمیشور اپنے کاموں میں خود مختار ہے۔)
اور اسی صفحہ کے ۵۱ سوال کے جواب میں ہے؛
دنیا کو قائم رکھنا اور فنا کرنا اور سب کو انتظام میں رکھنا پرمیشور کے افعال ہیں۔ اھ
اور ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۴۴۶ باب ۱۲ نمبر ۵۹ سے ۶۲ تک خدا کے فاعل مختار ہونیکا مفصل تذکرہ ہے۔ اھ

اور ستیارتھ صفحہ ۲۰۳ باب ۷ پر ہے

۳۶۔ سوال۔ پرمیشور کے کان، آنکھ وغیرہ حواس نہیں تو پھر وہ حواس کے کام کسطرح کرسکتا ہے۔
جواب۔ یہ اپنشد کا قول ہے پرمیشور کے ہاتھ نہیں لیکن اپنی طاقت کے ہاتھ سے سب کو بناتا اور قابو میں رکھتا ہے۔
پاؤں نہیں لیکن محیط ہونے کے باعث سب سے زیادہ صاحب رفتار حرکت دینے والا ہے۔ آنکھ کا آلہ نہیں لیکن سب کو ٹھیک ٹھیک دیکھتا ہے کان نہیں لیکن سب کی باتیں سنتا ہے۔ حواس باطنی نہیں مگر تمام دنیا کو جانتا ہے وہ حواس کے بغیر اپنی سب کام اپنی طاقت سے کرتا ہے۔ اھ
اور ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۰۴ پر ۳۸ سوال کے جواب میں ہے؛
جتنے مکان اور زمانہ میں فعل کرنا مناسب سمجھتا ہے اتنے ہی مکان اور زمان میں فعل کرتا ہے

اس سے نہ زیادہ نہ کم۔ کیونکہ وہ علیم ہے۔ اھ

عبارات بالاسے یہ امر بخوبی ثابت ہوگیا کہ عالم کا پیدا کرنا اور فنا کرنا حق تعالیٰ کا ایک اختیاری فعل ہی۔ اور فعل خواہ کسی قسم کا ہو کسی طرح قدیم نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کہ فعل ایک خاص حرکت نام ہی کہ جو خاص وقت اور خاص مکان میں ہو۔

اور حرکت کے مفہوم ہی میں تجدد اور حدوث اور مسبوق بالغیر ہونا داخل ہی۔

نیز حرکت محرک سے موخر ہوتی ہی اور تمام حرکات کا سلسلہ محرک پر منتہی اور مختتم ہونا ضروری ہے۔ نیز فاعل مختار کا فعل ارادہ کے بعد ہوتا ہے اور جو شے کسی کے بعد ہو وہی حادث ہی پس خدا کا یہ فعل یعنی مادہ اور روح میں ترکیب اور ترتیب کس طرح قدیم اور ازلی ہوسکتا ہی۔ لامحالہ یہ تمام سلسلہ اُس کے ارادہ پر ختم ہوجائیگا۔ (ان ربک فعال لما یرید)

صفاتِ متشابہات

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم	وز ہر چہ گفتہ اند شنیدیم و خواندہ ایم

خدا کی ذات کو اپنی ذات پر اور اُس کی صفات کو اپنی صفات پر قیاس کرنا سخت نادانی ہی۔ ہر جگہ مخلوق کو بھی مخلوق پر قیاس نہیں کرسکتے۔ خالق تو درکنار پیشاب کو پیشاب پر بدبو میں قیاس کرسکتے ہیں مگر گلاب کو پیشاب پر قیاس نہیں کرسکتے۔ مردہ کو مردہ پر قیاس کرسکتے ہیں مگر زندہ کو مردہ پر قیاس نہیں کرسکتے۔ قیاس وہاں ہوسکتا ہی جہاں کسی قسم کی مشابہت ہو اور مخلوقات کو خدائے بے مثل سے کچھ بھی مشابہت نہیں۔ قال تعالیٰ،

لیس کمثلہ شیء۔ | کوئی شے اُس کے مثل نہیں۔

ھل تعلم لہ سمیا ولہ المثل الاعلیٰ } کیا اُسکا کوئی ہم نام معلوم ہی بالا اور برتر شان اُسی کیلئے مخصوص ہے۔

اور اگر مخلوقات کو خالق کیساتھ وجود علم و قدرت حیات میں کچھ مشابہت ہی بھی تو برائے نام۔ زمین کی روشنی اور چمک کو آفتاب کی روشنی سے کیا نسبت۔ اگر ہے تو وہ برائے نام، سب جانتے ہیں کہ وہ آفتاب ہی کا فیض ہی، ورنہ زمین کی روشنی کجا اور نور آفتاب کجا۔ پس اُسکی حیات ہماری حیات کی طرح نہیں اور اُسکا سننا اور دیکھنا اور کلام کرنا ہمارے سُننے اور دیکھنے اور کلام کرنے کے مشابہ نہیں۔

اپنے سننے اور دیکھنے اور ادراک اور علم میں جوارح کا محتاج نہیں اسکے علو کیلئے کوئی مکان اور جہت
یں اُس کے نزول اجلال کیلئے کوئی حرکت نہیں۔ اُس کی رضا، وغضب کے کوئی کیفیت نہیں۔
جلال اُس کی شان اعلیٰ اس سے برتر ہے کہ کبھی عقلی یا حسی شئی کو اُس پر قیاس کرسکیں
ن تقریب الی الفہم کیلئے اُس کی شئوون اور صفات کو اُنہی کی زبان اور محاورات میں ذکر کیا
ا ہے۔ ۵

علی جہۃ التقریب للذہن اذ لنا	عقول علیہا فہم ما ثم یعتس

ں چونکہ اُس کی صفات اور شئوون کا سمجھنا بہت دشوار تھا اسلئے تقریب الی الاذہان کے لئے
ں قسم کے محاورات استعمال میں لائے گئے۔ کما قال تعالیٰ،

نا ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ ؕ

م ملتیں اور ادیان سماویہ اس پر متفق ہیں کہ خدا کی صفات کمال کو محاورات اور معروف الفاظ
ں ذکر کیا جائے۔ تاکہ عام عقلیں خدا کو پہچان سکیں اور ساتھ ہی ساتھ لیس کمثلہ شئ سے بھی
اہ کردیا تاکہ خالق اور مخلوق میں کسی قسم کا قیاس نہ جاری کرسکیں۔ اور زیادہ بحث و تفتیش میں
پڑیں۔ انسان اپنی محدود اور ناقص اور قلیل علم سے اُس خداوند قدوس کے بے کم و کیف اور بحد
بے پایاں ذات اور صفات کا تو درکنار اپنی ہی ذات کا پورا ادراک نہیں کرسکتا تمام حکما ختم
گئے مگر جسم اور روح کی حقیقت آج تک نہ سمجھا سکے۔
ں اجمالی طور سے صرف اس قدر معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ ذات جامع کمالات ہے اور اپنی ذات لو
نات کے اعتبار سے بے مثل اور یکتا ہے۔ قال تعالیٰ،،

نا اوتیتم من العلم الا قلیلا و لا	اور نہیں دیگیا تم کو کوئی حصہ علم کا مگر بہت ہی قلیل اُسکے
یطون بشئ من علمہ الا بما شاء	علم میں کسی شئے کا بھی احاطہ نہیں کرسکتے ؛

اسیوجہ سے کہ خدا کی ذات و صفات کے متعلق زیادہ بحث و تفتیش کرنا اُس کی کیفیتوں میں
ر خوض کرنا محض لاحاصل ہی نہیں بلکہ کج فہمی کی دلیل ہے۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنی
ت کو حکم فرمادیا۔

فکروا فی الخلق ولا تفکروا فی الخالق۔	مخلوق میں فکر کرو خالق میں نہیں ؛

وان الی ربک المنتہی ولا فکرۃ فی الخالق | اللہ تک سب چیزیں ختم ہو جاتی ہیں خالق میں فکر نہ کرنا چاہیے۔
اور اسی وجہ سے صحابہ کرام کا تمام قرن اسیطرح سے گذرا کہ وہ خدا کی تمام صفات کمالیہ پر ایمان رکھتے تھے
اور تنزیہ اور تقدیس کیلئے لیس کمثلہ شئ۔ پڑھ لیا کرتے تھے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ان صفات کے
ذکر کرنے سے مقصد صرف اسقدر ہی کہ ہم ان صفات کے ذریعے اپنے خالق کو پہچان سکیں۔ اور
یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ ہماری طرح آنکھ سے دیکھتا ہی اور کان سے سنتا ہی اسلئے کہ جسطرح اوسکی ذات
بے چون وچگوں ہے اسی طرح اُس کی صفات اور شئون بھی بے چون وچگون ہیں۔

استواء علی العرش

قال تعالیٰ الرحمن علی العرش استوی (الآیۃ)

جب یہ ثابت ہوگیا کہ اُس کی ذات ہماری ذات اور اُس کی صفات ہماری صفات کے مشابہ اور مماثل
نہیں یقیناً وہ علیم وخبیر سمیع وبصیر ہے مگر ہماری طرح نہیں۔ بدون مضغۂ لحم کے ادراک کرتا ہی اور
بے کان کے سنتا ہے اور بے آنکھ کے دیکھتا ہی بدون زبان کے کلام کرتا ہی ہماری طرح ان اعضاء
اور جوارح کا محتاج نہیں۔

واللہ الغنی وانتم الفقراء | اللہ ہر طرح بے نیاز ہے اور تم حاجتمند ہو۔

پس جسطرح وہ بغیر آنکھ اور کان کے سمیع وبصیر ہے ٹھیک اسیطرح وہ بغیر جہت اور مکان کے مستوی
علی العرش بھی ہی، اگر بغیر آنکھ اور کان کے دیکھنا اور سننا ممکن ہی تو بغیر جہت اور مکان کے عرش پر
مستوی ہونا بھی ممکن ہے اور جسطرح اُسکے علم اور سمع وبصر کی کیفیت حیطۂ عقل سے باہر ہی اسیطرح
استواء علی العرش کی کیفیت بھی احاطۂ ادراک سے خارج ہے۔ چنانچہ امام مالک علیہ الرحمتہ سے جب
استواء علی العرش کی کیفیت دریافت کی گئی تو یہ ارشاد فرمایا کیف غیر معقول والاستواء غیر
مجہول والایمان بہ واجب والسؤال عنہ بدعۃ انتہی۔
یعنی اُس کی کیفیت عقل میں نہیں آسکتی، نیز اُس کی ذات اور اُس کی تمام صفات کم وکیف سب سے
منزہ اور پاک ہیں۔ لہٰذا جو شئے کہ کم وکیف سب سے پاک ہے اُس کی کیفیت دریافت کرنا سراسر
غیر معقول ہے۔

قل استواء علی العرش کی اگرچہ کیفیت اور حقیقت سے واقف نہیں مگر اتنا ضرور جانتی ہو کہ یہ ایک
ت کمال ہے کہ جسپر بلاتشبیہ کے ایمان لانا ایسا ہی ضروری ہو جیسا کہ اُس کی علم وقدرت سمع وبصر
بلاتشبیہ کے ایمان لانا حتمی اور لازمی ہے اور اس قسم کا سُوال بدعت ہے کیونکہ ادیان سماویہ
ل انبیاء اور خیر القرون میں کبھی اس قسم کا سُوال نہیں پیدا ہوا اسلئے کہ وہ سب جانتے تھے کہ یہ سب
فات کمال ہیں خدا کا ان کی ساتھ موصوف ہونا لابدی ہے مگر ہماری طرح نہیں۔ لیس
کمثلہ شئ ؛

یا ہمارے اس بیان کے بعد استواء علی العرش کے بارہ میں کسی قسم کا شک نہ رہا ہوگا۔ اور اگر
ب بھی کچھ خلجان باقی ہے تو ہم چند اکابر امت کی تحقیق آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں اگر خدا
فضل اور اُس کی توفیق نے دستگیری فرمائی تو انشاء اللہ العزیز آپکو اطمینان ہو جائیگا ؛

حجۃ الاسلام امام غزالی قدس اللہ سرہٗ

قُلْ لِمَنْ یَفْهَمُ عَنِّیْ مَا اَقُوْلُ	اُتْرُكِ الْبَحْثَ فَذَا شَرْحٌ یَطُوْلُ

فص استواء علی العرش کی حقیقت سمجھنا چاہے اس سے کہدو کہ اس تفتیش کو چھوڑو۔ اس کی شرح بہت طویل ہے

ثَمَّ سِرٌّ غَامِضٌ مِنْ دُوْنِهٖ	قَصُرَتْ وَاللّٰهِ اَعْنَاقُ الْفُحُوْلِ

ایک سربستہ راز ہے جس کے سامنے بڑے بڑے علماء کے گردنیں خم ہیں

اَنْتَ لَا تَعْرِفُ اِیَّاكَ وَلَمْ	تَدْرِ مَنْ اَنْتَ وَلَا كَیْفَ الْوُصُوْلُ

ے مخاطب تو اپنی ہی حقیقت سے واقف نہیں کہ تو کون ہے اور کس طرح ہے

لَا وَلَا تَدْرِیْ صِفَاتٍ رُكِّبَتْ	فِیْكَ حَارَتْ فِیْ خَفَایَاهَا الْعُقُوْلُ

نہ اُن صفات کو جانتا ہو کہ جو تیرے میں پیوست ہیں ان کے اسرار ودقائق کے ادراک میں عقلیں حیران ہیں

اَیْنَ مِنْكَ الرُّوْحُ فِیْ جَوْهَرِهَا	هَلْ تَرَاهَا اَوْ تَرٰی كَیْفَ تَجُوْلُ

بتلاؤ کہ روح کہاں ہے اور اُس کی کیا حقیقت ہے اور کیا اُس کو دیکھتے ہو
اور کس طرح وہ حرکت کرتی ہے ؛

۵۱ مجانی الادب صفحہ ۴ جلد ۴ و مشارق الانوار ۱۳۰۲ھ

وَلٰكِنَّ الْاَنْفَاسَ هَلْ تَحْصُرُهَا ۔ اَوْلَا تَدْرِيْ مَتٰى عَنْكَ تَزُوْلُ

اور علیٰ ہذا انفاس (سانس) کو کیا شمار کرسکتے ہو۔ ہرگز نہیں۔ اور تم کو یہ معلوم کہ وہ تم سے کب علیحدہ ہونگے

اَيْنَ مِنْكَ الْعَقْلُ وَالْفَهْمُ اِذَا ۔ غَلَبَ النَّوْمُ فَقُلْ لِيْ يَا جَهُوْلُ

اور جب نیند غالب آتی ہے تو عقل وفہم کہاں چلے جاتے ہیں۔ بتلا اے نادان

اَنْتَ اَكْلُ الْخُبْزِ لَا تَعْرِفُهٗ ۔ كَيْفَ يَجْرِيْ مِنْكَ اَمْ كَيْفَ تَبُوْلُ

نہیں تو یہ بھی اچھی طرح معلوم نہیں کہ کس طرح کھانا اندر پہنچتا ہے اور کس طرح تمکو پیشاب آتا ہے

فَاِذَا كَانَتْ طَوَايَاكَ الَّتِيْ ۔ بَيْنَ جَنْبَيْكَ بِهَا اَنْتَ جَهُوْلُ

پس جبکہ تم اپنی انتڑیوں ہی کی حقیقت اور کنہ سے بے خبر ہو

كَيْفَ تَدْرِيْ مَنْ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ۔ لَا تَقُلْ كَيْفَ اسْتَوٰى كَيْفَ النُّزُوْلُ

تو تم استواء علی العرش اور نزول الی السماء الدنیا کی کیفیت اور حقیقت کس طرح جان سکتے ہو

كَيْفَ يَجْلِيْ لِرَبٍّ اَمْ كَيْفَ يُرٰى ۔ فَلَعَمْرِيْ لَيْسَ ذَا اِلَّا فُضُوْلُ

خدا کی کیفیت کس طرح بیان ہوسکتی ہے اور کس طرح خدا دیکھا جاسکتا ہے۔ یہ سب فضول باتیں ہیں

فَهُوَ لَا كَيْفٌ وَلَا اَيْنٌ لَهٗ ۔ وَهُوَ رَبُّ الْكَيْفِ وَالْكَيْفُ يَحُوْلُ

خدا تعالیٰ کیف اور این سب سے منزہ ہے اسلئے کہ وہ تو این اور کیف سب کا خالق اور رب ہے

وَهُوَ فَوْقَ الْفَوْقِ لَا فَوْقَ لَهٗ ۔ وَهُوَ فِيْ كُلِّ النَّوَاحِيْ لَا يَزُوْلُ

وہ فوق الفوق لعدد و بلا لودا ہے اُس کے اوپر کوئی نہیں وہی سب جگہ حاضر وناظر ہے

جَلَّ ذَاتًا وَصِفَاتٍ وَعَلَا ۔ وَتَعَالٰى رَبُّنَا عَمَّا نَقُوْلُ

حق تعالیٰ اپنی ذات وصفات میں اعلیٰ اور برتر ہے اور جو کچھ ہم کہتے ہیں اس سب سے منزہ ہے

شیخ ابوطاہر قزوینی علیہ الرحمۃ

اللہ عالم نے کائنات عالم کو مختلف طبقات پر تقسیم کیا ہے، اول زمین اور پانی کا طبقہ ہے اور پھر کرۂ ہوا اور کرۂ نار ہے اور ان کے بعد سبع سموات اور سبع سموات کے کرسی جلال۔ اور کرسی جلال پر عرش عظیم۔ عرش کے بعد کسی مخلوق کا وجود ثابت نہیں۔ رہے سرادقات جلال سو وہ عرش ہی

کے تابع ہیں۔ عرش سے جُدا نہیں۔

(الحاصل)

کائنات عالم میں سے کوئی شے دائرہ عرش سے باہر نہیں۔ سبع سموات اور سبع ارضین سب کو عرش عظیم محیط ہے اس کے بعد کسی مخلوق کا ہونا نہ کسی عقلی دلیل سے ثابت ہے نہ کسی نقلی دلیل سے غرض کہ کائنات کا سلسلہ عرش عظیم پر ختم ہو جاتا ہے۔ پس الرحمن علی العرش استوی کے یہ معنی ہیں کہ خداوند عالم کی تکوین اور تخلیق کا سلسلہ عرش عظیم پر ختم ہو گیا اور کوئی مخلوق دائرہ عرش سے باہر نہیں۔

اور قرآن عزیز میں استوی کا لفظ ان معنی میں بکثرۃ مستعمل ہوا ہے قال تعالیٰ:

ولما بلغ اشدہ واستوی ای استتم شبابہ۔ یعنی اپنی جوانی کو پہنچ گیا اور اس کی جوانی ختم ہو گئی:

کزرع اخرج شطأہ فازرہ فاستغلظ فاستوی ای استتم ذلک الزرع: | جیسے کھیتی نے نکالا اپنی سوئی کو۔ پھر اس کو مضبوط کیا پس موٹا ہوا۔ پھر کھیتی مکمل ہو گئی۔

استوی کے اصلی معنی مساواۃ کے ہیں کما قال تعالیٰ۔

ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون | کیا اہل علم اور غیر اہل علم برابر ہو سکتے ہیں۔

لیکن جب کوئی شے اپنی نہایت اور کمال کو پہنچ جاتی ہے محاورہ عرب میں اس کے لئے استوی کا لفظ مستعمل ہوتا ہے اور استواء شمس اور استواء میزان اسی سے ماخوذ ہے۔ قال تعالیٰ:

فاذا استویت انت ومن معک۔ | جب تم اور تمھارے ساتھی سوار ہو جائیں

لتستووا علی ظھورہ۔ | تا کہ تم اُس کی پشت پر بیٹھ جاؤ۔

واستوت علی الجودی۔ | جودی پر ٹھہر گئی۔

فسواھن سبع سموات ای کمل وتمم خلقھا۔ وقال تعالیٰ۔ | خدا نے سات آسمان مکمل بنائے۔

فاذا سویتہ ونفخت فیہ من روحی۔ | پس جب میں اس کو تام الخلقۃ بناؤں اور اس میں اپنی خاص روح ڈالدوں۔

یا ایھا الانسان ما غرک بربک الکریم الذی خلقک فسواک فعدلک: | اے انسان تجھ کو خدائے کریم کے بارہ میں کس نے دھوکہ دیا جس نے تجھ کو پیدا کیا اور درست اندام اور معتدل کیا۔

٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭

٭ ٭ ٭ ٭ ٭

نیز خداوند عالم نے قرآن عزیز میں استوی علی العرش کو چھ جگہ ذکر فرمایا ہی اور ہر جگہ اُس سے قبل سبع سموات اور سبع ارضین کے تخلیق کا تذکرہ کیا ہی جس سے صاف یہ معلوم ہوتا ہی کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ اُس خداوند عالم نے زمین اور زمان اور کون مکان سب کو پیدا فرمایا اور اپنی تکوین اور تخلیق کے سلسلہ کو عرش عظیم پر ختم کر دیا۔

(۱) قال تعالیٰ ان ربکم اللہ الذی خلق السموات والارض فی ستۃ ایام ثم استوی علی العرش (سورۂ اعراف)	بے شک تمھارا رب اللہ ہے جس نے زمین و آسمان چھ دن میں بنائے اور پھر مستقر علی العرش ہوا۔ (سورۂ اعراف)
(۲) ان ربکم اللہ الذی خلق السموات والارض فی ستۃ ایام ثم استوی علی العرش یدبر الامر (یونس)	یقیناً تمھارا رب اللہ ہے جس نے آسمان اور زمین چھ دن میں بنائے پھر قائم ہوا عرش پر تدبیر کرتا ہی تمام کائنات کی (سورۂ یونس)
(۳) تنزیلا ممن خلق الارض والسموات العلی الرحمن علی العرش استوی لہ ما فی السموات وما فی الارض وما بینہما وما تحت الثری (سورۂ طٰہٰ)	یہ قرآن اس ذات کا اتارا ہوا ہے جس نے زمین اور بلند آسمانوں کو پیدا کیا۔ وہ بڑا مہربان ہے عرش پر قائم ہوا اور آسمان اور زمین کے اور اُن کے درمیان کے اور تحت الثریٰ کی تمام چیزیں اُسی کی ملک ہیں (سورۂ طٰہٰ)
(۴) الذی خلق السموات والارض وما بینہما فی ستۃ ایام ثم استوی علی العرش (سورۂ فرقان)	اللہ ہی نے زمین اور آسمان کو اور ان کی درمیان کی چیزوں کو چھ دن میں پیدا کیا۔ پھر عرش پر قائم ہوا۔ (سورۂ فرقان)
(۵) اللہ الذی خلق السموات والارض وما بینہما فی ستۃ ایام ثم استوی علی العرش (سورۂ سجدہ)	اللہ ہی نے سبع سموات اور سبع ارضین کو اور اُن کے مابین کو چھ دن میں پیدا فرمایا۔ پھر عرش پر قائم ہوا۔ (سورۂ سجدہ)
(۶) ھو الذی خلق السموات والارض فی ستۃ ایام ثم استوی علی العرش۔ (سورۂ حدید)	اُسی نے چھ دن میں آسمان اور زمین کو پیدا کیا۔ پھر عرش پر قائم ہوا۔ (سورۂ حدید)

الحاصل سبع سموات اور سبع ارضین کے بعد استوا علی العرش کو خصوصیت سے ذکر کرنا اسپر صاف دلالت کرتا ہی کہ الرحمن علی العرش استوی کے یہ معنی ہیں کہ خداوند عالم کے تخلیق اور تکوین کا سلسلہ عرش عظیم پر ختم ہوگیا۔

شیخ محی الدین ابن العربی قدس اللہ سرہ

تکوین عالم سے خداوند ذوالجلال کو حاشا اپنا کوئی ذاتی نفع اور نقصان مدنظر نہیں بلکہ مقصد یہ ہی کہ اپنی صفات کمال کے مظاہر پیدا کرے تاکہ مخلوق اپنے خالق کو ان مظاہر کے واسطے سے سمجھ سکے۔ ورنہ مخلوق کی کیا مجال کہ وہ اپنے خالق ذوالجلال کو بدون کسی مظہر یا تجلی کے سمجھ سکے۔ ۵

ولم یبد من شمس الوجود و نورها	علی عالم الارواح شئ سوی القرص
ولیس تنال الذات فی غیر مظہر	ولو ھلک الانسان من شدۃ الحرص
ولاریب فی قولی الذی بثثتہ	وما ھو بالقول لمموہ بالخرص

اور ظاہر ہے کہ اُس کے کمالات کے کوئی نہایت نہیں اُسکی صفات کمال تو بیحد و بے پایاں ہیں پس اگر بعض صفات کمالیہ کے مظاہر پیدا کئے جائیں اور بعض کے نہ پیدا کئے جائیں تو مقصد ناتمام رہیگا۔ انسان کی حیات علم قدرت سمع و بصر کو اپنی حیات کاملہ اور علم وسیع اور قدرت تامہ اور بے کم و کیف سمع و بصر کا مظہر اور تجلی گاہ بنایا اور ایک سخی اور کریم کے ہاتھ کو اپنے افضال اور الطاف کا مظہر بنایا۔ اسیطرح مناسب ہے کہ صفۃ مالکیۃ اور حاکمیۃ کا بھی کوئی مظہر پیدا کیا جائے اسلئے کہ اس ذات عالی کا ایک نام ملک اور ملیک مقتدر بھی ہی۔

کما قال تعالیٰ یسبح للہ ما فی السموات وما فی الارض الملک القدوس العزیز الحکیم۔	تمام آسمان اور زمین کی چیزیں ایسے خدا کی تسبیح پڑھتی ہیں کہ جو بادشاہ اور پاک اور غالب اور حکمت والا ہی۔
تبارک الذی بیدہ الملک وھو علی کل شئ قدیر۔	مبارک ہے وہ ذات کہ جس کے ہاتھ میں تمام جہانوں کی بادشاہی ہے اور وہ ہر شئے پر قادر ہی۔
فسبحان الذی بیدہ ملکوت کل شئ والیہ ترجعون۔	پاک ہی وہ ذات کہ جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی حکومت ہے اور اُسی کی طرف تم لوٹائے جاؤگے۔

غرض یہ کہ جب خداوند عالم تمام عالم کا بادشاہ اور احکم الحاکمین ٹھیرا تو اُس کیساتھ سلطنت اور بادشاہت کی

لوازم بھی ہونے چاہئیں اسلئے کہ کوئی شئی بدون لوازم کے مکمل نہیں ہوتی۔
اور ظاہر ہے کہ جب سلطنت ہوتی ہے تو اس کے لئے ایک دار السلطنت اور پایۂ تخت بھی ہوتا ہے، وزراء اور حکام بھی ہوتے ہیں تمام وزراء پر ایک وزیر اعظم بھی ہوتا ہے۔ انتظام مملکت کیلئے پولیس بھی ہوتی ہے۔ اعداء سلطنت سے مقابلہ کیلئے فوج اور لشکر بھی ہوتا ہے۔ مجرموں کیلئے جیلخانہ اور خیر خواہان سلطنت اور ارکان دولت کے لئے دربار عام یا دربار خاص بھی ہوتا ہے۔
مجرموں کے جرم کے تفاوت سے جیلخانہ کی سزا اور میعاد میں فرق ہوتا ہے چوری اور زنا کے مجرم دو چار سال کیلئے جیلخانے بھیجدیئے جاتے ہیں اور اعداء سلطنت اور باغیان حکومت کیلئے حبس دوام اور سزائے موت کا حکم ہوتا ہے۔
حکام میں فرق مراتب ہوتا ہے ایک حاکم اپنے ماتحت حاکموں کے احکام بدل سکتا ہے انکے فیصلے منسوخ کرسکتا ہے مگر وزیر اعظم کے فیصلہ کو کوئی حاکم اور کوئی وزیر منسوخ نہیں کرسکتا الا یہ کہ بادشاہ ہی اسکے فیصلہ کو منسوخ کرے تو کرے۔ ورنہ اور کوئی ایسا نہیں کہ جو اسکے فیصلہ کو منسوخ کرسکے۔
ٹھیک اسی طرح اس احکم الحاکمین نے اپنی شان ملکیت ظاہر کرنے کیلئے ایک پایۂ تخت یعنی عرش پیدا فرمایا۔
اور نظام عالم کے لئے حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو مسند وزارت پر بٹھلایا۔ اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو تمام وزراء کا وزیر اعظم بناکر مسند صدارت پر اپنے قریب بٹھلایا۔
اور ان وزراء کے واسطہ سے اپنے احکام اور فرامین سے خلقت کو آگاہ کیا۔ اور احکام شاہی کی تعمیل نہ کرنے والوں کیلئے ایک جیلخانہ بنایا جسکا نام جہنم ہے۔
وجعلنا جہنم للکافرین حصیرا۔
جو شخص بادشاہ کی حکومت اور وزراء کی وزارت مانکر پھر سلطانی احکام میں تقصیر کرتا ہے تو اس کیلئے یہ جیلخانہ چند روزہ ہے۔ اور جو شخص بادشاہ یعنی خدا کی حکومت اور وزراء (انبیاء ورسل) کے وزارت (رسالت ونبوت) ہی تسلیم نہیں کرتا۔ حکومت اور اسکے وزراء سے مقابلہ کرتا ہے تو اس کیلئے سوائے قتل یا حبس دوام کے کوئی سزا نہیں۔ پہلی مثال اُس گنہگار مسلمان کی ہے کہ جو خدا اور اسکے رسول کو مانتا ہے مگر اُن کی پوری اطاعت نہیں کرتا۔ اور دوسری اُس کافر کی ہے کہ جو سرے سے خدا یا اسکے

رسول ہی کو نہیں مانتا۔
اور رعایا کی نگرانی کے لئے ایک خفیہ کا محکمہ بھی قائم فرمایا کہ اُس محکمہ کے ارادی ہر وقت ہر انسان پر مسلط رہتے ہیں جو کچھ کرتا ہے وہ اسکو لکھتے رہتے ہیں اور اُس کو خبر نہیں۔ قال تعالیٰ۔

وان علیکم لحافظین کراماً کاتبین یعلمون ما تفعلون۔

بیشک تمہارے اوپر فرشتے نگہبانی کرنے والے محترم باعزت اعمال کے لکھنے والے مسلط ہیں۔ جو کرتے ہو وہ جانتے ہیں۔

اور قیامت کے دن جب سب مقدمات پیش ہونگے اُسوقت آپکے یہ تمام کارنامے جو خدائی خفیہ (یعنی کراماً کاتبین) نے قلم بند کئے تھے وہ آپ کے سامنے ڈالدیئے جائینگے۔ کما قال تعالیٰ۔

ونخرج له یوم القیمة کتاباً یلقاه منشوراً اقرأ کتابك۔ کفی بنفسك الیوم علیك حسیبا۔ (سورۂ اسراء)

قیامت کے دن اُس کے سامنے ایک کتاب (نامۂ اعمال) لائینگے جسکو وہ کھلا ہوا پائیگا اور اس سے یہ کہا جائیگا کہ اپنے اعمال کی کتاب کو پڑھ لو۔ آج تمہاری ذات حساب لینے کیلئے کافی ہے۔

ینبؤا الانسان یومئذ بما قدم واخر۔ (سورۂ قیامہ)

اس دن انسان کو آگے اور پیچھے کے سب خبر دیدی جائے گی۔

واذا النفوس زوجت واذا الموؤدة سئلت بای ذنب قتلت واذا الصحف نشرت۔ (سورۂ تکویر)

اور جس وقت جانیں بدنوں کیساتھ ملادی جائینگی اور جسوقت زندہ درگور لڑکی سے پوچھا جائیگا کہ کس گناہ پر قتل کی گئی اور جسوقت اعمال نامے پھیلائے جائینگے۔

اور چونکہ اُس کا کوئی دشمن نہ تھا اسلئے خود اپنے لئے ایک دشمن یعنی شیطان پیدا کیا اور اس کو ایک عظیم فوج بھی عطا کی۔ کما قال تعالیٰ۔

ان الشیطان کان للرحمن عصیا (سورۂ مریم)

شیطان بے شک خدا کا نافرمان ہے۔

وکان الشیطان لربه کفورا۔ (سورۂ اسراء)

اور شیطان اپنے پروردگار کا ناشکرا ہے۔

اولئك حزب الشیطان۔ (سورۂ مجادلہ)

یہی لوگ شیطان کے گروہ ہیں۔

اور شیطان اور اس کی فوج کے مقابلہ کے لئے ایک لشکر ملائک کا پیدا فرمایا کما قال تعالیٰ۔

ولله جنود السموات والارض وما یعلم

اللہ ہی کیلئے لشکر ہیں آسمانوں کے اور زمینوں کے

[illegible]

الحاصل شان ملکیت ظاہر کرنے کے لئے ایک پایہ تخت یعنی عرش عظیم پیدا فرمایا۔ اور جسطرح قصر سلطانی اور باب عالی کے لئے کچھ مخصوص دربان ہوتے ہیں۔ اسی طرح احکم الحاکمین نے اپنے پایہ تخت کی دربانی کے لئے اپنے عظیم لشکر سے چند فرشتوں کو منتخب فرمایا کما قال تعالےٰ

وتری الملائکۃ حافین من حول العرش یسبحون بحمد ربھم۔ (سورۂ زمر)	اور اے مخاطب تو فرشتوں کو دیکھیگا کہ وہ عرش کو گھیرے ہوئے ہوں گے اور خدا کی تسبیح اور تحمید پڑھتے ہوئے ہونگے

سبحان ربك رب العزۃ عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین

خاکسار
محمد ادریس کاندہلوی
غفر اللہ لہ ولاهلہ آمین

کشف الحقائق۔ قادیانی فتنہ جب سے ظہور پذیر ہوا ہے اپنی رنگا رنگ تلبیس و تلمیع کے ذریعہ مذہب اسلام کو جس طریقہ سے فنا کیطرف لئے جا رہا ہے وہ اہل نظر سے مخفی نہیں۔
وہ قرآن و حدیث کے اندر تحریف و تغیر و تبدل کر کے اپنی بدیہی البطلان دعاوی کو ثابت کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے ہیں۔ اسی سلسلہ کی ایک کڑی صحیح بخاری شریف کی وہ شرح ہے کہ جسکو امیر جماعت احمدیہ مسٹر محمد علی صاحب ایم۔ اے۔ ایل ایل۔ بی لاہوری نے کیا ہے۔ کہ جس میں اہل سنۃ والجماعت کے بعض اعتقادی مسائل کو کھینچ تان کر اپنے مشرب کے ماتحت کرنے میں سعی بلیغ سے کام لیا ہے۔ لیکن قابل مسرت و ہزار بہجت ہے کہ جناب ماسٹر غلام حیدر صاحب ہیڈ ماسٹر سرگودھا نے جہاں تفسیر القرآن کی تنقید زبان انگریزی و اردو تالیف فرماکر قادیانی اجتہاد کا قلع قمع فرمایا ہے وہیں شرح بخاری مصنفہ مسٹر محمد علی صاحب پر بھی ایک تنقید نہایت محققانہ انداز میں فرمائی ہے کہ جس کے مطالعہ کے بعد امیر قادیانی کے کورانہ استدلالات کی حقیقت تار عنکبوت سے زیادہ وقیع نہیں رہجاتی۔ حق تعالیٰ ماسٹر صاحب کو جزائے خیر عطا فرماوے کہ انہوں نے ایک بڑے مذہبی فرض کی کفالت کی ہے۔ یہ کتاب **کشف الحقائق** کے نام ۲۲×۱۸ کے ۴۶ صفحات پر متوسط کتابت و طباعت کیساتھ شائع ہو چکی ہے (۸/

ہندوستان کیلئے ایک عربی پرچہ کی ضرورت

الجمعیۃ کے کسی گذشتہ پرچہ مین جناب محترم مولوی علی محمد صاحب سورتی فاضل دارالعلوم دیوبند کی ایک تحریک شائع ہوئی تھی جسمین اس امر واقعی کو ثابت کیا گیا تہا کہ ہندوستان کے لئے ایک عربی جریدہ کی ضرورت ہی۔ محترم ممدوح کی یہ تحریک مدلل ہونے کیساتھ چونکہ میری دیرینہ خیال کے موافق تھی اسلئے مین نے کچھ تھوڑی سی تفصیل کیساتھ رسالہ "جمیل" (مظفرنگر) مین اپنی خیالات کا تحریک مذکور کی تائید مین اظہار کیا۔ اور آخر مین اس تجویز کو جامہ عمل پہنانے کیلئے مین نے دو صورتین تجویز کی تھین۔

پہلی صورت کا خلاصہ یہ تہا کہ مستقل رسالہ یا اخبار اشتراکی سرمایہ سے جاری کیا جائے۔ لیکن اس مین بہت سی مشکلات میرے خیال مین بھی تھین اور انھین سب سے بڑی دشواری یہ تھی کہ آثار سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ مشیت خداوندی نے مسلمانون سے اجتماعی طور پر کسی کام کے کرنے کی قابلیت ہی سلب کر لی ہے۔

مجکو اس کا انکار نہین کہ حیرت انگیز طریقے پر ہندوستان کی ہر قوم۔ ہر جماعت۔ ہر سوسائٹی مین اختلاف آرا اور تشتت خیالات اور تخالف اغراض کی حکومت ہی مگر مین تو یہ سمجھی ہوئے ہون کہ تنافر اور تضاد جسطرح مسلمانون پر مستولی ہی دنیا کی کوئی جماعت اس کی نظیر پیش نہین کر سکتی۔

ایسی مثالین ہمارے سامنے بارش کیطرح برستی ہین کہ غیر مسلم اقوام جماعتی اور افرادی حیثیت سے اپنی اپنی بڑے بڑے منافع کو قومی بہبودی کیلئے بخوشی تیار ہوتی ہین اور قومی اغراض پر اپنی فوائد کو قربان کرتی رہتی ہین لیکن جب ہمارا دل مسلمانون مین اس قسم کی کوئی مثال دیکھنی چاہتا ہی تو فکر کے گھوڑے بسا اوقات تھک تھکا کے بیٹھ جاتے ہین اور کوئی ایک مثال نہین ملتی ہی اور اگر کبھی زیادہ سعی کیوجہ سے کوئی مثال ملجاتی ہی تو وہ ایسی ناقص ہوتی ہے کہ ہم اس کو مثل لکر سامنے لاتے ہوئے خود محجوب ہوتے ہین۔

مجکو اس وقت نہ تو اجتماع کا مرثیہ پڑھنا ہی اور نہ افتراق بین المسلمین کی شکایت کرنا ہی۔ فقط یہ ظاہر کرنا ہی کہ موجودہ فضا مین اجتماعی صورت سے کسی کام کو کرنے کی ہمت ہی مشیت خداوندی سے مقابلہ کرنیکے مرادف ہی۔ بہرحال عربی جریدہ کیلئے یہ صورت اگرچہ بہت سے فوائد پر مشتمل تھی لیکن اسمین بہت سے خلجانات بھی تھے اسلئے مین نے

خود بھی اس کو دشوار سمجھکر دوسری صورت بھی پیش کی تھی جسکا خلاصہ یہ تہا کہ اس عربی جریدہ کو کسی ایسے پرچہ کا ضمیمہ کردیا جاوے جو کہ شائع ہو رہا ہو اور اس کا رکن عربی مین مہارت رکھنے کی وجہ سے اس خدمت کا بار اُٹھا سکے مین کسی کام کو شائع کرنیکے لئے یہ ضروری سمجھتا ہون کہ اولاً اسکو چھوٹے پیمانہ پر شروع کیا جاوے اور پوری کوشش اور جدوجہد کیساتھ اسکو مدارج ترقی پر پہنچایا جاوے اور اس صورت مین میرے نزدیک نقصان مایہ کیساتھ بہت زیادہ خوف شماتت ہمسایہ ہوتا ہے کہ کسی کام کو اولاً بڑے پیمانہ پر شروع کردیا جاوے اور ضروریات کے ناقابل تحمل ہوجانے کیوجہ سے اس مین اضطراری طور پر ترقی معکوس پیدا ہوجاوے۔

اسلئے مین نے اخبارات سے قطع نظر کرلی تھی کیونکہ اخبارات کے ایڈیٹر ذمہ داریونکی جن جن زنجیرون مین بندھے ہوئے ہوتے ہین ان کو دیکھکر ہم جیسے گوشہ نشین خلاق عالم کا شکر ادا کرتے ہین۔ ان صاحبان کے متعلق اگر میرا علم غلط نہ ہے تو مین کہہ سکتا ہون کہ ان کے قلم اور قدم کی ہر ہر حرکت ان کیلئے خدشہ سے خالی نہین ہوتی ہے شاہد کیلئے اور براہین کیضرورت نہین آج ہندوستان کے ایڈیٹرون پر مقدمات کی بلائین جسطرح نازل ہین انکو سنکر افسوس ہوتا ہے۔

مختصر یہ کہ میرا علم خواہ غلط ہو یا صحیح یہ تہا کہ اخبار کے اڈیٹر کی نسبت سے رسالہ کا اڈیٹر آزاد ہے اور جسقدر بار نشر و اشاعت کا اخبار کے اڈیٹر پر ہے رسالہ کے مدیر پر اسکی چوتھائی بھی نہین ہے اسلئے مین نے رسالون مین سے ایسے دو رسالون کا اپنے خیال کے مطابق انتخاب کیا جو اس انہا لضغث علی ابالہ کے مصداق بار کا تحمل کرسکتے تھے یعنی "القاسم" (دیوبند) اور "جمیل" (مظفرنگر) دوسرے رسالون کے متعلق مجکو اُمید نہ تھی کہ وہ اپنی مصروفیتون کی راہ مین عربی کے اس جریدہ کو سنگ راہ بنانے پر آمادہ ہوسکین گے۔

اڈیٹر صاحب رسالہ "جمیل" (مظفرنگر) نے تو میری گذارش کے ابتدا ہی اپنی جانب سے ایک نوٹ دیکر اس پر آمادگی ظاہر فرمائی تھی لیکن "القاسم" دیوبند اس کے متعلق خاموش ہے۔

محترم محرک ممدوح نے عربی جریدہ کیلئے میری اصل تجویز کو تو پسند فرمایا ہے کہ کسی موقت الشیوع پرچہ کا ضمیمہ نہ بنادیا جاوے لیکن وہ رسائل کے ضمیمہ کے اعتبار سے اخبار کا ضمیمہ کرنا زیادہ مناسب قرار دیتے ہین اور الجمعیۃ کا نام لیتے ہین۔ اسی پرچہ مین خود جناب اڈیٹر صاحب کا بھی ایک نوٹ ہے جسمین اُنہون نے اگرچہ آئندہ کسی اشاعت مین اس بحث پر مفصل بحث کا ارادہ ظاہر فرمایا ہے مگر انہون نے بھی محرک یا مؤید کی دلشکنی پسند نفرمائی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مراسلات مابین ممبران مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند
و
مولانا انور شاہ صاحب کشمیری

دارالعلوم دیوبند کے اختلافات پردہ راز مین نہین رہے اگرچہ جس نوعیت سے ان کی اشاعت کیگئی ہے اور جو غلط خبرین ملک مین شائع کرکے بدظنی پھیلائی گئی ہے وہ حقیقت سے کوسون دور ہین تاہم جسقدر واقعات حقیقی اسباب روشنی مین آتے جارہے ہین ان سے معلوم ہوتا جارہا ہے کہ اس پردہ مین کونسی قوت کارفرما ہے دارالعلوم کے فتنہ کی غرض و غایت اس کے اسباب و وسائل اور طریقہ عمل سے جب پوری طرح سے پردہ اوٹھ جائیگا تو ملک حیران رہجائیگا کہ اصلاح کے پردہ مین دارالعلوم کی کسقدر تخریب کی گئی ہے۔

ہم نے اس وقت تک شخصیتون کے احترام کو ملحوظ رکھا اور یہی چاہا کہ جس طرح بھی ہو فتنہ فرو ہوجائے صورت حال بدل جائے جن کی آڑ مین سب کچھ کیا جارہا ہے وہ سمجھ جائین اور اپنی قدم جگہ پر آجائین۔ لیکن جب کہ ان حضرات کیطرف سے اظہار حالات کی ابتدا ہوچکی ہے اور دارالعلوم کے احترام اور شخصی احترامات مین تصادم ہونے لگا ہے تو ہمارے ذمہ ضروری ہے کہ ملک کے سامنے اصلی حالات بلاکم و کاست رکھدین۔ اس پمفلٹ مین ہم اس مراسلت کو شائع کرتے ہین جو ممبران مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند اور مولانا انور شاہ صاحب کے درمیان ہوئی ہے واقعہ متعلقہ کی مختصر تفصیل یہ ہے کہ مولانا انور شاہ صاحب جلسہ شوریٰ منعقدہ شوال سنہ ۴۵ھ کے بعد منظوری رخصت ڈیڑھ تا دو ماہ ۲۶ ذیقعدہ سنہ ۴۵ھ کو اپنے وطن کشمیر تشریف لیگئے تھے۔ شاہ صاحب کے تشریف لیجانے کے بعد مدرسہ کی مخالف جماعت نے یہ مشہور کیا کہ حضرت شاہ صاحب مستعفی ہوکر گئے ہین اس پروپگنڈا کے اثرات سے دارالعلوم کو محفوظ رکھنے کیلئے حضرت مہتمم صاحب نے حضرت شاہ صاحب

کی خدمت میں ایک نہایت ہی ملاطفت آمیز رجسٹری شدہ خط لکھا جسمیں درخواست کی کہ آپ جلد سے جلد تشریف لاکر باطمینان خاطر اپنے کام میں مشغول ہو جائیں۔ ادھر اراکین دارالعلوم کے مدرسین کی طرف سے بھی اسی قسم کا ایک خط گیا جسمیں دارالعلوم کے آئندہ کے خطرات کو دکھلاکر عاجزانہ استدعا بھی تھی کہ آپ جلد سے جلد تشریف لے آویں اور دارالعلوم کی خدمت میں بدستور قدیم مشغول رہیں۔ لیکن بجائے اس کے کہ ان خطوط کا جواب آتا ۱۷ر صفر ۴۵ھ کو توقع کے بالکل خلاف ۱۳ر صفر کا لکھا ہوا استعفا پہنچا۔ اس کے بعد یکم ربیع الاول ۴۵ھ کو خود حضرت شاہ صاحب دیوبند تشریف لائے ۲ر ربیع الاول ۴۵ھ کو قضاء وقدر سے مولوی سید رحمت علی صاحب کا وہ واقعہ پیش آگیا۔ جس کے بعد ۳ر ربیع الاول سے طلباء نے اسٹرائک کی جو ۱۳ر ربیع الاول ۴۵ھ کو ختم ہوئی اسٹرائک کے دوران میں حضرت صدر مہتمم صاحب خود حضرت شاہ صاحب کے مکان پر تشریف لے گئے۔ اور فرمایا کہ مدرسہ میں چلئے اور سارے معاملات کو خود طے کیجئے۔ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ میں بلاشرط حاضر ہوں۔ البتہ میری چند معروضات ہیں جو حضرت شاہ صاحب نے حضرت صدر مہتمم صاحب کے مواجہہ میں مولانا حبیب الرحمن صاحب سے بیان کیں اور انہوں نے نہایت فراخدلی کیساتھ حرفاً حرفاً قبول فرمالیں۔ جس پر حضرت شاہ صاحب نے اگلے دن سے سبق پڑھانے کے لئے فرمایا تھا۔

لیکن افسوس کہ حضرت شاہ صاحب نے باوجود پختہ وعدہ ومنظوری معروضات کے اگلے دن مہتمم صاحب کے فرستادہ سے یہ کہلا بھیجا کہ میں نے وعدہ بیشک کیا تھا مگر میں بعض اپنی مصالح کیوجہ سے ایفائے عہد سے مجبور ہوں ۱۸ر ربیع الاول ۴۵ھ کو ممبران مجلس عاملہ دارالعلوم کا اجلاس ہوا جسمیں شاہ صاحب کا استعفا پیش ہوا مجلس عاملہ نے سابقہ حالات ومساعی پر نظر کرتے ہوئے استعفا کے منظوری کے لئے تجویز لکھی جبکہ آخری فیصلہ مجلس شوریٰ دارالعلوم میں ہونا چاہیے تھا۔ چنانچہ اجلاس مجلس منتظمہ منعقدہ ۲۴ر دسمبر ۲۶ء تا ۳ر جنوری ۲۷ء میں شاہ صاحب کا استعفا معہ تجویز مجلس عاملہ پیش ہوا ممبران مجلس شوریٰ نے چاہا کہ شاہ صاحب سے زبانی گفتگو کرکے انہیں استعفا واپس لینے پر آخری بار آمادہ کریں لیکن شاہ صاحب نے زبانی گفتگو سے انکار کرکے تحریری سوال وجواب پر آمادگی کا

اظہار فرمایا اس تحریری مراسلت مابین مجلس شوریٰ و شاہ صاحب کا کچھ حصہ اخبار "الانصار" جلد ۲ میں شائع بھی ہو چکا ہے آج ہم بجنسہٖ ان کے کل مراسلت کو ایک جگہ شائع کرتے ہیں جس سے ناظرین خود اندازہ کر لیں گے کہ شاہ صاحب نے کیسی غلط روایات و توہمات ضعیف غیر شرعی اصول پر اعتماد کیا ہمیں اس کا اور بھی زیادہ افسوس ہے کہ ممبران دار العلوم کا جواب پہنچنے سے پہلے شاہ صاحب نے اپنا مکتوب بنام ممبران اخباروں میں شائع کر دیا۔ ممکن تھا کہ شاہ صاحب ممبران کے خط کو دیکھ کر اپنے خیالات سے رجوع فرما لیتے۔ لیکن اب جبکہ شاہ صاحب کا مکتوب بنام ممبران شائع ہو چکا ہے ہمارے لئے اس کے سوا چارہ کار نہیں ہے کہ ہم تمام مراسلت کو بجنسہٖ شائع کر دیں۔

نوٹ:۔ اصل مکتوب شاہ صاحب کا بنام ممبران فارسی میں ہے مگر چونکہ اس کا اردو ترجمہ اخبارات میں منجانب شاہ صاحب شائع ہو چکا ہے اس لئے برعایت ناظرین ہم بھی اسی اردو خط کو نقل کرتے ہیں۔ امید ہے کہ جن اخبارات نے شاہ صاحب کے مکتوب کو شائع کیا ہے وہ مجلس شوریٰ کے جواب کو بھی شائع فرماویں گے۔ تاکہ ملک اور قوم کو صحیح نتیجہ نکالنے کا موقع مل سکے۔

مجلس شوریٰ کی حضرت شاہ صاحب سے خط و کتابت

مجلس شوریٰ نے ۲۵ دسمبر کو حسب ذیل مکتوب حضرت شاہ صاحب کے نام روانہ کیا۔

(۱) بخدمت سراپا برکت و عظمت جناب مولانا مولوی سید انور شاہ صاحب زاد مجدکم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

اس وقت نماز عشاء کے بعد مجلس شوریٰ کا اجلاس منعقد ہوگا جس میں جناب کا استعفا پیش ہوگا۔ مجلس شوریٰ نے قرار دیا تھا کہ اجلاس شوریٰ میں جناب کو شرکت کا موقع دیا جائے گا اور استعفا از دار العلوم کے متعلق چند امور جناب سے دریافت کئے جائیں گے۔ لہٰذا تصدیع ہے کہ آپ نو بجے شب تک دار الشوریٰ میں تشریف لا کر جلسہ میں شرکت فرمائیے۔ اگر آپ نو بجے تک تشریف نہ لائے تو پھر مجلس شوریٰ کی طرف سے مزید انتظار کئے بغیر اس مسئلہ میں مناسب کارروائی کی جائے گی۔ (دستخط ممبران) یکشنبہ

اس کے جواب میں حضرت شاہ صاحب نے لکھا۔

بعالی خدمت حضرات اہل شوریٰ ادام اللہ مجدہم

(۲) وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ گرامی نامہ رسید۔ اگر جناب سامی را کدام امر دریافت فرمودنی است۔ تحریری دریافت فرمایند۔ والسلام (احقر محمد انور عفا اللہ عنہ) ۲۹ جمادی الآخر ۱۳۴۵ھ

اس کے بعد حضرت شاہ صاحب کو لکھا گیا۔

(۳) بخدمت بابرکت وعظمت جناب مولانا مولوی سید محمد انور شاہ صاحب زاد مجدہم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

جناب کی تحریر مورخہ ۲۹ جمادی الثانی کے جواب میں التماس ہے کہ طرفین سے تحریر بردن میں فضول طوالت ہوگی۔ اس لئے تحریری سوالات وجوابات کی بابت تحریک نہ فرمائیے بلکہ چند منٹ کیلئے جلسہ میں تشریف لے آئیے۔ اگر جناب کو کسی وجہ سے تشریف لانا منظور نہیں ہے تو اجازت دیجئے کہ ہم ممبران دارالعلوم جناب کے دولتکدہ پر پہنچ کر وہیں جلسہ کریں۔ اور اس میں جناب شریک ہوکر بالمشافہ گفتگو فرمائیں۔ مجلس شوریٰ کو بھی دریافت حال کا اچھی طرح موقع مل جائے گا۔ مجلس شوریٰ کی رائے میں تحریری کارروائی کسی طرح موزون نہیں۔"

یہ مکتوب پڑھکر شاہ صاحب نے فرمایا کہ میں زبانی عرض کرنا نہیں چاہتا بلکہ تحریری جواب دیسکتا ہوں۔

اس کے بعد شاہ صاحب کو لکھا گیا۔

(۴) بخدمت اقدس حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب۔ دام مجدکم۔

بعد از سلام مسنون آنکہ۔ ارباب شوریٰ یہ امر دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ جناب کے نزدیک واپسی استعفا کی کوئی صورت ممکن ہو تو صاف صاف واضح طور پر تحریر فرمائیں۔ (دستخط ممبران دارالعلوم) یکم رجب ۱۳۴۶ھ

اس کا جواب شاہ صاحب کی طرف سے یہ آیا۔

(۵) بگرامی خدمت حضرات اہل شوریٰ دام عزہم۔

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بحالات موجودہ از فسادات ابین و باطل و غیر صحیح بودن نظام مراجعت احقر روا نیست۔ آئندہ آنچہ درپردۂ غیب است علام الغیوب را معلوم است۔ والسلام

(احقر محمد انور عفا اللہ عنہ) یکم رجب

اس کے بعد شاہ صاحب کی خدمت میں لکھا گیا۔

(۶) بگرامی خدمت حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب دام مجدہم۔
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بجواب تحریر مورخہ یکم رجب گزارش ہے کہ ارکان دارالعلوم کے اجلاس اسی غرض سے ہورہے ہیں کہ جملہ حالات پر مطلع ہو کر ضروری اصلاحات نافذ کیجائیں۔ ایسے موقع پر نہایت ضروری ہے کہ آپ بھی ان غیر صحیح اور باطل امور کا مفصل اظہار فرمائیں جن کا آپ نے اپنی تحریر میں ذکر فرمایا ہے تاکہ آپ اپنے مذہبی فریضہ سے سبکدوش ہوجائیں۔ اور ہمیں غور و اصلاح کا موقع ملے۔
اسکا جواب شاہ صاحب نے یہ دیا۔ (ممبران دارالعلوم) ۴ رجب

(۷) مولانا سید انور شاہ کا مکتوب مجلس شوریٰ کے نام

جناب مولانا سید انور شاہ صاحب نے جو مکتوب مجلس شوریٰ کے نام روانہ فرمایا اس کا ترجمہ ہمدرد نے مندرجہ ذیل الفاظ میں شائع کیا ہے۔
باسمہ تعالیٰ۔ بعالی خدمت حضرات اہل شوریٰ۔ اطال اللہ بقاہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ گرامی نامہ بدریافت حالات بد انتظامی دارالعلوم موصول ہوا تھا۔ اور احقر نے عرضداشت بھیجنے کا وعدہ بھی کیا تھا۔ بنابریں عرض ہے کہ اگرچہ احقر کے خیال میں یہ استفسار بعد از وقت ہے اور فی الواقع حروف (الیوم تنساہ) سے ہی لیکن ضابطہ کے لحاظ سے کچھ لکھنا پڑا اور اس وقت صرف اسی قدر لکھنے کا ارادہ کیا ہے جو حضرات ارکان اور ان کی ذات کے متعلق ہے اور وہ بھی بطور نہ اور در حساب (سالتمونیہا) معلوم ہے کہ برسوں سے شوریٰ کا اجلاس منعقد نہیں ہوا۔ اور یہ مد بالکل بیکار ہی ہے۔ بقوشخصے ع بے کارم و باکارم چون مد بجناب اندر۔ احقر اور جناب مفتی صاحب عرصہ دراز سے حسب انتخاب مولانا عبدالرحیم صاحب اجلاس شوریٰ کی رکنیت پر نامزد کئے گئے تھے۔ اس کے بعد نہ کبھی نے ہمارا نام لیا اور نہ کبھی کسی تحریر پر ہمارے دستخط کرائے بلکہ مولانا مرحوم کا وہ حکم سررشتہ دفتر کے احکام میں سے ناپید ہوگیا ہے اور اس کے بعد چونکہ دس بارہ سال کی مدت میں صرف گزشتہ دو سالوں میں اجلاس منعقد ہوئے احقر کے نام نہ کوئی دعوت شرکت

اجلاس موصول ہوئی اور نہ سررشتہ دفتر سے کوئی خط۔ چونکہ اسسال ماہ ذی القعدہ میں احقر تھانہ بھون پہنچا تہا۔ اجلاس ہوا تو حقیر بھی حاضر تھا۔ چونکہ تجویز انتخاب مولانا کفایت اللہ صاحب۔ مولانا حسین احمد صاحب۔ و مولانا شبیر احمد صاحب مین نے شائع کرائی تھی درمیان اجلاس مین احقر کو اٹھا دیا گیا اور احقر کی غیبت مین اس تجویز کو مسترد کرادیا گیا یہ سراسر غلط کاروائی تھی۔ اہل شوریٰ مین سے ایک صاحب نے اس تجویز کے متعلق استصواب بھی کیا تہا اور بعض نے خود ہدایت کرکے اس کی تاکید بھی کی تھی لیکن وقت پر انہون نے ایک لفظ بھی نہ کہا۔ اور جب اجلاس کے خاتمہ پر عصر کی نماز پڑھنے خانقاہ مین آئے حقیر نے مولانا محمد حسن صاحب و مولانا جمیل الدین صاحب و مولانا عبد الرحمن صاحب سے دریافت کیا کہ اس اجلاس مین کیا بات زیر بحث تھی۔ ان تینون نے فرمایا کہ ظاہر کرنے کی اجازت نہین ہی۔ یہ حالت اس صورت مین پیش آئی کہ عہدہ کے لحاظ سی احقر کی رکنیت ہر شخص کو مسلم ہی اور چونکہ احقر کے استعفیٰ قبول کرنے سی پیشتر احقر کی شرکت کے متعلق کوئی خط نہین پہنچا تہا۔ اور اگر پہنچا تہا تو استعفے کے وجوہ کے متعلق تہا جس کا حقیر نے تحریری وعدہ کیا تہا۔ اور اب مفتی صاحب کی برخاستگی اسی وجہ سی ہی کہ کیون انہون نے کلمہ حق کہنے سے رجوع نہین کیا اور انکی یہی گفتگو استعفا سمجھی گئی۔ بعض ارکان اس کاروائی پر خلوت مین متاسف ہوئے لیکن علانیہ کہنے کی ان کو بھی توفیق نہ ہوئی۔ وفد جو حسب اجازت پہنچا تہا مختلف حیلو نسے اسکی باز رکھنے کا ارادہ کیا گیا اور چونکہ اجازت اوپری دل سی دی گئی تھی اب اسکی توجیہین کی جاتی ہین۔ لیکن جبکا حساب پاک ہی انکو محاسبہ سے کیا ڈر، عملہ سی صرف یہ سوال کیا جائے کہ وفد کے سامنے گئے اور بیان دیا یا نہین ؟ یہ کوئی نہ پوچھے کہ بیان غلط دیا یا صحیح ؟ حق و باطل کا سوال درمیان مین نہین۔ اسکے بعد کسی یہ حق ہی کہ یہ سوال کرے۔ ہان جب شائع ہوے اور اگر غلط ہو تو ہر شخص کو تردید کا حق حاصل ہی۔ ہم نے سنا تہا کہ خطوط صیغہ راز مین رہتی ہین لیکن اب حساب بھی صیغہ راز مین ہی اور خود جناب مہتمم صاحب نے احقر سے فرمایا تہا کہ سر دفتر کو حساب کی رازداری کیلئے متعین کیا ہی اور اس طریقہ کا تو بعض واقف کار ارکان کو خود علم ہی۔ چنانچہ مولوی سعید الدین صاحب نے بسال گذشتہ بھوپال مین مولوی محفوظ علی صاحب سی کہا تہا کہ مدرسہ کا حساب بہت گندہ ہی۔ بعض دوسرے واقفکاران کا مقولہ سنا ہوگا۔ جناب مولوی مرتضیٰ حسن صاحب نے گذشتہ سالون مین احقر اور مولوی شبیر احمد صاحب بارہا

کہا کہ آپ فتویٰ دین کہ مین جو مدرسہ کے چندہ کیلئے سعی کرتا ہون یہ جائز ہی یا نہین؟ مجھے یقین ہی کہ جناب موصوف کا قلب اسوقت تبدیل ہوا ہوگا۔ اور وہ اسی عقیدی پر ہونگے۔ انھون نی بارہا احقر سے کہا کہ مدرسہ مین پہنچکر دین و عمل کی توفیق سلب ہوجاتی ہی۔ احقر ابھی تک اس حد پر تو نہین پہنچا ہی۔ شیخ رشید احمد صاحب فہرست بتاتے تھے کہ مدرسہ پر کیا صرف ہوتا ہی اور صیغہ استحکام و اہتمام اور انتظام کے طول و عرض پر کیا صرف ہوجاتا ہی؟ چونکہ انکی گفتگو کا بھی کوئی نتیجہ نہ ہوا وہ مایوس ہوکر گھر بیٹھ گئے۔ بعض ارکان نے احقر سے کہا کہ ہمارے اختیار مین کچھ نہین۔ ہم محض تعداد بڑھانے کے لئے ہین۔ اور دوسری باتین بیان کرنیکا اسوقت ارادہ نہین ہی۔ اور یہ بھی جو کچھ لکھا تضیع وقت اور محض ضابطہ پُری کیلئے۔ ۵

بشنود گوش از برائے خواب چشم افسانہا،

منشی رحمت علی صاحب کے فرضی حساب دینی کا قصہ مدرسہ مین عملہ سی لیکر مدرسین اور طلبہ کو معلوم ہی اور خود ان کی ذاتی شہادت اپنے قول پر موجود ہی اور خود احقر نے بارہا کہا کہ حساب اگرچہ فرضی ہو تیار کرکے دیا کرے لیکن وہ نہین دیتا۔ اس کے بعد مہتمم صاحب نے اس کے فرضی حساب اور اپنے سوال و جواب کو احقر اور بعض دوسرے صاحبان کو مطالعہ کرایا تہا۔ اور پارسال مولوی سعید الدین صاحب نے مہتمم صاحب کے مشورہ اور ان کے ایما سی اس کی برطرفی کا حکم لکھا تہا۔ اور یہ کہ مبلغ چھ ہزار روپیہ اب تک کتبخانہ مین تلف ہوا اور کوئی نتیجہ اس کا برآمد نہوا۔ اور جناب مولوی سعید الدین صاحب و مہتمم صاحب کا احقر سے اس کا ذکر کرنا یہ سلسلہ اب سب گم ہی بلکہ برعکس اس کے روئداد جلسہ سنہ ۱۳۴۵ھ مین منجانب شوریٰ ان کی حسن کارگزاری کا شکریہ ادا کیا گیا ہی مولوی گل محمد خان طلبہ کے لباس کے خریدنے کے کام پر متعین ہین اور جب پارسال احقر کی درخواست اور طلبہ کے اصرار پر کپڑا خریدنے کے بجائے نقد دام دینا تجویز ہوا تو جناب مہتمم صاحب نے احقر سے فرمایا کہ مولوی گل محمد خان کے ہاتھ سی بادشاہت چھن گئی اور فرمایا کہ اب اس قدر رقم مشاہرہ اس کو کیونکر دین اب تک یہ سب لوگ برقرار ہین سوائے ان کے جنھون نے کبھی کلمہ حق کہا ہو۔ والسلام

(دستخط) محمد انور

(ہمدرد) ۸ جنوری سنہ ۱۹۲۸ء

مجلس شوریٰ کی طرف سے مولانا سید انور شاہ صاحب کے مکتوب کا جواب

بجالی خدمت باعظمت جناب مولانا مولوی سید محمد انور شاہ صاحب زاد مجدکم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

آپ کا والا نامہ (فارسی) بتاریخ ۶ ررجب ۱۳۴۶ھ مجلس شوریٰ میں پیش ہوا۔ جواب میں اس وجہ سے دیر ہوئی کہ امور تصفیہ طلب جلسہ شوریٰ میں بہت زیادہ تھے۔ اسی اثناء میں حافظ محمد ابراہیم صاحب وغیرہ نگینہ سے تشریف لے آئے جن کے ساتھ اہل شوریٰ کو سوال و جواب میں مشغول ہونا ضروری تھا۔ حافظ صاحب وغیرہ تشریف لے گئے اور مجلس شوریٰ کو بھی امور انتظامیہ کے تصفیہ سے کچھ فرصت ملی لہٰذا جواب عرض کیا جاتا ہے۔ ہم نے آپ کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ جلسہ میں تشریف لائیے جب آپ نے انکار فرمایا تو ہم نے استدعا کی کہ ہم آپ کے دولت خانہ پر حاضر ہوں۔ اس کو بھی آپ نے منظور نہ فرمایا اور تحریری مراسلت کو پسند فرمایا۔ حالانکہ اجتماع کی صورت میں تمام معاملات باہمی گفت و شنید سے بآسانی طے ہو سکتے تھے اب تحریر میں نہ صرف طوالت کی زحمت ہوئی بلکہ جو چیز عالم راز میں رہنی چاہئے تھی وہ مجبوراً برملا کہنی پڑی۔

تین ممبروں کے اضافہ کا مطالبہ

ہم آپ جیسے فاضل متبحر، عالم شریعت سے اس امر کے متوقع تھے کہ آپ عدم جواز مراجعت کے دلائل ایسے بیان فرمائیں گے جن کا ماخذ قواعد شرعیہ ہوگا لیکن نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آپ نے ہماری توقعات پر پانی پھیر دیا۔ علاوہ بریں سابقہ جلسہ شوریٰ میں آپ کی طرف سے ممبران شوریٰ کے زمرہ میں تین صاحبوں کے اضافہ کرنے کا جو بار بار مطالبہ ہو چکا ہے جس پر آپ اپنی مراجعت کو موقوف رکھا تھا۔ اس چٹھی میں وہ مطالبہ نہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ

ں مطالبہ سے دست بردار ہو گئے ہیں۔ یہ دست برداری اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وہ بات جو وجہ شرعی پر مبنی نہ ہو گا۔ یا اب آپ کی رائے تبدیل ہو گئی ہو گی۔ لہذا ہم بھی اس سے قطع نظر کر کے ان وجوہ کے متعلق عرض کرتے ہیں جو آپ نے اپنے مکتوب میں حوالۂ قلم فرمائے ہیں۔

کیا درخواست مراجعت بعد از وقت ہے؟

(۱) قولکم (ایں استعفا بخیال حق بعد از وقت است) اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کے استعفا دینے کے بعد مجلس شوریٰ کا یہ پہلا اجلاس منعقد ہوا ہے۔ اسی میں آپ سے دریافت کیا گیا لہذا استعفا عین وقت پر ہوا ہے نہ یہ وجہ شرعی عدم جواز مراجعت کی وجہ نہیں ہو سکتی۔

ترک مشورہ شاق گزرا

(۲) قولکم (معلوم است کہ سالہا اجلاس شوریٰ منعقد نشدہ وایں مدبکلی منشو ماندہ الخ) اس کا جواب روداد جلسہ شوریٰ ذیقعدہ ۱۳۴۴ھ میں تحت عنوان (معذرت) پورا دیا جا چکا ہے۔ علاوہ بریں یہ کہ آپ خود بھی تو باستثنا استعفا بخیال خود ارکان شوریٰ میں داخل تھے تو اس سالہا سال کے عرصہ میں آپ نے کبھی اس کا مطالبہ کیوں نہ فرمایا۔ اور ایسے امر سے جس کو آپ کے عدم جواز مراجعت میں دخل ہے سکوت کیوں فرمایا؟ کیا اس وقت سکوت اور اس وقت اظہار ناراضی کی یہ وجہ تو نہیں ہے کہ مولانا حبیب الرحمن صاحب عثمانی مہتمم مدرسہ جب تک معاملات مدرسہ میں آپ چند حضرات سے بطور خود مشورہ کر کے معاملات مدرسہ کو سرانجام دیتے تھے۔ آپ خوش رہے اور کبھی آپ نے اجلاس ممبران کے لئے یاددہانی تک کی۔ جب حضرت مہتمم صاحب موصوف نے ماہ ربیع الاول ۱۳۴۳ھ میں حیدرآباد سے مراجعت کی اور اپنے طریقۂ استشارہ کو بوجہ محسوس ہونے اختلاف باہمی کے ترک کیا تو آپ پر امر شاق گزرا اور آپ نے خود حضرت مہتمم صاحب سے اس کا شکوہ کیا اور کہا کہ آپ نے اپنا طریقہ بدل دیا جس پر مہتمم صاحب نے آپ کو جواب دیا کہ جب اختلافات باہمی اس حد تک پہنچ چکے ہیں تو ایسے مختلف عناصر کو جمع کر کے مشورہ کہاں تک مفید ہو سکتا ہے۔ بلکہ یہ وجہ بھی عدم جواز مراجعت کے لئے دلیل شرعی نہیں ہو سکتی۔

دعوت کی ضرورت نہ تھی

(۳) قولکم (بعد از اں چوں بعد دہ دوازدہ سال

در دو سال ماضی اجلاس منعقد شد ہیچ دعوتے بنام احقر نرسیده (۴) بے شک آپ بحیثیت عہد
صدر مدرس ممبر بنائے گئے تھے جیسا کہ حضرت مہتمم صاحب بحیثیت عہدہ ارکان شوریٰ میں داخل ہیں
جلسہ مجلس شوریٰ میں عین وقت پر آپ کو اور مہتمم صاحب کو بلا لیا جاتا تھا۔ اس کے لئے نہ مہتمم صاحب
کے نام کبھی خط بھیجنے کی ضرورت پڑی نہ آپ کے نام۔ اسی طرح حضرت شیخ الہندؒ ممبر تھے اور یہی برتا
ان کے ساتھ بھی تھا۔ چنانچہ جب ممبروں کا تھانہ بھون جانا تجویز ہوا تو اس وقت بھی آپ سے اور سب سے
زبانی کہہ دیا گیا تھا نہ کہ تحریری اور آپ تشریف لے گئے۔ پس یہ وجہ بھی عدم جواز مراجعت کی شرعی دلیل
نہیں ہو سکتی۔

جلسے سے علیحدگی کی وجہ

(۴) قولکم (و احقر چوں تھانہ بھون در ماہ ذیقعدہ
سال حال رسید و اجلاس منعقد شد و حقیر ہم حاضر بود و
تجویز انتخاب مولانا کفایت اللہ صاحب و مولانا حسین احمد صاحب و مولانا شبیر احمد صاحب
شائع کرانده بودم از میان اجلاس احقر را برخیزانیدند و در غیبت احقر ایں تجویز مسترد کردند کہ سراسر
کارروائی باطل است) آپ کی اس تحریر پر تعجب بلکہ افسوس ہے کہ واقعات کو آپ نے مستحضر
نہیں رکھا۔ واقعہ یہ ہے کہ آپ کی تجویز انتخاب مذکورہ از اول تا آخر آپ کی موجودگی میں پیش ہو کر
زیر بحث آئی اور بعد مباحثہ آپ کی موجودگی میں طے ہوئی۔ چنانچہ روداد کارروائی جلسہ شوریٰ
۹ رشوال ۱۳۴۵ھ بمقام تھانہ بھون ایک نوٹ کے تحت میں صفحہ ۳۲ پر مفصل درج ہے جلسہ سے آپ کی
علیحدگی چند منٹ کے لئے اس وقت ہوئی تھی جب کہ خاص بحیثیت عہدہ صدر مدرس کی ممبری پر گفتگو
کی ضرورت ہوئی تھی اس وقت تھوڑی دیر کے لئے آپ سے بادب علیحدہ تشریف رکھنے کے لئے عرض
کیا گیا تھا۔ آپ کو مولانا عبد الرحمن صاحب اور مولانا محمد حسن صاحب ممبران نے آپ سے مخفی رکھا ہو گا۔
نیز یہ بھی خیال فرمائیے کہ جلسہ شوریٰ سے اس وقت علیحدہ رہنے کا جو معاملہ آپ کے ساتھ کیا گیا وہی
معاملہ حضرت مہتمم صاحب کے ساتھ بھی کیا گیا تھا جب کہ بحیثیت عہدہ مہتمم کے ممبر ہونے کی بحث ہوئی
تھی۔ علاوہ ازیں بعض دوسرے امور کی بحث کے وقت بھی حضرت مہتمم صاحب سے چند منٹ جلسہ سے علیحدہ

ہنے کے لئے کہا گیا یہ قاعدہ اور دستور تمام مجالس میں جاری ہے کہ جب کسی ممبر کی ذات خاص یا
س کے عہدے کی بابت کوئی خاص بات طے کرنے کی ضرورت ہوتی ہے تو اس ممبر سے تہذیب کے ساتھ
لیحدگی کی بابت کہدیا جاتا ہے اور وہ علیحدہ ہوجاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ کتاب روئداد سالانہ میں
برون کی ذیل میں بحیثیت عہدہ ممبران کے اسماء مبارک بھی درج کئے جانے کی ضرورت عموماً نہیں
بھی گئی پس یہ امر بھی کوئی دلیل شرعی عدم جواز مراجعت کی نہ ہوئی۔

نوٹ:- اس موقع پر یہ عرض کرنا بھی ضروری ہے کہ جب آپ نے تحریک مذکورہ جلسہ شوریٰ میں
یش فرمائی تھی اور اس کے دوسرے روز اخباروں میں آپ کی تحریک مذکورہ شائع ہوگئی تو جلسہ
شوریٰ میں مولوی سعید الدین صاحب ممبر نے آپ سے سوال کیا تھا کہ اس کے کیا معنی کہ کل آپ نے
تحریک پیش کی اور آج اخباروں میں شائع کرادی۔ اس پر آپ نے فرمایا تھا کہ میں نے شائع نہیں
کرائی ہے۔ دوسرے لوگوں نے شائع کرائی ہوگی۔ اب آپ اپنے اس فقرہ فارسی مندرجہ بالا
یں تحریر فرماتے ہیں کہ "شائع کرانده بودم" یعنی آپ نے خود شائع کرائی تھی۔ یہ کیا بوالعجبی ہے۔ اس
سے ظاہر ہے کہ واقعات حاضر فی الذہن نہیں رہے۔

دار العلوم سے قطع تعلق

(۵) قولکم (وچوں ایدون آمدند پیش از قبول استعفاء
احقر ہیچ خطے از دفتر برائے شرکت احقر نرسید واگر رسید برائے
بیان وجوہ استعفاء رسید الخ) یہ فقرہ بھی تعجب خیز ہے اس لئے کہ جب آپ نے کشمیر سے واپس
ہوتے وقت راستہ ہی سے استعفاء مورخہ ۲۱ صفر ۱۳۴۶ھ بھیجا۔ اور استعفاء بھی لکھا تو یہ کہ
بتدا از ذی الحجہ سے میرا استعفاء ہے جو تاریخ تحریر استعفاء سے۔ دو ماہ تیرہ ایام پیشتر سے استعفاء ہوا
ور پھر تاریخ یکم ربیع الاول ۱۳۴۶ھ کو بوقت شب دیوبند میں تشریف لائے بھی تو اپنا کام تعلیم جاری
ہیں کیا۔ بلکہ بلا انتظار منظوری استعفاء آپ نے کام درس حدیث کو خود چھوڑ دیا اور عملاً دار العلوم سے
علق کو منقطع کر کے عہدہ صدر مدرس سے علیحدہ ہوگئے اور بار بار خود حضرت صدر مہتمم صاحب اور مہتمم صاحب
کے اصرار پر و نیز دیگر طرق مختلف سے مراجعت کی تدبیر پر آپ نے قطعاً مراجعت نہ کی تو اب خیال فرمائیے

در دو سال ماضی اجلاس منعقد شد ہیچ دعوتے بنام احقر نرسیدہ (۴) بے شک آپ بحیثیت عہدہ صدر مدرس ممبر بنائے گئے تھے جیسا کہ حضرت مہتمم صاحب بحیثیت عہدہ ارکان شوریٰ میں داخل ہیں جلسہ مجلس شوریٰ میں عین وقت پر آپ کو اور مہتمم صاحب کو بلا لیا جاتا تھا۔ اس کے لئے نہ مہتمم صاحب کے نام کبھی خط بھیجنے کی ضرورت پڑی نہ آپ کے نام۔ اسی طرح حضرت شیخ الہندؒ ممبر تھے اور یہی برتاؤ ان کے ساتھ بھی تھا۔ چنانچہ جب ممبروں کا تھانہ بھون جانا تجویز ہوا تو اس وقت بھی آپ سے اور سب سے زبانی کہدیا گیا تھا نہ کہ تحریری اور آپ تشریف لے گئے پس یہ وجہ بھی عدم جواز مراجعت کی شرعی دلیل نہیں ہو سکتی۔

جلسے سے علیحدگی کی وجہ

(۴) قولکم (و احقر چوں تھانہ بھون در ماہ ذیقعدہ سال حال رسید و اجلاس منعقد شد و حقیر ہم حاضر بود و تجویز انتخاب مولانا کفایت اللہ صاحب و مولانا حسین احمد صاحب و مولانا شبیر احمد صاحب شائع کرامدہ بودم از میان اجلاس احقر را برخیزانیدند و در غیبت احقر ایں تجویز مسترد کردند کہ سراسر کارروائی باطل است) آپ کی اس تحریر پر تعجب بلکہ افسوس ہے کہ واقعات کو آپ نے مستحضر نہیں رکھا۔ واقعہ یہ ہے کہ آپ کی تجویز انتخاب مذکورہ از اول تا آخر آپ کی موجودگی میں پیش ہو کر زیر بحث آئی اور بعد مباحثہ آپ کی موجودگی میں طے ہوئی۔ چنانچہ روداد کارروائی جلسہ شوریٰ ۲۹ شوال ۱۳۴۵ھ بمقام تھانہ بھون ایک نوٹ کے تحت میں صفحہ ۳۲ پر مفصل درج ہے جلسہ سے آپ کی علیحدگی چند منٹ کے لئے اس وقت ہوئی تھی جب کہ خاص بحیثیت عہدہ صدر مدرس کی ممبری پر گفتگو کی ضرورت ہوئی تھی اس وقت تھوڑی دیر کے لئے آپ سے باادب علیحدہ تشریف رکھنے کے لیے عرض کیا گیا تھا۔ آپ کو مولانا عبدالرحمن صاحب اور مولانا محمد حسن صاحب ممبران نے آپ سے مخفی رکھا ہوگا۔ نیز یہ بھی خیال فرمائیے کہ جلسہ شوریٰ سے اس وقت علیحدہ رہنے کا جو معاملہ آپ کے ساتھ کیا گیا یہی معاملہ حضرت مہتمم صاحب کے ساتھ بھی کیا گیا تھا جب کہ بحیثیت عہدہ مہتمم کے ممبر ہونے کی بحث ہوئی تھی۔ علاوہ ازیں بعض دوسرے امور کی بحث کے وقت بھی حضرت مہتمم صاحب سے چند منٹ جلسہ سے علیحدہ

ہٹنے کے لئے کہا گیا یہ قاعدہ اور دستور تمام مجالس میں جاری ہے کہ جب کسی ممبر کی ذات خاص یا
س کے عہدے کی بابت کوئی خاص بات طے کرنے کی ضرورت ہوتی ہے تو اس ممبر سے تہذیب کے ساتھ
علیحدگی کی بابت کہہ دیا جاتا ہے اور وہ علیحدہ ہو جاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ کتاب رُوداد سالانہ میں
ممبروں کی ذیل میں بحیثیت عہدہ ممبران کے اسماء مبارک بھی درج کئے جانے کی ضرورت عموماً نہیں
سمجھی گئی پس یہ امر بھی کوئی دلیل شرعی عدم جواز مراجعت کی نہ ہوئی۔

نوٹ:۔ اس موقع پر یہ عرض کرنا بھی ضروری ہے کہ جب آپ نے تحریک مذکورہ جلسہ شوریٰ میں
پیش فرمائی تھی اور اس کے دوسرے روز اخباروں میں آپ کی تحریک مذکورہ شائع ہوگئی تو جلسہ
شوریٰ میں مولوی سعید الدین صاحب ممبر نے آپ سے سوال کیا تھا کہ اس کے کیا معنی کہ کل آپ نے
تحریک پیش کی اور آج اخباروں میں شائع کرادی۔ اس پر آپ نے فرمایا تھا کہ میں نے شائع نہیں
کرائی ہے۔ دوسرے لوگوں نے شائع کرائی ہوگی۔ اب آپ اپنے اس فقرہ فارسی مندرجہ بالا
میں تحریر فرماتے ہیں کہ "شائع کرانده بودم" یعنی آپ نے خود شائع کرائی تھی۔ یہ کیا بوالعجبی ہے۔ اس
سے ظاہر ہے کہ واقعات حاضر فی الذہن نہیں رہے۔

دارالعلوم سے قطع تعلق

(۵) قولکم (وچوں ایدون آمد پیش از قبول استعفاً احقر ہیچ خطے از دفتر برائے شرکت احقر نرسید واگر رسید برائے
بیان وجوہ استعفا رسید الخ) یہ فقرہ بھی تعجب خیز ہے اس لئے کہ جب آپ نے کشمیر سے واپس
ہوتے وقت راستہ ہی سے استعفاً (مورخہ ۱۲ صفر ۱۳۴۶ھ) بھیجا۔ اور استعفا بھی لکھا تو یہ کہ
ابتداء ذی الحجہ سے میرا استعفا ہے جو تاریخ تحریر استعفا سے دو ماہ تیرہ ایام پیشتر سے استعفا ہوا
اور پھر تاریخ یکم ربیع الاوّل ۱۳۴۶ھ کو بوقت شب دیوبند میں تشریف لائے بھی تو اپنا کام تعلیم جاری
نہیں کیا۔ بلکہ بلا انتظار منظوری استعفا آپ نے کام درس حدیث کو خود چھوڑ دیا اور عملاً دارالعلوم سے
تعلق کو منقطع کرکے عہدہ صدر مدرس سے علیحدہ ہوگئے اور بار بار خود حضرت صدر مہتمم صاحب اور مہتمم صاحب
کے اصرار پر و نیز دیگر طرق مختلف سے مراجعت کی تدبیر پر آپ نے قطعاً مراجعت نہ کی تو جب خیال فرمائیے

اور پھر مجلس شوریٰ میں آپ ممبر کیسے شمار ہو سکتے ہیں کیونکہ جب عہدہ آپ خود چھوڑ چکے تو بحیثیت عہدہ ممبری کو بھی آپ خود چھوڑ چکے لہذا اب یہ مطالبہ کہ قبل منظوری استعفاء مجھکو بحیثیت ممبر کیوں جلسہ میں مدعو نہ کیا گیا کیسے درست ہو سکتا ہے؟ اگر قبل منظوری استعفاء آپ کام درس حدیث نہ چھوڑتے دارالعلوم سے تعلق قطع نہ فرماتے تو بے شک قبل منظوری استعفاء آپ کی ممبری بحیثیت عہدہ قائم رہ سکتی تھی مگر آپ نے ایسا نہیں کیا بلکہ عہدے کو چھوڑ دیا تو ممبری بحیثیت عہدہ بھی نہ رہی۔ چنانچہ آپ کے اس طرز عمل پر اعتراض کے ساتھ مجلس عاملہ نے اپنی تجویز مورخہ ۱۸ ربیع الاول ۱۳۶۲ھ میں نوٹس لیتے ہوئے آپ کے استعفاء کو منظور کئے جانے کی رائے تحریر کی ہے جو اب مجلس شوریٰ میں پیش ہوئی ہے جس پر شوریٰ نے آپ کے استعفاء کو آخری طور پر منظور کیا ہے پس یہ واقعہ بھی عدم جواز مراجعت کیلئے دلیل شرعی نہیں ہو سکتا

مفتی صاحب کا عزل

(۶) قولکم (اکنون عزل مفتی صاحب برائے امراست کہ چرا جور ... از کلمہ حق نکنند و ہمین گفتہ جبراً استعفا کردہ شد الخ) جناب مفتی صاحب کا عزل اس وجہ سے نہیں ہوا جو آپ نے تحریر فرمائی ہے۔ وجوہ عزل جو کچھ ہیں وہ عنقریب سب سامنے آجائیں گی۔ اگر استعفا لیا گیا تو کوئی بے قاعدہ بات نہیں ہے۔ عہدہ داران معززین کے ساتھ ایسے موقع پر اسی طرح تہذیب کا برتاؤ ہوا کرتا ہے۔ غرض یہ بھی کوئی دلیل شرعی عدم جواز مراجعت کی نہ ہوئی۔

(۷) قولکم (بعض ارکان برین کار ... راضی نبودند در خلوت گریستند لیکن علانیہ توفیق کلام نیافتند الخ) ہمارے خیال میں تو کوئی رکن رویا اور نہ کسی نے خلاف رائے دی بلکہ سب نے مستحسن سمجھا۔ اگر کسی رکن کا نام آپ تحریر فرماتے تو اس پر بحث ہو سکتی تھی۔ رہا توفیق کلام نہ ہونا تو آپ خود خیال فرمائیں کہ توفیق بقبضہ قدرت حق تعالیٰ ہے نہ کسی بندہ کے۔ اس وجہ کو بھی عدم جواز مراجعت میں شرعی طور سے کوئی دخل نہیں ہے۔

وفد نگینہ

(۸) قولکم (وفد نگینہ حسب اجازت رسیدہ بود بانواع حیل او را باز داشتن سعی کردہ شد و چون اکنون باخاطر خواستہ اجازت دادہ شد فیہا و تعجب کنند الخ) یہ فقرہ بھی تعجب خیز ہے پہلی دفعہ جب وفد آیا تو جناب حافظ احمد صاحب حسب الحکم وفد کو متعین ہوئے پہلے مسجد مدرسہ میں ٹھہری ہوئی تھی عام طلبہ وغیرہ نے نہایت کشادہ پیشانی اور صفائی کیساتھ ان کا اعتراف کیا۔ حضرت مہتمم صاحب نے ہماری تحقیقات میں ہر طرح مدد فرمائی اور فراخدلی سے ہم کو کاغذات

دکھلائے اور ادنیٰ درجہ کی مزاحمت بھی نہین کی۔ جب دوبارہ حافظ صاحب ممدوح نے تشریف لانے کا ارادہ فرمایا تو فہرست اعتراضات ان سے طلب کیگئی جس کے دیدینے کا خود انہون نے دیوبند مین بار بار وعدہ فرمایا تہا لیکن جب یہان نہ دی تو بالآخر یہ فرمایا تہا کہ نگینہ پہنچکر بھیجدین گے لیکن فہرست مذکورہ نہ دی۔ نہ نگینہ سے بھیجی۔ اب پر یہانسے یہ لکھا گیا کہ جبتک آپ فہرست اعتراضات بھیجکر جوابات حاصل نہ کرلین اسوقت تک آپ کا تشریف لانا بے سود ہوگا۔ اور یہ بھی انکی خدمتمین اطلاع دی کہ جلسہ ممبران عنقریب ہونیوالا ہے آپ جو کچھ کرین اسوقت ممبرون کے سامنے کرین۔ الغرض وفد مذکور کو روکا نہین گیا بلکہ طریق عمل کا راستہ کھولاگیا تاکہ ان کی کارروائی باقاعدہ اور قابل اعتماد ثابت ہو۔ چنانچہ حافظ صاحب جلسہ ممبران مین شریک ہوئے۔ اور جسقدر سوالات تحریری انہون نے پیش کیٔ ان کے جوابات تحریری دیئے گئے۔ یہ واقعات بھی عدم جواز مراجعت کیلئے دلیل شرعی نہین ہین۔

(۹) قولکم (از عملہ این سوال کردہ شود کہ نزد وفد بیفتد دبیان دادید یانہ۔ این کسی ازمیان نپرسد کہ بیان غلط دادید یا صحیح۔ از حق وباطل سوائے درمیان نہ) براہ کرم ذرا خیال فرمایئے کہ جب عملہ سے یہ سوال کیا گیا کہ تم نے جو بیان دیا ہے وہ سچ سچ اور صحیح کہدو تو اس مین دونون باتون کا سوال آگیا۔ علاوہ ازین عملہ کیسے اقرار کرسکتا ہے کہ اس کا بیان باطل تہا۔ یہ فیصلہ کرنا تو ممبرون کا کام ہے کہ ان کا بیان حق ہے یا باطل۔

پس یہ بات بھی کوئی وجہ شرعی عدم جواز مراجعت کی نہین ہوسکتی ہے۔

رازداری حساب کا دعویٰ

(۱۰) قولکم (اکنون حساب ہم درصیغہ راز است کہ در عالم نیست و خود جناب مہتمم صاحب باحقر فرمودند کہ سردفتر حال برائے رازداری حساب نہادیم الخ) اس کے متعلق حضرت مہتمم صاحب آپ کے جواب مین فرماتے ہین کہ مین نے کبھی حضرت شاہ صاحب سے یہ نہین کہا کہ سردفتر کا تقرر رازداری حسابات کیلئے ہوا ہے جسکا یہ مطلب نکالا جاتا ہے کہ حسابات کے نقصانات اور مالی خیانتون کی پردہ پوشی کیجائے (معاذ اللہ) بلکہ مین نے یہ کہا تہا کہ ایک ذمہ دار ہوشیار تجربہ کار شخص کیضرورت ہے جو مدرسہ کے دفاتر اور حسابات کو مرتب رکھے اور اس موقع پر حضرت شاہ صاحب کو ایسے کاغذات بھی دکھلائے تھے جن سے بعض کارکنان دفتر کی غفلت آمیز کارروائیون کا علم ہوتا تہا۔ مزید یہ کہ جناب کو حدیث المجالس بالامانۃ کے ساتھ استعینوا علی الحوائج بالکتمان کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیئے تہا۔ کہ اس کا محمل

بقول آپکے اخفاء خیانات کو سمجھا جائے یا یہ کہ عام حوائج اُن کاموں کو۔ علاوہ ازین ... آپ غالباً اصول و قائد
سے واقف نہیں ہیں کہ اصولاً ہر دفتر کا ہر کام اس دفتر کے حدود اور عملہ تک بطور راز ہی ہوتا ہے کسی عملہ اور ملازم
کو اجازت نہیں ہے کہ اپنے کام متعلقہ دفتر کو افشاء کرتا رہے خواہ وہ کام کسی مد یا کسی صیغہ کا ہو یا رازداری کا کام
فی الواقع ہو یا نہو۔ یہ اہم فرض اصولی ہر ایک عہدہ و ملازمت بلکہ ہر مجلس کا منشاء حدیث شریف المجالس
بالامانۃ ہر جگہ ہونا چاہئے یہ رازداری شرعاً بھی اصولی ہے نہ کہ چوریوں اور خیانتوں کے چھپانے کیلئے۔ لہٰذا
پہلے اصول دفاتر پر عبور اور منشاء حدیث شریف موصوف پر غور حاصل فرمائیے اسکے بعد اعتراض فرمائیے۔
غرض یہ وجہ بھی شرعاً عدم جواز مراجعت کی دلیل نہیں ہوسکتی ہے۔ (۱۱) قولکم (جناب مولوی سعید الدین
صاحب پارسال در بھوپال با مولوی محفوظ علی صاحب گفتہ اند کہ حسابات مدرسہ ناپاک است) مولوی سعید الدین
صاحب سے دریافت کیا گیا وہ فرماتے ہیں کہ میں نے مولوی محفوظ علی صاحب سے ہرگز یہ مضمون ناپاک نہیں کہا پس
یہ سماعی خبر بھی وجہ شرعی برائے عدم جواز مراجعت نہیں ہوسکتی ہے۔

مولانا مرتضیٰ حسن کی سعی چندہ

(۱۲) قولکم (جناب مولوی مرتضیٰ حسن صاحب بارہا در سنین ماضیہ احقر و مولوی شبیر احمد را گفتہ کہ مرا فتویٰ دادہ باشید کہ من کہ سعی در
چندہ مدرسہ میکنم این جائز است یا ناجائز الخ) از راہ مہربانی ذرا غور فرمائیے کہ مولوی مرتضیٰ حسن صاحب کا یہ سوال
ایک استفسار ہے جو انہوں نے اپنی سعی چندہ کے متعلق کیا تھا اس استفسار فیر کو آپکا اپنی مراجعت کے عدم جواز پر دلیل
شرعی قرار دینا عجب العجائب نہیں تو اور کیا ہے علاوہ ازین آپنے اپنے مکتوب میں اس استفسار کا جواب بھی تحریر
نہیں فرمایا کہ اس پر آپنے کیا فتویٰ صادر فرمایا تھا اور نہ یہ تحریر فرمایا کہ وجہ استفسار کیا تھی اگر آپ اس وجہ کو ظاہر
فرمادیتے تو اس استفسار کی حقیقت واضح ہوجاتی اور یہ بھی معلوم ہوجاتا کہ منشاء استفسار کس کس کا طرز عمل ہے
لیکن آپ نے اس مذاکرہ کو جو درحقیقت آپکو سنانے کیلئے اور متنبہ کرنے کیلئے تھا استفسار ظاہر فرمایا اور اپنا جواب
نقل نہ کیا اگر آپکے نزدیک بجواب استفسار انکی سعی جائز تھی اور یہی اغلب و اقرب ہے تب بھی اسکا ذکر اس
موقع پر بے محل ہے اگر آپکے نزدیک ناجائز ہے تو آپ صاف اور سچ فرمائیے کہ کیا آپ نے مولوی مرتضیٰ حسن صاحب
کو بھی جواب ناجواز ہی دیا تھا اور کیا آپ اس ناجائز چندہ سے سالہا سال تک تنخواہ نہیں لیتے رہے؟ پس یہ وجہ

بھی عدم جواز مراجعت کیلئے دلیل شرعی نہیں ہوسکتی۔

کیا دارالعلوم مین نسبت سلب ہوجاتی ہے؟

(۱۳۳) قولکم (دبار بابا آخر گفتہ (یعنی مولانا مرتضیٰ حسن) کہ توفیق دین و عمل و ہمدر رسیدہ سلب میشود احقرالحال ہم تا این حد نرسیدہ الخ) اگر آپ کے اس قول کو بالفرض تسلیم کیا جائے تو مولوی مرتضیٰ حسن صاحب کا خود طرز عمل یعنی مدرسہ ہذا مین برابر تا حال کام کرنا اسکے بطلان کیلئے دلیل کافی ہے اور خود جناب بھی مدرسہ مین اس قول کے بعد مدتون تک مولوی صاحب موصوف کی طرح شامل حال رہ کر اپنے عہدہ صدر مدرسی پر کام کرتے رہے جسکی بابت بطور دفع دخل آپ اپنی نسبت تحریر فرماتے ہین کہ احقر بھی اس حد تک نہین پہنچا پس اگر آپ اس حد تک نہین پہنچے تو عدم جواز مراجعت کے وجوہ مین اسکا ذکر کرنا جسقدر بے محل ہے وہ آپ جیسے فاضل سے مخفی نہین رہ سکتا پھر یہ بھی معلوم نہین کہ مولوی صاحب موصوف نے یہ بات کس محل و موقع اور کس بنا پر سے کہی تھی براہ کرم اپنے خیال مین خود متنبہ ہوکر انصاف فرمایئے کہ اسوجہ کا بھی عدم جواز مراجعت کیلئے دلیل شرعی ہونا کیسے کہا جاسکتا ہے؟

مدرسین اور عملہ کے مشاہرے

(۱۴) قولکم (شیخ رشید احمد صاحب فرستے زبانی میگویند کہ بر مدرسان چہ مبلغ صرف میشود بر صیغہ استحکام اہتمام و طول و عرض انتظام چہ۔ وچون گفتگوئے سوئے ندا مایوس شدہ در خانہ نشست الخ) یہ اعتراض بلحاظ تنخواہ مدرسین و تنخواہ ارباب اہتمام اگر ہے تو اصولاً نادرست ہے ہر جگہ یہی عملدرآمد ہے۔ کہ بمقابلہ مہتمم صدر مدرس کی تنخواہ زیادہ نہین ہوتی ہے۔ کالجون کو دیکھئے پرنسپل کا مشاہرہ پروفیسرون کے مشاہرہ سے المضاعف ہوتا ہے۔ مجلس شوریٰ نے جناب کی تنخواہ مین اضافہ کردیا تھا اگرچہ بعد اضافہ بھی آپ کی تنخواہ بخیال مجلس شوریٰ مقابلتاً کم رہی لیکن مجلس شوریٰ نے آمدنی کے انتظار مین آپ کے مزید اضافہ اور دیگر مدرسین کے اضافہ کو چند روز کیلئے مجبوراً ملتوی رکھا امید تھی کہ آئندہ سال اس کا موقع ملجاتا۔ شیخ رشید احمد صاحب کا یہ سوال تہا کہ عملہ انتظام عملہ تعلیم سے بڑا ہوا ہے اس سوال کو شیخ صاحب نے بمقام تھانہ بھون بموجودگی حضرت مہتمم صاحب حضرت مولانا مولوی محمد اشرف علی صاحب سرپرست مدرسہ مدظلہ کے سامنے پیش کیا تہا جس پر حضرت مہتمم صاحب نے مفصل جواب

زبانی سمجھا دیا تھا۔ اور پھر دیوبند واپس پہنچکر حضرت مہتمم صاحب نے اس کا تحریری جواب حضرت مولانا صاحب مدظلہ کی خدمت میں بالتفصیل بھیجدیا تھا جسمیں اعداد و شمار بتلاکر یہ واضح کر دیا تھا کہ یہ بیان بالکل غلط ہے کیونکہ دارالعلوم کے عملۂ تعلیم پر دو ثلث اور ارکان اہتمام اہل کار، محررین اور منتظمین شعبہ جات پر ثلث روپیہ خرچ ہو رہا ہے اور اس ثلث میں حضرت مہتمم صاحب کی تنخواہ بھی شامل ہے حالانکہ مہتمم صاحب تعلیم اور غیر تعلیم تمام شعبوں کے منتظم اعلی ہیں۔ شیخ صاحب کا اس جلسہ شوری میں شرکت سے معذور رہنے کی بابت بوجہ اپنی ضروری و وقتی مشاغل کے جو معذرت نامہ تحریری آیا ہے وہ موجود ہے اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ وہ گویا مایوس ہو کر بیٹھ رہے تعجب انگیز امر ہے۔ یہ امر بھی کوئی وجہ شرعی عدم جواز مراجعت نہیں ہو سکتا۔ (۱۵) قولکم (بعض ارکان بارہا باحقر گفتہ اند کہ در اختیار ما ہیچ نیست محض برائے تکثیر سواد ایم) لاریب تنہا کسی ایک ممبر کے اختیار میں کچھ نہیں ہے جو کچھ ہے مجلس شوری کے جلسہ میں بحیثیت مجموعی اختیار ہے یہ بھی کوئی وجہ شرعی عدم جواز مراجعت نہیں ہو سکتی ہے۔

فرضی حسابات کا افسانہ

(۱۶) قولکم (قصہ حساب دادن فرضی منشی رحمت علی صاحب در مدرسہ مستفیض (مشہور) است الخ) جناب خود خیال فرمائیں کہ کسی باطل غیر واقعی خبر کا مستفیض (مشہور) ہونا کیا اس کے حق ہونے کی دلیل ہو سکتا ہے؟ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ حضرت مہتمم صاحب کے کچھ ذاتی حسابات بھی مولوی رحمت علی صاحب کے پاس رہتے تھے؟ حضرت مہتمم صاحب نے آپ سے جو تذکرہ کیا وہ انہی ذاتی حسابات کے متعلق تھا۔ کیا مہتمم صاحب نے آپ کو انہی ذاتی حسابات کے کاغذات آپ کو نہ دکھلائے تھے؟ یہ وجہ بھی دلیل شرعی عدم جواز مراجعت نہیں ہو سکتی۔

مولوی رحمت علی صاحب کی برطرفی

(۱۷) قولکم (پارسال جناب مولوی سعید الدین صاحب بمشورہ جناب مہتمم صاحب و بایشان حکم برطرفی (یعنی مولوی رحمت علی صاحب) نوشتند۔ اینکہ مبلغ شش ہزار تا حال۔ در کتبخانہ تلف کردہ دیکھائے برنیاید الخ) اس موقعہ پر بھی غالباً جناب کو سہو ہوا ہے صرف مولوی رحمت علی صاحب کی برطرفی نہیں بلکہ کتبخانہ کے رجسٹروں کی ترتیب دینے والے عملہ کی تخفیف تجویز ہوئی تھی اس کے شمول میں مولوی رحمت علی صاحب کی تخفیف بھی تھی۔

چھ ہزار روپیہ کے صرفہ کا ذکر نہین آیا افواہی بات ہوگی مولوی سعید الدین صاحب ممبر نے ترتیب رجسٹرون کے کام کی بخوبی جانچ وتنقیح کی تھی بعض ممبرون کی رائے تھی کہ کام کچھ نہین ہوا لیکن پھر کام پر نظر کرکے اور بقیہ کام پورا کرنیکی ضرورت سے مجلس شوریٰ نے مزید ایکہزار روپیہ صرفہ کی منظوری اپنی تجویز مورخہ ۳۰ رشوال ۱۳۴۶ھ مین صادر کی پس یہ بھی کوئی وجہ شرعی عدم جواز مراجعت کی نہ ہوئی۔

انتزاع سلطنت کی حقیقت

(۱۸) قولکم (مولوی گل محمد خان صاحب بر خرید لباس طلبہ متعین اند وچون پارسال بر درخواست احقر واصرار طلبہ بدل خرید پارچہ نقد تجویز شد جناب مہتمم صاحب باحقر فرمودند کہ از مولوی گل محمد خان صاحب سلطنت سلب شد وگفتند کہ اکنون این قدر مبلغ مشاہرہ چگونہ ادا دہیم یعنی چہ دانسوده اند اکنون ہمہ برقرار اند الاآن کسے کہ گاہ کلمہ حق گفتہ الخ) بجائے پارچہ کے نقد روپیہ طلبہ کو دینے کی تجویز ضرور ہوئی اور اسپر پہلی مرتبہ عملدرآمد ہوا تاکہ تجربہ سے اس انتظام کا حسن وقبح معلوم ہوجائے اور یہ کہ اگر دوامی انتظام رہا تو بے شک تخفیف مصارف عملہ کے لحاظ سے مولوی گل محمد خان صاحب کو زیادہ مشاہرہ دینا مناسب نہ ہوگا پس اس تجویز کے بعد ہی فوراً بلا حصول تجربہ مولوی گل محمد خانصاحب کے مشاہرہ مین کیونکر کمی کیجا سکتی تھی؟ چنانچہ بعد تجربہ کے اگر پھر پارچہ دینا ہی مناسب سمجھا گیا تو مولوی گل محمد خان صاحب کو بدستور متعین رکھنا پڑیگا حضرت مولانا یہ امور انتظامی ایسے ہین کہ جو شخص منتظم ہوتا ہے وہی خوب سمجھ سکتا ہے کہ دفعۃً کسی امانت دار شخص کو ہاتھ سے کھو دینا مناسب نہین ہوتا کیونکہ پھر بوقت ضرورت آدمی نہین ملتا ہے خصوصاً ایسے شخص کی سابقہ خدمات کا بھی لحاظ رکھنا پڑتا ہے جو مولوی گل محمد خان کی طرح ۳۰ سال سے دار العلوم کی خدمت کر رہا ہو۔ علاوہ بریں قطع نظر حضرت مہتمم صاحب فرماتے ہین کہ مولوی گل محمد خان صاحب کے متعلق جو الفاظ اُن کی طرف منسوب کئے گئے ہین وہ انہین یاد نہین ہین البتہ یہ ضرور کہا تھا کہ سلے سلائے کپڑے دینے کا قاعدہ بدلنے سے انکو مالی نقصان یہ پہنچا کہ ان کے گھر مین مشین تھی جس پر وہ طلبا کے کپڑے بازاری نرخ سے سلاتی اور اسکی اجرت حاصل کرلیتے تھے۔ یہ غرض نہ تھی کہ کپڑے کی خریداری مین نعوذ باللہ خیانت کرتے تھے اور یہ خیانت کا نفع جاتا رہا جب کپڑوں کا سلسلہ ان سے علیحدہ کرلیا گیا تو صرف مطبخ کی وجہ سے انہین اتنی تنخواہ دینے مین اشکال ہے اس کا مشورہ مولوی محمود صاحب سر دفتر سے بھی کیا اور ابھی تک اس معاملہ مین کوئی بات طے نہین ہوئی کیونکہ مولوی گل محمد خانصاحب کی خدمات قدیمہ

زبانی سمجھا دیا تھا۔ اور پھر دیوبند واپس پہنچکر حضرت مہتمم صاحب نے اس کا تحریری جواب حضرت مولانا صاحب مدظلہ کی خدمت میں بالتفصیل بھیجدیا تھا جسمیں اعداد و شمار بتلاکر یہ واضح کر دیا تھا کہ یہ بیان بالکل غلط ہے کیونکہ دارالعلوم کے عملۂ تعلیم پر دو ثلث اور ارکان اہتمام اہل کار، محررین اور منتظمین شعبہ جات پر ثلث روپیہ خرچ ہورہا ہے اور اس ثلث میں حضرت مہتمم صاحب کی تنخواہ بھی شامل ہے حالانکہ مہتمم صاحب تعلیم اور غیر تعلیم تمام شعبوں کے منتظم اعلیٰ ہیں شیخ صاحب کا اس جلسہ شوریٰ میں شرکت سے معذور رہنے کی بابت بوجہ اپنے ضروری و وقتی مشاغل کے جو معذرت نامہ تحریری آیا ہے وہ موجود ہے اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ وہ گویا مایوس ہو کر بیٹھ رہے تعجب انگیز امر ہے۔ یہ امر بھی کوئی وجہ شرعی عدم جواز مراجعت نہیں ہو سکتا۔ (١٥) قولکم (بعض ارکان بارہا باحقر گفتہ اند کہ در اختیار ما ہیچ نیست محض برائے تکثیر سواد مستیم) لاریب تنہا کسی ایک ممبر کے اختیار میں کچھ نہیں ہے جو کچھ ہے مجلس شوریٰ کے جلسہ ہی کا بحیثیت مجموعی اختیار ہے یہ بھی کوئی وجہ شرعی عدم جواز مراجعت نہیں ہو سکتی ہے۔

فرضی حسابات کا افسانہ

(١٦) قولکم (قصہ حساب دادن فرضی منشی رحمت علی صاحب در مدرسہ مستفیض (مشہور) است الخ) جناب خود خیال فرمائیں کہ کسی باطل غیر واقعی خبر کا مستفیض (مشہور) ہونا کیا اس کے حق ہونے کی دلیل ہو سکتا ہے؟ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ حضرت مہتمم صاحب کے کچھ ذاتی حسابات بھی مولوی رحمت علی صاحب کے پاس رہتے تھے؟ حضرت مہتمم صاحب نے آپ سے جو تذکرہ کیا وہ انہی ذاتی حسابات کے متعلق تھا۔ کیا مہتمم صاحب نے آپ کو انہی ذاتی حسابات کے کاغذات آپ کو نہ دکھلائے تھے؟ یہ وجہ بھی دلیل شرعی عدم جواز مراجعت نہیں ہو سکتی۔

مولوی رحمت علی صاحب کی برطرفی

(١٧) قولکم (پارسال جناب مولوی سعید الدین صاحب بمشورہ جناب مہتمم صاحب والا شان حکم برطرفی بے (یعنی مولوی رحمت علی صاحب) نوشتند۔ اینکہ مبلغ شش ہزار تا حال۔ در کتبخانہ تلف کردہ دکانیدے بر نیاید الخ) اس موقعہ پر بھی غالباً جناب کو سہو ہوا ہے صرف مولوی رحمت علی صاحب کی برطرفی نہیں بلکہ کتبخانہ کے رجسٹروں کی ترتیب دینے والے عملہ کی تخفیف تجویز ہوئی تھی اس کے شمول میں مولوی رحمت علی صاحب کی تخفیف بھی تھی۔

چھہ ہزار روپیہ کے صرفہ کا ذکر نہین آیا افواہی بات ہوگی مولوی سعید الدین صاحب ممبر نے ترتیب رجسٹرون کے کام کی بخوبی جانچ و تنقیح کی تھی بعض ممبرون کی رائے تھی کہ کام کچھ نہین ہوا لیکن پھر کام پر نظر کر کے اور بقیہ کام پورا کرنیکی ضرورت سے مجلس شوریٰ نے مزید ایکہزار روپیہ صرفہ کی منظوری اپنی تجویز مورخہ ۳۰ رشوال ۱۳۴۶ھ مین صادر کی پس یہ بھی کوئی وجہ شرعی عدم جواز مراجعت کی نہ ہوئی۔

انتزاع سلطنت کی حقیقت (۱۸) قولکم (مولوی گل محمد خان صاحب بر خرید لباس طلبہ متعین اند چون پارسال بر درخواست احقر و اصرار طلبہ بدل خرید پارچہ نقد تجویز شد جناب مہتمم صاحب با احقر فرمودند کہ از مولوی گل محمد خان صاحب سلطنت سلب شد و گفتند کہ اکنون این قدر مبلغ مشاہرہ چگونہ او را دہیم یعنی چہ دانسودہ اید اکنون ہمہ بر قرار اند الاآن کسے کہ کاہ کلمہ حق گفتہ الخ) بجائے پارچہ کے نقد روپیہ طلبہ کو دینے کی تجویز ضرور ہوئی اور اسپر پہلی مرتبہ عملدرآمد ہوا تاکہ تجربہ سے اس انتظام کا حسن و قبح معلوم ہوجائے اور یہ کہ اگر دوامی انتظام رہا تو بے شک تخفیف مصارف عملہ کے لحاظ سے مولوی گل محمد خان صاحب کو زیادہ مشاہرہ دینا مناسب نہ ہوگا پس اس تجویز کے بعد ہی فوراً بلا حصول تجربہ مولوی گل محمد خانصاحب کے مشاہرہ مین کیونکر کمی کیجا سکتی تھی؟ چنانچہ بعد تجربہ کے اگر پھر پارچہ دینا ہی مناسب سمجھا گیا تو مولوی گل محمد خان صاحب کو بدستور متعین رکھنا پڑیگا حضرت مولانا یہ امور انتظامی ایسے ہین کہ جو شخص منتظم ہوتا ہے وہی خوب سمجھ سکتا ہے کہ دفعۃً کسی امانت دار شخص کو ہاتھ سے کھو دینا مناسب نہین ہوتا کیونکہ پھر بوقت ضرورت آدمی نہین ملتا ہے خصوصاً ایسے شخص کی سابقہ خدمات کا بھی لحاظ رکھنا پڑتا ہے جو مولوی گل محمد خان کی طرح ۳۰ سال سے دارالعلوم کی خدمت کر رہا ہو۔ قطع نظر حضرت مہتمم صاحب فرماتے ہین کہ مولوی گل محمد خان صاحب کے متعلق جو الفاظ اُن کیطرف منسوب کئے گئے ہین وہ انہین یاد نہین ہین البتہ یہ ضرور کہا تھا کہ سلے سلائے کپڑے دینے کا قاعدہ بدلنے سے انکو مالی نقصان یہ پہنچا کہ ان کے گھر مین مشین تھی جس پر وہ طلباء کے کپڑے بازاری نرخ سے سلاتی اور اسکی اجرت حاصل کر لیتی تھے۔ یہ غرض نہ تھی کہ کپڑے کی خریداری مین نعوذ باللہ خیانت کرتے تھے اور یہ خیانت کا نفع جاتا رہا جب کپڑے کا سلسلہ ان سے علیحدہ کر لیا گیا تو صرف مطبخ کیوجہ سے انہین اتنی تنخواہ دینے مین اشکال ہے اس کا مشورہ مولوی محمود صاحب سرفتر سے بھی کیا اور ابھی تک اس معاملہ مین کوئی بات طے نہین ہوئی کیونکہ مولوی گل محمد خانصاحب کی خدمات قدیمہ

زبانی سمجھا دیا تھا۔ اور پھر دیوبند واپس پہنچکر حضرت مہتمم صاحب نے اس کا تحریری جواب حضرت مولانا صاحب مدظلہ کی خدمت مین بالتفصیل بھیجدیا تھا جسمین اعداد و شمار بتلا کر یہ واضح کر دیا تھا کہ یہ بیان بالکل غلط ہے کیونکہ دار العلوم کے عملۂ تعلیم پر دو ثلث اور ارکان اہتمام اہل کار، محررین اور منتظمین شعبہ جات پر ثلث روپیہ خرچ ہو رہا ہے اور اس ثلث مین حضرت مہتمم صاحب کی تنخواہ بھی شامل ہے حالانکہ مہتمم صاحب تعلیم اور غیر تعلیم تمام شعبون کے منتظم اعلیٰ ہین بشیخ صاحب کا اس جلسہ شوریٰ مین شرکت سے معذور رہنے کی بابت بوجہ انکے ضروری وقتی مشاغل کے جو معذرت نامہ تحریری آیا ہے وہ موجود ہے اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ وہ گویا مایوس ہو کر بیٹھ رہے تعجب انگیز امر ہے۔ یہ امر بھی کوئی وجہ شرعی عدم جواز مراجعت نہین ہو سکتا۔ (۱۵) قولکم (بعض ارکان بارہا باحقر گفتہ اند کہ در اختیار ما ہیچ نیست محض برائے تکثیر سواد مستقیم کا ارب تنہا کسی ایک ممبر کے اختیار مین کچھ نہین ہے جو کچھ ہے مجلس شوریٰ کے جلسہ مین بحیثیت مجموعی اختیار ہے یہ بھی کوئی وجہ شرعی عدم جواز مراجعت نہین ہو سکتی ہے۔

فرضی حسابات کا افسانہ

(۱۶) قولکم (قصہ حساب دادن فرضی منشی رحمت علی صاحب در مدرسہ مستفیض (مشہور) است الخ) جناب خود خیال فرمائین کہ کسی باطل غیر واقعی خبر کا مستفیض (مشہور) ہونا کیا اس کے حق ہونے کی دلیل ہو سکتا ہے؟ کیا آپ کو معلوم نہین کہ حضرت مہتمم صاحب کے کچھ ذاتی حسابات بھی مولوی رحمت علی صاحب کے پاس رہتے تھے؟ حضرت مہتمم صاحب نے آپ سے جو تذکرہ کیا وہ انہی ذاتی حسابات کے متعلق تھا۔ کیا مہتمم صاحب نے آپ کو انہی ذاتی حسابات کے کاغذات آپ کو نہ دکھلائے تھے؟ یہ وجہ بھی دلیل شرعی عدم جواز مراجعت نہین ہو سکتی۔

مولوی رحمت علی صاحب کی برطرفی

(۱۷) قولکم (پارسال جناب مولوی سعید الدین صاحب بمشورہ جناب مہتمم صاحب و نیز بایشان حکم برطرفی ئے (یعنی مولوی رحمت علی صاحب) نوشتند۔ اینکہ مبلغ شش ہزار تا حال۔ در کتبخانہ تلف کردہ دکا ئے برنیاید الخ) اس موقعہ پر بھی غالباً جناب کو سہو ہوا ہے صرف مولوی رحمت علی صاحب کی برطرفی نہین بلکہ کتبخانہ کے رجسٹرون کی ترتیب دینے والے عملہ کی تخفیف تجویز ہوئی تھی اس کے شمول میں مولوی رحمت علی صاحب کی تخفیف بھی تھی۔

چھ ہزار روپیہ کے صرفہ کا ذکر نہین آیا افواہی بات ہوگی مولوی سعید الدین صاحب ممبر نے ترتیب رجسٹرون کے کام کی
بخوبی جانچ و تنقیح کی تھی بعض ممبرون کی رائے تھی کہ کام کچھ نہین ہوا لیکن پھر کام پر نظر کرکے اور بقیہ کام پورا
کرنیکی ضرورت سے مجلس شوریٰ نے مزید ایکہزار روپیہ صرفہ کی منظوری اپنی تجویز مورخہ ۳۰ رشوال ۱۳۴۲ھ مین صادر
کی پس یہ بھی کوئی وجہ شرعی عدم جواز مراجعت کی نہ ہوئی۔

انتزاع سلطنت کی حقیقت

(۱۸) قولکم (مولوی گل محمد خان صاحب برخرید لباس طلبہ متعین بود
چون پارسال بر درخواست احقر و اصرار طلبہ بدل خرید پارچہ نقد تجویز شد جناب مہتمم صاحب با احقر فرمودند کہ از مولوی
گل محمد خان صاحب سلطنت سلب شد و گفتند کہ اکنون این قدر مبلغ مشاہرہ چگونہ ادا دہیم یعنی چہ وانمودہ اند
اکنون ہمہ برقرار اند الاآن کسی کہ گاہ کلمہ حق گفتہ الخ) بجائے پارچہ کے نقد روپیہ طلبہ کو دینے کی تجویز ضرور ہوئی
اور اسپر پہلی مرتبہ عملدرآمد ہوا تاکہ تجربہ سے اس انتظام کا حسن و قبح معلوم ہوجائے اور یہ کہ اگر دوامی انتظام رہا
تو بے شک تخفیف مصارف عملہ کے لحاظ سے مولوی گل محمد خان صاحب کو زیادہ مشاہرہ دینا مناسب
نہ ہوگا پس اس تجویز کے بعد ہی فوراً بلا حصول تجربہ مولوی گل محمد خانصاحب کے مشاہرہ مین کیونکر کمی کیجا سکتی
تھی ؟ چنانچہ بعد تجربہ کے اگر پھر پارچہ دینا ہی مناسب سمجھا گیا تو مولوی گل محمد خان صاحب کو بدستور متعین کرنا پڑیگا
حضرت مولانا یہ امور انتظامی ایسے ہین کہ جو شخص منتظم ہوتا ہے وہی خوب سمجھ سکتا ہے کہ دفعۃً کسی امانت دار
شخص کو ہاتھ سے کھو دینا مناسب نہین ہوتا کیونکہ پھر بوقت ضرورت آدمی نہین ملتا ہے خصوصاً ایسے شخص کی
سابقہ خدمات کا بھی لحاظ رکھنا پڑتا ہے جو مولوی گل محمد خان کی طرح ۱۳ سال سے دارالعلوم کی خدمت کر رہا ہو۔
قطع نظر حضرت مہتمم صاحب فرماتے ہین کہ مولوی گل محمد خان صاحب کے متعلق جو الفاظ اُن کیطرف منسوب کئے گئے
ہین وہ انہین یاد نہین ہین البتہ یہ ضرور کہا تھا کہ سلے سلائے کپڑے دینے کا قاعدہ بدلنے سے انکو مالی نقصان یہ
پہنچا کہ ان کے گھر مین مشین تھی جس پر وہ طلباء کے کپڑے بازاری نرخ سے سلاتے اور اسکی اجرت حاصل کرلیتے
تھے۔ یہ غرض نہ تھی کہ کپڑے کی خریداری مین نعوذ باللہ خیانت کرتے تھے اور یہ خیانت کا نفع جاتا رہا جب کپڑے کا
سلسلہ ان سے علیحدہ کرلیا گیا تو صرف مطبخ کیوجہ سے انہین اتنی تنخواہ دینے مین اشکال ہے اس کا مشورہ مولوی محمود صاحب
سردفتر سے بھی کیا اور ابھی تک اس معاملہ مین کوئی بات طے نہین ہوئی کیونکہ مولوی گل محمد خانصاحب کی خدمات قدیمہ

ننی سالہ و متعلقہ کام مین کی ہونیکی امید نہین ہی جیسا کہ اوپر آچکا ہی اخیری جملہ فقرہ سامی مذکورہ بالا کا باعث واقع ہی پس خیال فرمائیے کہ مولوی گل محمد خانصاحب کا واقعہ مذکورہ دعدم جواز مراجعت کی شرعی دلیل کیسی ہو سکتی

اصلاحات کی ہنگامہ آرائی

(۱۹) جناب کے جملہ وجوہ کے جوابات اور ان کے غیر شرعی کے اثبات کے بعد اب مزید عرض یہ ہی کہ جن اصلاحات کی بابت یہ ہنگامہ آرائی ہی انکو بصورت تحریر باتفاق عزیز الرحمن صاحب مفتی اور مولانا شبیر احمد صاحب جلسہ شوری منعقدہ شوال ۳۵ھ مین آپ پیش فرما چکے ہین مجلس شوری کے استفسار پر آپنے جواب دیا ہی کہ بس وہی یادداشت متعلقہ اصلاحات ہی۔ اسکی ماسوا ہم کو لکھنا یا پیش کرنا باقی نہین ہی۔) ملاحظہ ہو روئداد مطبوعہ جلسہ شوری کے صفحہ ۳۳ پر کارروائی جلسہ منعقدہ ۲۹ شوال ۳۵ھ بمقام تھانہ بھون" اس کے بعد روئداد مطبوعہ مین جو اصلاحات درج ہوئی ہین آپ نے فرمایا کہ ہمارے خیالات کیسے بھی زیادہ ہین۔ لہذا اب غور فرمائیے کہ اب دوسری اور کیا اصلاحات تھین جو وقت پیش نہ کی گئین۔ اگر تھی تو یہ بیان مذکورہ کیون دیا کہ اب کچہ نہین ہی۔ اس کارروائی پر جس قدر تعجب و افسوس کیا جائے کم ہی اور (الیوم تنساہ) کہنا بجا ہی اگر بالفرض مزید اصلاحات آپکے پاس یا آپکے خیال باقی ہین تو ضرور پیش فرمائیے تاکہ پھر بھی مثل اصلاحات پیش کردہ سابقہ غور کرکے مناسب کارروائی کیجائے

شاہ صاحب کے وجوہ ناراضی

(۲۰) جنابکے تحریر کردہ وجوہ مذکورہ پر جب اہل بصیرت اور ذی رائے حضرات نظر فرمائین گے تو صاف طور سے یہ نتیجہ نکالین گے کہ آپکا استعفا اور ناراضی حسب ذیل وجوہ

الف ۔ مہتمم صاحب کی تنخواہ آپ کی تنخواہ سے زیادہ کیون ہی؟ (**ب**) آپ کا مطالبہ تین اشخاص کے ممبر کرنیکا مجلس شوری نے فوری منظور کیون نہ کیا؟ حالانکہ اب آپ اس مطالبہ پر خود قائم نہین اور رائے بدل چکے ہین۔ پس آپ کو مجلس شوری کی دوربینی اور مآل اندیشی کی داد دینا لازم تھی نہ یہ کہ آپ ناراض ہون کیونکہ مجلس شوری نے سمجھ لیا تھا کہ آپنے بلا دوراندیشی یہ تجویز پیش کردی ہی۔ آئندہ زمانہ مین آپ اس سے دست بردار ہوجائین گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا ہی۔

ج ۔ بمقام تھانہ بھون مجلس شوری سے تھوڑی دیر کیلئے آپکو علیحدہ ہونیکی بابت کیون کہا گیا۔ جس جلسہ سے اُٹھا دینا تحریر فرماتے ہین۔

(د) مہتمم صاحب آپ سے ہر امر میں مشورہ کیون نہیں لیتے۔ یہ مشورہ نہ لینا ہی استبداد قرار دیکر ایک الزام پروپاگنڈا آپنے شائع فرمادیا۔

(ہ) آپ کا استعفا مورخہ ۱۳ صفر ۱۳۴۶ھ جو مقام ہانسوٹ سے پہنچا تہا اس کے قابہ ہی کو آپ کو یہ اطلاع پہنچائی گئی کہ آپکے متعلقہ اسباق کو دوسرے اساتذہ کے متعلق کردیا گیا ہی۔ اور یہ وجہ آپ کے جذبات کے بہڑک اٹھنے کی ہوئی حالانکہ یہ بالکل غلط تھی۔ آپ کے متعلقہ اسباق کو آپ کی آمد کے انتظار میں ملتوی رکہا گیا تہا۔ اگرچہ بقاعدہ رخصت وضرورت ان اسباق کا انتظام کردیا جانا چاہئے تہا لیکن بہ آپ کے ایسا نہیں کیا گیا تہا۔ بلکہ بعد آپ کے واپس آجانے کے اور آپکے مایوس ہوجانے کے اور راہ سال کے قریب ہونیکے اسباق کا انتظام کیا گیا۔ (و) آپ کے استعفا پیش ہونے پر فوراً ممبران شوریٰ نے اپنی دور دراز مقامات سے دوڑکر آپ کی طرف رجوع کیون نہ کیا۔ اور انہوں نے جلسہ شوریٰ تک پیش ہونیکا کیون انتظار کیا۔ جس کی بابت آپ تحریر فرماتے ہین کہ اب بعد از وقت ہی۔ پس یہ مطالبات مذکورہ بالکل ذاتی تخیلات اور نفسانی توہمات اور خلاف واقع ذہنی توقعات پر مبنی شرعی وجوہ سے ان کو کوئی علاقہ نہیں ہی۔ آپ کے بعض احباب و چند لڑکون یعنی طلبہ وغیرہ نے آ نفسانی جذبات کو ان مطالبات مذکورہ پر بہت کچہ بہڑکا دیا۔ جس سے آپ ان کے زیر اثر ہوکر بخلاف طبع اور خلاف فطرت مجبور ہوگئے۔ اور انہی جذبات کے ماتحت آپ نے اپنی آمد کی صبح کو مولوی علی صاحب کو بموجودگی چند علماء کرام وہ الفاظ کہے کہ جنکا آپ کی زبان مبارک سے نکلنا حیرت انگیز

رجعت قہقری

(۲۱) کیا جناب کو یاد نہیں ہی کہ جناب نے تھانہ بہون کے جلسوں سے واپس آکر حضرت مہتمم صاحب سے بموجودگی مولانا مرتضیٰ حسن صاحب و بعض ممبران شوریٰ یہ فرمایا تہا کہ اب مین پہر اپنی قدیم جگہ پر آگیا ہون تمام خیالات و مطالبات و تنازعات سے پاک صاف ہوگیا ہون جیسا کہ قدیم سے تہا۔ لیکن افسوس ہی کہ بعض لڑکون یعنی طلبا نے آپکے جذبات کو برانگیختہ کردینے مین کامیابی حاصل کی اور آپکے خیالات کو پہر دگرگون کردیا۔ زیادہ عرض کرنے کی ضرورت نہیں ہی۔

اساس ظنون و اوہام پر عمارتِ فتن کی بنیاد

(۲۲) جناب سے یہ بھی عرض ہی کہ آپنے جو و

تحریر فرمائے ہین ان سے ظاہر ہے کہ محض افواہون پر جو لاعلم اشخاص محض اپنی ذاتی کاوشون سے کہتے ہین آپ نے عمل کرکے بلا تنقیح و بلا دریافت صحت بلکہ بلا دریافت اصلیت واقعہ ایک نوع جزم کیساتھ تحریر فرمادیا جو کہ شرعاً نادرست ہے۔ اگر وجوہ شرعیہ کو صحیح طور سے محققانہ نظر سے تلاش کیا جائے تو بالیقین ثابت ہوجائیگا کہ محض قیاسی اور ظنی باتون پر دارالعلوم کے درس حدیث سے آپکا اعراض فرمانا ایک فتنۂ خاص کا پیدا کردینا تھا جو پیدا ہوا۔ بس ایسی ظنی وجوہ پر ایک کارِ خیر مین فتنہ کا باعث ہونا برائے احادیث نبویہ کس درجہ تک پہنچ سکتا ہے؟ کیا احداث فتنہ کی ادنیٰ وجہ کو بھی پیدا کردینے کے متعلق جو وعیدین ہین آپ ان کو بھول گئے؟

اِس موقعہ پر بجواب آپ کے اگر (الیوم تنساہ) کہا جائے تو بالکل درست اور واقع کے مطابق ہے۔ اگر اس بارہ مین مفصل استفتاء موجودہ صورت فتنہ کا بدلائل واقعہ آپکے سامنے رکھا جائے تو ایسے فتنہ کے احداث پر وعید شرعی کے عائد ہونیکا آپکو ہی فتویٰ دینا پڑیگا اور یہ کہنا پڑیگا (ما سألتمونیها فتنۃ عظیمۃ محرمۃ) اخیر مین ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ قلوب کو صلاح نیت پر رکھے۔ اور نفسانیت اور بات کی پچ اور خوف لومۃ لائم سے بچائے۔ آمین۔

استعفاء منظور کرلیا گیا

ہم آخر مین نہایت افسوس کیساتھ آپ کی خدمت مین اطلاع دیتے ہین کہ تاریخ یکم ذی الحجہ ۱۳۴۵ھ سے جو آپنے استعفا ملازمت پیش کیا ہے اُس کو منظور کرنے پر مجبور ہین۔ چونکہ آپ نے کام بھی چھوڑ دیا تھا لہذا تاریخ مذکورہ سے منظور کیا گیا۔

مگر باوجود اس کے ہم کو اُمید ہے کہ آپ ہماری معروضات پر توجہ فرما کر اپنے خیالات کیطرف بحیثیت شرعی و توجہ الی اللہ تعالیٰ غور فرمائین گے۔ بلکہ استخارہ فرمائین گے۔ وما علینا الا البلاغ والسلام ۔

مرادِ ما نصیحت بود کردیم
حوالت با خدا کردیم و رفتیم

(منجانب ممبران مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند)

مرقوم ۸ رجب ۱۳۴۶ھ

(مطبوعہ مطبع قاسمی دیوبند)

دار العلوم دیوبند کے اصلی و حقیقی حالات

مسلمانون سے امداد کی درخواست

آجکل جبکہ ہندوستان مین دارالعلوم کے اختلافات کا شہرہ ہے اور ہر شخص اپنی جگہ پر ان حالات کو سنکر نہایت اشتیاق کے ساتھ اصلی واقعات سننے کا مشتاق ہے ایسے وقت ہم صحیح حالات لکھکر مسلمانون کو مطلع کر دینا چاہتے ہین۔

دار العلوم کے اختلافات،

دارالعلوم کی جماعت مین اختلافات رونما ہوئے اور درحقیقت یہ ایک نہایت افسوسناک امر ہے کہ ایک ایسی جماعت مین اختلاف رونما ہوا جسکا اتفاق ضرب المثل تھا لیکن دنیا کی تاریخ پر نظر رکھنے والے بالخصوص اسلامی تاریخ سے واقف اس امر سے آگاہ ہین کہ کبھی اہل خیر کے طبقہ مین بھی ایسے اختلافات پیدا ہوجاتے ہین جو انجام کار موجب افتراق بنجاتے ہین۔ اختلافات کا مبنی کبھی اختلاف رائے ہوتا ہے اور گو وہ فی حد ذاتہ مذموم نہین ہوتا مگر بیجا ہٹ اور ضد سے انجام کار مضر ہوجاتا ہے اور کبھی اغراض و مقاصد کا تزاحم ہوتا ہے جن کے مذموم اور محمود ہونیکا مدار اغراض و مقاصد کے حسن و قبح پر ہوتا ہے۔ بہرحال دنیا کا کوئی کارخانہ اختلاف سے خالی نہین رہتا اور کوئی وقت ایسا نہین گذرتا جسکو اختلاف سے خالی کہا جائے۔ اور ایسے اہم اختلافات بھی رونما ہوتے ہین جن سے جماعت کی ہیئت مجموعی مین تفریق پیدا ہوجاتی ہے۔ اسباب اور علل کی تحقیق مشکل امر ہوتا ہے لیکن اہل بصیرت اور ارباب دانش کا یہ فرض ہوتا ہے کہ اختلافات کی اہمیت سے قطع نظر کرکے نفس مقصد کی بقا اور تحفظ کی فکر کرین

مدرستہ العلوم علی گڈہ مین مسئلہ جانشینی پر اختلاف شدید پیدا ہوا اور وہ اختلاف اس حد تک پہنچگیا کہ حامیان علی گڈہ کے دو گروہ ہوگئے اور بعض زبردست شخصیتون کو مدرستہ العلوم سے ہمیشہ کیلئے علیحدہ ہونا پڑا لیکن مدبران قوم نے شخصیتون کی حمایت پر مدرستہ العلوم کی تحفظ کو مقدم سمجھا۔ اور اعانت سے دستکش ہونیکی بجائے پہلے سے زیادہ امداد مین سرگرمی دکھلائی۔ علامہ شبلی ندوۃ العلماء کے روح رواں تھے وہ نظامت ندوۃ العلماء سے جدا ہوئے تو ملک مین ایک عام ناراضی پھیل گئی۔ علامہ موصوف کی حمایت کیلئے ملک مین بڑے بڑے جلسے منعقد کئے گئے۔ لیکن ارباب دانش نے اس ذاتی اور شخصی معاملہ کو ندوۃ العلماء کی امداد کا سد راہ نہین بنایا۔

دارالعلوم دیوبند مین بھی سابقہ زمانہ مین بعض ملازمین و مدرسین کی علیحدگی پر بڑی بڑی شورشین اور فسادات ہوئے لیکن اہل بصیرت نے دارالعلوم کے مقابلہ مین کسی شخصیت خاص کی حمایت نہین کی چنانچہ اسکی نظائر دارالعلوم کی سابقہ رولدادون مین طبع ہو کر شائع ہو چکے ہین۔

دارالعلوم دیوبند سے حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب اور حضرت مولانا عزیزالرحمن صاحب مفتی دارالعلوم کا مستعفی ہو کر علیحدہ ہو جانا نہایت افسوسناک اور حیرت انگیز امر ہے۔ اُن عمیق اور گہری سازشون پر مطلع ہونا نہایت دشوار ہے جنکے نتائج مین یہ حوادث ظہور پذیر ہوئے۔ یہ وہ سازشین ہین جو کسی وقت ملک مین ظاہر ہو کر موجب حیرت و استعجاب بنین گی۔ لیکن ہم ابھی ان کے اظہار کے لئے تیار نہین ہین۔ البتہ جو کچھ ہوا ہمین بھی اس کا سخت افسوس ہے۔ اسوقت ہمین دیکھنا یہ ہے کہ ان بزرگ اور بلند ہستیون کی علیحدگی کے بعد دارالعلوم کی حالت کیا ہے۔

دارالعلوم کی انتظامی و تعلیمی حالت قابل اطمینان ہے

ہم نہایت بلند آہنگی سے اعلان کرتے ہین کہ دارالعلوم کی تعلیمی و انتظامی حالت ہر طرح سے قابل اطمینان ہے دارالعلوم جس طرح سے چونسٹھ سال سے علم دین کی خدمت کر رہا ہے اسی طرح اب بھی کامل الفن اساتذہ کی کافی تعداد دارالعلوم کی خدمت کر رہی ہے۔

(۱) حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی صدر مدرس دارالعلوم ہین۔ مولانا موصوف کی علمی شہرت اور مقبولیت کے لئے یہ دلیل کافی ہے کہ آپ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین اور ہر طرح ان کے نقش قدم پر چلنے والے ہین۔ اور یہ کہ آپ نے تقریباً بارہ سال حرم نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مین بیٹھکر درس حدیث و تفسیر دیا اور دیگر فنون کی تعلیم دی اور حجاز و شام۔ عراق و مصر۔ سوڈان و مراکش کے طالبان علوم نے آپ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔

(۲) حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب کے علم و فضل۔ زہد و تقویٰ اور ان کی مقبولیت عامہ سے کون واقف نہین۔ آپ ایک عرصہ سے دارالعلوم مین درس حدیث دے رہے ہین۔

(۳) مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب ناظم تعلیم دارالعلوم و شعبۂ تبلیغ ایک زبردست عالم و فاضل و مناظر و مصنف ہین

جن کو تقریبا چالیس سال علم دین کی خدمت کرتے ہوئے گذرے اور جو بڑے بڑے مدارس مین صدر مدرس رہ چکے ہین اور اب آٹھ سال سے دارالعلوم کی خدمت انجام دے رہے ہین اور علاوہ انتظام تعلیم اور شعبہ تبلیغ کتب حدیث و دیگر فنون کی بھی تعلیم دیتے ہین۔

(۴) مولانا رسول خانصاحب۔ مولانا محمد ابراہیم صاحب۔ مولانا محمد اعزاز علی صاحب۔ وغیرہ یہ وہ کامل الفن اُستاد ہین۔ جنکے علم وفضل مین کیسکو بھی تردد نہین ہے اور جو سالہا سال سے دارالعلوم کی تعلیم کا محور اور مدار بنے ہوئے ہین اور جنکے تلامذہ اکثر مدارس اسلامیہ مین مدرس ہین ان کے علاوہ دارالعلوم کے ہر درجہ اور ہر طبقے مین لایق مدرس موجود ہین۔

انہین حضرات کا علمی فضل وکمال تہا کہ لجنۃ الاتحاد کی بے حد سعی کے بعد بھی اسٹرائک مکمل نہ ہو سکی۔ اور طلبہ کی کثیر تعداد اسی طرح سلامتی وانقیاد کے ساتہہ حاضر درس ہوتی رہی۔

(۵) حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب صدر مہتمم وناظم دارالعلوم کے ۳۵ سالہ عہد اہتمام مین دارالعلوم نے جسقدر ترقیات کی ہین۔ اُنہی کی زیر قیادت وسیادت مدرسے کے انتظام اُن ہی صحیح اصول پر قائم ہین۔

مجلس شوریٰ

مجلس شوریٰ ارباب حل وعقد مدرسہ کی مجلس ہے جسکو کل اختیارات نظم ونسق اور وضع قوانین کے حاصل ہین یہ مجلس نہایت مضبوط ہے۔ اسمین بڑے بڑے ذی وجاہت ارباب فضل وکمال۔ مدبر ومنتظم داخل ہین اور یہ حضرات نہایت دلچسپی وتوجہ سے دارالعلوم کے معاملات کو سرانجام دیتے ہین اور موجودہ فتنہ و شورش کے وقت نہایت استقلال وہمت سے ہر مشکل کے حل کرنے کیلئے مستعد رہتے ہین۔

سرپرست دارالعلوم

مجلس شوریٰ کی صدارت وسرپرستی ایک ایسی ذات بابرکات سے متعلق ہے جنکے فضائل وکمالات حق گوئی وحق پرستی دنیا مین تسلیم ہو چکی ہے۔ دارالعلوم کو بجا طور پر فخر ہے کہ حکیم الامۃ مجدد الملۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب دام فیضہم دارالعلوم کے ہر چھوٹے بڑے معاملہ کیطرف نہایت دلچسپی سے متوجہ رہتے ہین۔ بعض کا یہ خیال کہ حضرت مولانا تھانوی مدظلہم کا تعلق صرف دعا کا ہے محض غلط ہے حضرت مولانا اسے

ور مشورہ اور دعا اور توجہ قلبی اور ہمت افزائی غرض ہر طرح سے دارالعلوم کی سرپرستی فرما رہی ہین - اور اسطرح
بحمد اللہ مدرسہ کا نظام تعلیمی و انتظامی ہر طرح سے مکمل و قابل اطمینان ہے - کوئی وجہ نہین ہے کہ مسلمان ان
غیر متوقع شورش و اختلاف کی بنا پر دارالعلوم کی امداد سے دستکش ہون -

درخواست امداد دارالعلوم

مسلمانون کا فرض ہے کہ ایسے وقت دارالعلوم کی امداد مین پوری طرح حصہ لین - اور انہین اصول اور طریق عمل
کی پابندی کیساتھ چندہ دیتے رہین اور اس فتنہ و شورش کے وقت دارالعلوم کی امداد کو اپنا نصب العین
قرار دین اور اس جماعت پر جو چونسٹھ سال سے ایک خاص مسلک اور خاص اصول پر دارالعلوم کو چلا رہی ہے اسیطرح اطمینان
رکھین جس طرح ابتک تھا -

دارالعلوم حقیقی مذہبی تعلیم کا مرکز ہے - اور وہ ایک خاص مسلک پر قائم ہے اس کیلئے اصول موضوعہ اور
طریق عمل معین ہین اور اسکے اصول و طریق عمل میں کسی تغیر کو جو خلاف اصول مدرسہ ہو کسی صورت میں بھی قبول نہیں کیا جا سکتا
البتہ جن ہوا خواہان دارالعلوم کو کسی قسم کی بے اطمینانی پیدا ہو گئی ہو وہ نفس حالات دریافت فرمانے کیلئے
دیوبند تشریف لائین اور اپنا اطمینان فرمائین -

یہ غیر معمولی تحریر در بارہ امداد دارالعلوم اس لئے شائع کرنی ضروری ہوئی کہ آجکل بوجہ فسادات کے
ایک ایسی جماعت بھی کام کر رہی ہے جو امداد دارالعلوم کو مانع ہے اور اپنے نام نہاد کامون کے لئے امداد کو
اپنی طرف کھینچ لینا چاہتی ہے -

ہمین امید ہے کہ مسلمان ہماری معروضات بالا کو بغور ملاحظہ فرمائین گے اور حقیقی اصول پر کاربند
ہو کر دارالعلوم کی امداد مین بیش از بیش حصہ لین گے - واللہ الموفق

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر خلقہ سیدنا و
مولانا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین +

احقر

حبیب الرحمن عفی عنہ مہتمم دارالعلوم دیوبند

۱۲ شعبان المعظم ۱۳۴۶ھ

لکہ ایسے الفاظ تحریر فرمادیئے کہ اگر عربی سے دلچسپی رکھنے والے حضرات ان کا ہاتھ بٹائین تو وہ اسکا انتظام کرسکتے ہین
الحمد للہ کہ محترم محرک اور احقر موئد بہت سے امور مین متفق ہین۔ بظاہر صرف تعیین مین اختلاف معلوم ہوتا ہی۔ سو مین
عرض کرچکا ہون کہ مین نے رسائل کا نام مذکورہ بالا وجوہ پر نظر کرکے لیا تھا۔ ورنہ بہت سی وہ اغراض جنکو مین نے
اصل تحریک کی تائید مین پیش کیا ہی۔ رسالون سے پوری نہین ہوسکتین۔

اخبار الجمعیۃ کے کارکنون مین سے اکثر حضرات میرے مکرم ہین۔ اور مجکو ان کے علم وفضل کی بنا پر یقین ہی
کہ اگر وہ اس بار کا تحمل منظور فرمادین گے تو بطریق احسن انجام دین گے اور جسطرح بہت سی مشکلون کے باوجود
الجمعیۃ کے ظاہری اور باطنی محاسن مین فرق نہین آنے دیتے ہین انشاء اللہ اسمین بھی نہ آنے دین گے۔ لیکن
اگر فی الحقیقت یہ بار اخبار الجمعیۃ پر پڑنا چاہیئے تو ضروری ہی کہ اس کی مالی مشکلات کو کم از کم توسیع اشاعت
ہی کے ذریعہ سے کم کیا جائے اور عربی یا اسلامی ممالک سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کم از کم ایکہزار خریدار ونکا اضافہ کرائیں
ہان آخر مین مین اسقدر ضرور عرض کرون گا کہ محرک اور موئد کی تعیین مین مانعۃ الجمع نہونا چاہیئے اگر "القاسم"
دیوبند۔ رسالہ "جمیل" مظفر نگر بھی اس کی ہمت کرین تو مسابقت کا میدان تنگ نہین ہی۔

"القاسم" دیوبند کو ایک خاص سہولت یہ حاصل ہی کہ دار العلوم دیوبند مین بیرون ہند کے طلبہ بھی رہتے ہین بنا علیہ
دوسرے حضرات کو ممالک اسلامیہ کے حالات اخبارات کے ذریعہ سے معلوم ہوسکتے ہین "القاسم" ان طلبہ سے بلا واسطہ حاصل
کرسکتا ہی۔ مین منتظر ہون کہ اخبار الجمعیۃ یا "القاسم" کے اڈیٹر صاحبان اپنی اپنی ذمہ داریون کا احساس کرنیکے بعد
کہانتک اسکے لیے آمادگی ظاہر فرماتے ہین۔

(محمد اعزاز علی غفرلہ) ۱۸ رجب ۱۳۳۶ھ

ور مشورہ اور دعا اور توجہ قلبی اور ہمت افزائی غرض ہر طرح سے دارالعلوم کی سرپرستی فرما رہے ہیں۔ اور اسطرح

بحمد اللہ مدرسہ کا نظام تعلیمی و انتظامی ہر طرح سے مکمل و قابل اطمینان ہے۔ کوئی وجہ نہیں ہے کہ مسلمان کسی

غیر متوقع شورش و اختلاف کی بنا پر دارالعلوم کی امداد سے دستکش ہوں۔

درخواست امداد دارالعلوم

مسلمانوں کا فرض ہے کہ ایسے وقت دارالعلوم کی امداد میں پوری طرح حصہ لیں۔ اور انہیں اصول اور طریق عمل کی پابندی کیساتھ چندہ دیتے رہیں اور اس فتنہ و شورش کے وقت دارالعلوم کی امداد کو اپنا نصب العین قرار دیں اور اس جماعت پر جو چونسٹھ سال سے ایک خاص مسلک اور خاص اصول پر دارالعلوم کو چلا رہی ہے اُسیطرح اطمینان رکھیں جس طرح ابتک تھا۔

دارالعلوم حقیقی مذہبی تعلیم کا مرکز ہے۔ اور وہ ایک خاص مسلک پر قائم ہے اس کیلئے اصول موضوعہ اور طریق عمل معین ہیں اور اسکے اصول و طریق عمل میں کسی تغیر کو جو خلاف اصول مدرسہ ہو کسی صورت میں بھی قبول نہیں کیا جا سکتا البتہ جن ہوا خواہان دارالعلوم کو کسی قسم کی بے اطمینانی پیدا ہو گئی ہو وہ نفس حالات دریافت فرمانیکیلئے دیوبند تشریف لائیں اور اپنا اطمینان فرمالیں۔

یہ غیر معمولی تحریر در بارہ امداد دارالعلوم اس لئے شائع کرنی ضروری ہوئی کہ آجکل بوجہ فسادات کے ایک ایسی جماعت بھی کام کر رہی ہے جو امداد دارالعلوم کو مانع ہے اور اپنے نام نہاد کاموں کے لئے امداد کو اپنی طرف کھینچ لینا چاہتی ہے۔

ہمیں اُمید ہے کہ مسلمان ہماری معروضات بالا کو بغور ملاحظہ فرمائیں گے اور حقیقی اصول پر کاربند ہوکر دارالعلوم کی امداد میں بیش از بیش حصہ لیں گے۔ واللہ الموفق

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

احقر

جبیب الرحمن عفی عنہ مہتمم دارالعلوم دیوبند

۱۲ر شعبان المعظم [illegible]

بلکہ ایسی الفاظ تحریر فرما دیئے کہ اگر عربی سے دلچسپی رکھنے والے حضرات ان کا ہاتھ بٹائیں تو وہ اسکا انتظام کر سکتے ہیں
الحمد للہ کہ محترم محرک اور احقر مؤید بہت سے امور میں متفق ہیں۔ بظاہر صرف تعیین میں اختلاف معلوم ہوتا ہے۔ سو میں
عرض کر چکا ہوں کہ میں نے رسائل کا نام مذکورہ بالا وجوہ پر نظر کر کے لیا تھا۔ ورنہ بہت سی وہ اغراض جنکو میں نے
اصل تحریک کی تائید میں پیش کیا ہے۔ رسالوں سے پوری نہیں ہو سکتیں۔

اخبار الجمعیۃ کے کارکنوں میں سے اکثر حضرات میرے مکرم ہیں۔ اور مجکو ان کے علم و فضل کی بنا پر یقین ہے
کہ اگر وہ اس بار کا تحمل منظور فرما دیں گے تو بطریق احسن انجام دیں گے اور جسطرح بہت سی مشکلوں کے باوجود
الجمعیۃ کے ظاہری اور باطنی محاسن میں فرق نہیں آنے دیتے ہیں انشاء اللہ اسمیں بھی نہ آنے دیں گے۔ لیکن
اگر فی الحقیقت یہ بار اخبار الجمعیۃ پر پڑنا چاہیئے تو ضروری ہے کہ اس کی مالی مشکلات کو کم از کم توسیع اشاعت
ہی کے ذریعہ سے کم کیا جائے اور عربی یا اسلامی ممالک سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کم از کم ایکہزار خریداروں کا اضافہ کرادیں
ہاں آخر میں اسقدر ضرور عرض کروں گا کہ محرک اور مؤید کی تعیین میں مانعۃ الجمع نہ ہونا چاہیئے اگر "القاسم"
دیوبند۔ رسالہ "تجمیل" "مظفر نگر" بھی اس کی ہمت کریں تو مسابقت کا میدان تنگ نہیں ہے۔

"القاسم" دیوبند کو ایک خاص سہولت یہ حاصل ہے کہ دار العلوم دیوبند میں بیرون ہند کے طلبہ بھی رہتے ہیں بنا علیہ
دوسرے حضرات کو ممالک اسلامیہ کے حالات اخبارات کے ذریعہ سے معلوم ہو سکتے ہیں "القاسم" ان طلبہ سے بلا واسطہ حاصل
کر سکتا ہے۔ میں منتظر ہوں کہ اخبار "الجمعیۃ" یا "القاسم" کے اڈیٹر صاحبان اپنی اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرنیکے بعد
کہانتک اسکے لئے آمادگی ظاہر فرماتے ہیں۔

(محمد اعزاز علی غفرلہٗ) ۱۷ رجب ۱۳۴۶ھ

چند تاریخی علمی مفید کتابین

الفاروق ۔ قائد اسلام فاروق اعظم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مشہور و مقبول سوانح مؤلفہ علامہ شبلی۔ (عہ۲)

سیرت الصدیق ۔ صدیق اکبر خلیفہ اول ابوبکر صدیق رضی کی انوکھی انداز مین معتبر سوانح مؤلفہ مولانا حبیب الرحمن خان صاحب شروانی (عہ)

سوانح امام بخاری ۔ حضرت امام بخاری کی مختصر و معتبر سوانح حیات قابل دید۔ قیمت ۸ر

اورنگ زیب عالمگیر ۔ متعصب ہندوؤن کے اعتراضات کا قلع قمع اور اورنگ زیب کی حق پسندی کے مناظر۔ ۸ر

ترکان احرار ۔ جانباز مسلمانان مشرقی (ترکان احرار) کے منتخب نامور اصحاب کے سبق آموز کارنامے قابل دید (۱۲ر)

آزادی کے سبق ۔ ایک عجیب و غریب رسالہ ہے کہ جسمین مذہبی نقطہ نظر سے حریت و آزادی پر تبصرہ کیا گیا ہے۔ ۶ر

اُردوئے معلّٰی ۔ مرزا غالب کے اُردو خطوط کا مجموعہ کہ جنکو اگر موجودہ اُردو کے سیکھنے کیلئے استاد کہا جائے تو بجا ہے۔ ([illegible])

شعر العجم ۔ شاعری کی حقیقت اور فارسی شاعری کے محاسن اور اس کے مختلف اصناف پر عالمانہ تبصرہ حصہ اول ([illegible])

ایضاً ۔ حصہ دوم ([illegible]) ایضاً حصہ سوم ([illegible]) ایضاً حصہ چہارم ([illegible]) ایضاً حصہ پنجم ([illegible])

موازنہ انیس و دبیر ۔ جسمین میر انیس و مرزا دبیر کے کمالات شاعری کا موازنہ و مقابلہ کیا گیا ہے قیمت ([illegible])

علم الکلام ۔ علم کلام کی ابتدا اور اُس کے ترقی و عروج کے واقعات اور اُس کے مختلف شعبون پر محققانہ تبصرہ۔ [illegible]

مقالات شبلی ۔ علامہ شبلی کے پندرہ قابل دید مضامین کا مجموعہ جو مختلف علمی رسائل کی زینت بھی بن چکین ہین۔ [illegible]

بوئے گل ۔ علامہ شبلی کی فارسی غزلیات کا مختصر مجموعہ قیمت ۴ر

شب برات ۔ جسمین شب برات کے فضائل۔ اور رسوم قبیحہ مروجہ کی اصلاح کی گئی ہے۔ ۳ر

طالب علم کی زندگی کا مقصد ۔ طلباء کے لئے ایک نہایت مفید و قابل قدر لکچر۔ ۲ر

آفتاب داغ ۔ مرزا داغ دہلوی کا لاجواب دیوان کہ جس کا مدت سے انتظار تھا۔ ([illegible])

رجسٹرڈ نمبر ال ۱۴۷۱

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما انا قاسم واللہ یعطی

القاسم

دور جدید

جلد ۳ — رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ — نمبر ۹

مرکز العلوم الاسلامیہ جامعۂ قاسمیہ دار العلوم دیوبند کا ماہوار دینی و علمی رسالہ

زیر ادارت

فخر الہند حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب ناظم ثانی جامعۂ قاسمیہ

باہتمام

خاکسار طاہر بن احمد القاسمی نائب المدیر

مطبع قاسمی دیوبند میں طبع ہوکر

دفتر القاسم دار العلوم دیوبند سے شائع ہوا

قیمت سالانہ دو روپیہ ۸ آنہ مع محصول ڈاک

فی پرچہ ــــــــ ۳ر

فہرست مضامین رسالہ "القاسم" ماہ رمضان المبارک ۱۳۴۶ھ

جو

بیادگار حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قدس اللہ سرہٗ

بانی دارالعلوم دیوبند

(بسرپرستی)

قدوۃ الانام حضرت مولانا الشاہ محمد اشرفعلی صاحب تھانوی وحضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب صدر مہتمم وحضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی ودیگر مقدس ومقتدر علماء دیوبند سے شائع ہوتا ہے

نوٹ: مولانا محمد شفیع صاحب کے مضمون تعلیمات اسلام کا سلسلہ درمیان مین بعض ناگزیر وجوہات سے ترک ہوگیا تھا لہذا ناظرین کرام القاسم نمبرہ ۵ جلد ۳ نکالکر اسکے آگے ربط لگالین۔ (ادارت)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اشتات

القاسم اکثر اپنی معیّنہ وقت پر شائع ہوتا رہا ہی لیکن دو نمبر کچھ تاخیر سے شائع ہو رہی ہین جسکی وجہ سے کارکنان القاسم ناظرین سے شرمندہ ہین۔ تاہم فہمیدہ حضرات کے آنیوالے خطوط سے اس کا اندازہ ہوتا ہے کہ تاخیر کی وجوہ و اسباب قرائن سے ان لوگون نے خود معلوم کرلئے ہین کہ دار العلوم مین اختلافات کی کشمکش نے اس کے منتظمین کے سکون و اطمینان مین غیر متوقع حرکت و بے اطمینانی پیدا کردی ہے ایک طرف غیر واقعی و خود تراشیدہ اعتراضات کے جوابات دینا ان کے ذمہ ہے اس کے علاوہ ان کے اندرونی و بیرونی پروپیگنڈے کے اثرات کچھ ایسی ترقی پذیر ہوگئے تھے کہ جن کے متعدی ہوجانیکا اندیشہ تھا لیکن الحمد للہ کہ ممبران مجلس شوریٰ کی تجاویز اور حضرت سرپرست صاحب دار العلوم دیوبند کی ظاہری و باطنی توجہ و دعا سے تمام خلفشار قریب قریب رو باختتام ہین القاسم کی تاخیر اشاعت کی وجہ جہاں ان اسباب و علل کا وجود تھا وہین بعض ضروری رپورٹون کے ضمیمہ کیوجہ سے بھی تاخیر ہوجاتی تھی۔۔ ہم ناظرین القاسم سے بہرحال اس تاخیر پر عفو خواہ ہین۔

دار العلوم کی امداد و اعانت

القاسم نمبر ۸ ماہ شعبان مین حضرت مہتمم صاحب دار العلوم دیوبند کیطرف سے ایک اپیل دار العلوم دیوبند کے اصلی و حقیقی حالات کے عنوان سے شائع ہوئی تھی۔۔

الحمد للہ کہ حضرت حکیم الامۃ کی دعا کی برکت اور حضرت موصوف کی امدادی اپیلونسی ملک کے دیندار طبقہ نے

دارالعلوم کیطرف توجہ مبذول فرمائی۔

حضرت مہتمم صاحب دارالعلوم دیوبند کی درخواست امداد پر بھی ان حضرات نے خصوصی توجہ مبذول فرمائی جو کہ دارالعلوم کے احیاء وابقا کی تمنا دل مین رکھتی ہین۔

خدائے قدیر بہت ہی جلد حق وباطل مین فیصلہ کر دیتا ہی اور سچ کو جھوٹ سے ممتاز کر دکھاتا ہی، چنانچہ ملک کے سمجھدار طبقہ نے مدعیان اصلاح وعلمبرداران حق وصداقت کی کنہ کو خوب سمجھ لیا اور ان کے اعلانات بندش چندہ دارالعلوم دیوبند پر ہر گوشہ ملک سے اظہار نفرت وحقارت کے ریزولیشن پاس کر کے اخبارات مین شائع کئے گئے۔ اور بعض مخصوص جماعتون نے دارالعلوم کی امداد کیلئے اپنی کوششون کو صرف کرنا شروع کر دیا" لہذا ہم اپنی ناظرین کو جو کہ بواسطہ القاسم دارالعلوم کے رشتہ دینی وعلمی سی وابستہ ہو چکی ہین ان کو مخصوص گروہ قاسمی سے یاد کرتے ہوئے اس فرض کیطرف متوجہ کرنا چاہتی ہین کہ اسوقت جبکہ دارالعلوم کو مالی نقصانات کا ایک عظیم صدمہ پہونچ جانیکا اندیشہ ہی جہان ہر مسلمان کا فرض ہی کہ بقدر بساط دارالعلوم کی خاص طور سی اعانت کی طرف قدم بڑھائے، وہین ناظرین القاسم کا فرض اولین ہی کہ وہ کم از کم ایک روپیہ فی کس کے حساب سے ایسے وقت مین دارالعلوم کی امداد کرین جو کہ القاسم فنڈ کے نام سی دارالعلوم مین ارسال فرمایا جائے۔ اور اسمیں تحریک القاسم کا حوالہ ہو۔

اسیطرح ہر ہر شخص اپنی عزیز واقارب احباب اور دوستونسے چندہ کی اپیل کرین تاکہ داور محشر کے سامنے جہان اس گلستان قاسمی کو نقصان پہنچانیوالون کی ایک جماعت اپنی کردار واعمال پر شرمندہ ومحجوب ہو گی وہین ایک گروہ اس امانت قاسمی کو محفوظ ومصئون رکھنے کے صلہ مین خدا اور رسول اور بزرگان دارالعلوم کی طرف سے حصول رضا وخوشنودی کا گہوارہ ہو گی۔

دیکھنا یہ ہی کہ کتنے ہین وہ لوگ جو کہ اس وقت دارالعلوم کی خزان آلود فضا کو از سر نو باد سموم کے جھونکون سے بچا کر اس کی بہار ورونق کیطرف متوجہ ہوتے ہین اور قال اللہ وقال الرسول کی حفاظت واعانت مین حصہ لیتے ہین" اَللّٰھُمَّ انْصُرْ مَنْ نَصَرَ دِیْنَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَ دِیْنَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ +

جہان دارالعلوم دیوبند کے بہت سی علمی و اصلاحی ارادی ابھی تک بوجہ انہماک مدافعت جراثیم موجودہ عملی جامہ نہ پہن سکے وہین القاسم بھی اپنی نادر و نایاب علمی جواہر ریزے ناظرین کی خدمت مین پیش کرنیسی ابھی تک قاصر رہا ہی لیکن انشاءاللہ العزیز اب جملہ خلفشار دور ہوچکے ہیں اور باطل پرستونکی ہمت ٹوٹ چکی ہی - لہذا آئندہ ماہ سی ہم القاسم کو اس کی بلند حوصلگی مین کامیاب بنانے کی سعی کرین گے - القاسم - اپنی علمی و مذہبی خدمات پر نازان نہین ہی - لیکن ہان اتنا عرض کرنے مین بھی حق بجانب ہے کہ کارکنان القاسم کے ارادی اور حوصلے یقیناً اس قابل ہین کہ اگر حق جل مجدہٗ کے فضل و کرم سی وہ عالم وجود مین بھی آجاوین تو نہ صرف کارکنان القاسم و ناظرین القاسم ہی اسکو نظر بابات و مسرت سی دیکھین بلکہ مسلمانان عالم کیلئے وہ ایک علمی زندہ مثال قائم ہوجائے مگر افسوس کہ القاسم کی موجودہ اشاعت اسکی موجودہ مصارف کیلئے بھی کفیل نہین ہوسکتی چہ جائیکہ وہ شاہراہ ترقی پر گامزن ہو، تو کیا ہم ناظرین القاسم سی یہ توقع وابستہ رکھین کہ وہ اس ماہ مبارک مین کہ جسمین اعمال حسنہ کا اجر المضاعف ہوجاتا ہی - القاسم کی توسیع اشاعت مین بھی سرگرمی سے کام لین گے کارکنان القاسم نے اس ماہ مبارک کی تقریب مین یہ خاص رعایت کردی ہے کہ جو حضرات اس ماہ مین جدید خریدار ہون گے اُنسی بجائے عہ کے صرف عہ چندہ مع محصولڈاک و پیکنگ وغیرہ لئے جاوین گے البتہ صرفہ وی پی خریدار کے ذمہ ہوگا -

اور جو صاحب ایک جدید خریدار فراہم کرین گے انکو ایک کتاب میلاد سرفرازی مسمی بہ فروغ بزم ہدیۃً مفت محصولڈاک اپنی پاس سے لگاکر ارسال خدمت کی جاوے گی -

اور جو صاحب پانچ جدید خریدار پیدا کرین گے ان کی خدمت مین ایک حمائل شریف مترجمہ حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب مجلد خوشنما پیش کرین گے -

امید کہ ناظرین القاسم اپنے اس ماہانہ علمی خادم کے توسیع اشاعت مین بیش از بیش حصہ لین گے -

السعی منا والاتمام من اللہ تعالیٰ =

دارالعلوم کیطرف توجہ مبذول فرمائی۔

حضرت مہتمم صاحب دارالعلوم دیوبند کی درخواست امداد پر بھی ان حضرات نے خصوصی توجہ مبذول فرمائی جو کہ دارالعلوم کے احیار و ابقا کی تمنا دل مین رکھتے ہین۔

خدائے قدیر بہت ہی جلد حق و باطل مین فیصلہ کر دیتا ہی اور سچ کو جھوٹ سے ممتاز کر دکھاتا ہی، چنانچہ ملک کے سمجھدار طبقہ نے مدعیان اصلاح و علمبرداران حق و صداقت کی کنہ کو خوب سمجھ لیا اور ان کے اعلانات بندش چندہ دارالعلوم دیوبند پر ہر گوشہ ملک سے اظہار نفرت و حقارت کے ریزولیشن پاس کر کے اخبارات مین شائع کئے گئے۔ اور بعض مخصوص جماعتون نے دارالعلوم کی امداد کیلئے اپنی کوششون کو صرف کرنا شروع کر دیا۔ لہذا ہم اپنی ناظرین کو جو کہ بواسطہ القاسم دارالعلوم کے رشتہ دینی و علمی سی وابستہ ہو چکی ہین ان کو مخصوص گروہ قاسمی سے یاد کرتے ہوئے اس فرض کیطرف متوجہ کرنا چاہتی ہین کہ اسوقت جبکہ دارالعلوم کو مالی نقصانات کا ایک عظیم صدمہ پہونچ جانیکا اندیشہ ہی جہان ہر مسلمان کا فرض ہی کہ بقدر بساط دارالعلوم کی خاص طور سی اعانت کی طرف قدم بڑھائے، وہین ناظرین القاسم کا فرض اولین ہی کہ وہ کم از کم ایک روپیہ فی کس کے حساب سے ایسی وقت مین دارالعلوم کی امداد کرین جو کہ القاسم فنڈ کے نام سی دارالعلوم مین ارسال فرمایا جائے۔ اور اسمیں تحریک القاسم کا حوالہ ہو۔

اسیطرح ہر ہر شخص اپنی عزیز و اقارب احبا، اور دوستون سی چندہ کی اپیل کرین تاکہ داور محشر کے سامنے جہان اس گلستان قاسمی کو نقصان پہنچانیوالون کی ایک جماعت اپنی کردار و اعمال پر شرمندہ و محجوب ہوگی وہین ایک گروہ اس امانت قاسمی کو محفوظ و مصئون رکھنے کے صلہ مین خدا اور رسول اور بزرگان دارالعلوم کی طرف سے حصول رضا و خوشنودی کا گہوارہ ہوگی۔

دیکھنا یہ ہی کہ کتنے ہین وہ لوگ جو کہ اس وقت دارالعلوم کی خزان آلود فضا کو از سرنو باد سموم کے جھونکون سے بچا کر اس کی بہار و رونق کیطرف متوجہ ہوتے ہین اور قال اللہ و قال الرسول کی حفاظت و اعانت مین حصہ لیتے ہین " اَللّٰھُمَّ انْصُرْ مَنْ نَصَرَ دِیْنَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَ دِیْنَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ +

جہان دارالعلوم دیوبند کے بہت سی علمی و اصلاحی ارادی ابھی تک بوجہ انہماک مدافعت جراثیم موجودہ عملی جامہ نہ پہن سکے وہین القاسم بھی اپنی نادر و نایاب علمی جواہر ریزے ناظرین کی خدمت مین پیش کرنیسی ابھی تک قاصر رہا ہی لیکن انشاء اللہ العزیز اب جملہ خلفشار دور ہوچکے ہیں اور باطل پرستونکی ہمت ٹوٹ چکی ہی۔ لہٰذا آئندہ ماہ سی ہم القاسم کو اس کی بلند حوصلگی میں کامیاب بنانے کی سعی کرین گے۔

القاسم۔ اپنی علمی و مذہبی خدمات پر نازان نہین ہی لیکن ہان اتنا عرض کرنے مین بھی حق بجانب ہے کہ کارکنان القاسم کے ارادی اور حوصلے یقیناً اس قابل ہین کہ اگر حق جل مجدہٗ کے فضل و کرم سی وہ عالم وجود مین بھی آجاوین تو نہ صرف کارکنان القاسم و ناظرین القاسم ہی اسکو نظر مباہات و مسرت سی دیکھین بلکہ مسلمانان عالم کیلئے وہ ایک علمی زندہ مثال قائم ہوجائے مگر افسوس کہ القاسم کی موجودہ اشاعت اسکی موجودہ مصارف کیلئے بھی کفیل نہین ہوسکتی چہ جائیکہ وہ شاہراہ ترقی پر گامزن ہو، تو کیا ہم ناظرین القاسم سی یہ توقع وابستہ رکھین کہ وہ اس ماہ مبارک مین کہ جسمین اعمال حسنہ کا اجر المضاعف ہوجاتا ہی۔ القاسم کی توسیع اشاعت مین بھی سرگرمی سے کام لین گے کارکنان القاسم نے اس ماہ مبارک کی تقریب مین یہ خاص رعایت کردی ہے کہ جو حضرات اس ماہ مین جدید خریدار ہون گے اُنسی بجائے عہ کے صرف عمہ چندہ مع محصولڈاک و پیکنگ وغیرہ لئے جاوین گے البتہ صرفہ وی پی خریدار کے ذمہ ہوگا۔

اور جو صاحب ایک جدید خریدار فراہم کرین گے انکو ایک کتاب میلاد سرفرازی مسمی بہ فروغ بزم ہدیۃً مفت محصولڈاک اپنی پاس سے لگاکر ارسال خدمت کی جاوے گی۔

اور جو صاحب پانچ جدید خریدار پیدا کرین گے ان کی خدمت مین ایک حمائل شریف مترجمہ حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب مجلد خوشنما پیش کرین گے۔

امید کہ ناظرین القاسم اپنے اس ماہانہ علمی خادم کے توسیع اشاعت مین بیش از بیش حصہ لین گے۔

السعی منّا والاتمام من اللہ تعالیٰ۔

شب قدر

لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ

ایک شب قدر ہزار ماہ سے بہتر ہے

آیت بالا کے مضمون پر وہ عقلین یقیناً حیرت مین جائین گی جن کو انبیا علیہم السّلام کی ہدایت بخش و صداقت، معجزون مین تاویلین کرنے کی۔ رسولون کی بصیرت افروز نشانیون مین شک وشبہہ کرنیکی کلام پاک وحی الٰہی کی آیتون مین صاف صاف من گھڑت اختراعی معنی پیدا کرنے کی عادت ہوگئی ہو یا اس قباحت سے اُن کو اُنسیت ہو۔

یعنی وہ نامبارک عقلین جو یورپ کی کورانہ تقلید کو فرض منصبی۔ اسکی اتباع کو قابل فخر نصب العین۔ اور اس کی پیروی کو مایۂ ناز دستور العمل اور اس کی ملمع سازیون کو عین واقعیت اور جودت اور ظاہری چمک دمک کو نور حقیقت سمجھے ہوئے ہین۔ اوران کا یہ عقیدہ یا خیال ہو کہ علوم جدیدہ۔ تہذیب یورپ اور تمدن مغرب کی نئی روشنیون نے تمام پُرانی روشنیون کو ماند کر دیا۔ لیکن حق یہ ہو کہ علوم جدیدہ کی نام نہاد ظاہری جگمگاہٹ کے سامنے اسلام کی ضیا ربارئین ماند تو کیا پڑتین انکو اور چار چاند لگ گئے۔ اور اپنی روزافزون ترقی کی ساتھہ آفتاب نیمروزہ کی شعاعون کیطرح عالم پر چھاگئین۔

یہ بھی ضروری تہا کہ ایسی روشنی مین بہت سی کمزور نظرین خیرہ ہوجائین۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور کمزور نظرین روشنی کو اندھیری اندھیری کو قابل سکون و راحت بخش روشنی سمجھنے لگین۔

مگر آج یہ دعوئی دلیل کا محتاج نہین رہا کہ دوسری روشنیون کو اسلام کی نور افشانیون کی ساتھہ وہی نسبت اور تعلق ہی جو چاند کی روشنی کو آفتاب کی کرنون کی ساتھہ۔

ہان اگر یہ کہا جائے تو ممکن ہو کہ صحیح ہو کہ نیچر کے اصول موضوعہ نے عقل سلیم کو آزادی بخشنے والے مذہب یعنی اسلام۔ کی اس عارضی دھیمی پن کو محو کر دیا جو مذاہب کی تحقیق مین عقلون کو معطل سمجھنے سے بعض ممالک اور بعض اقوام مین پیش آگیا تہا۔ مگر صحیح عقلون نے انتہائی جد وجہد کے بعد نتیجہ یہی نکالا

کہ اگر ضوابط فطرت اور اصول نیچر کے مطابق کوئی مذہب ہے تو وہ صرف اسلام ہے۔ مین یہان کچھ تھوڑا سا لیلۃ القدر کے متعلق ناظرین کے ملاحظہ کیلئے پیش کرنا چاہتا ہون۔

طبیعت حیوانی یعنی فطرت اپنی جسمانی صحت باقی رکھنے کیلئے جیساکہ جفاکشی کا اور محنتون تکلیفون اور مشقتون کے برداشت کرنیکا حکم نافذ کرتی ہے۔ ایسے ہی کسی خاص وقت مین سکون و راحت و آرام کی بھی خواہش کرتی ہے اور ان دونون مین سے اگر ایک بھی حد اعتدال سے تجاوز کرجائے تو عیش پرستی یا رہبانیت و جنون کہلاتا ہے۔

چنانچہ شارع علیہ السلام نے الدِّین یسرٌ (اصول دین آسان ہی ہین) کی خبر سے۔ اور لنفسك علیك حق (تیرے نفس کا بھی تجھ پر حق ہے) کی تعلیم سے اور عبادت داؤدی کان یقوم نصف اللَّیل و ینام نصف۔ و یفطر نہارا و یصوم نہارا۔ (حضرت داؤد علیہ السلام آدھی رات عبادت کیا کرتے تھے اور آدھی رات سویا کرتے تھے اور ایک دن روزہ رکھا کرتے تھے اور ایک دن افطار کیا کرتے تھے۔) کی تحسین اور تعریف سے اس طبیعی اقتضا اور فطرت کی خواہش یا نیچر کے حکم کی تکمیل فرمائی ہے۔ اور جیساکہ مقتدائے اسلام علیہ السلام کا دستور تھاکہ ہر تعلیم کا اپنے عمل سے نمونہ پیش کیا کرتے تھے۔ اس تعلیم کے متعلق بھی اپنے عمل کو پیش کرکے یہ بتادیا کہ میری سنت بھی یہی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے اقوم وانام۔ اصوم وافطر۔ یعنی مین رات کو عبادت بھی کرتا ہون۔ سوتا بھی ہون۔ روزہ بھی رکھتا ہون۔ افطار بھی کرتا ہون۔ نکاح بھی کرتا ہون۔ عیالدار بھی ہون۔

رات کو جاگنا تہجد پڑھنا بھی ہم جیسی کاہل الوجود سست آدمیون کے لئے دشوار تھا۔ تو یہ بشارت فرمائی کہ رات کو عشا کی اور پھر صبح کی نمازین اگر باقاعدہ جماعت سے ادا کیجائینگی تو تمام رات عبادت کرنے کا ثواب ملیگا۔ اور پھر تعلقات دنیوی۔ تمدن۔ ترقی۔ حفظان صحت ان تمام باتون کا خیال فرماتے ہوئے ایک قطعی حکم باین الفاظ نافذ فرمایا کہ لا رہبانیۃ فی الاسلام۔ یعنی اسلام مین سادھو بننا جائز نہین ہے۔ اور پھر ارشاد خداوندی لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا۔ تو ان تمام شعبون کے لئے بلکہ زندگی بھر کے تمام شعبون کیلئے کافی اور وافی اور حاوی فرمان ہے۔ ترجمہ (اللہ تعالیٰ کسی کو بھی اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہین دیتا)۔

غرضکہ انسانی ضروریات کے متعلق تمام امور مین ایک ایسا راستہ ہم کو دکھایا جو نہ ہمارے لئے دنیا مین تکلیف دہ اور قاطع تعلقات ہوسکے نہ آخرت مین غضب خداوندی اور قہر الٰہی کا باعث ہو۔ بلکہ اس رستہ مین ہر ایک قدم کا اٹھانا ایک اعلیٰ رضا اور رحمت خداوندی کا باعث اور سبب ہے۔

عبادات شبینہ کے متعلق ایک اعلیٰ ارشاد یہ بھی ہے کہ لیلۃ القدر خیر من الف شھر یعنی سال بھر مین ایک رات ایسی ہے کہ اس مین عبادت کرنا ہزار ماہ کی عبادت سے بہتر ہے۔

قربان جائے اس بہترین اور مبارک تعلیم پر کہ اس اعلیٰ فضیلت کیساتھ بھی اس رات کی تعیین نہین کی گئی۔ کیونکہ بصورت تعین ممکن تہا کہ ایک مسلم پر (جسکا مطمح نظر اور نصب العین ہر فضیلت کے مرتبہ کا حاصل کرنا ہے) اس رات کو تمام رات عبادت کرنا واجب بھی ہوجاتا۔ جو اس کی کمزور طبیعت کے یقیناً مخالف ہوتا۔ نیز نیچر کے قواعد بھی اسمین دخل انداز ہوسکتے تھے۔ اور ان کو بھی مداخلت کا حق ملسکتا تہا۔

بلکہ ایک نہایت مناسب طریقہ سے یہ سمجھا دیا گیا کہ جو شخص اپنی رات کے نظام اوقات (پروگرام) مین کچھ حصہ آخری شب کا عبادت الٰہی کے لئے بھی خاص کرے وہ بھی اس رات کو اور اس کی فضیلت کو پاسکتا ہے۔ اس مبارک تعلیم اور رات کے متعین نہ کرنے مین قابل تحسین و آفرین ایک اور بات یہ بھی ہے کہ اس باعظمت اور بافضیلت شب کے ثواب حاصل کرنیکا شوق ایک مسلمان طالب رضاء خداوندی کو حسب طاقت ہر روز رات کے کسی حصہ مین بستر راحت سے اٹھاکر بارگاہ رب العزت مین قائم کردیا کریگا۔ اور حضرت ذوالجلال کے سامنے سربسجود کرکے ان لوگون مین داخل کردیگا جن کی خدا تعریف فرماتا ہے کہ تتجافی جنوبھم عن المضاجع یدعون ربھم خوفاً وطمعاً یعنی ان کے پھلو بسترون سے جدا رہتے ہین اور وہ اپنے پروردگار کو پرخوف اور پرطمع لھجون مین پکارتے رہتے ہین۔

ممکن ہے کہ یہ شبہہ پیش کیا جائے کہ ایک رات کی عبادت کو ہزار ماہ کی عبادت سے بہتر کہنا حد اعتدال سے تجاوز اور تمام مذاہب کے برخلاف ہے مگر جس خدا نے شب چہار دہم مین چاند کی

خوش آیند دل فریب دھیمی کرنون کی نورانی چادر بچھائی۔ شب بست و نہم[۲۹] کو اندھیری اوماکین تارونکی سفید بوٹیون کا سیاہ نقاب اڑھایا۔ جس خدانے موسم بہار مین تازگی۔ پھولون کی مہک پودون کی لہر۔ کھیتون کی سرسبزی۔ درختون کی شادابی۔ اور موسم خزان مین خشکی۔ اجاڑپن۔ روکھاپن۔ بے رونقی۔ گرمیون مین گرمی۔ جاڑون مین سردی وغیرہ وغیرہ کوٹ کوٹ کر بھری اس ہی قادر مطلق خدائے ذوالجلال نے سال بھر کی کسی ایک شب مین ثواب اور خوشنودی اور اپنی رضا کو کامل طرح پر ودیعت کر دیا تو کونسی تعجب اور شبہ کی بات ہی۔

اور جب ہم ایک معمولی امیر کی کریمانہ سخاوت اور بخششون کا خیال کرتے ہین تو اس قسم کے شبہات دفعۃً یکسر و یکقلم کافور ہوجاتے ہین۔ رہی یہ بات کہ دوسری مذاہب کو اس مبارک شب کی تلقین کیون نہین کی گئی۔ تو اس کے جواب مین مین بلاخوف تردید کھونگا کہ انکی استعداد ین ناقص تھین لہذا تعلیم بھی ان کی استعداد کے مطابق ناقص ہی رہی۔ مگر جب بنی نوع آدم نے ترقی کرتے کرتے خاتم الانبیاء رحمۃ للعالمین افضل الرسل کا زمانہ پایا تو تعلیم بھی اعلیٰ۔ اور منتہی اور مکمل پائی اور اخلاق انسانی کی ترقی اپنی انتہائی منزل پر پہنچی اور موقع آیا کہ وہ ارشاد باری سے سند فضیلت و تکمیل حاصل کرین اور اپنی مبارک کانون سے لفظ اکملت لکم دینکم کی خداوندی وحی۔ اور اسکی پر ہیبت و پر جلال آواز گونجتی ہوئی سنین۔ چنانچہ ایسا ہوا۔ اور خدا کی مرضی پوری ہوئی۔ اور وہ آسمانی بادشاہت جسکی خبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام باربار دیا کرتے تھے زمین پر آئی۔ اور اُسنے اپنی خیرخواہون کو نہین بلکہ اپنی نصاب تعلیم کے حاصل کرنیوالون کو وہ مناصب دئے جو اعلیٰ تعلیم پر دئے جاتے ہین۔

الحاصل اعلیٰ مکمل اور اعلیٰ تعلیم کے نتائج بھی اعلیٰ ہوتے ہین۔ اور ہمارا مشاہدہ تو اس دعوی کو بداہت کی حدود تک پہنچا کر براہین اور دلیلون سے بالکل بے نیاز کر دیتا ہے۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہین کہ ایک کامل عالم کو وہ وقعت دی جاتی ہی جو اس کے سوا کو نہین دی جاتی۔ چنانچہ ہر ڈگری حاصل کرنے پر ایک خاص منصب اور عہدہ کا وعدہ ہوتا ہی۔ اور پھر یورپ اور ہندوستان کی تعلیم مین بھی زمین آسمان کا فرق ہے۔ اور انجیل مقدس کا مطالعہ کرنے والے حضرات تو بخوبی

جاری کیا گیا تھا۔ چنانچہ خود حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ حدیبیہ مین سو قیدیوں کو چھ
ہے۔ نیز ثمامہ ابن اثال کو قید کرنے کے بعد رہا فرمایا ہے۔ بلکہ یہ ناراضی دوسرے اسباب کی بناء پر
(جنکے بیان کا یہ موقع نہین) ہی وجہ ہے کہ اظہار ناراضی کے الفاظ مین بھی یہ نہین فرمایا گیا کہ آپ نے
رائے کو چھوڑ کر اقلیت کو کیون ترجیح دی۔ بلکہ دوسرے اسباب ذکر کئے گئے ہین۔

حافظ ابن قیمؒ زاد المعاد مین اس بحث کے متعلق لکھتے ہین وقد تکلم الناس فی ای الرأیین کا
اصوب فرجحت طائفۃ قول عمر لھذا الحدیث ورجحت طائفۃ قول ابی بکرؓ لاستقرار الا
علیہ وموافقتہ الکتاب الذی سبق من اللہ باحلال ذلک لھم ولموافقتہ الرحمۃ ال
غلبت الغضب (زاد المعاد ص ۳۲۳ ج ۱) (ترجمہ) لوگون نے اسمین کلام کیا ہے کہ ان دونون رایون مین
کونسی رائے درست اور صواب تھی۔ سو بعض حضرات نے حضرت عمر کی رائے کو صواب قرار دیا
بوجہ اسی حدیث کے (جسمین خداوند عالم کیجانب سے اس فیصلہ پر اظہار ناراضی کا ذکر ہے) اور
حضرات نے صدیق اکبرؓ کی رائے ہی کو صواب قرار دیا ہے کیونکہ بالآخر شرعی حکم وہ ہی قرار پایا
جو حضرت صدیق کی رائے تھی (یعنی قیدیون کو آزاد چھوڑ دینا) نیز یہ رائے اُس ازلی فیصلے
تھی جو اللہ تعالی کے علم مین مقدر تھا۔ نیز یہ رائے اُس رحمت الٰہیہ کے موافق بھی ہے جو غضب پر غا
الغرض یہ اظہار ناراضی بعض وقتی امور کیوجہ سے پیش آیا ہے ورنہ خداوند عالم نے بھی ہمیشہ
اسی حکم کو جاری رکھا ہے جو اس فیصلہ مین حضرت صدیق کی رائے پر کیا گیا تھا۔

ایک اور واقعہ اسی غزوہ بدر مین جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام کی مختصر جمع
کے ساتھ میدان جنگ پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ ابو سفیان اپنے قافلہ کو لیکر نکل گیا ہے۔ مگر قریش کا
لشکر جو اس قافلہ کی امداد کیلئے مکہ سے آیا ہے ابھی اس میدان کے کنارہ پر پڑا ہے۔ تو آپ نے
کرام سے مشورہ کیا کہ اب جنگ کو شروع کیا جائے یا ملتوی کر دیجائے۔ اس مجلس شوریٰ کی رو
حضرت انسؓ اس طرح بیان فرماتے ہین۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شاور { جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ابو سفیان کے نکلجا

حيث بلغه اقبال ابي سفيان فتكلم ابو بكر فاعرض عنه ثم تكلم عمر فاعرض عنه فقال سعد ابن عبادة ايانا تريد يا رسول الله والذي نفسي بيده لو امرتنا ان نخيضها البحر لاخضناها ولو امرتنا ان نضرب اكبادها الى برك الغماد لفعلنا. رواه ابن ابي شيبة. كذا في الكنز صفحہ ۲۳ ج ۵۔

اطلاع ملی تو آپ نے صحابہ کرام سے مشورہ فرمایا۔ اول صدیق اکبرؓ نے رائے پیش کی تو آپ نے ان سے رخ پھیر لیا۔ پھر حضرت عمرؓ نے اپنا خیال ظاہر کیا تو انسے بھی اعراض کیا۔ پھر سعد ابن عبادہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ کیا آپ ہماری رائے دریافت کرنا چاہتے ہیں قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر آپ حکم فرمائیں کہ ہم اپنے گھوڑے سمندر میں ڈالدیں تو ہم فوراً کود پڑیں گے اور اگر آپ یہ امر فرمائیں کہ مقام برک غماد تک گھوڑے دوڑائیں تو یقیناً ہم اطاعت کریں گے۔

اس مجلس مشورہ کے طرز عمل سے بھی قطعی طور پر معلوم ہوا۔ اسلامی جلسہ شوریٰ موجودہ جمہوریت کی طرح کثرت رائے کا محکوم نہ تھا۔

تیسرا واقعہ غزوہ احد میں جب کفار مکہ کا لشکر مدینۃ الرسول کے قریب آپہنچا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو جمع کرکے مشورہ کیا۔ اس مشورہ میں بھی اختلاف رائے کی نوبت آئی بعض حضرات کی رائے تھی کہ مسلمانوں کا لشکر شہر مدینہ سے باہر نہ نکلے بلکہ جب کفار شہر میں داخل ہو جائیں تو گلی کوچوں میں متفرق طور پر مقابلہ کیا جائے اور چھتوں کے اوپر سے عورتیں ان کی امداد کریں۔ خود حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھی یہی رائے تھی اور بعض صحابہ اس کے خلاف تھے وہ کہتے تھے کہ ہمیں باہر نکلکر مقابلہ کرنا چاہئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ مختلف رائیں سنکر گھر میں تشریف لے گئے اور زرہ پہن کر باہر تشریف لائے اور ان لوگوں کی رائے کے موافق طیاری شروع کی جو مدینہ سے باہر نکلکر لڑنے کا مشورہ دیتے تھے۔ لیکن جب ادھر ان لوگوں کو یہ خیال ہوا کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اصرار کرکے آپ کو اپنی رائے کے خلاف پر مجبور کردیا۔ یہ مناسب نہیں۔ یہ سوچ کر ان سب کی رائے بدل گئی اور جب آپ باہر تشریف لائے تو متفقہ طور پر یہ عرض کی کہ مدینہ کے اندر رہکر ہی مقابلہ کیا جائے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد

جاری کیا گیا تہا۔ چنانچہ خود حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ حدیبیہ مین ستر قیدیون کو چھوڑا ہے۔ نیز ثمامہ ابن اثال کو قید کرنے کے بعد رہا فرمایا ہے۔ بلکہ یہ ناراضی دوسرے اسباب کی بنا پر تھی (جنکے بیان کا یہ موقع نہین) یہی وجہ ہے کہ اظہار ناراضی کے الفاظ مین بھی یہ نہین فرمایا گیا کہ آپ نے کثرت رائے کو چھوڑ کر اقلیت کو کیون ترجیح دی۔ بلکہ دوسرے اسباب ذکر کئے گئے ہین۔

حافظ ابن قیمؒ زاد المعاد مین اس بحث کے متعلق لکھتے ہین وقد تکلم الناس فی ای الرأیین کان اصوب فرجحت طائفة قول عمر لهذا الحدیث ورجحت طائفة قول ابی بکرؓ لاستقرار الامر علیہ وموافقتہ الکتاب الذی سبق من اللہ باحلال ذلک لهم ولموافقتہ الرحمة التی غلبت الغضب (زاد المعاد صفحہ ۳۲۳ ج ۱) (ترجمہ) لوگون نے اسمین کلام کیا ہے کہ ان دونون رأیون مین سے کونسی رائے درست اور صواب تھی۔ سو بعض حضرات نے حضرت عمرؓ کی رائے کو صواب قرار دیا ہے۔ بوجہ اسی حدیث کے (جسمین خداوند عالم کیجانب سے اس فیصلہ پر اظہار ناراضی کا ذکر ہے) اور دوسرے حضرات نے صدیق اکبرؓ کی رائے ہی کو صواب قرار دیا ہے کیونکہ بالآخر شرعی حکم وہ ہی قرار پایا ہے جو حضرت صدیق کی رائے تھی (یعنی قیدیون کو آزاد چھوڑ دینا) نیز یہ رائے اُس ازلی فیصلہ کے مطابق تھی جو اللہ تعالیٰ کے علم مین مقدر تہا۔ نیز یہ رائے اُس رحمت الٰہیہ کے موافق بھی ہے جو غضب پر غالب ہے۔

الغرض یہ اظہار ناراضی بعض وقتی امور کیوجہ سے پیش آیا ہے ورنہ خداوند عالم نے بھی ہمیشہ کیلئے اسی حکم کو جاری رکھا ہے اس فیصلہ مین حضرت صدیق کی رائے پر کیا گیا تہا۔

ایک اور واقعہ اسی غزوۂ بدر مین جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام کی مختصر جمعیت کے ساتہہ محاذ جنگ پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ ابوسفیان اپنے قافلہ کو لیکر نکل گیا ہے۔ مگر قریش کا بڑا لشکر جو اس قافلہ کی امداد کیلئے مکہ سے آیا ہے ابھی اس میدان کے کنارہ پر پڑا ہے۔ تو آپ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا کہ اب جنگ کو شروع کیا جائے یا ملتوی کردیجائے۔ اس مجلس شوریٰ کی روداد حضرت انسؓ اس طرح بیان فرماتے ہین۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شاور | جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ابوسفیان کے نکلجانے کی

حیث بلغہ اقبال ابی سفیان - فتکلم ابوبکر فاعرض عنہ ثم تکلم عمر فاعرض عنہ فقال سعد ابن عبادۃ ایانا تریدن یا رسول اللہ والذی نفسی بیدہ لو امرتنا ان نخیضہا البحر لاخضناہا ولو امرتنا ان نضرب اکبادہا الی برک الغماد لفعلنا - رواہ ابن ابی شیبہ - ذکرہ فی الکنز صفحہ ۲۷۳ ج ۵ +	اطلاع ملی تو آپ نے صحابہ کرام سے مشورہ فرمایا - اول صدیق اکبرؓ نے رائے پیش کی تو آپ نے اُن سے رُخ پھیر لیا - پھر حضرت عمرؓ نے اپنا خیال ظاہر کیا تو اُنسے بھی اعراض کیا - پھر سعد ابن عبادہ نے عرض کیا - یا رسول اللہ کیا آپ ہماری رائے دریافت کرنا چاہتے ہیں - قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہے اگر آپ حکم فرمائین کہ ہم اپنے گھوڑے سمندر مین ڈالدین تو ہم فوراً کودپڑین گے اور اگر آپ یہ امر فرمائین کہ مقام برک غماد تک گھوڑے دوڑائین تو یقیناً ہم اطاعت کرین گے ۔

اس مجلس مشورہ کے طرز عمل سے بھی قطعی طور پر معلوم ہوا - اسلامی جلسہ شوریٰ موجودہ جمہوریت کی طرح کثرت رائے کا محکوم نہ تہا -

تیسرا واقعہ | غزوہ احد مین جب کفار مکہ کا لشکر مدینۃ الرسول کے قریب آپہنچا تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو جمع کرکے مشورہ کیا - اس مشورہ مین بھی اختلاف رائے کی نوبت آئی بعض حضرات کی رائے تھی کہ مسلمانون کا لشکر شہر مدینہ سے باہر نہ نکلے بلکہ جب کفار شہر مین داخل ہونے لگیں تو گلی کوچون مین متفرق طور پر مقابلہ کیا جائے اور چھتون کے اوپر سے عورتین ان کی امداد کرین - خود حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھی یہی رائے تھی اور بعض صحابہ اس کے خلاف تھے وہ کہتے تھے کہ ہمین باہر نکلکر مقابلہ کرنا چاہئے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ مختلف رائیں سنکر گھر مین تشریف لے گئے اور زرہ پہن کر باہر تشریف لائے اور ان لوگون کی رائے کے موافق طیاری شروع کی جو مدینہ سے باہر نکلکر لڑنے کا مشورہ دیتے تھے - لیکن جب ادھر ان لوگون کو یہ خیال ہوا کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اصرار کرکے آپ کو اپنی رائے کے خلاف پر مجبور کردیا - یہ مناسب نہین - یہ سوچ کر ان سب کی رائے بدل گئی اور جب آپ باہر تشریف لائے تو متفقہ طور پر یہ عرض کی کہ مدینہ کے اندر رہکر ہی مقابلہ کیا جائے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد

فرمایا۔

مَا ینبغی لنبی اذا لبس لأمتہ ان یضعھا حتی یحکم اللہ بینہ وبین عدوہ۔	کسی نبی کیلئے مناسب نہین جب وہ اپنی زرہ پہن لے کہ اسکو پھر نکالدے جبتک کہ حقتعالی اسکے اور دشمن کے درمیان فیصلہ نفرمادے۔

الغرض آپ نے اسی رائے کو نافذ فرمایا۔ اور ایک ہزار صحابہ کو ساتھ لیکر باہر تشریف لے گئے (کذا فی زاد المعاد صفحہ ۳۴۸ جلد ۱)۔

اس واقعہ مین بھی چند وجوہ سے ہمارے مسئلہ زیر بحث پر روشنی پڑتی ہے۔

(۱) اول اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فیصلہ ابتداءً فرمایا تہا اس مین کثرت وقلت کی کوئی گفتگو درمیان مین نہین آئی۔ بلکہ جس رائے کو آپ نے نافذ فرمایا تہا اس کی ترجیح کی وجہ روایات کے الفاظ سے یہ معلوم ہوتی ہین۔ کہ یہ جماعت فضلائے صحابہ پر مشتمل تھی اور ان کی قوت رائے باعث ترجیح ہوئی۔ روایات کے الفاظ یہ ہین۔

فبادر جماعۃ من فضلاء الصحابۃ ممن فاتہ الخروج یوم بدر واشاروا علیہ بالخروج والحوا علیہ فی ذلک (زاد المعاد صفحہ ۳۴۸ جلد ۱)۔	ان فضلا صحابہ کی ایک جماعت آگے بڑھی جنکو غزوہ بدر مین شرکت کا موقع نہین مل سکا تہا تو انہون نے یہی مشورہ دیا کہ آپ باہر نکلکر جنگ کرین۔ اور اس رائے پر اصرار کیا۔

(۲) دوسرے یہ کہ بعد مین جب ان حضرات کی رائے بدلی اور سب نے متفقہ طور پر یہ کہا کہ شہر کے اندر ہی مقابلہ کیا جائے۔ تو اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب کے خلاف خروج ہی کے حکم کو نافذ فرمایا۔

یہ چند واقعات ہین جن سے حضرت نبوت کی مجلس شوریٰ کے طرز عمل کا صحیح اندازہ ہوسکتا ہی اور بالجملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشورون مین اہل شوریٰ کی رائین شمار کرنے اور پھر کثرت پر فیصلہ کرنے کی ایک نظیر بھی پیش نہین کیجا سکتی۔

اس کے بعد ہم خلفاء راشدین کی مجلس شوریٰ اور اس کے طرز عمل کو چند واقعات کے ذریعہ ہدیۂ ناظرین کرتے ہین۔

خلفائے راشدینؓ کی مجالس شورٰے

حضرت رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مشاورات اور ان کا طرز عمل اگرچہ قواعد اصول کے مطابق تمام اُمّت کے لئے اُسوہ ہے۔ اور جب تک تخصیص کی کوئی صریح دلیل معلوم نہو اوسوقت تک اُس طرز عمل کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کے ساتھہ مخصوص کہنے کی کوئی وجہ نہین۔

لیکن تاہم کسی کو یہ خیال گذر سکتا ہے کہ آپ تو بوجہ عہدہ نبوت خود مشورہ کے بھی محتاج نہیں تھے۔ اور اسی وجہ سے تمام اُمّت کے مقابلہ مین آپ کی تنہا رائے راجح ہو سکتی ہے۔ لیکن نبی کے علاوہ کسی دوسرے شخص کے لئے یہ اختیار ثابت نہین ہو سکتا۔ اسلئے مناسب معلوم ہوا کہ اسکے بعد ہم خلفاء راشدین کا طرز عمل اور ان کی مجالس شوریٰ کا اجمالی نقشہ بھی ناظرین کے لئے پیش کر دیں۔

حضرت صدیق اکبرؓ کی مجلس شوریٰ

فریضہ زکوٰۃ چھوڑنے والون پر جہاد اور صحابہ کی رائین

حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ کا بیان ہے کہ جب حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوگئی تو مدینہ مین نفاق پھیل گیا اور عرب مرتد ہونے لگے۔ ادھر عجم مین بھی یہی سمی ہوا اثر کر گئی اور مرتد ہو کر مقابلہ کی دھمکیاں دینے لگے۔ اور ان کی زبانوں پر یہ باتین آگئین کہ یہ شخص جسکی وجہ سے مسلمان تمام اقوام پر بھاری تھے اور جس کی وجہ سے ہر جنگ مین ان کی مدد ہوتی تھی (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وفات پا گئے اور اب مسلمانوں کا مٹا دینا سہل ہو گیا ہے۔

خلیفہ وقت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یہ حالت دیکھکر مہاجرین وانصار کو جمع کیا اور یہ تقریر فرمائی کہ:-

آپ کو معلوم ہے کہ عرب نے زکوٰۃ ادا کرنی چھوڑ دی اور وہ اپنے دین سے مرتد ہو گئے ادھر عجم نے تمہارے مقابلہ کے لئے نہاوند کو تیار کر رکھا ہے۔ اور وہ یہ کہتے ہین کہ مسلمان جس شخص کیوجہ سے

بین الصّلوٰۃ والزکوٰۃ ثم جمعہما رواہ الخطابی فی رواۃ مالک (کذا فی الکنز صفحہ ۱۴۲ ج ۳) ۔ | سے جاملے ۔ اگرچہ اسوقت ان کی امداد کیلئے دنیا کا ہر درخت اور پتھر اور جن و انس میرے مقابلہ کے لئے جمع ہوجائیں کیونکہ

خدا تعالیٰ نے نماز اور زکوٰۃ مین کوئی فرق نہین فرمایا بلکہ دونون کو ایک ہی سلسلہ مین ذکر فرمایا ہے ۔

حضرت صدیق کے اس پرشوکت خطبہ نے مجمع کو محو حیرت بنا دیا تھا ۔ تقریر ختم ہوتے ہی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زور سے اللہ اکبر کہا اور فرمایا کہ جس کام کے لئے اللہ تعالیٰ ابو بکر کا شرح صدر فرمایا ہے ۔ میرا بھی اسپر شرح صدر ہوگیا ۔

لیکن اسوقت بھی صرف فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موافقت منقول ہے اور کسی کی تائید میری نظر سے نہین گذری ۔ بلکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا بدستور اس کی مخالفت پر قائم رہنا اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ :۔

جب حضرت صدیق رضی اللہ اس جہاد پر عزم مصمم کرکے مدینہ سے چل کھڑے ہوئے اور مقام ذی القصہ تک پہنچ گئے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آگے بڑھکر گھوڑے کی باگ تھام لی اور فرمایا کہ اے خلیفہ رسول اللہؐ آپ کدھر جاتے ہین ۔ آج مین بھی آپ سے وہی کہتا ہون جو غزوۂ احدین آپ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا یعنے

شِم سیفک ولا تفجعنا بنفسک فواللہ لئن اُصِبنَا بک لایکون للاسلام بعدک نظاما ابداً رواہ الدارقطنی فی غرائب مالک (کنز صفحہ ۱۴۳ ج ۳) ۔ | اپنی تلوار کو میان مین کیجئے اور ہمین اپنی ہستی سے محروم نہ کیجئے ۔ کیونکہ خدا کی قسم اگر آپ کے قتل کی مصیبت ہم پر پڑ گئی توپھر آپ کے بعد اسلام کا کبھی نظام درست نہ ہوگا ۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اس تقاضا و اصرار پر خلیفہ اول خود تو واپس مدینہ مین تشریف لے آئے ۔ مگر اصل عزم کو نہین چھوڑا ۔

بلکہ حضرت سیف اللہ خالد ابن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرکردگی مین ایک لشکر ان مرتدین کیطرف روانہ فرمایا ۔

(باقی آئندہ)

(۶) آیۃ وقلنا اهبطوا میں (ایک) و کا ترجمہ (تب) - (دوسرے) ق کا ترجمہ (پر) غلط کردیا - ۶۰ و ۶۱
(۷) فتاب علیہ کا ترجمہ سوامی جی نے یہ غلط کیا ہے کہ (پس وہ زمین پر آگیا) گو ہمارا کام صرف غلطی پر متنبہ کرنا ہے نہ کہ تصیح و اصلاح کرنا (یہاں یہ کام آریہ سماج کا ہے) تاہم اسجگہ ہم بتاتے ہیں کہ جملہ مذکور کا صحیح ترجمہ یہ ہے (پس اللہ متوجہ ہوا آدم پر) - ۶۲

نمبر ۱۳ - اس دن سے ڈرو کہ جب کوئی روح کسی روح پر بھروسہ نہ رکھیگی نہ اس کی سفارش قبول کیجاویگی نہ اس سے بدلا لیا جاویگا اور نہ وے مدد پاوینگے -

(۱) واو کا ترجمہ چھوڑدیا - ۶۳ - (۲) لاتجزی کا ترجمہ (بھروسہ نہ رکھیگی) غلط ہے - ۶۴ - (۳) آیت میں (جب) کے لئے کوئی لفظ نہیں ہے - ۶۵ - (۴) عن کا ترجمہ (پر) غلط ہے - ۶۶ - (۵) یہاں نفس کا ترجمہ (روح) نہیں ہے - ۶۷ - (۶) شیئا کا ترجمہ اڑادیا - ۶۸ - (۷) و لا یقبل و لا یوخذ میں و کا ترجمہ چھوڑدیا - ۶۹ - (۸) منہا شفاعۃ میں منہا کا ترجمہ اڑادیا - ۷۰ - (۹) منہا عدل میں عدل کا ترجمہ (بدلا) غلط ہے - ۷۱ (۱۰) آیت میں یہ نہیں ہے کہ موجودہ دنوں میں نہ ڈرنا چاہیئے - مگر سوامی جی نے اسکو موجود فرض کرکے اعتراض جڑدیا - ۷۲ -

نمبر ۱۴ - ہم نے موسیٰ کو کتاب اور معجزے دیئے ...... ہم نے انکو کہا کہ تم ذلیل بندر ہوجاؤ یہ ایک ڈر دکھایا جو اون کے سامنے اور پیچھے تھے - انکو اور ہدایت ایمانداروں کو -

(۱) اس نمبر میں سوامی جی نے اپنی صداقت و دیانت کا جو ثبوت دیا ہے وہ قابل ملاحظہ ہے - پہلی آیت پانچویں رکوع اور دوسری آیت چھٹے رکوع کی ہے - ہر دو آیت کے درمیان میں گیارہ آیت کا فصل ہے - اتنی آیتوں کو چھوڑ کر دو مختلف آیت کو ملاکر ترجمہ کردیا ہے - ۷۳ - (۲) پھر لطف یہ کہ نہ پہلی آیت کا پورا ترجمہ کیا - نہ دوسری آیت کا - ۷۴ - (۳) پہلی آیت میں (ایک) و (دوسرے) اذ کا ترجمہ چھوڑدیا (تیسرے) الفرقان کا ترجمہ (معجزے) غلط کردیا - ۷۵ - ۷۶ - ۷۷ - (۴) دوسری آیت میں (ایک) فقلنا (دوسرے) فجعلنا کے ف کا ترجمہ اڑادیا (تیسرے) جعلنا کا ترجمہ (دکھایا) - (چوتھے) نکالا کا ترجمہ (ڈر) غلط ہے - ۷۸ و ۷۹ و ۸۰ و ۸۱ -

نمبر ۱۵۔ اس طرح خدا مردوں کو زندہ کرتا ہے اور تمکو اپنی نشانیاں دکھاتا ہے کہ تم سمجھو:-

(۱) کذلک کا ترجمہ بجائے (اسی طرح) کے (اسطرح) کر دیا ہے۔ ۸۲۔ (۲) آیت میں یہ کہیں نہیں کہ بس خدا کی اتنی ہی نشانیاں ہیں۔ مگر سوامی جی کو سوال میں یہی ضد ہے۔ ۸۳۔

نمبر ۱۶۔ وے ہمیشہ کے لئے بہشت میں رہنے والے ہیں۔

(۱) آدہی آیت کو چھوڑ کر نصف آیت کا ترجمہ کیا ہے۔ ۸۴۔ (۲) آیت میں یہ کہیں نہیں ہے کہ دنیا کو پیدا ہوئے سات آٹھ ہزار برس سے بھی کم ہوئے مگر سوال میں سوامی جی یہی فرما رہے ہیں۔ ۸۵۔

نمبر ۱۷۔ اور جب لیا ہم نے عہد تمہارا نہ ڈالو تم (تا) گھروں ان کے سے۔

(۱) ہر دو آیت میں بنی اسرائیل (یہود) کی نافرمانیوں کا ذکر ہے۔ دوسری آیت کا چونکہ پورا ترجمہ نہیں کیا اسلئے مطلب خبط ہو گیا۔ ۸۶۔ (۲) لاتسفکون کا ترجمہ (نہ ڈالو تم) غلط ہے۔ ۸۷ (۳) آیت میں یہ اشارۃً بھی نہیں ہے کہ ناحق غیر مسلموں کو جلا وطن کرو انکا خون بہاؤ۔ لیکن سوامی جی کی دیانت یہ ہے کہ سوال میں اسی غیر مذکور فی الآیت امر پر خفا ہو رہے ہیں۔ ۸۸۔

نمبر ۱۸۔ اور بالتحقیق دی ہم نے موسیٰ کو کتاب اور پیچھے ہم پیغمبروں کو لائے الخ

(۱) قفینا کا ترجمہ (پیچھے ہم لائے) غلط ہے۔ ۸۹۔ (۲) من بعدہ میں ضمیر کا ترجمہ اڑا دیا۔ ۹۰

نمبر ۱۹۔ اور اس سے پہلے کافروں پر فتح چاہتے تھے جو کچھ پہچانا تھا جب ان کے پاس وہ آیا جھٹ کافر ہو گئے کافروں پر لعنت ہے اللہ کی۔

(۱) آدہی آیت کا ترجمہ کیا جس سے مطلب خبط ہو گیا۔ ۹۱۔ (۲) لفظ (اس) کے لئے آیت میں کوئی لفظ نہیں ہے ترجمہ میں سوامی جی نے اپنی طرف سے بڑہا دیا۔ ۹۲۔ (۳) ایسے ہی (جھٹ) کیلئے بھی کوئی لفظ نہیں۔ سوامی نے از خود اضافہ کر دیا۔ ۹۳۔ (۴)۔ (ایک) فلما (دوسرے) فلعنۃ کی ف کا (تیسرے) کفروا بہ میں بہ کا ترجمہ اڑا دیا۔ ۹۴و۹۵و۹۶۔

نمبر ۲۰۔ خوش خبری ایمانداروں کو۔ اللہ۔ فرشتوں۔ پیغمبروں۔ جبرائیل اور میکائیل کا جو دشمن ہے اللہ بھی ایسے کافروں کا دشمن ہے:-

(۱) اسمیں بھی دوسری آیت کے ساتھ پہلی آیت کا صرف آخری ایک جملہ ملاکر ترجمہ کر دیا جس سے مطلب خبط ہوگیا۔ ۹۷۔ (۲) اسمیں (ایک) و بشریٰ کے و کا (دوسرے) ملئکتہ (تیسرے) رسلہ کے ضمیر کا (چوتھے) فان کے ف کا (پانچویں) چار و عاطفہ کا ترجمہ چھوڑ دیا۔ ۹۸و۹۹و۱۰۰و۱۰۱و۱۰۲
(۳)۔ (ایک) لفظ بھی (دوسرے) لفظ ایسے کیلئے آیت میں کوئی لفظ نہیں۔ ترجمہ میں سوامی کا اضافہ ہے۔ ۱۰۳و۱۰۴ (۴) ان صاف موجود ہے جس کا ترجمہ اڑا دیا۔ ۱۰۵۔

نمبر ۲۱۔ اور کہو کہ معافی مانگتے ہیں الخ۔

(۱) بلحاظ ترتیب آیۃ وقولوا حطۃ بہت پہلے کی ہے جسکو اب پیش کرنا خلاف ترتیب ہے۔ ۱۰۶
(۲) یہ آیۃ قصہ طلب ہے جس کا صرف آخری حصہ لکھا ہے اسلئے مطلب خبط ہوگیا۔ ۱۰۷۔

نمبر ۲۲۔ جب موسیٰ نے اپنی قوم کے واسطے پانی مانگا ہم نے کہا کہ اپنا عصا پتھر پر مار اس میں سے بارہ چشمے بہ نکلے۔

(۱) یہ آیت بھی (ایک) پہلے کی ہے یہاں خلاف ترتیب لکھا ہے (دوسرے) قصہ طلب ہے مگر آدھی آیت کا ترجمہ کیا ہے۔ ۱۰۸و۱۰۹۔ (۲) اسمیں بھی (ایک) و کا (دوسرے) فقلنا (تیسرے) فانفجرت کی ف کا ترجمہ چھوڑ دیا۔ ۱۱۰و۱۱۱و۱۱۲

نمبر ۲۳۔ ایسا نہ ہو کہ کافر لوگ حسد کر کے تم کو ایمان سے منحرف کر دیویں کیونکہ ان میں سے ایمان والوں کے بہت سے دوست ہیں۔

(۱) اس آیت کے ترجمہ میں تو سوامی جی نے غضب کی بددیانتی کی ہے۔ اسمیں اصل آیت کے ایک فقرہ کا بھی صحیح ترجمہ نہیں ہے۔ پورا ترجمہ غلط ہے صحیح ترجمہ یہ ہے (چاہتے ہیں بہت سے اہل کتاب کہ تمکو پھیر کر مسلمان ہوئے پیچھے کافر بنادیں دلی حسد کیوجہ سے اسکے بعد کہ ان پر حق ظاہر ہوچکا) اس سے سوامی جی کے ترجمہ کو ملائیے اور آیت کو پیش نظر رکھئے۔ صاف ظاہر ہوجاتا ہے کہ ترجمہ میں سوامی جی نے ایسی تحریف کی ہے کہ اس مضمون کی آیت کا قرآن میں کہیں پتہ نہیں۔ ۱۱۳۔

نمبر ۲۴۔ تم جدہر منہ کرو ادھر ہی منہ اللہ کا ہے۔

(۱)(ایک) فاینما (دوسرے) فثم کی ف کا ترجمہ اڑا دیا۔ ۱۱۴ (۲) یہاں وجہ کا ترجمہ (منہ) غلط ہے۔ ۱۱۵ (۳) آیت ہذا میں حکم نہیں ہے مگر سوامی جی کو سوال میں اسی پہ اصرار ہے۔ ۱۱۶۔

نمبر ۲۵ - جو آسمان اور زمین کا پیدا کرنیوالا ہے۔ جب وہ کچھ کرنا چاہتا ہے پہ (نہیں کہ اسکو کرنا پڑتا ہے بلکہ) اسے کہتا ہے کہ ہو جا پس ہو جاتا ہے۔

(۱) اسمیں (ایک) و اذا کے و کا (دوسرے) فانما کا ترجمہ اڑا دیا۔ ۱۱۷ و ۱۱۸۔ (۲) آیت میں (جو) کیلئے کوئی لفظ نہیں ہے مگر سوامی جی نے ترجمہ میں اپنی طرف سے بڑھا دیا۔ ۱۱۹۔ (۳) امرا کا ترجمہ (کچھ) غلط ہے۔ ۱۲۰۔ (۴) ترجمہ میں (یہ) ہے مگر آیت میں اسکے لئے کوئی لفظ نہیں ہے۔ ۱۲۱۔

نمبر ۲۶ - جب ہمنے لوگوں کیلئے کعبہ کو جائے ثواب امن دینے والی بنائی تم نماز کیواسطے ابراہیم کی جگہ کو پکڑو۔

(۱) اسمیں (ایک) و اذ (دوسرے) وامنا (تیسرے) واتخذوا کے و کا ترجمہ اڑا دیا۔ ۱۲۲ و ۱۲۳ و ۱۲۴۔ (۲)۔ (ایک) مثابۃ کا ترجمہ (جائے ثواب) اور (دوسری) امنا کا ترجمہ (امن دینے والی) غلط ہے۔ ۱۲۵ و ۱۲۶۔ (۳) کعبہ کو بلفظ (والی) مونث لکھنا بھی سوامی جی ہی کا کام ہے۔ ۱۲۷۔

نمبر ۲۷ - وے کون آدمی ہیں کہ جو ابراہیم کے دین سے پھر جاویں۔ مگر وہ جس نے اپنی روح کو جاہل بنایا اور تحقیق ہم نے دنیا میں اسکو پسند کیا اور حقیقت میں آخرت میں وہ ہی نیک ہے۔

(۱) اسمیں (ایک) سفہ کا ترجمہ "جاہل بنایا" (دوسرے) نفس کا ترجمہ "روح" غلط ہے" ۱۲۸ و ۱۲۹ (۲) آیت میں حصر نہیں ہے مگر سوامی جی ترجمہ میں حصر کرتے ہیں کہ "وہ ہی نیک ہے" اور لطف یہ کہ پھر خود اپنے ہی اختراعی حصر پر آپ یوں سوال کرتے ہیں کہ "ابراہیم کو ہی خدا نے پسند کیا اس کا کیا سبب ہے،؟" ۱۳۰۔

نمبر ۲۸ - تحقیق ہم تیرے منہ کو آسمان کیطرف پھرتا دیکھتے ہیں ضرور ہم تجھے اس قبلے کیطرف پھیرینگے کہ پسند کرے تو جسکو پس اپنا منہ مسجد الحرام کیطرف پھیر۔ جہاں کہیں تم ہو اپنا منہ اسکی طرف پھیر لو۔

(۱) اسمیں (ایک) تقلب کا ترجمہ "پھرتا" (دوسرے) ترضہا کا ترجمہ "کہ پسند کرے تو جسکو" غلط ہے" ۱۳۱ و ۱۳۲۔ (۲) نیز (ایک) فلنولینک کے ف کا (دوسرے) وحیث کے و کا (تیسرے) فولوا کے ف کا ترجمہ ہضم کر گئے" ۱۳۳ و ۱۳۴ و ۱۳۵۔ (۳) آیت میں مقصود حصر استقبال کعبہ ہے مگر سوامی نے

اپنا منہ اس کی طرف پھیر لو" ترجمہ کر کے اس حصر کو غائب کر دیا، ۱۳۶ (۴) آیت میں "اس" کیلئے کوئی عربی لفظ نہیں ہے مگر پنڈت جی نے ترجمہ میں اپنی طرف سے بڑھا دیا، ۱۳۷ (۵) آیت میں صرف "استقبال کعبہ" کا حکم ہے نہ کہ عبادت کا مگر سوال میں سوامی جی اپنی طرف سے گھڑ کر فرماتے ہیں کہ "عبادت کعبہ" کا حکم ہے چنانچہ آپ سوال میں اسی بنا پر ہندوؤں کو چھوٹا اور مسلمانوں کو بڑا بت پرست لکھتے ہیں ۱۳۸۔

نمبر ۲۹۔ جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جاتے ہیں اُن کے لئے یہ مت کہو کہ یہ مردے ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں۔

(۱) ولاتقولوا کے واو کا ترجمہ ندارد ہے۔ ۱۳۹۔ (۲) آیت میں حق لوٹ مار کرنیکا کوئی ذکر نہیں مگر سوامی جی سوال میں اپنی طرف سے یہی فرماتے ہیں۔ ۱۴۰۔

نمبر ۳۰۔ اور یہ کہ اللہ سخت تکلیف دینے والا ہے شیطان کے پیچھے مت چلو تحقیق وہ واقعی تمہارا دشمن ہے اسکے سوائے اور کچھ نہیں کہ برائی اور بے شرمی کی اجازت دی اور یہ کہ تم کہو اللہ پر جو نہیں جانتے۔

(۱) اس نمبر میں تو سوامی جی نے کمال ہی کر دیا کہ ایک ٹکڑا کہیں کا دوسرا ٹکڑا کہیں کا ملا کر ترجمہ کر دیا جس سے مطلب ہی خبط ہو گیا، ۱۴۱۔ (۲) پہلے ٹکڑہ میں (ایک) وان کا ترجمہ اڑا دیا (دوسرے) عذاب کا ترجمہ "تکلیف دینے والا" غلط کیا، ۱۴۲ و ۱۴۳۔ (۳) دوسرے ٹکڑہ میں (ایک) وانہ کے و کا ترجمہ اڑا دیا (دوسرے) مبین کا ترجمہ "واقعی" غلط کیا۔ ۱۴۴ و ۱۴۵۔ (۴) تیسری آیت میں یامر کا ترجمہ "اجازت دی" غلط ہے ۱۴۶۔

نمبر ۳۱۔ تم پر مردار۔ لہو اور گوشت سور کا حرام ہے اور سوائے اللہ کے جس پر کچھ پکارا جاوے۔

(۱) انما کا ترجمہ اڑا دیا۔ ۱۴۷۔ (۲) حرم کا ترجمہ "حرام ہے" غلط ہے۔ ۱۴۸۔ (۳) والدم کے و کا ترجمہ غائب کر دیا۔ ۱۴۹۔ (۴) آیت میں یہ حصر نہیں ہے کہ صرف سور کا گوشت حرام ہے، مگر سوامی جی سوال میں یہی فرماتے ہیں۔ ۱۵۰

نمبر ۳۲۔ روزہ کی رات تمہارے واسطے حلال کیگئی کہ رغبت کرنا اپنی بیبیوں سے الخ۔

(۱) رفث کا ترجمہ "رغبت کرنا" غلط ہے۔ ۱۵۱۔ (۲) فتاب علیکم وعفا عنکم میں سے ایک جملہ کا ترجمہ ہضم کر گئے۔ ۱۵۲۔ (۳) الئٰن کا ترجمہ اڑا دیا۔ ۱۵۳۔ (۴) نہ آیت میں اسکا ذکر ہے اور نہ مسلمانوں ہی نے ایسا کیا کہ کسی پورانک سے سنکر روزہ رکھنا شروع کیا مگر سوامی جی کو سوال میں اسی پر اصرار ہے۔ ۱۵۴۔

(۵) سوال میں سوامی جی فرماتے ہیں "یہ بات قانون قدرت کے خلاف ہے کہ دن میں نہ کھانا اور رات کو کھانا" پھر

[illegible] باب ۳ نمبر ۶ صفحہ ۶۲۹" مگر
[illegible] درات کو کھانا" پر عمل کرتے ہیں جب قانون
قدرت کے خلا[illegible] [illegible] یسا کیوں ہوتا ہے؟ نتیجہ یہ سوامی جی غلط کہتے ہیں۔ ۱۵۴

نمبر ۳۳۔ اللہ کی راہ میں لڑو ان سے جو تم سے لڑتے ہیں۔ مار ڈالو تم ان کو جہاں پاؤ قتل سے کفر برا ہے یہاں تک ان سے لڑو کہ کفر نہ رہے۔ اور رہے دین اللہ کا۔ انہوں نے جتنی زیادتی کری تم پر اتنی ہی زیادتی تم ان کے ساتھ کرو۔

(۱) سوامی جی نے کاٹ چھانٹ کر جس قرآنی عبارت کا ترجمہ کیا ہے وہ عبارت یہ ہے "وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ... واقتلوھم حیث ثقفتموھم والفتنۃ اشد من القتل۔ وقاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ ویکون الدین للہ فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدی علیکم"

اب میں اصل عبارت کو صحیح ترجمہ کے پیش کرتا ہوں تاکہ اس امر کی تصدیق ہو جائے کہ اوپر جو کئی جگہ لکھا گیا ہے کہ سوامی جی نے عبارت کو بے ربط بنا کر غلط ترجمہ کر کے مطلب خبط کر دیا ہے وہ واقعی ہے۔ ملاحظہ ہو

وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین ۰ واقتلوھم حیث ثقفتموھم واخرجوھم من حیث اخرجوکم والفتنۃ اشد من القتل ولا تقتلوھم عند المسجد الحرام حتی یقتلوکم فیہ فان قتلوکم فاقتلوھم کذلک جزاء الکفرین ۰ فان انتھوا فان اللہ غفور رحیم ۰ وقاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ ویکون الدین للہ فان انتھوا فلا عدوان الا علی الظلمین ۰ الشھر الحرام بالشھر الحرام والحرمات قصاص فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدی علیکم واتقوا اللہ واعلموا ان اللہ مع المتقین

(پ ۲ بقرہ)

اور تم لڑو اللہ کی راہ میں ان سے جو تم سے لڑیں اور زیادتی نہ کرو بیشک اللہ ناپسند کرتا ہے زیادتی کرنے والوں کو۔ اور مار ڈالو ان کو جہاں کہیں پاؤ اور نکال دو ان کو جہاں سے انہوں نے تم کو نکالا ہے اور فساد قتل سے بڑھکر ہے۔ اور نہ لڑو ان سے مسجد الحرام کے پاس جب تک کہ نہ لڑیں وہ تم سے اس جگہ۔ پس اگر وہ لڑیں تم سے تو قتل کرو انہیں یہی سزا ہے کافروں کی پھر اگر وہ باز آجائیں تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور لڑو ان سے یہاں تک کہ نہ باقی رہے فساد اور رہے حکم اور طریقہ ایک اللہ کا پھر اگر وہ باز آجاویں تو کسی پر زیادتی نہیں ظالموں کے سوائے۔ حرمت کا مہینہ بدلے میں ہے حرمت کے مہینے کے اور حرمت کی چیزوں میں ادلے کا بدلہ ہے۔ تو جو زیادتی کرے تم پر تو تم بھی زیادتی کرو اس پر اسیقدر کہ اس نے تم پر زیادتی کی ہے۔ اور ڈرو اللہ سے اور جان رکھو کہ اللہ ڈرنے والوں ہی کے ساتھ ہے۔

کاش فرقہ آریہ سماج ایک مرتبہ بھی بچشم انصاف دیکھتا کہ اسلام اور قرآن کے حق میں ان کے گرو نے رشی ہو کر بھی کس طرح دیانت کا خون کیا ہے۔ ۱۵۵

(۲) اسمیں (ایک) وقاتلوا کے "و" کا (دوسرے) واقتلوھم کے "و" کا (تیسرے) والفتنۃ کے "و" کا (چوتھی) ولا تقاتلوھم کے "و" کا ترجمہ اڑا دیا۔ ۱۵۶ و ۱۵۷ و ۱۵۸ و ۱۵۹۔ (۳) اسمیں (ایک) فتنۃ کا ترجمہ "کفر" (دوسرے) اشد کا ترجمہ "برا ہے" تیسرے (تکون فتنۃ میں فتنۃ کا ترجمہ "کفر" غلط ہے ۱۶۰ و ۱۶۱ و ۱۶۲۔ (۴) ضمن میں (ایک) "ف" کا ترجمہ اڑا دیا (دوسرے) من کا ترجمہ "انہوں نے" غلط کیا ۱۶۳ و ۱۶۴۔ (۵) ان آیات بلکہ سارے قرآن میں یہ کہیں نہیں ہے کہ جو غیر مسلم ہیں خواہ مخواہ ان پر ظلم کر دیا انکو قتل کرو مگر سوامی جی سوال میں اپنی طرف سے اسقدر کر کے یہی فرماتے ہیں بلکہ یہانتک لکھتے ہیں کہ "چنانچہ وہ (مسلمان) ایسا ہی کرتے رہے ہیں" ۱۶۵۔

نمبر ۳۴ - اور اللہ نہیں دوست رکھتا ہے فساد کو اے لوگو جو ایمان لائے ہو داخل ہو بیچ اسلام کے۔
(۱) اسمیں دو جگہ کی دو آیتوں کے دو ٹکڑے ملا کر ترجمہ کر کے مطلب کو خبط بے ربط کر دیا ہے ۱۶۶۔ (۲) فی السلم کافۃ میں "کافۃ" کا ترجمہ اڑا دیا ۱۶۷۔

نمبر ۳۵ - اور سوال کرتے ہیں تجھ سے حیض کی بابت جواب دو کہ وہ ناپاکی ہے پس مت جاؤ عورتوں سے بیچ حیض کے اور مت نزدیک جاؤ انکے یہانتک کہ پاک ہوں پس جب نہائیں پس جاؤ انکے پاس اسجگہ سے کہ حکم کیا تمکو اللہ نے۔ بیبیاں تمہاری کھیتیاں ہیں واسطے تمہارے پس جاؤ کھیت اپنے میں جسطرح چاہو تمکو اللہ لغو قسم میں نہیں پکڑتا۔
(۱) اس جگہ بھی سوامی جی نے حسب عادت گو کئی آیت کا ترجمہ کیا مگر چھوڑ چھوڑ کر اور یہ بھی کیا ہے کہ درمیان کی آیت کو اڑا دیا ہے اسطرح انہوں نے مطلب کو خبط بے ربط بنا دیا ہے ۱۶۸۔ (۲) لغو کا ترجمہ "لغو" غلط ہے ۱۶۹۔

نمبر ۳۶ - ان میں سے کوئی ایمان لایا اور کوئی کافر ہوا جو اللہ چاہتا نہ لڑتے جو چاہتا ہے اللہ کرتا ہے۔
(۱) اسمیں (ایک) فمنھم کے "ف" کا (دوسرے) آگے کے منھم کا ترجمہ اڑا دیا ۱۷۰ و ۱۷۱۔ (۲) نیز (ایک) لو (دوسرے) لکن کا ترجمہ "جو" غلط ہے ۱۷۲ و ۱۷۳۔

نمبر ۳۷ - جو کچھ آسمان اور زمین پر ہے سب اس کیلئے ہے۔ اسکی کرسی نے آسمان اور زمین کو سما لیا ہے۔
(۱) اسمیں بھی یہ حرکت کی ہے ایک آیت کے دو مختلف ٹکڑوں کو ملا دیا ہے ۱۷۴۔ (۲) فی کا ترجمہ "پر" غلط ہے ۱۷۵۔ (۳) وسع کا ترجمہ "سما لیا ہے" غلط ہے ۱۷۶۔

نمبر ۳۸ - اللہ آفتاب کو مشرق سے لاتا ہے بس تو مغرب سے لے آ تب وہ کافر حیران رہ گیا تحقیق اللہ گنہگاروں کو راہ نہیں دکھلاتا۔
(۱) یہ پوری آیت قصہ طلب ہے مگر سوامی جی نے پوری کیا آخری آیت کا پورا فقرہ بھی نہیں اور آدھے ٹکڑے کا ناقص ترجمہ کر کے مطلب کو خبط بے ربط کر دیا ۱۷۷۔ (۲) اسمیں (ایک) فان کا (دوسرے) واللہ کے "و" کا ترجمہ اڑا دیا ۱۷۸ و ۱۷۹۔ (۳) الظلمین کا ترجمہ "گنہگاروں" غلط ہے ۱۸۰۔

نمبر ۳۹ - کہا پرندوں میں سے چار پرندے پھر انکو اپنے ساتھ ہلا (تاکہ پہچان ہو جاوے) پھر ہر پہاڑ پر ان میں سے ایک

دوسری جگہ لکھتے ہیں "بھلا جو خدا کا قانون ہے اسے کوئی کیونکر توڑ سکتا ہے ستیارتھ پرکاش باب ۳ نمبر ۶ صفحہ ۱۲۹" مگر واقعہ یہ ہے کہ مسلمان ایسا کرتے ہیں یعنی "دن میں نہ کھانا اور رات کو کھانا" پر عمل کرتے ہیں جب قانون قدرت کے خلاف نہیں ہو سکتا تو پھر دنیا سے اسلام میں ایسا کیوں ہوتا ہے؟ نتیجہ یہ سوامی جی غلط کہتے ہیں۔ ۱۵۴

نمبر ۳۳۳ - اللہ کی راہ میں لڑو ان سے جو تم سے لڑتے ہیں۔ مار ڈالو تم ان کو جہاں پاؤ قتل سے کفر برا ہے یہاں تک ان سے لڑو کہ کفر نہ رہے۔ اور ہووے دین اللہ کا۔ انہوں نے جتنی زیادتی کری تم پر اتنی ہی زیادتی تم ان کے ساتھ کرو۔

(۱) سوامی جی نے کاٹ چھانٹ کر جس قرآنی عبارت کا ترجمہ کیا ہے وہ عبارت یہ ہے "وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم واقتلوھم حیث ثقفتموھم والفتنۃ اشد من القتل - وقاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ ویکون الدین للہ فمن اعتدیٰ علیکم فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدیٰ علیکم"

اب میں اصل عبارت کو صحیح ترجمہ کے پیش کرتا ہوں تاکہ اس امر کی تصدیق ہو جائے کہ اوپر جو کئی جگہ لکھا گیا ہے کہ سوامی جی نے عبارت کو بے ربط بنا کر غلط ترجمہ کر کے مطلب خبط کر دیا ہے وہ واقعی ہے۔ ملاحظہ

وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین ۝ واقتلوھم حیث ثقفتموھم واخرجوھم من حیث اخرجوکم والفتنۃ اشد من القتل ولا تقتلوھم عند المسجد الحرام حتی یقتلوکم فیہ فان قتلوکم فاقتلوھم ط کذلک جزاء الکفرین ۝ فان انتھوا فان اللہ غفور رحیم ۝ وقاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ ویکون الدین للہ ط فان انتھوا فلا عدوان الا علی الظلمین ۝ الشہر الحرام بالشہر الحرام والحرمات قصاص ط فمن اعتدیٰ علیکم فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدیٰ علیکم ص واتقوا اللہ واعلموا ان اللہ مع المتقین ۝

(پ ۲ بقرہ)

اور تم لڑو اللہ کی راہ میں انسے جو تمسے لڑیں اور زیادتی نکرو بیشک اللہ ناپسند کرتا ہے زیادتی کرنے والونکو۔ اور مار ڈالو ان کو جہاں کہیں پاؤ اور نکالدو ان کو جہاں سے انہوں نے تم کو نکالا ہے اور فساد قتل سے بڑھکر ہے۔ اور نہ لڑو انسے مسجد الحرام کے پاس جب تک کہ نہ لڑیں وہ تم سے اسجگہ پس اگر وہ لڑیں تمسے تو قتل کرو انہیں یہی سزا ہے کافرونکی پھر اگر وہ باز آجائیں تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور لڑو انسے یہانتک کہ نہ باقی رہے فساد اور رہجاوے طریقہ ایک اللہ کا پھر اگر وہ باز آجاویں تو کسی پر زیادتی نہیں ظالموں کے سوائے۔ حرمت کا مہینہ بدلے میں ہے حرمت کے مہینے کے اور حرمت کی چیزوں میں ادلے کا بدلہ ہے۔ تو جو زیادتی کرے تم پر تو تم (بھی) زیادتی کرو اسپر اسیقدر کہ اس نے تم پر زیادتی کی ہے۔ اور ڈرو اللہ سے اور جان رکھو کہ اللہ ڈرنے والوں ہی کے ساتھ ہے۔

کاش فرقہ آریہ سماج ایک مرتبہ بھی بچشم انصاف دیکھتا کہ اسلام اور قرآن کے حق میں ان کے گرو نے رشی ہو کر بھی کس طرح دیانت کا خون کیا ہے۔ ۱۵۵

(۲) اسمیں (ایک) وقاتلوا کے "و" کا (دوسرے) واقتلوھم کے "و" کا (تیسرے) والفتنۃ کے "و" کا (چوتھی) ولا تقتلوھم کے "و" کا ترجمہ اڑا دیا۔ ۱۵۶ و ۱۵۷ و ۱۵۸ و ۱۵۹۔ (۳) اسمیں (ایک) فتنہ کا ترجمہ "کفر" (دوسرے) اشد کا ترجمہ "برا" (تیسرے) لا تکون فتنۃ میں فتنۃ کا ترجمہ "کفر" غلط ہے ۱۶۰ و ۱۶۱ و ۱۶۲۔ (۴) فمن میں (ایک) "ف" کا ترجمہ اڑا دیا (دوسرے) من کا ترجمہ "انہوں نے" غلط کیا ۱۶۳ و ۱۶۴۔ (۵) ان آیات بلکہ سارے قرآن میں یہ کہیں نہیں ہے کہ جو غیر مسلم ہیں خواہ مخواہ ان پر ظلم کرو یا انکو قتل کرو مگر سوامی جی سوال میں اپنی طرف سے اضافہ کرکے یہی فرماتے ہیں بلکہ یہانتک کہتے ہیں کہ "چنانچہ وہ (مسلمان) ایسا ہی کرتے رہے ہیں" ۱۶۵۔

نمبر ۳۴۔ اور اللہ نہیں دوست رکھتا ہے فساد کو۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو داخل ہو بیچ اسلام کے۔

(۱) اسمیں دو جگہ کی دو آیتوں کے دو ٹکڑے ملاکر ترجمہ کرکے مطلب کو خبط بے ربط کر دیا ہے۔ ۱۶۶ (۲) فی السلم کافۃ میں "کافۃ" کا ترجمہ اڑا دیا۔ ۱۶۷۔

نمبر ۳۵۔ اور سوال کرتے ہیں تجھ سے حیض کی بابت جواب دو کہ وہ ناپاکی ہے پس جدا رہو عورتوں سے بیچ حیض کے اور مت نزدیک جاؤ انکے یہانتک کہ پاک ہوں پس جب نہا لیں پس جاؤ انکے پاس اسجگہ سے کہ حکم کیا تمکو اللہ نے۔ بیبیاں تمہاری کھیتیاں ہیں واسطے تمہارے پس جاؤ کھیت اپنے میں جسطرح چاہو۔ تمکو اللہ لغو قسم میں نہیں پکڑتا۔

(۱) اس جگہ بھی سوامی جی نے حسب عادت گو کہ آیت کا ترجمہ کیا مگر چھوڑ چھوڑ کر اور یہ بھی کیا ہے کہ درمیان کی آیت کو اڑا دیا ہے اسطرح انہوں نے مطلب کو خبط بے ربط بنا دیا ہے ۱۶۸۔ (۲) لغو کا ترجمہ "لغو" غلط ہے ۱۶۹۔

نمبر ۳۶۔ ان میں سے کوئی ایمان لایا اور کوئی کافر ہوا جو اللہ چاہتا نہ لڑتے جو چاہتا ہے اللہ کرتا ہے۔

(۱) اسمیں (ایک) فمنہم کے "ف" کا (دوسرے) آگے کے منہم کا ترجمہ اڑا دیا ۱۷۰ و ۱۷۱۔ (۲) نیز (ایک) لو (دوسرے) لکن کا ترجمہ "جو" غلط ہے ۱۷۲ و ۱۷۳۔

نمبر ۳۷۔ جو کچھ آسمان اور زمین پر ہے سب اس کیلئے ہے۔ اسکی کرسی نے آسمان اور زمین کو سما لیا ہے۔

(۱) اسمیں بھی یہ حرکت کی ہے ایک آیت کے دو مختلف ٹکڑوں کو ملا دیا ہے ۱۷۴۔ (۲) فی کا ترجمہ "پر" غلط ہے ۱۷۵۔ (۳) وسع کا ترجمہ "سما لیا ہے" غلط ہے ۱۷۶۔

نمبر ۳۸۔ اللہ آفتاب کو مشرق سے لاتا ہے بس تو مغرب سے لے آ تب وہ کافر حیران رہ گیا تحقیق اللہ گنہگاروں کو راہ نہیں دکھلاتا۔

(۱) یہ پوری آیت قصہ طلب ہے مگر سوامی جی نے پوری کیا آخری آیت کا پورا فقرہ بھی نہیں اور آدھے ٹکڑے کا ناقص ترجمہ کرکے مطلب کو خبط بے ربط کر دیا ۱۷۷۔ (۲) اسمیں (ایک) فان کا (دوسرے) واللہ کے "و" کا ترجمہ اڑا دیا ۱۷۸ و ۱۷۹۔ (۳) الظلمین کا ترجمہ "گنہگاروں" غلط ہے ۱۸۰۔

نمبر ۳۹۔ کہا پرندوں میں سے چار پرندے لے پھر انکو اپنے ساتھ ہلا (تاکہ پہچان ہو جائے) پھر ہر پہاڑ پر ان میں سے ایک

دوسری جگہ لکھتے ہیں "پہلا جو خدا کا قانون ہے اسے کوئی کیونکر توڑ سکتا ہے ستیارتھ پرکاش باب ۱۴ نمبر ۶ صفحہ ۶۲۹"، مگر واقعہ یہ ہے کہ مسلمان ایسا کرتے ہیں یعنی "دن میں نہ کھانا اور رات کو کھانا" پر عمل کرتے ہیں جب قانون قدرت کے خلاف نہیں ہو سکتا تو پھر دنیائے اسلام میں ایسا کیوں ہوتا ہے؟ نتیجہ یہ سوامی جی غلط کہتے ہیں۔ ۴

نمبر ۳۳۔ اللہ کی راہ میں لڑو ان سے جو تم سے لڑتے ہیں۔ مار ڈالو تم ان کو جہاں پاؤ قتل سے کفر برا یہاں تک ان سے لڑو کہ کفر نہ رہے، اور ہووے دین اللہ کا۔ انہوں نے جتنی زیادتی کری تم پر اتنی ہی زیادتی ان کے ساتھ کرو۔

(۱) سوامی جی نے کاٹ چھانٹ کر جس قرآنی عبارت کا ترجمہ کیا ہے وہ عبارت یہ ہے "وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم واقتلوھم حیث ثقفتموھم والفتنۃ اشد من القتل۔ وقاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ ویکون الدین للہ فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدی علیکم"

اب میں اصل عبارت کو مع صحیح ترجمہ کے پیش کرتا ہوں تاکہ اس امر کی تصدیق ہو جائے کہ اوپر جو کئی جگہ لکھا گیا ہے کہ سوامی جی نے عبارت کو بے ربط بنا کر غلط ترجمہ کر کے مطلب خبط کر دیا ہے وہ واقعی ہے۔ ملا[حظہ]

وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم
ولا تعتدوا ط ان اللہ لا یحب المعتدین
واقتلوھم حیث ثقفتموھم واخرجوھم من
حیث اخرجوکم والفتنۃ اشد من القتل ج
ولا تقتلوھم عند المسجد الحرام حتی یقتلوکم
فیہ ج فان قتلوکم فاقتلوھم ط کذلک
جزاء الکفرین فان انتھوا فان اللہ غفور
رحیم ٥ وقاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ
ویکون الدین للہ ط فان انتھوا فلا
عدوان الا علی الظلمین ٥ الشھر الحرام بالشھر
الحرام والحرمات قصاص ط فمن اعتدی علیکم
فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدی علیکم ص
واتقوا اللہ واعلموا ان اللہ مع المتقین
(پ ۲ البقرہ)

اور تم لڑو اللہ کی راہ میں انسے جو تمسے لڑیں اور زیادتی
بیشک اللہ ناپسند کرتا ہے زیادتی کرنے والوں کو۔ اور ما[ر]
ڈالو ان کو جہاں کہیں پاؤ اور نکالدو ان کو جہاں انسے انہو[ں]
تم کو نکالا ہے اور فساد قتل سے بڑھکر ہے۔ اور نہ لڑو ا[ن سے]
مسجد الحرام کے پاس جب تک کہ نہ لڑیں وہ تم سے اس[میں]
پس اگر وہ لڑیں تمسے تو قتل کرو انہیں یہی سزا ہے کاف[روں کی]
پھر اگر وہ باز آجائیں تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے
اور لڑو انسے یہانتک کہ نہ باقی رہے فساد اور رہے ا[ک]
طریقہ ایک اللہ کا پھر اگر وہ باز آجاویں تو کسی پر زیادتی
نہیں ظالموں کے سوائے۔ حرمت کا مہینہ بدلے میں
حرمت کے مہینے کے اور حرمت کی چیزوں میں ادلے کا بدلہ
تو جو زیادتی کرے تم پر تو تم (بھی) زیادتی کرو اس پر اسی ق[در]
جس قدر اس نے تم پر زیادتی کی ہے۔ اور ڈرو اللہ سے اور
رکھو کہ اللہ ڈرنے والوں ہی کے ساتھ ہے۔

کاش فرقہ آریہ سماج ایک مرتبہ بھی بچشم انصاف دیکھتا کہ اسلام اور قرآن کے حق میں ان کے [گرو]نے رشی ہو کر بھی کس طرح دیانت کا خون کیا ہے، ۱۵۵۔

(۲) اسمیں (ایک) وقاتلوا کے "و" کا (دوسرے) واقتلوھم کے "و" کا (تیسرے) والفتنۃ کے "و" کا (چوتھے) و قتلوھم کے "و" کا ترجمہ اڑادیا۔ ۱۵۶ و ۱۵۷ و ۱۵۸ و ۱۵۹۔ (۳) اسمیں (ایک) فتنۃ کا ترجمہ "کفر" (دوسرے) اشد کا ترجمہ "برا ہے" (تیسرے) لاتکون فتنۃ میں فتنۃ کا ترجمہ "کفر" غلط ہے، ۱۶۰ و ۱۶۱ و ۱۶۲۔ (۴) ضمن میں (ایک) "ف" کا ترجمہ اڑادیا (دوسرے) من کا ترجمہ "انہوں نے" غلط کیا، ۱۶۳ و ۱۶۴۔ (۵) ان آیات بلکہ سارے قرآن میں یہ کہیں نہیں ہے کہ جو غیر مسلم ہیں خواہ مخواہ ان پر ظلم کردیا انکو قتل کرو مگر سوامی جی سوال میں اپنی طرف سے اضافہ کرکے یہی فرماتے ہیں بلکہ یہانتک کہتے ہیں کہ "چنانچہ وہ (مسلمان) ایسا ہی کرتے رہے ہیں" ۱۶۵۔

نمبر ۳۴ - اور اللہ نہیں دوست رکھتا ہے فساد کو۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو داخل ہو بیچ اسلام کے۔

(۱) اسمیں دو جگہ کی دو آیتوں کے دو ٹکڑے ملاکر ترجمہ کرکے مطلب کو خبط بے ربط کردیا ہے۔ ۱۶۶ (۲) فی السلم کافۃ میں "کافۃ" کا ترجمہ اڑادیا۔ ۱۶۷۔

نمبر ۳۵ - اور سوال کرتے ہیں تجھ سے حیض کی بابت جواب دے کہ وہ ناپاکی ہے پس کنارہ کرو عورتوں سے بیچ حیض کے اور مت نزدیک جاؤ انکے یہانتک کہ پاک ہوں پس جب نہائیں پس جاؤ انکے پاس اس جگہ سے کہ حکم کیا تمکو اللہ نے۔ بیبیاں تمہاری کھیتیاں ہیں واسطے تمہارے پس جاؤ کھیت اپنے میں جسطرح چاہو۔ تمکو اللہ لغو قسم میں نہیں پکڑتا۔

(۱) اس جگہ بھی سوامی جی نے حسب عادت گو کئی آیت کا ترجمہ کیا مگر چھوڑ چھوڑ کر اور یہ بھی کیا ہے کہ درمیان کی آیت کو اڑادیا ہے، اسطرح انہوں نے مطلب کو خبط بے ربط بنادیا ہے، ۱۶۸۔ (۲) لغو کا ترجمہ "لغو" غلط ہے، ۱۶۹۔

نمبر ۳۶ - ان میں سے کوئی ایمان لایا اور کوئی کافر ہوا جو اللہ چاہتا نہ لڑتے جو چاہتا ہے اللہ کرتا ہے۔

(۱) اسمیں (ایک) فمنہم کے "ف" کا (دوسرے) آگے کے منہم کا ترجمہ اڑادیا، ۱۷۰ و ۱۷۱۔ (۲) نیز (ایک) لو (دوسرے) لکن کا ترجمہ "جو" غلط ہے، ۱۷۲ و ۱۷۳۔

نمبر ۳۷ - جو کچھ آسمان اور زمین پر ہے سب اس کیلئے ہے۔ اسکی کرسی نے آسمان اور زمین کو سمالیا ہے۔

(۱) اسمیں بھی یہ حرکت کی ہے ایک آیت کے دو مختلف ٹکڑوں کو ملادیا ہے۔ ۱۷۴ (۲) فی کا ترجمہ "پر" غلط ہے۔ ۱۷۵، (۳) وسع کا ترجمہ "سمالیا ہے" غلط ہے، ۱۷۶۔

نمبر ۳۸ - اللہ آفتاب کو مشرق سے لاتا ہے بس تو مغرب سے لے آ تب وہ کافر حیران رہ گیا تحقیق اللہ گنہگاروں کو راہ نہیں دکھلاتا۔

(۱) یہ پوری آیت قصہ طلب ہے مگر سوامی جی نے پوری کیا آخری آیت کا پورا فقرہ بھی نہیں اور آدھے ٹکڑے کا ناقص ترجمہ کرکے مطلب کو خبط بے ربط کردیا۔ ۱۷۷ (۲) اسمیں (ایک) فان کا (دوسرے) واللہ کے "و" کا ترجمہ اڑادیا ۱۷۸ و ۱۷۹۔ (۳) الظلمین کا ترجمہ "گنہ گاروں" غلط ہے۔ ۱۸۰۔

نمبر ۳۹ - کہا پرندوں میں سے چار پرندے پھر انکو اپنے ساتھ ملا (تاکہ پہچان ہوجائے) پھر ہر پہاڑ پر ان میں ایک

ایک ٹکڑا رکھدے پھران کو بلا۔ دوڑتے تیرے پاس چلے آویں گے۔
(۱) آیت ہذا بھی قصہ طلب ہے۔ مگر سوامی جی نے آدھی آیت کا ناقص ترجمہ کیا جس سے مطلب خبط بے ربط ہوگیا ۱۸۱۔ (۲) فخذ کی "ف" کا ترجمہ اڑادیا، ۱۸۲۔ (۳) نیز (ایک) فصرھن کی ف کا ترجمہ "پھر" (دوسرے) صرھن کا ترجمہ انکو اپنے ساتھ ہلا غلط ہے۔ ۱۸۳ و ۱۸۴۔

نمبر ۴۰ ۔جس کو چاہے حکمت دیتا ہے۔

(۱) آیت کے جس ٹکڑے کا یہ ترجمہ ہے وہ یؤتی الحکمۃ من یشاء ہے اور یہ آیت کا درمیانی ٹکڑا ہے مگر سوامی جی نے آگے اور پیچھے دیکھے بغیر صرف درمیان کا ایک جملہ لیکر خبط بے ربط کردیا۔ ۱۸۵۔ (۲) آیت میں علانیہ موجود ہے کہ وما یذکر الا اولوا الالباب "یعنی اور نصیحت نہیں مانتے مگر سمجھدار" لیکن سوامی جی سوال میں خواہ مخواہ اپنی طرف سے یہ اضافہ کرتے ہیں کہ "اگر جسکو چاہتا ہے حکمت دیتا ہے تو جس کو نہیں چاہتا اس کو حکمت نہیں دیتا ہوگا یہ بات خدا کی نہیں" ۱۸۶۔

نمبر ۴۱ ۔ پھر جسکو چاہیگا معاف کریگا جسکو چاہیگا عذاب دیگا کیونکہ وہ سب چیزوں پر قادر ہے۔

(۱) یہ ترجمہ بھی پوری نہیں بلکہ آدھی آیت کا ہے جس سے مطلب خبط بے ربط ہوگیا ہے، ۱۸۷۔ (۲) ویعذب کے "و" کا ترجمہ اڑادیا، ۱۸۸۔ (۳) نیز (ایک) واللہ کا ترجمہ "کیونکہ" (دوسرے) شیئ کا ترجمہ "چیزوں" غلط ہے، ۱۸۹ و ۱۹۰۔ (۴) آیت میں یہ کہیں نہیں کہ خدا بخشش کے مستحق کو نہیں بخشتا مگر سوال میں سوامی خواہ مخواہ یہی فرماتے ہیں، ۱۹۱ (۵) آیت میں یہ کہیں نہیں کہ خدا خواہ مخواہ لوگوں کو گنہگار بناتا ہے مگر سوامی جی سوال میں نمعلوم کیوں باصرار یہی فرمارہے ہیں۔ ۱۹۲۔

خاتمہ

ناظرین! سوامی جی نے قرآن شریف پر باب ۱۴ میں شروع سے آخر تک ۱۵۹ سوال کئے ہیں۔ میں نے اسمیں سے صرف سورۃ الفاتحہ اور سورۃ البقر یعنی ۴۱ سوال تک کی انکی غلطیاں ظاہر کی ہیں۔ ۴۱ نمبر تک کی غلطیوں کی تعداد ۱۹۲ ہے جو سوامی جی کے مجموعی سوالوں کی تعداد سے کہیں زائد ہے۔ اگر سوامی جی کے ہر سوال و ہر نمبر کی چھان بین کیجائے تو ظاہر ہے کہ اسطرح انکی اتنی غلطیاں کہلائی جاسکتی ہیں جو یقیناً ۱۵۹ سے دہ چند بلکہ اس سے بھی زیادہ ہونگی، بالفعل میں سوامی جی کی صرف انکے ۴۱ ویں سوال تک کی ۱۹۲ غلطیاں نمونتہً پیش کرتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ آریہ سماج واقعی سچ کو قبول کرنے اور جھوٹ کو چھوڑنے کیلئے تیار ہے یا محض "ہاتھی کیطرح" کھانے کے اور دکھانے کے اور دانت رکھتا ہے سوامی جی نے جہاں سلسلۂ سوال ختم کیا ہے وہاں بھی "قرآن کے متعلق محقق کی رائے" کے تحت یہ لکھا ہے کہ "اگر کہیں غلط فہمی سے کچھ لکھا گیا ہو تو اسکو صحیح کرلیویں" پس آریو اگر سچ مچ تم شروفساد کے نہیں بلکہ امن و امان کے حامی ہو تو اپنے گرو کی ہدایت کے مطابق میری پیش کردہ ۱۹۲ غلطیوں کی اصلاح کرو، ورنہ یاد رکھو۔

جھوٹ کی ٹہنی کبھی پھلتی نہیں ——— ناؤ کاغذ کی کبھی چلتی نہیں ———

محررہ فقیر عبدالشکور حنفی مرزاپوری،

اسلامی روزہ

اعتقادات وعبادات کا سلسلہ تو ابتدا، آفرینش عالم سے دنیا مین چلا آتا ہی۔ اُمم سابقہ مین بھی مخصوص طریقون کیساتھہ خدا کی توحید کا اقرار اوراس کی عبادات واطاعت کا ایک ڈھنگ چلا آیا۔

لیکن اس حقیقت سے کوئی انکار نہین کرسکتا کہ ہر زمانہ مین ایک وقتی اور ساعتی احکامات وشرائع مصالح عالم کو دیکھتے ہوئے مدوّن ہوتے رہی خواہ وہ الہامی طریقہ سے ہوئے یا اختراعات و ایجادات انسانی ان کا منشا ہوا۔

یہی وجہ ہی کہ مُرورِ زمانہ کیساتھہ ساتھہ ان احکامات مین ترمیم وتنسیخ ہوتی گئی،، تاآنکہ الٰہی احکامات و عبادات بھی انسانی خواہشات اورطبعی تحریکات وجذبات کی دست برد سے محفوظ ومامون نہ رہ سکے ہماری یہی دلیل شرائع اُمم سابقہ کی خامی وعدم تکمیل کے لئے کافی ثبوت ہی۔

ضرورت تھی اور فطرت کا تقاضا تھا کہ اس طریقۂ عمل کے اختتام کا وقت آئے۔ اوراس خامی کو پورا کیا جائے ایک مکمل واکمل نظام قائم ہو کہ جس کے بعد ترمیم وتنسیخ کے رسم بد کا خاتمہ ہوجائے۔ خدائی احکام وشرائع انسانی طبائع وخواہشات کے نتیجہ سے نجات پائین۔ چنانچہ ہوا اور ایسا ہوا کہ جس پر زمانے کے حوادثات اُمنڈ اُمنڈ کر آئے، کُفران وعُدوان، سرکشی وتمرّد کی گھٹائین سب طرف سے محیط ہوئین، کبھی ظاہری طاقت اُن کے فنا کرنیکے درپے ہوئین تو کبھی یونانی فلسفہ کے مقفّل دروازہ کھولے گئے تاکہ ان الٰہی علوم کو اپنی روانی مین بہالیجائے۔ لیکن چونکہ یہ تکمیل کسی دماغی اختراع کی رہین منت نہ تھی اور نہ ہی کسی ظاہری قوت وشوکت حشمت و دبدبہ کے ذریعہ سے اسکی ترویج ہوئی تھی بلکہ حقیقت مین یہ خدائی تکمیل تھی اور الٰہی قدرت وطاقت اُسکی نشر واشاعت کی ضامن ہوئی۔

ہمارے اس دعوی کی صداقت کیلئے صرف یہی دلیل کافی ہی کہ اس قانون کی روشنی نے ایک یتیم و بیکس، غریب ومفلس دنیاوی طاقتون سے تہی ایسے انسان کے ذریعہ ضلالت وگمراہی، سرکشی وتمرد کے جہرسٹ سے ظہور اجلال فرمایا کہ جس کیساتھہ نہ دنیا کی حشمت وطاقت کارفرما تھی اور نہ عظمت و وجاہت

سلطنت ہی اس کی حامی بلکہ شرق سے غرب تک اور جنوب سے شمال تک اسکی صدائے حق کی مخالفت کا ایک عام ہجوم ہوگیا سلطنتین اسکی مخالف،، قوتین اسکے مٹانے کے درپے۔ تاآنکہ عزیز و اقارب، اپنے اور رشتہ دار سب کے سب خون کے پیاسے ہوئے۔ لیکن چونکہ اس قانون کی ترویج کیلئے خدائی طاقت اور الٰہی رفعت ضامن تھی اسلئے اقصار عالم پر محیط ہوگیا۔ یہانتک کہ وہ وقت بھی آنکھون نے دیکھا اور کانون نے سُنا اور آج تاریخ کے صفحات پر ہم بھی زرّین حروف سے لکھا دیکھتے ہین کہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر عرفات کے میدان مین ایک لاکھ نفوس کے مجمع مین جو کہ اطراف عالم کے افراد پر حاوی تھا ایک پیکر حق و صداقت الٰہی احکام و شرائع کا حامل کھڑا ہوا اور اس قانون کی تکمیل کی بشارت کا اعلان کرتا ہے اور انعامات الٰہی کے اتمام کا مژدہ سُناتے ہوئے خدائی رضا و خوشنودی کا تمغۂ امتیاز لیتا ہوا ایک لاکھ کے مجمع سے اس الٰہی ودیعت کے پورا کرنیکا اقرار لیتا ہے۔

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔ (حق جل مجدہ)	آج کے دن مین نے تمھارے دین کو کامل کر دیا۔ اور اپنی انعامات تم پر ختم کر دئے اور تمھارے دین اسلام سے مین راضی ہوگیا۔

اس تمہید سے ہمارا مقصد صرف یہ ہی کہ روزہ بھی اسیطرح ہم سے پہلی اُمتون پر فرض ہوئے ہون گے۔ نہین نہین بلکہ ہوئے خدائی کتاب خود اس کی خبر دیرہی ہی، لیکن دیکھنا یہ ہے کہ انھون نے خدا کی امانت کی کیا کچھ قدر کی اور خدائی فرائض و واجبات کا کیا کچھ حشر کیا، کیا انہون نے الٰہی احکام کو اپنی خواہشات نفسانیہ کا آلہ تو نہین بنالیا۔ تحقیق تو اسی کی خبر دیتی ہے کہ انہون نے الٰہی احکامات کو مسخ کیا اس کے اندر ترمیم و تنسیخ کو نہ صرف جائز سمجھا بلکہ اپنا حق جانا اور جس طرح چاہا اس سے اپنا الو سیدھا کیا۔

لیکن اسلام نے جہان اصلی توحید کا مرقع عالم کے سامنے پیش کیا وہین تمام احکام و شرائع کی بھی خدائی تحدید کے تحت مین رکھتے ہوئے تعمیل کی، یہی وجہ ہے کہ نتیجہ اور ثمرہ سے بہرہ اندوز صرف مذہب اسلام کیا گیا۔ اسکی علۃ غائی اور اصل حقیقت سے بھی اسی قوم مسلم کو حصہ ملا۔ قال اللہ تعالیٰ

یاایہا الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون +	مسلمانو! تمپر بھی روزہ فرض کئے گئے جسطرح سے کہ تمسے پہلے لوگون پر فرض کئے گئے تھے۔ تاکہ تم پاکباز و متقی ہوجاؤ۔

دنیوی احکامات وتعزیرات کے نافذ کرنے کا اصل منشا کیا ہوتا ہے۔ اطاعت حاکم وانقیاد حکومت وسلطنت اور اندفاع شرارت وفسق دنیا کا قانون صرف انہیں اسباب کے ماتحت جاری ہوتا ہے کہ شر وفساد کا استیصال ہو اور صلح وامن کا رواج ہو۔

علیٰ ہذا فطرت کا تقاضا تہا کہ جسطرح عالم اجسام۔ دنیا ظاہری کے اندر قوانین واحکامات کا نفاذ اسکی اصلاح وبقا کے لئے لازمی چیز ہے، اسی طرح عالم روحانی کے لئے، خدائی شرائع واحکامات کا نفاذ ایک لابدی امر ہے۔ تاکہ سرکشی وتمرد اور عدوان وکفران کی وجہ سے، روحانی دنیا مین شر وفساد کا ظہور نہ ہو جاوے۔ اور جسطرح عالم ظاہر مین حکومت وسلطنت وقوت کی نافرمانی وسرکشی کی وجہ سے بُعد عن المراتب ہو کر باعث عتاب وعقاب سلطنت ہوتا ہے ظاہر ہے کہ عالم روحانی مین بھی یہ مراتب قائم ہون گے۔ انسانی ترکیب بہیمیت وملکیت کا مجموعہ ہے عصیان وکفران کیوجہ سے بہیمیت کا عنصر غلبہ پاتا ہے۔ اور ملکیت مین ضعف آتا چلا جاتا ہے۔ جون جون نافرمانی ومعاصی مین ترقی ہوگی ملکیت فنا کیطرف ترقی کرتی جاوے گی۔ تا آنکہ خدائی عتاب وعقاب کا سزاوار بنجاتا ہے۔ علیٰ ہذا انقیاد واطاعت اور فرمانبرداری کی وجہ سے قوائے شہوانیہ مغلوب اور ملکوتی صفات روز ترقی ہون گے، تا آنکہ بہیمیت کا خاتمہ ہو کر ملکیت کے آثار نمایان ہونے لگتے ہین۔

اور تقرب ونزدیکی کے وہ وہ مراتب علیا نصیب ہو جاتے ہین کہ جن تک تخیلات وتوہمات کی جولانی اور عقل وذکاوت کے پرواز نہ پہنچ سکے۔

فلا تعلم نفس ما اخفی لہم من قرۃ اعین جزاءً بما کانوا یعملون۔ (قال اللہ عز وجل)

یعنی کوئی نفس ناطقہ اسکی کنہ سے واقفیت نہین رکہہ سکتا کہ ان کو نیک اعمال کے بدلے مین مسرت بخش کیا کیا نعمتین مخفی رکھی گئی ہین۔

لا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر فی قلب بشر۔ (حدیث)

یعنی ان نعمتون کو جو کہ اعمال حسنہ کرنیوالونکو ملین گی نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی کا وہم وگمان وہان تک پہنچسکتا ہے۔

منجملہ انہین خدائی احکامات وقوانین کے کہ جن کی تعمیل وفرمانبرداری ایسے ایسے مراتب علیا پر پہنچاتی ہے ایک رمضان کا روزہ ہے جو پہلے لوگونپر بھی اگرچہ فرض کیا گیا ہے۔ لیکن خدائے قدیر اسکے نتیجہ اور

توشیحۃ الآحاد

تاریخ الخلفاء مین شیخ جلال الدین سیوطی نے علامہ ذہبی کا ایک خط نقل کیا ہی جسمین انہون نے ان افراد کے اسماء جمع کر دیئے ہین جو صحابہؓ و تابعین یا قرون مابعد مین کسی خاص صفتہ مین مشہور و ممتاز ہوئے ہین۔ مین نے ان اسماء کو ایک عربی قصیدہ مین جمع کر دیا ہی جسکو ہدیۂ ناظرین کرنا چاہتا ہون - یہ قصیدہ ادبی حیثیت سے بہت ہی ادنیٰ اور کم حیثیت ہی کیونکہ میرے پاس ادب کا کوئی معتد بہ سرمایہ نہین ہی لیکن مین اس قصیدہ کو ادبی حیثیت سے پیش کرنا بھی نہین چاہتا بلکہ صرف تاریخی حیثیت سی چنانچہ اپنے ادبی عیوب کی پردہ پوشی کیلئے ان افراد و آحاد امّت کی جن کے اسماء اس قصیدہ مین آ گئے ہین۔ مختصر مختصر سوانح بھی درج کر دی ہی۔ اشعار کا ترجمہ اُردو مین کر دیا ہی۔ تاکہ ایک تاریخی مضمون بجائے جو نثر کے بجائے نظم کے لباس مین ظاہر ہو۔ پس اُسکو ادیبون کی آنکھ سے نہ دیکھا جائے بلکہ مؤرخانہ نگاہون سے۔ ھذا

آحاد اُمّت

یامن ھدی قلبی لنظم قلائد ۔ یاقوت والعقیان والمرجان

اے وہ ذات کہ جسنے میرے قلب کو یاقوت و مرجان اور خالص سونیکی ہار بنانیکی ہدایت کی اور توفیق دی

اعنی بھا اعلام من فاق الوریٰ ۔ فمضی الدھور وما لھم من ثان

میری مراد ان در و جواہر سے ان لوگون کے اسماء ہین جو ساری خلقت پر فوقیت لیگئے پس قرن گذر گئے اور انکا ثانی کوئی نہ پیدا ہوا

من کان فرد زمانہ فی فنہ ۔ سمیتہ فیھا بنظم بیان

وہ جو اپنے زمانہ مین اپنے فن مین یکتا گذرا سو مین نے اُسکو اس منظوم بیان مین نام دار بیان کر دیا ہی

یسّر مرادی لی فانت میسّرٌ ۔ کل الصعاب عززت یا رحمانی

اے سی ہدایت دینے والے میری مراد کو آسان فرما کہ تو ہی تمام مشکلونکو آسان فرمانیوالا ہی۔ اور اے میرے رحمان تو ہی غالب ہے۔

سرد السیوطی حبرنا واجلنا　　　ھو ذو جلال الدین والایمان

سیوطی نے سلسلہ نسب بیان کیا جو ہمارے زبردست علما میں سے ہیں اور ہمارے اکابر میں سے تھے جو دین وایمان جلالۃ وبزرگی رکھتے ہیں

ولقد رآھا الشیخ فی خط من الذ　　　ھبی ذی الاحسان والاتقان

ان ناموں کو شیخ سیوطی نے علامہ ذہبی کے　　(جو احسان واتقان والے ہیں)　　ایک خط میں دیکھا ہے

واذا تسلسلت الروایۃ بالسند　　　فاسمع اذن یامن لہ الاذنان

اور جبکہ روایۃ سند کے لحاظ سے مسلسل ہوگئی　　تو اب وہ شخص سنے جس کے دو کان ہیں کر

قد کان نسابًا ابوبکر خلیفۃ　　　مسلمین فجاء فرداوان

ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ مسلمانوں کے خلیفہ اول بہت بڑے نسب دان تھے اور اسلیے اس فن نسب میں اپنے زمانہ کے یکتا ماکئی

۵۸ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کی مشہور صفۃ احادیث میں رحمۃ ہی آپکو ارحم امت فرمایا گیا ہی اُن کے تمام کمالی صفات میں سے اعلی صفۃ یہی ہی کہ ارحم امتی بامتی ابوبکر اور تمام مخلوقات میں بعد انبیا علیہم السلام کے ان کے افضل ہونے کیلئے یہی ایک صفۃ رحمۃ کافی ہو سہے کیونکہ اللہ کی وہ صفۃ جس سے عالم کی تربیۃ متعلق ہی صفۃ رحمۃ ہے اسی لئے اسم ذات اللہ کے بعد رحمٰن کا درجہ قرآن نے رکھا ہی۔ اللہ کی یہی مربی صفۃ جب سینہ نبوی میں منعکس ہوئی تو آپ کا لقب رحمۃ للعالمین رحمۃ مھداۃ ہوگیا اور آپ کے واسطہ سے یہی صفۃ رحمۃ جب سینہ صدیقی میں جلوہ فرما ہوئی تو انکا مبارک لقب ارحم امۃ قرار پایا اور یہی صفۃ تمام صفات کمالیہ میں مقدم ہی گویا سارے کمالات اسی کے تحت میں ہیں حتی کہ غضب باری بھی اسی کے نیچے ہی۔ ان رحمتی سبقت غضبی (میری رحمۃ میرے غضب پر سابق ہی) کیونکہ عالم کی پرورش اور اس کا ابقار بغیر رحمۃ کے ناممکن ہی جو سارے عالم کا رب ہے اس کیلئے رحمۃ ضروری تھی جو سارے عالم کا نبی ہی اس کیلئے صفۃ رحمۃ لازمی تھی اور جو سارے عالم میں انبیاء کے بعد خیر الخلائق خلیفہ ہوا سکیلئے بھی رحمۃ ضروری تھی۔ پس صدیق اکبر کی خصوصی صفات میں سے رحمۃ ہی اک ایسی صفۃ تھی جو تمام دینی کمالات کے ظہور کا سرچشمہ ہی لیکن جسطرح وہ ان فضائل وکمالات دینی میں فائق تھے اسیطرح معاشرت دنیا کے علوم میں بھی بعض ایسے فنون میں یکتا تھے جو مظاہر عباد وزہاد کے قبضہ میں نہیں آسکتے جیسے نسب ناموں کا محفوظ ہونا۔ صدیق اکبر کی یہ بھی خصوصیت تھی کہ آپ اک زبردست نساب تھے۔ آپ کو قبائل اور خاندانوں کے نسب نامے محفوظ تھے۔ محدثین کے یہاں فن رجال جتنا حفظ آزما ہی اس سے کہیں زیادہ انساب کی م

واشدهم فی الله مدة عمره — هو ابن خطاب الجلیل الشان

اور تمام عمر فاروق اعظم جلیل الشان اللہ کی شریعت مین شدید رہے اور شدة کیساتہہ دین کو قائم فرمایا

وحیاء اصدقهم هو العثمان ذو النـ — ـورین والایمان و الاحسان

اور حیار کے اعتبار سے سب سے زیادہ صادق الحیار حضرت عثمان ذی النورین اور ذی الایمان اور ذی الاحسان رضی اللہ عنہ ہین

وقضاء اقضاهم علی هازم الـ — ـکفار والکفران والنکران

قضا و فیصلہ کے حق مین سب سے زیادہ فیصلہ کن حضرت علی تھے جنہون نے کفار کو اور کفران الٰہی کو اور برائیون کو شکست دی

؏ فاروق اعظم کی صفت حدیث میں آئی واشدهم فی امر الله عمر اللہ کے دین کے بارے مین نہایت قوی و شدید تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا تھی کہ اے اللہ دین کو دو مین سے کسی ایک کے اسلام سے قوة دے یا ابوجہل سے یا عمر سے سو آپ کی دعا حضرت عمر کے بارہ مین قبول ہوئی اور ۳۹ مسلمانون کے بعد چالیسوان عدد ان سے پورا ہوا۔ اسلام لاتے ہی انہون نے بیت اللہ کی چھت پر کھڑے ہو کر اسوقت اپنے اسلام کا اعلان کیا جبکہ معدودے چند مسلمان چھپ کر اسلامی فرائض ادا کرتے تھے اور اسی دن سے اسلامی قوة و شوکتہ کا دور شروع ہوتا ہے امر الٰہی مین اسی قوة کی بدولت اُن کا خطاب فاروق ہوا کیونکہ ان کی شدة سے حق و باطل الگ الگ نمایان ہوگئے۔ واقعہ فیل کے تیرہ برس بعد پیدا ہوئے اور ۲۳ھ مین ۲۶ ذی الحجہ کو وفات پائی۔ رضی اللہ عنہ ۱۲ ؏ حدیث مین آپ کی شان فرمائی گئی ہے اصدقہم حیاء عثمان۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے ایک ٹانگ دراز تھی اور لنگی کچھ گھٹنے سے اوپر ہوگئی تھی۔ صدیق اکبر نے حاضری کی اجازت طلب کی تو اجازت ہوگئی وہ داخل ہوئے اور آپ اسیطرح بیٹھے رہے پھر فاروق اعظم اسی طرح اجازت سے اندر حاضر ہوئے اور آپ اسیطرح بیٹھے رہے یہانتک کہ ذی النورین رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی تو آپ نے فوراً لنگی کو درست فرمایا اور ٹانگ کھینچ لی اور فرمایا کہ جیسے ستیر حیاء و حجاب الاٰ گیا آپکی ممتاز صفت ہے اصدق الناس حدیث مین آئی ہے واقدی کہتے ہین کہ جمعہ کے دن شہید ہوئے ۲۸ ذی الحجہ ۳۵ھ مین وفات پائی ہے ۱۲ ؏ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قوة فیصلہ مشہور ہے۔ آپ اسلام مین سب سے بڑے قاضی ہوئے ہین حتی کہ آپ کی امتیازی صفت ہے اقضی الناس حدیث مین فرمائی گئی خود حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یمن بھیجنے کا ارادہ فرمایا مینے عرض کیا کہ حضرت لوگ مجھسے اپنے جھگڑون مین فیصلے چاہینگے اور مین قضا و فیصلہ سے قطعاً ناواقف ہون۔ فرمایا قریب ہو۔ مین حضور کے قریب ہوگیا۔ آپنے میرے سینے پر دست مبارک مارا اور فرمایا اللّٰہم ثبت لسانہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دار العلوم دیوبند کی امداد ضروری ہے

ارشاد امام المحدثین حضرت مولانا عبد العلی صاحب محدث دہلوی صدر مدرس مدرسہ عبد الرب مرحوم دہلی شاگرد خاص حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قدس اللہ سرہٗ بانی دار العلوم دیوبند

الحمد للہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونستغفرہٗ ونومن بہ ونتوکل علیہ اما بعد واضح رائے عالی ہو کہ دیوبند کی خبریں مجھے پہنچتی ہیں۔ میرے نزدیک جو شورش کر رہے ہیں وہ محسن کش ہیں خیر خواہان اسلام کی خدمت میں التماس ہے کہ اس شورش کیوجہ سے مدرسہ کی امداد میں کوتاہی نکریں۔ یہ قاعدہ ہے کہ جو باختیار آدمی ہوتے ہیں۔ اُن کی نسبت لوگ گستاخانہ کلمات بولا کرتے ہیں۔ جب نبی علیہ السلام کو نہیں چھوڑا تو ان حضرات کی کیا حقیقت ہے۔

خیر خواہ اسلام بندہ عبد العلی عفی عنہٗ

مدرس اول مدرسہ مولوی عبد الرب صاحب مرحوم دہلی

حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب سرپرست دار العلوم کا ارشاد

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ

کشف حقیقت از احقر اشرف علی تھانوی

جملہ حضرات اہل اسلام کیخدمت میں بعد سلام مسنون عرض ہے کہ دار العلوم دیوبند کے متعلق دو سال سے انواع فتن برپا ہیں اور ناعاقبت اندیشوں کیطرف سے طرح طرح سے دار العلوم کو

بدنام کرنے کی کوشش کیجا رہی ہے چونکہ اس فتنہ مین بعض اہل علم اور مشہور مدرسین دارالعلوم بھی شریک
ہین جن کی ساتھہ مدت تک لوگون کو حسن ظن رہا ہے اس وجہ سے بہت زیادہ ممکن ہے کہ دور دراز
کے لوگ اشتباہ مین پڑ کر یہ سمجھنے لگین کہ واقعی دارالعلوم کے اندایسی خرابیان پیدا ہوگئی ہین جنکے
سبب یہ قدیم خیر خواہان مدرسہ الگ ہو کر مخالفت پر کمربستہ ہوگئے اسوجہ سے مین اپنے **ذاتی علم**
اور تحقیق کی بنا پر مسلمانون کو مطلع کرنا چاہتا ہون کہ دارالعلوم باعتبار نظم ونسق اور تعلیمی حالت
کے اپنی قدیمی رفتار پر چل رہا ہے اور اسوقت ایک کافی تعداد اہل علم کی جن پر مدرسہ کی حسن تعلیم
کا مدار ہے موجود ہے یہ حضرات علمی قابلیت مین مشہور ہین دنیا مین انسانی کاروبار کوئی بھی ایسا
نہین جسمین نقصان نہو اور اصلاح سے مستغنی ہو دارالعلوم مین بھی جن اصلاحون کی ضرورت ہے
وہ اصلاحین کیگئین اور برابر کیجا رہی ہین اور کی بھی جائینگی اس مدة مین کئی بار جلسہ شوریٰ
ہوا اور اصلاحی امور کی اصلاح کی گئی اور برابر کیجائے گی۔ جو لوگ مدرسہ کے خلاف کوشش
کر رہے ہین ان کے طرز عمل سے صاف ظاہر ہے کہ ان کی غرض کوئی اصلاح نہین ہے بلکہ بعض اغراض
نفسانیہ کی بنا پر محض اس دینی درسگاہ کو نقصان پہنچانا ہے جو اسلام اور مسلمانون کیلئے جس درجہ
مضر ہے اس کا اندازہ نہین کیا جا سکتا۔ اس لئے کہ طبعی اثر اس طرز کا تخریب مدرسہ ہے
گو حق تعالیٰ کی حفاظت سے اُمید ہے کہ ایسا ہو گا نہین مگر جہان دین کی حفاظت کا وعدہ ہے
ساتھہ ہی اس کے حفاظت کی تدبیر کرنے کا بندون کو بھی امر ہے اسوجہ سے اہل خیر کیخدمات مین
عرض ہے کہ جو حضرات مدرسہ کی خدمت اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور احیاء سُنّت اور ابقاء اسلام کیلئے
فرماتے ہین وہ نہایت اطمینان سے مدرسہ کی خدمت مین مصروف ہین اور ان خارجی امور سے
متاثر نہون بلکہ پہلے سے زیادہ توجہ فرمائین۔ کسی چلتے ہوئے کام کو نقصان پہنچا دینا
سہل ہے اور پھر نقصان کا تدارک دشوار ہوجاتا ہے۔ یہ بھی سُنا گیا ہے کہ شوریدہ سر طلبہ اور جو
مدرسین مدرسہ سے علیحدہ کئے گئے ہین وہ دیوبند مین جدید مدرسہ قائم کرنے کے خیال مین ہین
اور ملک مین چندہ کی تحریک کیلئے گئے اور جا رہے ہین۔ اسوجہ سے چندہ دہندون کو غلطی ہو

وہ جس کو چندہ دین سمجھکر دین کہ کہان دینا چاہتی ہین۔ یہ وقت بڑے ابتلا، وامتحان اور احتیاط کا ہی مسلمانون کو اسوقت بہت زیادہ غور وفکر سے کام لینا چاہیئے۔ جب تک خود اپنا اطمینان نکرلین نہ کوئی رائے قائم فرمائین اور نہ کوئی عملی حصہ لین۔ کم سے کم جن صاحبون کو بندہ پر اطمینان ہے ان کو چاہیئے کہ جسطرح بندہ کو مدرسہ کی تعلیمی حالت اور موجودہ نظم سے اطمینان ہے۔ اسی قدر اطمینان کیساتھ وہ بھی مدرسہ کی پہلے سے زیادہ ہر طرح سے مدد فرمائین۔

احقر نے خیر خواہی سے مسلمانون کو مدرسہ کی بقا، مین حصہ لینے کا اور (خدانخواستہ) اسکی فنا، کے وبال مین شریک نہونے کا طریقہ بتلا دیا ہی۔ آئندہ ہر شخص اپنے دین کا نفع و ضرر دیکھ لے خدا کو اور خدا کے دین کو کسی کی احتیاج نہین۔ یہ اُن کا احسان ہے کہ کسی کو خدمت دین کی سعادت عطا فرما دین۔ والسلام قالہ بفمہ وامر برقمہ وصححہ بقلمہ اشرفعلی مقام تھانہ بھون

اول شعبان المعظم ۱۳۴۶ھ

شیخ الحدیث حضرت مولانا حسین احمد صاحب مہاجر مدنی جانشین حضرت شیخ الہند وصدر المدرسین دار العلوم دیوبند کا ارشاد

آج بد قسمتی سے تمام ملک ہندوستان مین دار العلوم دیوبند اور اس کی منتظمہ کمیٹی کے خلاف ایک مہلک اور گمراہ کن پروپگنڈا پھیلا ہوا ہے وہ دائرہ اہتمام جس نے تقریباً بیس برس سے زیادہ مدت تک قطب العالم حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوھی قدس اللہ سرہ العزیز کے مقدس ہاتھون سے اہتمام کی باگ حاصل کرکے ہر شعبہ مین کھُلی کھُلی ایسی کامیابیان دکھلا دین جنکی تہائی یا چوتھائی بھی کوئی اسلامی اور مذہبی جماعت پیش نہین کر سکتی۔ اس سے بدظنی اور بے اعتمادی کی مسموم آندھی ہر طرف چلائی جارہی ہی۔ یہ زہریلا پروپگنڈا اگرچہ کئی سال سے موجود ہی مگر پبلک کے

سامنے اس نے تقریباً ایک سال سے جنم لیا ہی۔ اسکے علمبردار اشخاص روزافزون تگ و پو کرتے ہوئے ہر ناجائز اور شرمناک شعلہائے آتشین سے اس خرمن مذہبی کو خاکستر کر دینے کی عملی کوششین کر رہی ہین۔ بیرونی اشخاص اور اخبارات کے دیکھنے والے حضرات گمان کرتے ہین کہ مذکورہ بالا پروپگنڈا پروپگنڈا نہین ہی بلکہ واقعیت اور صداقت کا ارگن ہی اور اس کے علمبردار قومی ریفارمر اور ہمدردی قوم و مذہب کی بیچین کرنیوالی تڑپ رکھنے والے ہین۔ کاش ایسا ہوتا تو آج یہ بدنصیب دن دیکھنے نہ پڑتے۔ افسوس سے کہنا پڑتا ہی کہ یہان اخلاص اور سچائی کوسون کوس تک وجود نہین رکھتی۔ چند مختلف سازشین اور خود غرضیان اصلاح کی خوبصورت اور خوشنما جامہ کو پہنکر کودپڑی ہین اور صدائے ہل من مبارز بلند کر رہی ہین۔ انہون نے ہی چند مشہور اور مقدس ہستیونکو اپنی چرب زبانی کے سحر اور جان توڑ کوششون کے دام تزویر مین مقید کر دیا ہی (جس کی کچھ نہ کچھ تفصیل انشاء اللہ مین عنقریب شائع کرونگا کیونکہ مجھہ سے بذریعہ تحریر وغیرہ پوچھا جا رہا ہی) اور ان بھولے بھالے صاف دل پاکیزہ ہستیون کی آڑ مین ہر قسم کا شکار کھیل رہے ہین۔

مین اسوقت ان حضرات کو جنکو مجھہ پر کچھ بھی اعتماد ہی یہ بتلا دینا چاہتا ہون کہ وہ اپنی اس اکیلی اور خالص مذہبی درسگاہ اور اسکی منتظمہ جماعت کو اب بھی اسیطرح خادم مذہب اور قوم یقین کرین جسطرح وہ اسکو اسکی پیدائش یعنی ۱۲۸۳ھ سے یقین کرتے چلے آرہی ہین۔ دائرہ اہتمام اور اس کے کارکن حضرات آج بھی اسیطرح قابل وثوق واعتماد ہین جسطرح وہ بزمانہ حضرت مولانا گنگوہیؒ اور حضرت مولانا شیخ الہند قدس اللہ اسرارہما تھے اور جس کی بناء پر انہونے ملک کیلئے ہزارون مذہبی خدام اور جناب رسالتمآب علیہ السلام کے سچے جانشین پیدا کر دیئے۔ آج بھی تمام شعبے بدستور سابق بڑے پیمانہ پر تعلیمی خدمات انجام دے رہی ہین۔ موجودہ خلفشارات اور انکے گندہ بیانات نہ پوری صداقت رکھتے ہین اور نہ قابل التفات ہین۔ بجنۃ الاتحاد چند خارج شدہ اور غیر خارج شدہ ان طلباء کی جماعت ہی جنکو تعلیم وتعلم سے نہ دلچسپی ہی۔ اور نہ ان مین

عاقبت اندیشی اور تجربہ کاری کا کوئی معتد بہ حصہ ہو۔ ان کو ابھانیوالے اور ہم نوا حضرات بھی چند خود غرض اور سازشی حضرات ہیں جن کی انتہائی کوششیں دار العلوم کی اینٹ سے اینٹ بجا دینا ہی اور بس۔ انتقامی خیالات اور ذاتی منافع نے بہتوں کی قوت فکریہ کو ماؤف بنا دیا ہے اگرچہ ایک جماعت سادہ لوحوں کی بھی ہاں میں ہاں ملانے والی بغیر فکر و غور ان کیساتھ ہوگئی ہے۔

لہٰذا میں پرزور الفاظ میں تمام مسلمانوں اور مسلم پریس سے اپیل کرتا ہوں کہ دار العلوم کی اعانت و امداد میں پوری دلچسپی نہ صرف مثل سابق لیں بلکہ اس سے زیادہ توجہ فرمائیں اور مخالفان اسلام اور دشمنان اہل سنت والجماعت کی سازشوں کو کامیاب نہ ہونے دیں اصلاحات ضروریہ سے مجلس شوریٰ اور جناب سرپرست صاحب دام مجدہم غافل نہیں ہیں۔ والسلام

محررہ ۲۳ رشعبان المعظم ۱۳۴۶ھ از کلکتہ

ننگ اکابر حسین احمد غفرلہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب

اوستاذ حدیث دار العلوم کا ارشاد

الحمد للہ کہ دار العلوم دیوبند جس طرز و رفتار پر اپنے مقدس سرپرست حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس اللہ سرہٗ اور حضرت مولانا شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں چل رہا تھا اسی طرح اب بھی جاری ہے۔ اور جن حضرات کے ہاتھ میں اسوقت اہتمام و انتظام جس طریقے اور حیثیت پر تھا اسی پر اب بھی بدستور ہے۔ اور ان حضرات کی للّٰہیت اور شب و روز کی مصروفیت و جانفشانی سے حق تعالیٰ نے جو ترقی عطا فرمائی وہ مشاہد اور مشہور ہے۔ کوئی ایسا تغیر جو اہل دین کے لئے موجب وحشت ہو اب نہیں ہوگیا۔ جن حضرات نے

یکسوئی اختیار فرمائی انہون نے بقائے مدرسہ کی مصالح پر توجہ نہین کی۔

معمولی چیزونکو مبالغہ سے بڑھاکر یا بالکل بے حقیقت الزام ایجاد کرکے ظلم واستبداد کے ہیبت ناک افسانے جو لوگ اخبارون مین شائع کرتے ہین وہ منتظمین کو بدنام کرنے کی سعی مین دارالعلوم کو برباد کررہی ہین ایسی حالت مین دارالعلوم پہلے سے زیادہ اہل اسلام کی قلبی توجہ اور ہمدردی اور مالی امداد کا محتاج و مستحق ہی۔ احقر اس کی خدمت کو وسیلہ سعادت اور ذخیرہ آخرت سمجھتا ہی۔ اور تمام عمر خدمت کا ارادہ کرلیا ہی۔

عام اہل اسلام اور اپنے مخلص عزیزون اور بزرگ دوستون سی دارالعلوم کی مالی امداد و اعانت کی استدعا کرتا ہے اور یقین دلاتا ہی کہ آپ کا مال بیجا اور بے موقع صرف نہ ہوگا۔ واللہ الموفق والمعین۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

کتبہ الفقیر

سید اصغر حسین حسنی حنفی دیوبندی عفا اللہ عنہ مدرس دارالعلوم دیوبند

(۴ رمضان المبارک سنہ ۱۳۴۶ھ)

مطبوعہ مطبع قاسمی دیوبند

مندرجہ ذیل علمی و تاریخی کتب پر ۱۵ رمضان المبارک سے ۱۵ شوال المکرم ۱۳۴۶ھ تک خاص رعایت

نام کتاب	قیمت اصلی	قیمت رعایتی
المامون۔ مصنفہ علامہ شبلی	عہ ۸/	عہ ۴/
الہارون۔ مصنفہ علامہ شبلی	عہ ۸/	عہ ۴/
سرمایہ زبان اُردو۔ کامل	ع ۸/	عا/
اُردوی معلی کامل۔	عہ ۱؍۲/	عہ ۴/
تذکرہ احرار اسلام۔	۱۲/	۸/
لب مثنوی۔ دفتر ششم مثنوی مولانا روم کے ابتدائی حصہ کی شرح	۶/	۵/
علمائے سلف۔ متقدمین علماء کے تاریخی حالات مصنفہ مولانا حبیب الرحمن صاحب شروانی مجلد۔	عہ ۴/	عہ/
موازنہ انیس و دبیر۔	ہے ۸/	عا ۴/
شعر العجم کامل پانچوں حصے	ہیو ۴/	ہے ۳/
بوئے گل علامہ شبلی کے غزلیات کا مجموعہ	۴/	۳/
حیات جامی مولانا جامی کی مفصل سوانح	۸/	۶/
حیات خضر مصنفہ مولانا اصغر حسین صاحب	۴/	۳/

نام کتاب	قیمت اصلی	قیمت رعایتی
مولوی معنوی مصنفہ حضرت مولانا اصغر حسین صاحب	۵/	۴/
مجاہدین مراقش لکھوکھا ہسپانی عساکر کی جہد حریت	عہ ۸/	عہ/
صدیق اکبر مصنفہ خواجہ عباد اللہ صاحب	عہ ۸/	عہ ۴/
سوانح امام بخاری حضرت امام کی معتبر سوانح	۸/	۶/
اورنگ زیب عالمگیر پر ایک نظر	۸/	۶/
تذکرۃ الاولیاء۔ اردو کلاں	ع/	عہ ۱۰/
سیرۃ النعمان مصنفہ علامہ شبلی	عہ ۸/	عہ ۲/
الغزالی از علامہ شبلی	ع/	عہ ۸/
مقالات شبلی۔	عا/	عہ ۱۰/
قصص الانبیاء اردو کلاں	ع ۸/	ع/
ایضاً خورد ٹائیٹل دیدہ زیب خوبصورت	عہ ۴/	عہ/
مثنوی مولانا روم کامل	مہ/	للعہ/
بیان الامراء ترجمہ اُردو تاریخ الخلفاء۔	ع/	عمہ ۸/

القاسم

دور جدید

جلد ۳ ذیقعدہ ۱۳۴۶ھ نمبر ۱۱

مرکز العلوم الاسلامیہ جامعۂ قاسمیہ دار العلوم دیوبند کا ماہوار دینی و علمی رسالہ

زیر ادارت

فخر الہند حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب ناظم ثانی جامعۂ قاسمیہ

باہتمام

خاکسار طاہر بن احمد القاسمی نائب المدیر

مطبع قاسمی دیوبند میں طبع ہو کر

دفتر القاسم دار العلوم دیوبند سے شائع ہوا

قیمت سالانہ عہ روپیہ آٹھ آنہ مع محصول ڈاک

فی پرچہ ۔۔۔ ۳ر

فہرست مضامین رسالہ القاسم ماہ ذی قعدہ ۱۳۴۶ھ

بیادگار حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قدس اللہ سرہ

بانی دار العلوم دیوبند

بسرپرستی

قدوۃ الانام حضرت مولانا الشاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی و حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب صدر مہتمم و حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی و دیگر مقدس و مقتدر علمائے دیوبند سے

شائع ہوتا ہے

تصحیح اتمام الکلام فی تحقیق حکومۃ الاسلام، درحقیقت مولانا حبیب احمد صاحب کیرانوی کا مضمون ہی غلطی سے مولانا ظفر احمد صاحب کے نام سے شائع ہوگیا ہے اس غلطی پر ہم مولانا سے عفو خواہ ہیں،، ناظرین تصحیح فرمالیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایک گران بہا علمی بشارت

القاسم کا شاندار دار العلوم نمبر

تاریخ اشاعت ۱۵ محرم الحرام ۱۳۴۷ھ

العلوم دیوبند نے ۶۴ سال مین اپنی لگاتار روحانی برکتون کیساتھ جو ترقی کی ہے اور اس کے
لات واخلاف نے جس طرح اپنے خون پسینون سے اس کی آب یاری کی ہے اسکو دیکھتے ہوئے
ے عرصہ سے سخت ضرورت محسوس ہو رہی تھی کہ (۱) اسکے کارنامون کو روشن ترتیب
ساتھہ یکجائی طور پر پیش کیا جائے (۲) اکابر مرحومین کے تذکرون سے ایمان مین تازگی پیدا
ئے (۳) دار العلوم کی خدمات سابقہ وحالیہ سے مسلمانون کو مطمئن کیا جائے ہر چند کہ مین اپنے
یف شانون کو اس قابل نہ پاتا تہا کہ اتنے بڑے بار کو اوپر لیلون لیکن جس رب ودود نے مجھے
محرم الحرام سنہ ۱۳۴۴ھ کو یہ توفیق بخشی تھی کہ مین دار العلوم مین اسباب اشاعت کی دشواریون کو
ولت سے بدل دون یعنی اس کے فیوض وبرکات کے دریا کو القاسم کے ذریعہ بہا دون اور جس
ائے قدوس نے مجھے ۱۵ نومبر سنہ ۱۹۲۷ء کو یہ توفیق عطا فرمائی کہ مین الانصار کا اجرا کرکے اپنے
ابر سے خراج تحسین وصول کردن اسی خدائے قادر وتوانا نے اب مجھے اس کی توفیق بخشی
ہے کہ مین دار العلوم کی مختصر چونسٹھ سالہ تاریخ مختصراً یکجا پیش کر دون اور اس کی بڑہتی ہوئی شہرت

کا نقشہ پیش کروں اور اس کے ساتھ ہی ان حامیان دار العلوم کو جنہوں نے اپنی گاڑھی کمائی سے چشمۂ فیض نبوت کی آبیاری کی ہے فوٹو کے ذریعہ سے دار العلوم کی چند عمارات بھی دکھلاؤں جسمیں چوبیس گھنٹہ اللہ اور اُس کے رسول کے ارشادات کو دھرایا جاتا ہے اور اس کے علوم کی حفاظتی تدابیر عمل میں لائی جاتی ہیں۔ اور جو حقیقۃً نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃٌ لیتفقھوا فی الدین والی جماعت کا ہندوستان میں تیار کرنیوالا تنہا ایک مدرسہ ہے اسی کے ساتھ میں چاہتا ہوں کہ خصوصیت سے میں ان تین مقدس فرشتہ خصلت اکابر مرحومین کے مزارات کے نشانات کو بھی فوٹو کے ذریعہ دکھلاؤں جنہوں نے دیوبند کے اس چشمۂ روحانی کی حفاظت میں اپنی زندگیاں وقف کیں اور آج وہ دار الخلد کی لازوال نعمتوں کے حصول کے انتظار میں تہ خاک آرام فرما رہے ہیں مجھے اس مخصوص نمبر کی اشاعت سے باللہ العظیم تجارت مقصود نہیں ہے کیونکہ تجارت کے لئے میرا کتب خانہ قاسمی مجھے بہت کافی ہے۔ میری تمنا یہ ہے کہ اصحاب خیر ایسے وقت میں اس مخصوص نمبر کی اشاعت کو دار العلوم کی حفاظت و صیانت کیلئے واحد ذریعہ سمجھکر بکثرت ہندوستان کے اطراف و جوانب میں تقسیم کرائیں اس نمبر میں دار العلوم پر جو طرح طرح کے حملے کئے جارہے ہیں ان کا جواب ترکی بترکی تو نہ دیا جائے گا لیکن حسنات و خدمات کے اظہار سے ہی اُن تمام اعتراضات کا جواب ہو جائیگا اور شکوک و شبہات کا ازالہ ہو جائیگا جن کو چند نا عاقبت اندیش بیان کر کے دار العلوم کی نیک شہرت پر دھبہ لگا رہے ہیں اور میرے خیال میں غلط فہمی کے ازالہ کے لئے مشاہدہ خدمات سے بڑھکر کوئی صورت بھی نہیں ہے۔

دار العلوم نمبر میں بڑے بڑے علماء و مشاہیر ہندوستان مثل حضرت مولانا اشرف علی صاحب و حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب و حضرت مولانا حسین احمد صاحب و حضرت مولانا اصغر حسین صاحب و حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب و جناب مولانا احمد سعید صاحب دہلوی و مولانا سید مناظر احسن صاحب و حضرت مولانا مرتضیٰ حسن صاحب و دیگر اعیان امت کے خاص خاص مضامین کے درج ہونے کی کامل اور کافی توقع ہے۔

جناب مولانا محمد طیب صاحب دیوبندی و مولانا محمد شفیع صاحب دیوبندی و مولانا احمد علی صاحب لاہوری کو جو جہاز مقدس کے سفر میں آجکل تعلق باللہ کے قوی کرنے میں دن رات مصروف ہیں اور لبیک اللھم لبیک کی صداؤں سے ہر دم مالک حقیقی کے آستانہ پر

سربسجود ہونگی اُن کو بھی بڑی شد و مد سے لکھا گیا ہے کہ وہ ان کیفیات لطیفہ نورانیہ کو جس نے ان کے قلوب کو منور کیا ہے الفاظ کے سانچہ مین ڈھالکر فوراً بھیجدین تاکہ ناظرین القاسم کی روحانی ضیافت کا کچھ نہ کچھ حق ادا ہو سکے ۔ امید کامل ہے کہ سفر حجاز کے حالات نہایت دلچسپ ہون گے ۔

انشاء اللہ یہ نمبر دارالعلوم کی اہمیت اور اس کی خصوصیات کے اظہار مین اگر قاصر و عاجز رہا تو اپنی نوعیت مین ایک ہی نمبر ہوگا ۔

اس نمبر کے مبارک ہونیکی ایک قدرتی تائید

یہ کسقدر عجیب قدرتی تائید ہے کہ جس تاریخ کو (یعنی ۱۵ ار محرم ۱۳۴۷ھ) کو یہ دارالعلوم نمبر شائع ہوگا یہ وہ ہی مبارک تاریخ ہے جس مین آج سے ۶۴ سال پہلے دارالعلوم کی بنا ڈالیگئی اور ٹھیک ۱۵ ار محرم ۱۳۴۲ھ کی اسی تاریخ مین القاسم دور جدید کا آغاز ہوا ۔ آخر مین مین اپنی غلطیون اور لغزشون کا اعتراف کرتے ہوئے اپنی دعا مین اپنے سب ناظرین کو شریک کر کے یہ کہتا ہون کہ اے خدائے عزیز و قدیر اگر دارالعلوم کیخدمت کا سچا جذبہ ہم مین موجود ہے اور ہم ہمیشہ دارالعلوم کی خدمت اعانت و نصرت ہی کی تمنا رکھتے ہین تو اپنے ملائکہ سائل کو حکم دے کہ وہ دارالعلوم کے سچے خادمون کا ہاتھ بٹانے کیلئے تیار ہو جائین اور ہمارے کمزور اخلاص ضعیف ایثار مین ہماری ہمت بندھا کر اسی قوی فرمادین ۔

خاکسار

طاہر بن احمد القاسمی

ضروری اطلاع

القاسم کے دارالعلوم دیوبند نمبر مین چونکہ مشاہیر علماء و اہل تحریر حضرات کے مضامین ہون گے اور دارالعلوم کی بعض شاندار عمارات کے فوٹو بھی دئے جاوین گے اس لئے غالب توقع ہے کہ اس کا حجم چار پانچ جزسے کم نہوگا ۔ اور قیمت بھی آٹھ آنے ہوگی ۔ لہذا مستقل خریداران القاسم سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ براہ کرم القاسم جلد ۱۳۴۷ھ کا سالانہ چندہ ۲۵ ر ذی الحجہ ۱۳۴۶ھ تک ضرور بالضرور ارسال فرمادین اس مین ہمارا ایک فائدہ ہے اور آپ کے دو فائدہ ہین ۔ ہمارا فائدہ تو یہ ہے کہ ہم کو مشکلات مین قدرے سہولت ہو جائے گی اور آپ کا ایک بڑا فائدہ تو یہ ہے

کہ یہ خوشنما نمبر حسب معمول آپ کے پاس بلا کسی جدید مطالبہ کے ٹھیک وقت پر پہنچیگا۔ اور دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اگر آپ دی پی کے ذریعہ سے القاسم وصول فرمائین گے تو آپ کو ۴ر فیس منی آرڈر کے علاوہ ۲ر فیس دی پی بھی دینی پڑے گی اور مجموعہ صرف ۱۲؍ ہوگا +

چونکہ القاسم کا دارالعلوم نمبر اپنی گوناگون معنوی وصوری خصوصیات کے اعتبار سے ایک انوکھی صورت اختیار کرلیگا۔ اس لئے احباب اور دوستون عزیزون اور رشتہ دارون مین تقسیم کرنے کا یہ نادر تحفہ ہوگا۔

امید کہ ناظرین القاسم اس علمی تحفہ کو کثیر مقدار مین خرید فرماکر احباب مین تقسیم فرمائینگے جو لوگ ماہ محرم الحرام ۱۳۴۷ھ سے جدید خریدار بنین گے اور ۱۲؍ بذریعہ منی آرڈر ارسال فرمائین گے اُن کی خدمت مین گویا دارالعلوم نمبر مفت ارسال ہوگا +

اور جو لوگ خریدار نہون گے ان کی خدمت مین آٹھ آنے کے ٹکٹ وصول ہونے پر دارالعلوم نمبر ارسال ہوگا۔

تاجران کتب واخبارون کے ایجنٹ

صاحبان کو چاہیئے کہ وہ اس خوشنما اور دیدہ زیب علمی تاریخی دارالعلوم نمبر کا کثیر مقدار مین سوال کرین۔ حالہ طے ہوجانے کی صورت مین چوتھائی قیمت پیشگی آجانے پر خاص رعایت اور بڑی کفایت سے ان کو یہ نمبر بھیجا جائے گا۔

اللّطائفُ للّطائف

گذشتہ سے پیوستہ

ایک دلیل عقلی فلاسفہ جدید پیش کیا کرتے ہین۔ کہ ہوا کے طبقہ سے اوپر جو خلا ہے اسمین ہوا نہ ہونے کے سبب کوئی متنفس زندہ نہین رہ سکتا تو آپ اسمین سے اگر گذرتے تو زندہ کیسے رہتے مگر انہون نے یہ نہ دیکھا کہ بعد تسلیم اس استلزام کے یہ اسوقت ہی جب متنفس کو اسمین کچھ مکث بھی ہو چنانچہ آگ کے اندر سے اگر جلدی جلدی ہاتھ کو نکالا جاوے تو آگ کا اثر نہین ہوتا پس آپ اگر نہایت سرعت کے ساتھ اس خلا مین سے گذر جائین تو وہ عدم تنفس مین موثر نہوگا اور دلیل نقلی ان منکرین کے پاس حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول ہی واللہ ما فُقد جسد محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی لیلۃ الاسراء۔ بخدا شب معراج مین حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسد اطہر غائب نہین ہوا اس کا جواب بعض لوگون نے تو یہ دیا ہے کہ حضرت عائشہؓ اسوقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر مین کہان تھین۔ نیز اسوقت اُن کی عمر بہت ہی کم تھی شاید چار پانچ سال کی ہون اور اگر معراج ۵ سنہ نبوت مین ہوئی ہو جیسا کہ زہری کا قول ہی تو وہ اُسی سال پیدا ہوئی ہونگی (۱۲ جامع)۔

اس لئے اجلۂ صحابہ کی روایت اس واقعہ مین ان کی روایت سے مقدم ہے مگر اس کا حاصل بظاہر یہ ہوا کہ حضرت عائشہؓ نے بے تحقیق ایک بات فرمادی ہم حضرت صدیقہ پر یہ گمان نہین کرسکتے نہ کسی صاحب ادب کو ایسی جرأت ہوسکتی ہی یہ مانا کہ وہ اسوقت حضورؐ کے گھر مین موجود تھین اور کمسن بھی تھین مگر جو بات وہ فرمارہی ہین وہ تو عقل و بلوغ کے زمانہ مین اُن سے صادر ہوئی ہے اور ایسے وقت مین بدون تحقیق کے کوئی بات نہین فرماسکتین۔ یقیناً تحقیق کے بعد فرمارہی ہین ہان یہ ممکن ہے کہ کسی دوسرے واقعہ کی نسبت فرماتی ہون کیونکہ معراج مین تعدد ہے تو پھر کچھ بھی مضر نہین میرے ذہن مین اس کا جو جواب آیا ہے وہ بہت لطیف ہی وہ یہ کہ فقدان کے دو معنی ہین ایک تو چیز کا اپنی جگہ سے گم ہوجانا ہٹ جانا دوسرے تلاش کرنا چنانچہ دوسرے معنی مین فقدان

کا استعمال نص مین بھی آیا ہے قالوا واقبلوا علیھم ماذا تفقدون۔ یعنی برادران یوسف علیہ السلام نے متوجہ ہوکر نداکرنیوالون سے کہا کہ تم لوگ کس چیز کو تلاش کرتے ہو۔ یہان فقدان کے معنی طلب ہی کیساتھ زیادہ ظاہر ہین ؛

ف ۵ قلت نص البغوی فی تفسیرہ ماذا تفقدون ما الذی ضل عنکم والفقدان ضد الوجدان اھ کذا نص فی الخازن ان الفقدان ضد الوجود اھ (ص ۲۳۶ ج ۳) وکذا نص فی القاموس فقدہ یفقدہ فقدانا وفقودا عدمہ فھو فقید ومفقود اھ (ص ۲۰۱ ج ۱) ولم اجد الفقود بمعنی التفقد بعد ولعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا ۔ اور اگر فقدان کے وہی معنی لئے جائین جو متبادر ہین کہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسم شب معراج مین گم نہین ہوا تب بھی اس سے معراج کا روحانی یا منامی ہونا ثابت نہین ہوتا کیونکہ اسکا یہ مطلب نہین کہ حضور اپنے گھر سے اُس رات جدا ہی نہین ہوئے کیونکہ فقدان فعل متعدی ہے ذکر لازم اسکے معنے غیبت و انفصال کے نہین بلکہ گم کرنے کے ہین جسکے لئے ایک کا فاقد اور دوسرے کا مفقود ہونا ضروری ہے پس مطلب یہ ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُس رات کسی نے گھر سے غائب اور گم نہین پایا اور یہ درست ہے کیونکہ آپ سب گھروالون کے ساتھ گھر مین سوئے تھے اور معراج ایسی وقت ہوئی جو کہ عادۃً لوگون کے گھری نیند سونے کا وقت تھا پھر جاگنے کے وقت سے پہلے واپس تشریف لے آئے بلکہ خود آکر گھروالونکو نماز صبح کیلئے جگایا تو ایسا نہین ہوا کہ کسی نے جاگ کر حضور کو گھر مین نہ دیکھا ہو اور اتنی بات مفقود ہونے کیلئے ضروری ہے قلت ولعل ھذا ھو مراد الشیخ فعبرہ بالتفتیش والا فالفقدان غیر التفقد نعم ھو یستدعی فاقدا کما لا یخفی ۱۲ (جامع) احقر اشرف علی کے ذہن مین حاشیہ بالا دیکھکر ہی یہ تاویل آگئی تھی مگر دوسرے عنوان سے اب اس تاویل کی اس دوسرے عنوان سے ذرا واضح تقریر کرتا ہون وہ یہ کہ فقدان کے معنی تو گم ہی کرنے کے ہین مگر اس کے دو درجے ہین ایک مطلق گم کرنا اور ایک ایسا گم کرنا جسکے بعد اس کے تلاش مین لگ جاوے پس پہلا درجہ فقد مطلق ہوا دوسرا درجہ فقد مقید پس اس حدیث مین دوسرا درجہ مراد ہے یعنی آپکا جسد ایسا مفقود نہین ہوا جس سے تلاش کی نوبت آئی ہو کیونکہ زمانہ فقد کا اتنا قلیل تھا کہ کسیکو اس فقد کی اطلاع بھی نہین ہوئی پس متن مین میری عبارت مین ہٹ جانیکو پہلے درجہ پر اور تلاش کرنیکو دوسرے درجہ پر محمول کیا جاوے تو اب معنی لغوی کے خلاف نہین ہوا اور بنا بر قواعد تصوف یہ بھی ممکن ہے کہ جسم عنصری ملکوت مین پہنچا ہو اور جسم مثالی ناسوت مین رہا ہو اور اس کے دیکھنے والے نے اسکو جسم عنصری سمجھکر مافقد کا حکم کردیا ہو۔ جیسے حضرات انبیا علیہم السلام کو آپنے بیت المقدس وسموات مین باجساد ہم دیکھا اور ان کے اجساد قبور مین بھی تھے یہان اس کا عکس ہوا اور موٹی بات ہے کہ اگر معراج جسد عنصری سے نہوتی تو انکار اس پر نہوتا اور اگر غلط فہمی سے ہوتا تو آپ بھی جواب دیدیتے کہ مین جسد عنصری سے دعویٰ نہین کرتا کہ اُس پر

پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس ارشاد کا مطلب صاف ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنی دیر تک گھر سے غائب نہین رہے کہ آپ کی تلاش کیجاتی یہ مطلب نہین کہ آپ ساری رات مین اپنے گھر سے جدا ہی نہین ہوئے وہین رہے۔

بلکہ مطلب یہ ہے کہ آپ گھر سے جدا تو ہوئے مگر زیادہ دیر نہین لگی جس مین گھر والون کو پریشانی ہوئی ہو اور تلاش کی نوبت آئی ہو غرض اس مین شک نہین کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج جسمانی ہوئی اور آپ اس جسم سے آسمانون پر تشریف لے گئے اس کا انکار ہرگز نہین ہو سکتا اور یقیناً یہ صورت عروج حضور کا بہت بڑا کمال ہی مگر معراج کو ایسی صورت مین منحصر نہ سمجھنا چاہئے اور نہ محض عروج آسمانی کے ساتھ حقیقت معراج کو مخصوص کرنا چاہیے بلکہ اس کی حقیقت اس عروج کے علاوہ دوسری چیز ہے اور وہ قرب الٰہی ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۶) اسقدر استبعاد کیا جائے اور اسی سے یہ احتمال بھی دفع ہوگیا کہ شاید جسم عنصری یہان رہا ہو اور جسد مثالی سے معراج ہوئی ہو کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو آپ استبعاد کو اس طرح دفع فرما دیتے نیز جسد مثالی کو براق پر سوار ہونیکی حاجت نہ ہوتی اسپر خود روحانیت غالب ہی نیز بعد قطع حجب تنہائی مین آپ کو وحشت نہ ہوتی جو حضرت ابوبکر کی آواز مشابہ آواز سے رفع کی گئی کما فی نشر الطیب عن شفاء الصدور ایسی وحشت خاصہ جسد عنصری کا ہے نیز واپسی مین ضجنان مین آپ کا پیاس مین پانی پینا کذا فی نشر الطیب عن محمد بن اسحاق یہی دلیل ہے اسی کی کیونکہ جسم مثالی پیاس سے مبرا ہی اور اگر احتمال مدفوع کو مساوی یا راجح بھی مان لیا جائے تب بھی ہم تو مستدل کے مقابلہ مین مانع ہین ہم کو احتمال ضعیف بھی نافع ہی اور مستدل کو مضر ۱۲ منہ

احقر ظفر احمد عرض کرتا ہی کہ بعد مین تفسیر تنویر المقیاس مین جو حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب ہے ماذا تفقدون اور تفقد کی تفسیر ماذا تطلبون اور مطلب کے ساتھ میری نظر سے گذری اور یہ تفسیر بالکل اس معنی کے مطابق ہی جو حضرت حکیم الامۃ نے اس آیت کی تفسیر مین بیان فرمائے ہین کیونکہ طلب کے معنے تلاش کرنے اور ڈھونڈھنے ہی کے ہین اور بظاہر ابن عباس کی یہ تفسیر باللازم ہی کیونکہ فقدان اکثر طلب کو مستلزم ہوتا ہے لہذا ملزوم کی تفسیر لازم سے فرما دی لیکن اس سی یہ تو معلوم ہوگیا کہ گاہے فقدان سے طلب و تفتیش بھی مراد ہوا کرتی ہی۔ پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول مین بھی اس معنی کا احتمال ہی جیسا کہ حضرت مولانا نے فرمایا واذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال اور ہرچند کہ تفسیر تنویر المقیاس اکثر محدثین کے نزدیک معتبر نہین ہی

جس کی ایک صورت یہ بھی تھی جو حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیش آئی ہے اور یہ اکمل صورت ہے"

(بقیہ حاشیہ صہ۲) کیونکہ اُس نے راوی کلبی اوران کے شاگرد محمد بن مروان سدی صغیر مجروح ہیں مگر سیوطی نے اتقان میں ابن عدی کا یہ قول نقل کیا ہے۔ لکن قال ابن عدی فی الکامل للکلبی احادیث صالحۃ وخاصۃ عن ابی صالح وھو معروف بالتفسیر ولیس لاحد تفسیر اطول منہ ولا اشبع ۱۷ (ص ۱۹۲ ج ۲) جس سے فی الجملہ اُس کی تقویت ہوتی ہے دوسرے یہ مسئلہ کوئی احکام کی قبیل سے نہیں جس میں راوی کا مجروح ہونا مضر ہو بلکہ از قبیل نقل لغت ہے جس میں بہت وسعت ہے فافہم واللہ اعلم وانما اطلنا الکلام فی ھذا المقام لیظھر لک نعمۃ اللہ علی جماعتنا ولہ الحمد لنہا لانقبل اقوال کابرھا فی تفسیر معانی القرآن الا بعد ظہور مطابقتہا لاقوال السلف وان اکابرھا لایتکلدون لایراد الاصاغر علیہم اذا کان بالادب لاجل الطلب لیظہر لک حسن ذوق حضرۃ حکیم الامۃ فی التفسیر بحیث لا یتخطی عن الصواب ولو قال شیئا بغیر مطالعۃ کتاب ۱۲ منہ

(باقی آئندہ)

اتمام الکلام فی تحقیق حکومۃ الاسلام

سلسلہ گذشتہ سے پیوستہ

خلافت ابوبکر صدیق رضؓ | جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا (جو کہ خلیفۃ اللہ فی الارض تھے اور جن کو براہ راست شہنشاہ حقیقی کی جانب سے حکومت حاصل ہوئی تھی اور جن کی حکومت مین رعایا کو برائے نام بھی دخل نہ تہا) عہد حکومت ختم ہونے کو آیا تو آپ نے چاہا۔ کہ مین اپنے سامنے کسی کو اپنا جانشین مقرر کر جاؤن تاکہ میرے بعد اس مین اختلاف ونزاع نہ ہو۔ اور اس بنا پر آپ نے اس کام کے لئے ابوبکر صدیق رضؓ کو منتخب کیا۔ اور اپنی محبوبہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ سے فرمایا۔ کہ اپنے باپ اور اپنے بہائی کو بلاے۔ مین تیرے باپ کیلئے خلافت نامہ لکھا دون مبادا میرے بعد کوئی دعوے دار کھڑا ہو اور کہے کہ مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جائز جانشین ہون اور اسطرح مسلمانون مین فتنہ وفساد کھڑا ہو جاوے لیکن چونکہ آپ کو معلوم ہوگیا۔ کہ نہ خدا ہی کو منظور ہی کہ ابوبکر صدیق رضؓ کے سوا کوئی اور خلیفہ ہو اور نہ مسلمان ہی اسکو گوارا کرین گے۔ اس لئے آپ نے خلافت صدیقی کے باضابطہ اعلان کو غیر ضروری سمجھکر ترک فرمادیا۔ اور اس کام کو مسلمانون پر چھوڑ گئے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد مسلمانون نے ابوبکر صدیق رضؓ کو خلافت کیلئے منتخب کیا اس لئے خلافت صدیقی حقیقۃً جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیطرف سے منصوص تہی اور بظاہر قوم کے انتخاب پر مبنی تھی۔ بہرحال یہ خلافت شخصی محض تھی اسکو جمہوریت سے کوئی تعلق نہ تہا۔ کیونکہ ان کا انتخاب حقیقۃً جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ذاتی اختیار سے کیا تہا اور قوم کے ذاتی اختیار کو اس مین دخل نہ تہا اور گو بظاہر یہ خلافت انتخاب پر مبنی تھی اس لئے اس پر جمہوریت کا شبہہ ہو سکتا ہی لیکن بنظر تعمق اسکا مطالعہ کرنے سے یہ شبہہ بھی کافور ہو جاتا ہے کیونکہ اس انتخاب مین اور جمہوری انتخاب مین چند وجوہ سے فرق ہی۔

اول یہ کہ جمہوری انتخاب مین قوم اپنی ذاتی اختیار سے انتخاب کرتی ہے اور یہان انتخاب قوم کے

ف اس سے معلوم ہوا کہ انتخاب کا طریق فی نفسہ مطلوب شرعی نہین۔ بلکہ وہ صرف اسصورت مین جائز ہی جبکہ انتخاب کے سوا اور کوئی صورت نہ ہو یا اس مین کسی فتنہ کا اندیشہ ہو اور طریق تعیین خلیفہ اولی ہی بشرطیکہ اس مین کوئی ذاتی غرض نہو۔ ۱۲

ذاتی اختیار سے نہ تہا بلکہ قوم کو اختیار انتخاب بادشاہ سابق کی جانب سے حاصل ہوا تہا جس کے اختیارات قوم کے دیئے ہوئے نہ تھے۔ بلکہ اس کے اختیارات براہ راست شہنشاہ حقیقی کے عطا کئے ہوئے تھے۔

دوم یہ کہ جمہوری انتخاب تمام قوم کی جانب سے ہوتا ہے اور یہان انتخاب ایک خاص جماعت مہاجرین وانصار کی جانب سے عمل مین آیا تہا۔

سوم یہ کہ جمہوری انتخاب کا طریق یہ ہی کہ قوم اپنے اپنے نمائندہ منتخب کرے۔ اور ان نمائندون کی جماعت کثرت رائے سے اپنا صدر مقرر کرے اور ایک باضابطہ مجلس مقرر کرکے کثرت رائے سے صدر جمہوریہ منتخب کیا جائے اور یہان انتخاب کا یہ طریق نہ تہا بلکہ اس کا طریق صرف یہ تہا کہ مجلس شوریٰ سے نہ نمائندے آئے نہ صدر منتخب کیا گیا۔ اور بلا ان امور کے انصار نے یہ رائے پیش کی کہ ایک امیر تم مین سے ہو اور ایک امیر ہم مین سے اس کو ابوبکر صدیق رضؓ نے بادشاہ سابق کا حکم الائمہ من قریش پیش کرکے رد کردیا اور اپنی طرف سے خلافت کیلئے عبدالرحمن بن عوف اور حضرت عمرؓ کو پیش کیا اس پر حضرت عمرؓ نے پیش قدمی کرکے ابوبکر صدیقؓ کے ہاتھ پر بعیت کرلی اور حاضرین نے حضرت عمرؓ کی تقلید کی اور خلافت کا باضابطہ اعلان ہوگیا۔ پس یہ انتخاب چونکہ جمہوری اصول سے محض بے ضابطہ تہا اسلئے اُسکو جمہوری انتخاب نہین کہا جاسکتا بلکہ یہ انتخاب وہی انتخاب تہا جو کسی بادشاہ کے بلا اپنا جانشین مقرر کئے فوت ہوجانے سے لابدی طور پر عمل مین آتا ہی اور جو کسی طور پر ملوکیت کے منافی نہین۔

چہارم یہ کہ جمہوری انتخاب کے بعد صدر جمہوریہ قوم کے نمائندون کا زیر اثر اور قوم کے منشا کے موافق ان پر حکومت کرنے کے لئے مجبور ہوتا ہی۔ اور اس انتخاب کے بعد ابوبکر صدیقؓ قوم کی مرضی کے موافق اور ان کے نمائندون کے زیر اثر ان پر حکومت کرنے کیلئے مجبور نہ تھے بلکہ وہ ایک شاہی عہدہ دار تھے۔ جو قانون شاہی کے موافق اُن پر خود مختارانہ حکومت کرتے تھے اور قوم ان کے

۵؎ چنانچہ حضرت صدیقؓ نے سب سے پہلا کام خلیفہ ہوتے ہی یہ کیا کہ جیش اسامہ کو شام کیطرف روانگی کا حکم دیا جمہور صحابہ نے اس رائے سے مخالفت کی اور کہا حضورؐ کے وصال سے قبائل عرب مین ارتداد و انقلاب رونما ہوگیا ہی پس ضرورت اس کی ہی کہ تخت خلافت پر مضبوط لشکر اور زبردست طاقت موجود رہی مگر حضرت صدیق نے سب کی رائے کو یہ کہکر رد کردیا کہ جن جیش

اتباع کے لئے ہر حالت مین مجبور تھی خواہ وہ امر ان کو پسند ہو یا ناپسند۔ ان امور سے یہ حقیقت بخوبی ظاہر ہو گئی کہ ابوبکر صدیقؓ کی حکومت جمہوریت نہ تھی بلکہ خالص ملوکیت تھی۔

خلافت فاروقی

جب ابوبکر صدیقؓ (خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا عہد حکومت ختم ہونے لگا تو انہون نے اپنے اس ذاتی اختیار سے جو ان کو بحیثیت خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونے کے حاصل تھا اپنے سامنے حضرت عمر کی خلافت کا اعلان کر دیا اور اس طرح انہون نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس سنت پر پورا عمل کیا جو آپ نے استخلاف صدیقی کے باب مین اولاً اختیار کرنا چاہی تھی۔ مگر آپ نے غیر ضروری سمجھکر اسکو چھوڑ دیا تھا اور اس طرح انہون نے خلیفہ کے استقلال و استبداد کی حقیقت دنیا پر ظاہر فرما دی۔ حضرت عمرؓ نے خلیفہ ہونے کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابوبکر صدیقؓ کے طرز پر آزادانہ حکومت کی اور قوم کا ان پر کوئی دباؤ نہ تھا ہان وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے موافق اپنی رعایا سے مشورہ بھی لیتے تھے اور ان کے مشورون کو سنتے بھی تھے۔ مگر جس طرح ان امور کا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیارات پر کوئی اثر نہ تہا اسی طرح ان باتون کا حضرت عمر کے اختیارات پر بھی کوئی اثر نہ تہا وہ ہر طرح اپنی حکومت مین آزاد تھے انہون نے اپنے عہد مین خالد جیسے ہر دلعزیز فوجی افسر کو قوم کی رائے کے خلاف اپنے ذاتی حکم سے معزول کیا۔ اور کوئی ان کے خیال کی مزاحمت نہ کرسکا۔ انہون نے شجرہ بیعت الرضوان کو کٹوا دیا اور کسی کی یہ مجال نہ ہوئی کہ شور مچائے کہ ایسے عظیم الشان ماثر کی بے تعظیمی کی۔

غرض ان کے ہر کام مین شاہانہ اقتدار کی جھلک صاف نظر آتی تھی۔ اگر کسی کور باطن کو نہ دکھائی دے اور آپ کی حکومت کو شخصیت سے نکالکر جمہوری قرار دے تو یہ اس کی بینائی کا قصور ہے

خلافت حضرت عثمانؓ | حضرت عمرؓ کا عہد حکومت ختم ہونے لگا۔ تو ان سے درخواست کی گئی کہ آپ بھی ابوبکر صدیقؓ کی طرح کسی کو اپنا جانشین مقرر کر دیجئے اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مجھے ابوبکر صدیقؓ کی طرح یہ بھی حق ہے کہ مین اپنے سامنے کسی کی خلافت کا اعلان کر دون اور یہ بھی کہ جناب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح اسکو مسلمانون کے سپرد کر جاؤن ۔ لیکن جب مین اس باب مین غور کرتا ہون تو مجھے کوئی ایسا شخص نظر نہین آتا جو ہر حیثیت سے اس بار کا تحمل ہو سکے اسلئے مین بالتخصیص کسی کو نامزد کرنا اپنی ذمہ داری کے خلاف سمجھتا ہون اور اس بناء پر انہون نے اپنی ذاتی رائے سے چھہ شخصون کو خلافت کے لئے انتخاب کیا اور ان مین سے ایک کی تعیین کو ان ہی چھہ اشخاص کے سپرد فرما دیا حضرت عمرؓ کے انتقال کے بعد انتخاب خلیفہ کے لئے مجلس شوریٰ منعقد ہوئی اس مجلس مین پورے طریق سے کام نہین لیا گیا بلکہ انہون نے آپس مین اپنی رائے ایک دوسرے کے سپرد کر دی اور اس طرح تمام اختیارات عبد الرحمن بن عوفؓ کے قبضہ مین آگئے اور عبد الرحمن بن عوفؓ نے اپنے ذاتی اختیارات سے بلا کسی قومی دباؤ کے اس باب مین اہل مدینہ کی علیحدہ علیحدہ رائین معلوم کین ۔ سب کا میلان حضرت عثمانؓ کی طرف پایا اس لئے انہون نے حضرت عثمانؓ کی خلافت کا اعلان کر دیا اس تمام واقعہ مین من اولہ الی آخرہ کہین بھی جمہوریت کا نام نہین بلکہ وہ از ابتدا تا انتہا محض شخصی حیثیت رکھتا ہے ۔ کیونکہ اس مین من اولہ الی آخرہ حضرت عمرؓ کی شخصیت کام کر رہی تھی اس لئے حضرت عثمانؓ کا انتخاب بھی شخصی ہی تہا ۔ حضرت عثمانؓ نے خلیفہ ہونے کے بعد خودمختارانہ حکومت کی لیکن ان کی خلافت کے زمانہ مین فتنہ پردازون کی کوششون سے بغاوت رونما ہوئی اور امیر المومنین شہید ہو گئے ۔

حضرت علیؓ کی خلافت

چونکہ حضرت عثمانؓ کی آخر خلافت مین بغاوت رونما ہوئی جس کا نتیجہ امیر المومنین کی شہادت کی صورت مین ظاہر ہوا اس لئے حضرت عثمانؓ کو انتظام خلافت کا موقع نہین ملا ۔ لیکن چونکہ گذشتہ خلفاء کی طرح وہ بھی خلیفہ برحق اور امام مفترض الطاعتہ تھے اس لئے ان کو یہ حق تہا کہ وہ اپنا جانشین مقرر کر جائین اور لوگون پر اس نامزد کردہ کی اطاعت بھی اسی طرح واجب ہوتی جس طرح حضرت عثمانؓ کی اور اگر لوگ اس کی اطاعت سے انحراف کرتے تو وہ اسیطرح مجرم ہوتے جس طرح حضرت عثمانؓ کی مخالفت مین مجرم اور باغی تھے پس ایسی حالت مین ان کا امام مقرر نہ کرنا دلالۃً تفویض الی القوم تہا اس بناء پر ان کے بعد جو لوگون نے حضرت علیؓ

وخلافت کیلئے منتخب کیا۔ وہ اسی اختیار کی بنا پر تہا جوان کو حضرت عثمانؓ کی جانب سے حاصل ہوا تہا۔ اور اس بنا پر ہم حضرت علیؓ کے انتخاب کو بھی حضرت عثمانؓ کیطرف منسوب کرتے ہین اور اس بنا پر ہم اس انتخاب کو بھی شخصی ہی قرار دین گے۔ لیکن اگر کوئی ہماری اس رائے مین مزاحمت کرے اور کہے کہ ہم نہین تسلیم کرتے کہ قوم کا اختیار حضرت عثمانؓ کا دیا ہوا تہا۔ تو ہمین اس پر زور دینے کی ضرورت نہین کیونکہ ہمارا مقصد بغیر اس کے بھی حاصل ہے کیونکہ اس کا انکار نہین کیا جاسکتا کہ یہ اختیار قوم کا ذاتی نہ تہا۔ بلکہ قوم اس باب مین جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نائب تھی اور اس کا اختیار جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مکتسب تہا اور اس لئے وہ انتخاب قومی نہ تہا بلکہ شرعی تہا جو کہ شخصی حیثیت رکہتا ہے اور اس لئے یہ انتخاب بالکل اسی قسم کا تہا جس قسم کا انتخاب صدیقی تہا جس کی تفصیل گذر چکی۔

حضرت علیؓ نے اپنے خلیفہ ہونے کے بعد جو طرز حکومت اختیار کیا وہ بھی شاہانہ تہا اور اس مین جمہوریت کا نام ونشان نہ تہا۔ کیونکہ وہ بھی خلفاء ثلثہ کی طرح قوم کے نمائندون کے ماتحت نہ تھے بلکہ اپنے اختیارات مین مستقل تھے اس لئے ان کی حکومت بھی از قسم ملوکیت تھی نہ کہ از قسم جمہوریت۔

خلافت امام حسنؓ

چونکہ حضرت علیؓ کی خلافت کا زمانہ بھی فتن کی حالت مین تمام ہوا۔ اس لئے ان کو بھی یہی مصلحت معلوم ہوا۔ کہ وہ نصب امام کی ذمہ داری اپنے سر نہ رکھیں۔ اور اس کو مسلمانون کے سپرد کر جائین۔ اس لئے انہون نے اپنا کوئی خلیفہ نامزد نہین کیا بلکہ ان کے بعد لوگون نے خواہ اس اختیار کی بنا پر جو ان کو حضرت علیؓ کی جانب سے دلالۃً حاصل ہوا تہا اور خواہ اس اختیار کی بنا پر جو ان کو بلا واسطہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے حاصل ہوا تہا۔ خلیفہ متوفی کے بڑے صاحبزادے امام حسنؓ کو خلافت کیلئے منتخب کیا اور اس انتخاب کا طریق بھی پہلے طریق سے جداگانہ تہا۔ اس لئے یہ انتخاب بھی جمہوری طرز پر نہ ہوا تہا۔ اس لئے یہ انتخاب بھی شخصی تہا۔ اور خلافت کے بعد جو طرز حکومت انہون نے اختیار کیا وہ بھی شاہانہ

اور جمہوریت سے جداگانہ تہا۔

چنانچہ جب انہون نے امیر معاویہؓ سے صلح کی ہی تو وہ بھی اپنے ذاتی اختیار سے اور قوم کی نارضامندی کی حالت مین کی ہے حتیٰ کہ امام حسینؓ بہی اس صلح سے ناخوش تھے۔ چنانچہ جسوقت امام حسنؓ نے امیر معاویہؓ سے خفیہ طور پر صلح کا معاملہ طے کرکے امام حسینؓ کو اپنے ارادہ کی اطلاع کی تو انہون نے نہایت سختی سے اس پر ناراضی کا اظہار کیا۔ جس کے جواب مین امام حسنؓ نے ان کو سختی کے ساتھہ ڈانٹا۔ اور فرمایا تیری عادت ہے کہ تو ہر معاملہ مین میری مخالفت کرتا ہے میرا یون جی چاہتا ہے کہ تجھے ایک مکان مین بند کرکے دروازہ کو تیغہ کر دون تاآنکہ معاملہ صلح مکمل ہوجائے (تہذیب التہذیب)۔

اس پر امام حسینؓ ڈہیلے ہوئے اس سے امام حسنؓ کی حکومت کا استقلال معلوم ہوتا ہے اور معلوم ہوتا ہی کہ قومی رائے ان کے یہان کوئی وقعت نہ رکہتی تھی یہ تھی خلافت راشدہ اس کے حالات کو پڑہنے سے آپ کو امور ذیل کا پتہ چلتا ہی۔

اول یہ کہ اسلامی حکومت قومی حکومت نہین۔ بلکہ خدائی حکومت ہی۔ اور بادشاہ اسلام قوم کا نمائندہ نہین بلکہ شاہی افسر ہی۔ جو کہ حق تعالیٰ کی رعایا پر اس کے حکم سے اس کے قانون کے مطابق حکومت کرتا ہی۔

دوم یہ کہ بادشاہ اسلام چونکہ حق تعالیٰ کی جانب سے حکمران ہوتا اور اس کے قانون کے موافق ان پر حکومت کرتا ہے اس لئے اس کی حکومت مین رعایا کو مداخلت کا کوئی حق نہین ہوتا۔

سوم یہ کہ بادشاہ اسلام کو حق ہوتا ہے کہ وہ اپنے سامنے کسی ایک شخص کو بالتعین اپنا جانشین بنایا جائے یا چند افراد کو جانشینی کے لئے منتخب کرکے ان مین سے ایک کی تعیین کو ان چند افراد کے سپرد کر جائے۔ یا اس کو عام مسلمانون پر چھوڑ جاوے۔ لیکن اس آخری صورت مین عام مسلمانون کا انتخاب جمہوری حیثیت سے نہ ہوگا بلکہ شخصی حیثیت سے ہوگا۔

چہارم یہ کہ بادشاہ اسلام کو حق ہے کہ وہ باختیار خود اپنے کو معزول کرکے دوسرے کو اپنا جانشین بنا جاوے۔ اور ان تمام امور مین عام رعایا کو کوئی دخل نہین۔ اور یہ تمام امور

اس بات پر شاہد عدل ہین کہ خلافت خلفائے راشدین شخصی محض تھی اور اس کی جمہوریت کا دعوی افترا محض ہی۔

اس جگہ کسی نافہم کو یہ شبہہ ہو سکتا ہی کہ اگر خلافت راشدہ ملوکیت تھی تو اس حدیث کے کیا معنی ہین کہ میرے بعد خلافت تیس برس رہیگی۔ اس کے بعد ملک ہو جاویگا۔ اس لئے اس شبہہ کے دفع کے لئے یہ بتلا دینا ضروری ہی کہ حدیث مین ملک سے مراد جمہوریت کا مقابل نہین بلکہ ملوکیت کی دو قسمین ہین۔

ایک یہ کہ بادشاہ اپنے کو حق تعالے کا مقرر کردہ افسر سمجھکر اس کی رعایا پر اس کے قانون کے موافق حکومت کرے۔

دوسرے یہ کہ وہ اپنی حکومت مین شاہی قانون کا پابند نہ رہے پس حدیث مین خلافت سے مراد ملوکیت کی قسم اول ہی۔ اور ملوکیت سے مراد اس کی قسم ثانی ہی اور اس لئے شبہہ مندفع ہو یہانتک ہم نے واقعات سے استدلال کیا تہا۔ اب ہم ان ہدایات پر بحث کرتے ہین جو حکومت سے متعلق ہین۔

(۱) حق تعالی فرماتے ہین اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم اس آیت مین اولوا الامر کی اطاعت رعایا پر فرض کی گئی ہی اور یہی معنی ملوکیت کے ہین اس لئے اس آیت سے ملوکیت ثابت ہوتی ہی نہ کہ جمہوریت۔ کیونکہ جمہوریت مین رعایا حاکم ہوتی ہے اور صدر جمہوریہ محکوم۔

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہین من یطع الامیر فقد اطاعنی ومن یعص الامیر فقد عصانی (متفق علیہ) نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہین السمع والطاعۃ علی الرجل المسلم فیما احب وکرہ مالم یومر بمعصیۃ فاذا امر بمعصیۃ فلا سمع ولا طاعۃ (متفق علیہ) نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے من رای من امیر شیئا یکرھہ فلیصبر فانہ لیس احد یفارق الجماعۃ شبرا فیموت الا مات میتۃ جاھلیۃ (متفق علیہ) نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہین الا من ولی علیہ وال فرآہ شیئا یاتی من معصیۃ اللہ فلیکرہ ما یاتی من معصیۃ اللہ ولا ینزعن

ید امن طاعتہ (رواہ مسلم) نیز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہی انکم ستروں بعدی اثرۃ واموراً تنکرونہا قالوا فما تامرنا یا رسول اللہ قال ادوا الیہم حقہم وسلوا اللہ حقکم (متفق علیہ) ان نصوص سے امور ذیل معلوم ہوئے۔

(۱) امیر اسلام کی اطاعت رعایا پر فرض ہی اور کل اختیارات امیر کو ہین رعایا کو کوئی اختیار نہین ؛

(۲) بادشاہ اسلام اگر رعایا کی حق تلفی یا ظلم کرے تو رعایا پر صبر لازم ہے اور بادشاہ کی بغاوت جائز نہین ؛

(۳) اگر بادشاہ ذاتی حیثیت سے فسق وفجور کرے تب بھی اس کی اطاعت واجب ہے اور بغاوت ناجائز ہے۔ لیکن دوسرون کو فسق وفجور کا حکم کرے تو اس کی اطاعت نہ کیجاوے گی انہی نصوص سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ کسی اجتہادی مسئلہ مین امام وقت کا حکم نص شارع کے حکم مین ہے اور اسکی اطاعت تمام رعایا پر واجب ہی۔ اور اس کی مخالفت جائز نہین اور ایسی صورت مین خود مجتہدین کو اپنے قیاس پر عمل جائز نہ ہوگا چہ جائیکہ عام علماء یا لیڈر چنانچہ جب خلفائے عباسیہ نے عید کی نماز مین عبداللہ بن عباس کے مذہب پر پانچ یا سات تکبیرات کہنے کا حکم صادر فرمایا۔ تو خود مجتہدین نے اس حکم کے مقابلہ مین اپنا مذہب چھوڑ دیا تھا اور ابن عباس کے مذہب پر عمل کرتے تھے کما یظہر من الہدایۃ وحواشیہا اور جب کہ ائمہ کی اطاعت اس درجہ لازم ہی۔ تو امام کے ایسے فعل پر جو احیاء سنت سے متعلق ہی اور جس مین بدعات ومنکرات کی تخریب ہی کسی کو اعتراض کا حق نہ ہوگا اور جو ایسا کرے گا گنہگار ہی۔ اگرچہ کوئی مولوی ہو۔ یا مولانا۔ کوئی جمعیت ہو یا کانفرس۔ یا ایک فرد ہو یا تمام رعایا۔ کیونکہ بادشاہ اسلام کے ایسے احکام پر اعتراض کے یہ معنی ہین کہ ہمین اس باب مین خدا ورسول کا حکم منظور نہین۔ اور اس کے معصیت بلکہ کفر ہونے مین کسے کلام ہو سکتا ہی۔ لیکن اگر احتیاط کی بنا پر کفر کا حکم نہ کیا جائے تو گناہ کبیرہ ہونے مین تو کوئی شبہہ ہی نہین ہو سکتا ؛

(باقی آئندہ)

بچون کی تعلیم

ا ب ت ث،

گزشتہ سے پیوستہ

ان پانچ واضح دلیلون کے بعد تعجب ہوتا ہے کہ حروف مفردہ سے ان کے نامون کی تعلیم کا رواج امت مرحومہ مین کیسے جاری ہوا ؟۔

میرے پاس اس تغیر کی کوئی تاریخی سند تو نہین ہے قیاساً عرض کر سکتا ہون کہ شاید کلام اللہ شریف کے حروف مقطعہ کا اتباع اس کا باعث ہوا ہو۔ مثلاً الٓمٓ کو ا ل م کی بجائے "الف لام میم" پڑھا جاتا ہے۔ تو ہم "ا ب" کو بھی اس پر قیاس کر کے "الف۔ بے" پڑھنے پڑھانے لگے۔ حالانکہ مقطعات کلام پاک پران کا قیاس کرنا صحیح نہین تھا۔ کیونکہ وہ حقائق و معارف منزلہ ہین اور یہ بسیط آوازون کی مفرد فوٹو بلکہ مصنوعی تصویرین۔

بہر حال اس ناموزون اور بہاری طرز تعلیم کے جاری ہونے کا سبب کچھ ہی کیون نہو اسوقت ضرورت ہے کہ اس کی اصلاح پر بلکہ اسکو اس کے واضعین کے نقطۂ نظر پر لانے کے لئے پوری توجہ کیجائے تاکہ ہمارے بچے غیر ضروری تعلیمی زحمت اور فکری پریشانی اٹھانے سے بھی نجات پائین اور انکا عزیز ترین وقت بھی ضائع نہو۔

اصلاح اصلاح ایک تو وہی مذکور شدہ امر ہے کہ :۔

"حروف مفردہ سے ان کی بسیط آوازین پڑھائی جائین"۔ بچون کے ذہن مین (ا ب وغیرہ) تصویرون کی دلالت وضعی ان کی آوازون پر اس طرح ذہن نشین کرائی جائے کہ ان کا ذہن ان تصاویر کو دیکھتے ہی ان کی طرف اس طرح منتقل ہو جائے جیسا کہ اپنی مان کا فوٹو دیکھکر وہ اسے فوراً پہچان لیتے ہین۔

دوسرے، تختیون اور حروف کی ترتیب کے متعلق بھی بندہ اپنے فکر کے عرض کرنے کی جسارت کرتا ہے:۔

ترتیب حروف مین قابل غور یہ امر ہی کہ (آ - اِ - اُ - اَ) شکلین بعینہ (ءَ - ءِ - ءُ - ءْ) جیسی آواز دیتی ہین اگرچہ شکل (ا) کو شکل الف سے دور رکہا گیا ہے مگر شکل (ء) کو الف کی شکل کے بعد (جو (لا) مین ادا کی گئی ہے) متصل رکہا گیا۔

اس کے الف کے ساتہہ اتصال سے خیال ہوتا ہی کہ تختی سے اول شکل (ا) سے ہمزہ متحرک کی آوازون کی۔ اور الف کے بعد شکل (ء) سے ہمزہ ساکن کی آواز کی تعلیم منظور ہے اور ساتہہ ہی یہ بھی منظور ہی کہ الف اور ساکن ہمزہ کی آوازین جو کہ بعض اوقات ہمشکل لکھے جاتے ہین پوری طرح تمیز کر دیجائے۔ ابتدا نظر مین اس فکر کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ رَأْسٌ - ذِئْبٌ - بُؤْسٌ وغیرہ الفاظ مین اگرچہ ہمزہ (ا - ى - و) کی شکلون مین ہے مگر اُن پر شکل (ء) لاکر جزم دیا گیا ہے تو خواہمخواہ شکل (ء) سے ہمزۂ ساکن مراد ہوگا۔

لیکن متحرک تختیون سے اس خیال کی تردید ہو جاتی ہے کیونکہ ان مین شکل (ء) پر بھی حرکات اور تنوین لائے اور اس کی آوازین شکل (ا) متحرک اور منون جیسی نکالتی ہین

اس سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ شکل (ا) سے آغاز تختی مین ہمزہ کی تمام حالتون (آوازون) کو ادا کرنا ہی مقصود ہے (یعنی متحرک۔ منون۔ ساکن ہمزہ کی آوازین تعلیم دی گئی ہین) اور (لا) مین اسی شکل کی آٹھوین آواز جسکو عرب الف کہتے ہین بیان کئے گئے ہی۔ اور ان مین فاصلہ دینے سے ان کی حقائق کے بعد کیطرف اشارہ ہی باقی شکل (ء) کو شکل (لا) کی بعد مین لانے سے غالبًا یہ ظاہر کرنا مقصود ہی کہ شکل (ا) تنہا اور شکل (ا) مین جو کہ (لا) مین مذکور ہی تو یون بھید ہی مگر شکل (ء) اور شکل (ا) تنہا دونون ایک ہی آواز کی صورتین ہین چنانچہ واقفین رسم خط عربی سے یہ مسلہ پوشیدہ نہین

اگر میری یہ گذارش اساتذہ کی نظر مین قابل التفات ہو تو اس کا حاصل یہ ہے کہ اشکال (ا) اور (ء) ایک چیز ہے اور شکل (ا) جو (لا) مین ہے اپنی حقیقت کے اعتبار سے غیر چیز ہے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہی کہ شکل (ء) کو شکل (ا) کے نیچے اس طرح (ءا) رکہکر دونون کی تعلیم یکساتہہ ساتہہ کر کے سمجہا دیا جائے کہ یہ دونون تصویرین ایک ہی آواز کی ہین۔ اور شکل (لا) کو "ی" کے بعد کہدین تا یہ ضعیف آواز جو مفرد ادا ہو ہی نہین سکتی اُن تمام آوازون سے بھی ممیز ہو جائے جو مفرد ادا ہو سکتی ہین۔ اور فرق کے ظاہر کرنے کے لئے تختی کو اس طرح

ختم کرین - ی - لا ہ - تاکہ اول ہی سے الف کی جدائی دوسرے حروف مفردہ سے ذہن نشین ہوجائے -

اس کے علاوہ "ا ب" کی آوازون کی تعلیم کیلئے ایسے اسباب اور سامان بھی فراہم کئے جاسکین - جنسے بچون کو مکتب سے دلچسپی اور تعلیم کا شوق پیدا ہو -

علمی کھیل اور فنی خوشنما کھلونے جنسے بچے آوازون کے لئے مدد حاصل کرسکین فراہم کرنا بہت کچھ مفید ہوسکتا ہی -

لیکن سب سے زیادہ مہم چیز میرے نزدیک خورد سال بچون کیلئے بلند فکر اور تربیت اور بچون کے جلب قلوب کا ماہر استاد ہی - آجکل ہمارے ملک مین بچون کیلئے نہایت ارزان اوستاد رکھے جاتے ہین جس کیوجہ سے بچون کی تعلیم اور تربیۃ مین نہایت خامیان رونما ہین - بچون کی تعلیم خصوصًا تربیہ بہت ہی مشکل مسئلہ ہی اس کو ہر شخص بخوبی انجام نہین دے سکتا اس لئے چاہیے کہ بچون کی تعلیم کے لئے خصوصیت کی ساتھ بڑی قابلیت کے بڑی بڑی تنخواہون والے اساتذہ فراہم کئے جائین جو ان کو اول ہی سے اخلاقی بحرانون اور علمی وعملی کمزوریون سے نجات دے سکین -

تعلیم مین اصل کام یہ ہی کہ علمی راہرودون (طلبہ) کی نظر کے سامنے زندگی کے انتہائی مقصد (نقطۂ نظر) کو دور سے جلوہ دیدیا جائے تاکہ ہر متنفس اپنے آخری سانس تک اس کے تحصیل اور محافظت کرنے کی سرتوڑ کوشش مین لگا رہکر سعادت ابدی حاصل کرسکے - یہ نقطۂ نظر بچون کے ذہن مین صرف ابتدائی تعلیم کے زمانہ مین پیدا کیا جانا لازم ہے - اور چونکہ مشکل ترین کام ہے اس لئے سستے اوستاد اسکو پیدا نہین کرسکتے کہ کم دام پر اکثر کم قابلیت والے اصحاب ہی دستیاب ہوتے ہین -

اس کے علاوہ خالص بسیط آوازون کا حرکت کی ساتھ ترکیب دئے بغیر پڑھانا بچون پر بار ڈالنا ہی - حروف غیر متحرکہ سے ان کے خالص بسیط آواز کا تصور اور اسکو ادا کرنا بڑون پر بھی گران ہے چہ جائیکہ معصوم بچون پر، اس لئے مفید معلوم ہوتا ہی کہ قاعدہ سے غیر متحرک تختی کو بالکل حذف کرکے زبر کی تختی (اَ بَ) سے قاعدہ کو شروع کیا جائے - اور تعلیم کی تقریر

الف زبر اَ کے بجائے صرف اس صوت کی تعلیم ہو جو اَبْ مین اَ سے اور بَدْ مین بَہ سے ادا کی گئی ہے۔ اس طرح امید ہے کہ ا ب کی تعلیم آسان دلکش اور بہت مفید جلد قابلیت پیدا کرنیوالی ثابت ہو گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

لکھنا ہمارا رسم خط بہت ترقی اور ان تمام خوبیونکا جامع ہے جو ایک رسم خط کیلئے ابتک دریافت ہوئی ہین۔ اسلئے یہ ایک ترقی دیدہ قوم کے مناسب حال ہے۔

اس سے کون انکار کر سکتا ہے؟ کہ اگر ایک شے کو اس کے اصلی فائدہ اور ذاتی مقصد کی تحریک پایہ بپایہ معراج ترقی پر پہنچاتی ہے تو اس کے تمام تدریجی تغیرات مبارک اور اس شے کے لئے اسباب ترقی ہوتے ہین اور تغیرات کا محرک اس سے اصلی مقصد کے سوا کوئی اجنبی غرض ہوتی ہے تو اس تغیر سے وہ اجنبی غرض حاصل ہو جاتی ہو تو ہو لیکن اس شے مین کوئی برکت و منفعت رونما نہین ہوتی۔ بلکہ بسا اوقات خارجی منافع پر مبنی تغیرات سے اصل مقصد کو خسارہ کا منھ دیکھنا پڑتا ہے۔

اس وقت ہم اپنے رسم خط کو اس مسلمہ قانون تجربہ کی رو سے جانچنا چاہتے ہین۔ اُردو رسم خط مین دو چیزین ہین۔

اول۔ کلمات کی مرکب عمارتین جو حروف و حرکات کی اینٹون سے چنی گئی ہین۔

دوم۔ نستعلیق رسم خط جو نسخ کو ایرانی مذاق پر مسخ کرنے سے پیدا ہوا ہے۔

اول تغیر چونکہ رسم خط کے اصلی مقصد اور اس کے ذاتی فوائد کے نقطۂ نظر کی رعایت سے کیا گیا ہے ترقی کے مبارک لقب سے سرفراز ہونیکی لائق ہے۔

دوسرا تبدل چونکہ رسم خط کی کسی منفعت پر مبنی ہونیکے بجائے ایران کی قومی اغراض و مذاق کے ایما سے کیا گیا ہے۔ اس لئے وہ بے فائدہ ہونے کی ساتھ ہی مضرت انگیز دیکھا جاتا ہے۔

میری اس گذارش پر تعجب فرمانے کے بجائے ایجاد خط سے لیکر اس کے موجودہ تغیرات تک ایک اجمالی نظر دوڑا کر ملاحظہ فرمائیے؟۔

خط کے اولین موجدون نے معانی کی تصویرا تارنے کا یہ طریقہ ایجاد کیا تہا کہ ہر معنی (شی) کے لئے ایک جدی تصویر بنائی جائے۔ یہ رسم خط باین معنی ایک فطری چیز تھی کہ اس کے ذریعہ سے ایک معنی ایک ہی شکل سے ذہن مین اُترجاتا تہا۔

دیکھئے! آنکھ چند اعضا سے مرکب ایک خارجی شکل کو اس کے اعضا پر دہیان کئے بغیر ایک ہی نظر مین دیکھکر فوراً مدرکہ مین پہنچادیتی ہے۔ اسیطرح اس کی اصل تصویر یا فوٹو سے بھی اس کا علم دفعتاً حاصل کرتی ہے۔ موجدین خط نے آنکھ کے اس تقاضائے وحدت کو اساس پکڑ کر ہر معنے (محسوسات غیر محسوسات) کے لئے ایسی مصنوعی تصویرین ایجاد کین کہ ان کے ذریعہ سے ایک ہی نظر مین معنے ان کے دیکھنے والون کے ذہنون مین اترجاتے تھے۔

مگر اس مین ایک بہاری نقصان بھی تہا وہ یہ کہ دنیا کی لاکھون اشیاء کے لکھنے پڑہنے کے لئے لاکھون تصویرون کے حفظ رکھنے اور بنا سکنے کی قابلیت کی ضرورت تھی اور محدود دماغ انسان کے لئے یہ بار بداہتہً ناقابل برداشت تہا۔

اس طریقہ کے ناقابل برداشت بار ہونے کے احساس نے ہر زمانہ مین اساتذہ کو اسکی اصلاح کی طرف متوجہ کیا جس سے یوماً فیوماً تدریجی تغیرات ہوتے رہے اور آخر کار ایک نہایت سبک اور آسان طریقہ ہاتھ لگ گیا جو اس وقت بھی مشرق و مغرب مین مقبول ہے وہ طریقہ کلمات کی آواز کی تحلیل اور اس کی بسیط آوازون کی تصویر سازی (ایجاد حروف منفردہ وحرکات وسکون) پر مبنی ہے۔

ہر زبان کے کلمات کا تجزیہ اور تحلیل کر جو ایسی خالص بسیط آوازین "جو حرکت وسکون کی آمیزش سے بھی پاک ہون" نکالی گئین تو وہ بہت ہی محدود تہین ان کے مقابلہ پر جو تصویرین تراشی گئین ان کا نام ہم حروف مفردہ یا منفردہ رکھتے ہین، اس کے بعد حرکات وسکون صورتین بناکر ان کو حروف منفردہ پر لگایا گیا۔ جس کو اصطلاحاً حروف متحرکہ کہئے تو کوئی مانع نہ ہوگا۔

اس رسم خط کا کمال حروف متحرکہ تک پہنچکر ختم ہوگیا، یہی ناقص رسم خط ہے جو اہل یورپ کا مایۂ ناز اور ان کے مجنون عاشقون کا محبوب طناز ہے۔

اس رسم خط مین ایک کلمہ کے حروف متحرکہ باہم معانقہ نکر سکنے کیوجہ سے ایک معنی کی ایک تصویر پیش کرنے سے قاصر رہتے ہین، اسلئے ان حروف کی کلمہ پر دلالت فطرت انتقالی سے بعید سی واقع ہوئی ہے۔

اس کے علاوہ ایک نقصان یہ بھی ہے کہ اس رسم خط مین حرکات کی شکل کوئی مستقل نہین بنائی گئی بلکہ بعض حروف ہی کو لیکر ان سے حرکات کا بھی کام لیا جاتا ہے۔ اس لئے اس مین ایک کلمہ کی درازی اس کی بسیط آوازون کی بہ نسبت بہت بڑھجاتی ہے۔ اور اسطرح حروف وحرکات کے باہم ممتاز نہ ہونے اور تقاضائے فطرت (وحدت دال ومدلول) سے دور ہونے کے باعث ایک حدتک اس کا پڑھنا مشکلات سے خالی نہین ہوتا۔

اس رسم خط کا یہ ایک بالکل ظاہر نقصان تہا جسکا احساس انسان کو جستجو اور طلب کی زیادہ گہرائیون مین لے گیا۔ اور انجام کار وہانسے وہ گوہر آبدار ہاتھ لگا جس سے بہتر گوہر اب تک دنیا نہین دیکھ سکی ہے۔ وہ گوہر ہمارا رسم خط ہے جس پر ہم بجا فخر کرنے کے مستحق ہین۔

وہ طریقہ خالص بسیط آوازون (غیر متحرک حروف) کو باہم پیوست کرکے ایک معنے کے لئے ایک مرکب تصویر کھینچنے کا قانون ہے۔

اس طریقہ مین اسکے بلند قابلیت والے موجدون نے حرکات کو بالکل نظر انداز کردیا تہا لیکن اول صدی ہجری مین نو آموزون کی خاطر حرکات کو از سر نو ایسی شکل دی گئی کہ بوقت حاجت کلمات کے حروف کی ترکیب کھوئے بغیر ان پر لگائے جاسکتے ہین۔ اس گرانقدر اور خوش وضع ایجاد سے اس خط کی ایک بڑی حدتک اصلاح ہوگئی اور وہ جیسا کہ بلند قابلیت والون کیلئے بیش بہا نعمت تہا اسی طرح نو آموزون خط کیلئے بھی نعمت غیر مترقبہ بن گیا۔

یہ رسم خط اسوقت ایشیا۔ افریقہ۔ یورپ مین مسلمان اقوام اور ان کے تلامیذ ہنود عیسائی وغیرہ ملتون کا طرۂ امتیاز ہے۔

یہ سترقی ترقی رسم خط قدیم وجدید خوبیون کا مجموعہ ہے۔ اس مین ایک معنے کیلئے ایک تصویر بنائی گئی ہے۔ اسمین تحلیل اصوات کے گرانقدر اکتشاف پر عمل کیا گیا ہے۔ اس مین حروف منفردہ اور حروف ترکیبی کی اشکال بہت ہی تعداد مین بنائی گئی ہین۔ اس مین حرکات

کا کام حروف سے نہین لیا گیا۔

اسؔ مین حرکتین حروف کے درمیان مین آکر کلمہ کی ترکیب کو نہین کھولتین اور ہجا کو مشتبہ اور مخلوط نہین بناتین۔ اسؔ مین حرکتین لگانے اور ترک کرنے کا اختیار ہی۔ اسؔ کی تحریر کرنے مین وقت اور کاغذ بہت کم صرف ہوتا ہی۔ اسکو اگر حرکات کی ساتھہ لکھئے تو ایک نوآموز بچہ بھی باسانی پڑھ سکتا ہی۔ اور اگر ان کو ترک کیا جائے تو اعلی قابلیت والے فضلا کے لئے فطری دال مدلول ہونے کیوجہ سے ایک قابل قدر اور بہترین معلم ہی۔

ہمارے رسم خط مین یہ اوصاف ان تدریجی تبدلات کی برکت سے پیدا ہوئے ہین جو اساتذہ فن نے محض رسم خط کے اصلی مقصد کو پیش نظر رکھکر موقع بموقع کئے ہین اس لئے یہ یہ خوبیین ہین، یہ برکتین ہین۔ یہ ترقیات ہین، یہ سہولتین ہین۔ اور ان کا قبول کرنا ہر منفعت جو انسان کا اصلی وظیفہ ہی۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ ہم یہی مرتبہ خط کے دوسرے تغیر (یعنی اس کے نسخ عربی سے نستعلیق ایرانی کیطرف تبدل) کو بھی دیسکتے ہین یا نہین؟۔

غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ ایرانیون نے عربی خط کی شکل بدلنے مین جو زحمت اٹھائی ہے اس مین خط کے اصلی مقصد کی تحریک شامل نہین بلکہ وہ خالص قومیت کے فضول جذبہ پر مبنی ہے۔

اس قومی آتش غضب کے استعمال کرنے کا مطلب صرف اتنا تہا کہ دنیا اسلام یا کم از کم ایرانی آبادی سے عربی صورت تحریر ہی کو جلا کر راکھ بنا دیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ نسخ کے نستعلیق صورت اختیار کرنے سے فن خط نویسی مین نہ کوئی سودمند اضافہ ہوا ہے اور نہ ہی رسم خط کی کوئی مشکل اس سے حل ہوئی ہی بلکہ الٹا ہمارے کم قوت بچون پر نزاکت آفرینیون کا سخت بار آپڑا ہی جو بلاشک ایک بدقسمتی ہی۔

قوم پرستان ایران نے حروف کی صورت تو وہی رکھی مگر اس مین اسقدر باریک نوک نیچے لگا دیئے جسکا بنانا بہت ہی دیدہ ریزی کا کام ہے۔ اسی طرح اس کے دائرون کی وضع اور تنہا اور ترکیبی حروف کے سرا سقدر نزاکتون سے مملو کر دیئے جن کا صحیح طریق پر بنانا بڑی

کوششوں اور بیجد مشقوں کے بعد میسر ہوتا ہی اور تماشہ یہ کہ اس محنت شاقہ اور صرف وقت کا معاوضہ کسی رسم خط کے متعلق فائدہ حاصل ہونے کی شکل مین دستیاب نہین ہوتا۔

اس کے برعکس نسخ (عربی خط) مین ہر حرف کے بنانے مین پورا قلم استعمال کیا جاتا ہے، اس مین جس جگہ باریکی آتی ہے وہ طبعی ہونے کی وجہ سے دشوار نہین بلکہ اس جگہ خود ہاتھ کی گردش باریک بنانے پر مجبور ہی۔

غرض کہ نستعلیق رسم خط نسخ سے بہت دشوار ہی اور اس مین کوئی فائدہ بھی نہین۔ خود مین ان دونون خطون مین لکھ سکتا ہون۔

میرا ذاتی تجربہ ہے کہ مین نے نستعلیق کی مشق مشہور استادون سے کی اس کے باقاعدہ سیکھنے پر وقت اور محنت دل کھول کر صرف کی مگر مین نستعلیق کا خوشنویس نہ بن سکا بلکہ اس باریک آفرینی کی برکت سے آج اچھا خاصا ایک سست نویس ہون جس کیوجہ سے ہمیشہ ہر تحریر مین وقت کا پورا خسارہ اٹھاتا ہون۔ اور مین نے خط نسخ کی مشق کسی استاد سے نہین کی بلکہ اپنے طور پر لکھنا شروع کیا اور بہت کم محنت سے اچھا لکھنے لگا بلکہ اکثر مواقع پر اپنے عربی خط کی تعریفین بھی سنین۔

مجھے یاد ہے کہ جامعہ قاسمیہ دیوبند کی مسجد بنی تو مین نے اس مین نماز کے اوقات لکھکر لٹکا دیئے اس پر اتفاقاً حضرت مولائی مولانا شیخ الہند نور اللہ مرقدہٗ کی نظر مبارک پڑی تو دیر تک کھڑے ہو کر ملاحظہ فرماتے رہے اور پھر اپنے ایک ساتھی سے فرمایا کہ اس کا عربی قلم پرانے استادون جیسا ہی۔

حضرت مولانا شیخ الہند نور اللہ مرقدہٗ کے تمام کام تکلفات کی آلائش سے پاک تھے آپ کی تمام حرکات و سکنات طبعی ہوتی تھین آپ کا خط بھی عربی سے ملتا جلتا تہا اور نستعلیق کے نکالی نوک پنچون سے بالکل پاک

---------- ※ باقی آئندہ ※ ----------

تاریخ تعزیہ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيلُ الَّتِي أَنتُمْ لَهَا عَاكِفُونَ

واضح ہو کہ لغت مین تعزیت نام ہے مصیبت زدہ کو تلقین صبر کرنیکا۔ چونکہ کسی کا مرنا بھی اس کے ورثا، کیلئے بظاہر ایک سخت مصیبت اور باعث سخت رنج وغم ہی لہٰذا ان کے تلقین صبر کرنے کو بھی تعزیت کہتے ہین بلکہ عرفاً غالب اطلاق اسی پر ہونے لگا۔ شریعت مین بھی اس کے یہی معنی ہین اور کسی کے مرنے پر صرف تین دن تک تعزیت کرنی جائز ہی[1] جسمین نہ رونا ہی نہ پیٹنا نہ چیخنا ہے نہ چلاّنا، نہ کپڑے پھاڑنا اور گریبان چاک کرنا ہے نہ بال نوچنا اور پریشان ہونا نہ سینہ کوٹنا ہی نہ تالو اور رخسارون پر ہاتھ مارنا۔ نہ اجتماع واہتمام اور جزع فزع کی ضرورت ہی نہ میت کے مدح وذم کے بیان کی حاجت، جیسا کہ عوام کالانعام مین کسی کے مرنے پر عموماً دیکھا جاتا ہے۔ لیکن یہ سب خرافات مع شیٔ زائد آج جس تعزیہ مین ہوتا ہے وہ محرم کا تعزیہ ہے اور اس مختصر تحریر مین زیر بحث یہی رسم تعزیہ ہی جسکو لغۃً عرفاً، شرعاً کسی طرح بھی تعزیت کہنا صحیح نہین۔ مذہباً اس کے عدم جواز کی بحث تو میرے اشتہار "محرم الحرام" اور رسالہ "حرمت تعزیہ" مین دیکھنی چاہیے۔ اسوقت سنیون کو متنبہ کرنے کے لیے مورخانہ طور پر مجملاً صرف یہ عرض کرنا ہی کہ ہر سال شروع ماہ محرم مین جس تعزیہ کی بدولت بوجہ نادانی وجہالت لاکھون سنّی عملاً شیعہ ہو جاتے ہین۔ وہ حسب کتب شیعہ۔ اہل سنت کی نہین بلکہ صرف یزید اور دشمنان آل رسول و شیعون کی ایجاد ہی۔

اس تعزیہ کی روح، امام حسین شہید کربلا پر نالہ و ماتم اور نوحہ وشیون کرنا ہی اور اسکا جسم و ہیئۃ

ف[1] تین دن کے بعد تعزیت کرنا مکروہ تنزیہی ہی۔ ہان اگر تعزیت کنندہ یا میت کے اعزا سفر مین ہون اور تین دن کے بعد آئین تو ان کیلئے مکروہ نہین ہی۔ جو شخص ایک مرتبہ تعزیت کر چکا ہو اس کو پھر دوبارہ تعزیت کرنا مکروہ ہی۔ حدیث شریف مین تعزیت کے لیے یہ کہنا منقول ہی۔ أَعْظَمَ اللّٰهُ أَجْرَكَ وَأَحْسَنَ عَزَاءَكَ وَغَفَرَ لِمَيِّتِكَ یعنی اللہ تعالیٰ تیرا اجر زیادہ کرے اور تجھے اچھا صبر عطا فرمائے اور تیری میت کو بخشدے ۱۲ منہ

امام حسینؓ واقعہ کربلا کی وہ نقل ہے جو بانس اور کاغذ وغیرہ کا بنا کر بنام تعزیہ باجہ ماتم اور مرثیہ کے ساتھہ سالانہ محرم مین نکالی جاتی ہے جس کے ساتھہ ہمیشہ مختلف مقام پر اور بھی بہت سی رسمین ادا کیجاتی اور آئے دن نئی چیزین نکلتی رہتی ہین۔

روح تعزیہ یعنی نوحہ و ماتم، نالہ و شیون برامام حسین کی ابتدا، دنیا مین جس نے سب سے پہلے کی وہ بقول شیعہ یزید ہے جو ان کے خیال کے مطابق اول درجہ کا دشمن اہلبیت اور قاتل حسین تہا چنانچہ

(۱) ملا باقر مجلسی مجتہد شیعہ لکھتے ہین کہ جب اہلبیت حسین کا قافلہ کوفہ سے دمشق مین آیا اور دربار یزید مین پیش ہوا تو یزید کی زوجہ "ہند" دختر عبداللہ بن عامر بیتاب ہوکر بے پردہ دربار یزید مین چلی آئی یزید نے دوڑ کر اس کے سر پر کپڑا ڈالدیا اور کہا۔ "اے ہند نوحہ وزاری بکن بر فرزند رسولخدا و بزرگ قریش کہ ابن زیاد لعین درامر او تعجیل کرد و من راضی بکشتن او نبودم (جلاء العیون ص۵۲۷)"۔ یعنی اے ہند تو فرزند رسولخدا و بزرگ قریش پر نوحہ وزاری کر کہ ابن زیاد لعین نے ان کے معاملہ مین جلدی کی اور مین ان کے قتل پر راضی نہ تہا۔

(۲) جب اہل بیت حسین، یزید کے محل مین داخل ہوئے تو اہل بیت یزید نے زیور اتار کر لباس ماتم پہنا۔ صدائے نوحہ وگریہ بلند کی اور یزید کے گھر مین تین روز برابر ماتم برپا رہا (ایضاً ص۵۲۶)۔

(۳) صاحب خلاصۃ المصائب فرماتے ہین کہ جب حرم محترم پیش یزید لائے گئے تو "کان بیدہ منديل فجعل يمسح دموعه فامرهم ان يحولن الى هند بنت عامر فادخلن عندها فسمع من داخل القصر بكاء ونداء وعويلا (ص۲۹۳)"۔ یزید کے ہاتہہ مین رومال تہا جس سے اپنا آنسو پونچھتا پس اس نے حکم دیا کہ ان کو میرے محل مین ہند بن عامر کے پاس لیجاؤ۔ جب یہ اس کے پاس پہنچائی گئین تو داخل ہونے پر صدائے گریہ وزاری بلند ہوئی جو باہر سنائی دیتی تھی۔

(۴) صاحب ناسخ التواریخ نے ص۲۷ مین اور صاحب منہج نے ص۳۴۲ مین بھی کم وبیش اس ماتم کا ذکر کیا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ امام حسینؓ پر نوحہ و ماتم اور نالہ و شیون کا یہ پہلا دن تہا جو بحکم یزید، محل یزید مین خود اہلبیت یزید نے اہتمام سے کیا جس کا نقشہ شیعون کے مشہور اور بے نظیر مرثیہ خوان

جناب مرزا دبیر نے بھی اپنے لاجواب مرثیہ مین اس طرح کھینچا ہے۔

بچون کے فاقہ توڑنے کو خوان میوون کے
اور زیور و لباس پہنانے کو بیوون کے

ہر کشتی و طبق مین یہ ہدیہ جدا جدا
ہاتھون پہ اور سر پہ خواصونکے رکھدیا
خود مشک اور جام اٹھا کے سوئے قبلہ یہ کہا
نذر حسین کرتی ہون سقائی اے خدا

ہمراہیون سے بولی کہ حق پر نظر کرو
چلتی ہون سوگوار دن مین عریان سر کرو

وان سے بڑھی اسیرون کیساتھ وہ نیکنام
پڑھتی ہوئی درود تو کرتی ہوئی سلام
تھا خلق فاطمہ کا جو زینب پہ اختتام
چپکے سے بولی فضہ سے وہ خواہر امام

رکھتی ہے دوست یہ مرے مظلوم بھائی کو
جا میرے بدلے ہند کی تو پیشوائی کو

پہنچی جو پیشواس وہان ہند بے وفا
بیوون کے آگے کشتیان رکھوائین جابجا
بچون کے واسطے طبق میوہ خود رکھا
شہ ما کے سر کے بیچ بھی اور آل مصطفےٰ

زینب دفور شرم سے یون تھرتھرا گئی
آواز استخوان سے لرزنے کی آگئی

پھر تخت مین بٹھا کے سکینہ کو ننگے سر
اور بے پدر کی گود مین رکھا سر پدر
پھر ماتم حسین کیا سب نے یک دگر
تربت سے نکلے بال نبی اپنی کھول کر

ماتم کیا حسین کا اس زور شور سے
زہرا نے ہاتھ چوم لئے آ کے گور سے

غرض اسطرح محرم یا شیعون کے تعزیہ کی روح نے اول اول خانہ یزید مین جنم لیا پھر جب یزید نے بعد چندے اہل بیت حسین کو بعزت و حرمت اپنے پاس شام مین رہنے یا مدینہ جانے کا اختیار دیا

توانہون نے ماتم برپا کرنے کی اجازت چاہی جو دیگئی اور شام مین جسقدر قریش و بنو ہاشم تھے سب شریک ماتم و نوحہ ہوئے اور یہ گریہ وزاری ایک ہفتہ جاری رہی۔ ازان بعد یزید نے باآرام تمام ان کو جانب مدینہ روانہ کیا۔ (جلاء العیون ص ۵۳۱ و منہج ص ۳۳۵)۔ شام مین یہ دوسرا ماتم تھا جو امام حسین پر باجازت یزید اہتمام سے ہوا۔

یزید کے بعد دوسرا شخص مختار ثقفی شیعہ تھا جس نے کوفہ مین سب سے پہلے خاص عاشورۂ محرم کیلئے اس رسم بد کی بناڈالی بلکہ اور اضافہ کیا۔ یہ شخص شیعہ بھی تھا اور دشمن اہلبیت بھی۔ جس کا مفصل ثبوت میرے رسالہ "قاتلان حسین" مین (دفتر النجم لکھنؤ سے منگاکر) دیکھنا چاہیئے۔

اسی دشمن آل رسول شیعہ نے تسلط تام اور فریفتہ کرنے کیلئے شیعان کوفہ کو علانیہ کوفہ مین رسم ماتم عاشورہ ایجاد کردہ یزید کو جاری کیا اور بنام تابوت سکینہ جناب امیر کی کرسی کی پرستش شروع کی، حالانکہ وہ کرسی جناب امیر کی نہ تھی بلکہ طفیل بن جعدہ نے بلا اجازت کسی روغن فروش کی دوکان سے اٹھالاکر اسی کام کے لئے اسکو لاکر دیا تھا (ہدیہ مجیدیہ ترجمہ تحفہ اثنا عشریہ ص ۱۲ و ۱۳)۔

علامہ شہرستانی بھی لکھتے ہین کہ وہ ایک پرانی کرسی تھی جسپر مختار نے ریشمی غلاف چڑھاکر اور خوب آراستہ کرکے ظاہر کیا کہ یہ حضرت علیؓ کے توشہ خانہ مین سے ہے، جب کبھی دشمن سے جنگ کرتا تو اس کو صف اول مین رکھکر اہل لشکر سے کہتا، بڑھو، قتل کرو، فتح و نصرت تمہاری شامل حال ہے۔ یہ تابوت سکینہ تمہارے درمیان مثل تابوت بنی اسرائیل ہے اسمین سکینہ ہے اور ملائکہ تمہاری اعانت کیلئے نازل ہورہے ہین وغیرہ (الملل النحل مصری ص ۴۸)۔

تیسرا شخص معز الدولہ شیعہ ہے۔ جسنے اٹھارھوین ذی الحجہ کو عید غدیر منانے کا عام حکم صادر کیا۔ پھر اس کے بعد عاشورہ کے دن حکم دیا کہ لوگ غم حسین مین دوکانین بند کرین، ہرتال کرین۔ خرید و فروخت سے باز رہین، سوگ کے کپڑے پہنین، زور سے واویلا کرین، عورتین بال کھولین، منہ پر خاک ملین، کپڑے چاک کرین، منہ پر طمانچہ مارین، لوگون نے اس کی تعمیل کی اور اہل سنت اس کی مخالفت پر قادر نہ تھے کیونکہ شیعون کا غلبہ تھا جب ۳۵۳ھ مین پھر

ں ہوا تو اس پر شیعہ اور سُنّی مین بڑا فساد ہوا اور بہت لوٹ مار کی نوبت پہنچی (تاریخ ابن خلدون
۴ ص۴۲۵ (تاریخ الخلفا للسیوطی ص۲۷۵)۔

کامل ابن اثیر جلد دوم مین بھی ہے کہ دس محرم ۳۵۲ھ کو معزالدولہ نے عام حکم دیا کہ دکانین
جائین، بازار اور خرید و فروخت کا کام روک دیا جائے، لوگ نوحے کرین کمبل کا لباس پہنین، عورتین
ہ مُنہ اور گریبان چاک دوہتڑ مارتی ہوئی شہر کا چکر لگائین ص۱۹۷)۔

آنریبل سید امیر علی صاحب سپرٹ آف اسلام انگریزی مین لکھتے ہین کہ معزالدولہ نے بیادگا
ت امام حسین و دیگر شہدائے کربلا یوم عاشورہ کو ماتم کا دن مقرر کیا ص۴۶)۔

ایک اور شیعہ قمطراز ہین کہ "معزالدولہ پہلا بادشاہ مذہب امامیہ پر تھا جس نے یوم عاشورہ بازا
رادے، نان بائیون کو کھانا پکانیکی ممانعت کر دی۔ عورتین سر کھولے راستون مین نکلین اور
سینہ کوبی کیا۔ ۱۸ ذی الحجہ کو عید غدیر کی وغیرہ (دیکھو تلخیص مرقع کربلا ص۲۷و۹)۔

رسم ماتم عاشورہ کی یہ مختصر داستان ہے جو بحکم یزید اسی کے گھر سے شروع ہوئی مختار اور معزالدولہ
ترقی دی۔ پھر شیعون نے اس پر خوب خوب مذہبی رنگ چڑھایا اب عشرۂ محرم مین گھر گھر
کا جلوہ ہے کسی نے بالکل سچ کہا ہے۔ ؎

رسم ماتم بنا یزید نمود	ہر کہ آمد برآن مزید نمود

م تعزیہ یہ مختلف قطع وضع اور رنگ برنگ کے بنتے ہین۔ مشہور یہ کیا گیا ہے کہ روضۂ امام حسین رض
نقل ہے اور جگہ کا تو حال معلوم نہین مگر ہندوستان مین ہر سال عشرۂ محرم مین بڑے تزک و احتشام
دھوم دھام سے نکالا جاتا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ یہان عہد تیمور مین اس کی ابتدا یون ہوئی کہ بعض شیعہ بیگمات، شیعہ وزرا
شیعہ امرائے ایرانی الاصل اور شیعہ اہل لشکر ہند مین قیام اور سلطنت و جنگ کے انتظام
رہ کے باعث ہر سال کربلائے معلی نہین جا سکتے تھے جنہون نے حسب عقیدۂ شیعہ بغرض
ول ثواب روضۂ امام حسین رض کی نقل منگوا کر بجائے کربلا اس کی زیارت کرنی شروع کی پھر

جب شاہان اودھ کے دور میں تشیع نے زور پکڑا تو نقل روضۂ امام و ذوالجناح اور قاسم کی مہندی وغیرہ کا بھی رواج بڑھا۔ اسی نے کم و بیش جلد یہ صورت اختیار کر لی جو اب مروج ہے۔ چنانچہ تلخیص مرقع کربلا کے شیعہ مصنف بھی فرماتے ہین کہ:-

جوہری صاحب طوفان البکا نے امیر تیمور کا عراق مین آنا اور زیارت کربلا و نجف اشرف کرنا اور پیادہ چلنا اور وزرا کا پیادہ روی سے منع کرنا اور اس کا قرآن مین فال دیکھنا اور آیہ فاخلع نعلیک کا نکلنا اور تبرکات لانا اور انفاذ تعزیہ داری خصوصاً ہندوستان مین مفصل لکھا ہے اور سب جانتے ہین (ص۲۳)۔

حالانکہ اس نقل روضۂ امام (تعزیہ) کا کچھ اعتبار نہین کیونکہ اصل روضۂ امام ہی بوجوہ ذیل غیر معتبر ہے۔

اوّلاً۔ شیعون کے ہان خود امام حسین کی شہادت ہی مین اختلاف ہے اور قرائن سے عدم شہادت حسین کی روایات شیعہ کو ترجیح معلوم ہوتی ہے (دیکھو رسالہ قاتلان حسین)۔

ثانیاً۔ بر تقدیر شہادت، نفس دفن حسین مین اختلاف ہے چنانچہ دفن کے خلاف عدم دفن کی روایت امام جعفر صادق سے یہ ہے کہ بعد شہادت، امام حسین کی نعش کو ملائکہ نے آسمان پر لیجا کر جناب امیر کی صورت کے پہلو مین رکھدیا (جلاء العیون باب ۳ فصل ۵)۔

ثالثاً۔ مقام دفن حسین مین بھی اختلاف ہے۔ ایک یہ قول ہے کہ کربلا مین دفن ہوئے مگر اس کے خلاف بڑی طول طویل روایت ہین۔ دوسرا قول یہ ہے کہ نینوا مین دفن ہوئے (ایضاً باب ۵ فصل ۲۲)۔

رابعاً پھر اسی روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ متوکل کے زمانہ مین امام حسین کی قبر کا نشان تک اس طرح مٹ گیا یا مٹا دیا گیا تھا کہ اس پر زراعت ہونے لگی تھی۔

خامساً۔ اسمین بھی اختلاف ہے کہ امام حسین کی نعش کو قبیلۂ اسد کے کچھ لوگون نے بظاہر دفن کیا تھا یا فی الواقع امام زین العابدین نے (ایضاً باب ۵ فصل ۱۴)۔

سادساً۔ پھر ہنوز یہ بھی محل نظر ہے کہ اگر زین العابدین نے دفن کیا تو با عجاز امامت یا یونہی مخفی طور پر (ایضاً)

پس ایسی حالت مین یہ موجودہ مروجہ تعزیہ اصلی نہین بلکہ یقیناً فرضی روضۂ امام حسین کی نقل ہی جس مین بتدریج ترقی ہوئی اور اب تو اسکے ساتھہ دُلدُل علم وغیرہ بہت سی چیزین نکلتی ہین۔ عموماً شیعہ اور اکثر جاہل سُنّی اس تعزیہ کیساتھہ وہ برتاؤ کرتے ہین جو حد شرک کو پہنچ جاتے ہین۔ شیعون نے عجیب و غریب حکایتین تراش کراس کے متعلق مشہور کر رکھی ہین اور اب بھی فرضی افسانے اختراع کرکے بیان کرتے رہتے ہین۔ جس سے نادان مسلمان متاثر ہوکر گمراہ ہوتے ہین۔ یہ تعزیہ بقول شخصے طفلانہ حرکت ہی۔

بنا تعزیہ شرک کرتے ہین عام
بناتے جو ہین تعزیہ کو مدام
یہ باجے کہان تھے بفوج امام
حقیقت مین لہو ولعب ہے تمام

کہ شاہد ہی اس پر خدا کا کلام
ہجو کرتے ہین اہل بیت امام
یہ ہے بلکہ تقلید اعدا تمام
ہے بے عقل و نافہم بچّون کا کام

بچہل سال عمر عزیزت گذشت
مزاج تو از حال طفلی نہ گشت

...ی نے اس خلافِ شریعت اور لغو تعزیہ کے روح وجسم ہر دو کا خوب نقشہ کھینچا ہی چنانچہ کہتا ہی ؎

نام کی ہوتی ہی عشرہ مین یہ خیراتِ کثیر
مجلسین کرتے عزاداری کے ہین اکثر امیر

ہے کہین روٹی کہین چھوڑا کہین بلتی ہی کھیر
بنتے ہین خوش اعتقادی سی محرم مین فقیر

پہنتے ہین لوگ اکثر جامہ ہائے سبز رنگ
ہوتی ہی گتکا پھری سے مفت کی مصنوعی جنگ

مجلسون مین نوحہ خانون کی عجب ہوتی ہی دھوم
دہ محرم کے سپاہی جیسے فوجِ شام وروم

پاکدامن گیسوؤنکا دیکھلو ہر جا ہجوم
اس سری سے اس سری تک سینہ کوبی بالعموم

اور تماشا گاہِ عالم تعزیہ دارونکی گھر
جلتے ہین فانوس روتی شمع ہی باچشم تر

تعزیونکی جگمگاہٹ جاہلون کا مدعا

مشعلون کی روشنی جہتا بیونکی وہ ضیا

اور وہ یالیتنی کنت معھم کی صدا — وہ شب غم جس مین مخفی لطف و زیبد کا
سانگ وہ بھروپیون کے ڈھنگلونکی دھوم دھام ٭ ہر قدم پر نعرہ ہائے یاعلی و یاامام
وہ سبیلون کی نمائش جھنڈیونکا کھٹکھٹا — کورے کورے مٹکے جنمین سرد شربت قند کا
جلوہ گر مصنوعی پنجہ شاہ مردان کا جدا — اور وہ نشان دلدل، رخت پیکر کربلا
بھس اڑانا سرپہ اور رونا زبردستی کا وہ ٭ اور نمونہ مشتے بعد از جنگ کی ہتی کا وہ
بانس کے وہ ڈھانچے جن پر کاغذی ہو پیرہن — تعزیہ کہتے ہین اسکو سب یہان کے مرد و زن
جانکر روضہ شہید کربلا کا ٹھیک تن — پوجتے ہین وہ ہی ہی جن کا لقب کہ بت شکن
اشرف المخلوق اور خیر الامم ہی کیا غضب ٭ مانتے ہین منتین اور جانتے ہین اسکو رب
اور بھی رسمین بہت سی ہندو ایران مین — اعتراض آتا ہے جس سے اور خلل ایمان مین
ہے حدیثون مین مذمت جنکی اور قرآن مین — جن سے بٹہ لگتا ہے اسلامیونکی شان مین
ہین بڑی بنیاد مذہب کیلئے جو رسم و کھیل ٭ کلمہ گویون مین ہوئے رائج جہالت کی طفیل

غرض تعزیہ رسم تعزیہ کے جب اہل سنت نہ موجد نہ قائل تو پھران کو اسکی غرض سے کیا واسطہ؟ اہل سنت کا تو بس یہ مسلک ہے۔ کہ

صابرون پر جبکہ ہوتا ہی مصیبت کا نزول — انا للہ کہہ کے کرلیتے ہین وہ اسکو قبول
انکے بڑھتے ہین مدارج جنت الفردوس مین — حاسدان کے سب نظر آتے ہین غمگین و ملول
راہ حق مین جان دیکر ہوگئے زندہ حسینؓ ٭ وہ انہین مردہ سمجھکر بین کرتے ہین فضول

ہان چونکہ تعزیہ کا موجد در اصل یزید ہی اور شیعہ اسکے حامی ہین لہذا تعزیہ محرم کی غرض و غایت اہل تشیع کے سوا کون بتا سکتا ہی۔ اس کیلئے بھی مین نے کتب شیعہ کی ورق گردانی کی اور متعدد کتابین نظر پڑین۔ از انجملہ ایک کتاب **نور ایمان** بطرز ناول مصنفہ مولوی خیرات احمد صاحب وکیل شیعہ ہی جسمین بعنوان "اعمال محرم" صفحہ ۳۳۲ سے صفحہ ۳۸۴ تک تعزیہ اور اسکے متعلقات کے جواز پر مفصل بحث کی گئی ہی۔ اسمین درج ہی کہ "تعزیہ نقل روضہ مبارک امام حسینؓ ہی۔ اسکی غرض یہ ہی کہ چونکہ ہم لوگ روضہ مبارک سے دور بستے ہین اسلئے تعزیہ کے دیکھنے سے روضہ مبارک اور واقعات کربلا یاد آئین گے اور ہم لوگ مصائب آقائے مظلوم یاد کرکے جہان تک ہوسکے گا عزاداری اور ہمدردی کرین گے۔ اگر کل اعمال محرم موقوف کردئے جائین تو کیا اسکے چند برس بعد عوام الناس شہادت حضرت امام اور ظلم لشکر یزید سے بالکل ناواقف ہوجائین گے صفحہ ۳۶۵ و ۳۵۲ انتہی۔ **ناظرین!** اصل یہ ہی کہ لشکر یزید کے لشکری کربلا مین بمقابلہ امام حسینؓ نہ شامی تھے، نہ حجازی، بلکہ صرف کوفی شیعہ تھے جنہون نے امام ہمام کو بکثرت خط لکھکر بلایا تھا اور جب وہ تشریف لائے تو انہین بلانیوالے شیعون نے ان کو دغا اور فریب دیا اور فوج یزید بنکر امام عالی مقام کو نہایت بیدردی اور بڑی بیرحمی کیساتھ قتل اور ان کے ہمراہیون پر روح فرسا جفا و ظلم کیا چنانچہ اس کو مین نے اپنے

سالہ قاتلان حسین "مین خود کتب شیعہ سے بہت اچھی طرح ثابت کر دیا ہے۔ پس سابقہ شیعہ قاتلان حسین کے موجودہ شیعہ بھائیون کو ہر سال محرم مین اس ظلم کو جو ان کے شیعہ برادران نے امام مظلوم پر کیا تہا، یاد رنا مبارک ہو تاکہ آئندہ یہ یادو مشق بوقت رجعت پھر کام آسکے۔ **شیعہ اور تعزیہ** روافض کو تعزیہ، مختار ثقفی معز الدولہ دیلمی ہر، دشمن آل رسول سے چونکہ خاص انسیت ہے۔ لہذا ان کے افعال و ایجادسے بھی الفت ہونی چاہیئے۔ یہی وجہ ہے کہ شیعون کو خلاف شریعت رسم تعزیہ محرم سے خصوصیت ہے کہ جس مین جرم قتل حسین کی یادو مشق ہوتی ہے۔ **سنی اور تعزیہ**۔ بھلا سنی تعزیہ دارون سے کوئی پوچھے کہ شیعہ تو بذریعہ تعزیہ محرم مین امام پر اپنے شیعہ بھائیون کے ظلم و ستم کرنی کی یادو مشق کرتے ہین مگر تم کیا کرتی ہو؟ قاتلان حسین کا کام کرتے ہو اور پھر شرماتے بھی نہین، افسوس۔

حکم تعزیہ مذہبا اہل سنت کے نزدیک عشرہ محرم کے متعلق حدیث شریف سے صرف دو امر ثابت ہین اول روزہ رکہنا۔ دوم اپنے اہل وعیال پر نسبتہ خرچ مین وسعت کرنا۔ روزہ عاشورہ محرم کا حکم کتب معتبرہ شیعہ مین بھی ہے چنانچہ جامع الاخبار باب ۵ فصل ۲ مین لکھا ہے۔ قال رسول اللہ من صام یوم عاشورۃ کتب اللہ لہ عبادۃ ستین سنۃ بصیامہا وقیامہا۔ یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے عاشورہ محرم کا روزہ رکھا اللہ نے اس کیلئے ساٹھہ برس کے روزون اور قیام کی عبادۃ کا ثواب لکھا۔

استبصار مین ہے کہ عاشورہ محرم کے دن خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزہ رکھا کرتے تھے۔ نیز ملا باقر مجلسی شیعی اپنی مشہور کتاب جلاء العیون باب ۵ فصل ۱۴ مین رقمطراز ہین "امام زین العابدین سے روایت ہے کہ بروز شہادت جب صبح ہوئی تو حضرت امام حسین ؑ کو نیند آگئی اور گریان خواب سے بیدار ہوئے اور فرمایا کہ اسوقت مین نے دیکھا کہ رسول خدا مع افواج ارواح مقدسہ میرے پاس آئے میرے نانا نے مجھ سے کہا اے فرزند تعجیل کرو کہ آج کی رات ہماری ساتھہ افطار کرنا (پھر امام نے فرمایا) یہی مقدر ہے کہ آج کا روزہ آب کوثر سے بدست مبارک حضرت خیر البشر افطار کرین"، انتہی۔

رہا عشرہ محرم مین اہل خانہ پر خرچ مین وسعت کرنا تو یہ بھی شان صبر وخوشی سے ہے۔ چنانچہ غم و مصیبت مین صبر کا حکم اور اس کی فضیلت اور اس پر رسول وائمہ کا عمل کتب شیعہ مین بکثرت مذکور ہے کچھ مین نے اپنے رسالہ حرمت تعزیہ مین نقل کیا ہے۔ بعض اس جگہ بھی ملاحظہ ہو۔ ملا باقر مجلسی مجتہد شیعہ لکھتے ہین کہ:۔ (۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ سے اپنے آخری مرض مین فرمایا" ای فاطمہ واضح ہو کہ پیغمبر کے لئے گریبان چاک کرنا نہ چاہئے۔ اور بال نوچنے نہ چاہئین اور نہ واویلا کرنا چاہیئے ولیکن وہ کہنا جو تیرے باپ نے اپنی بیٹے ابراہیم کے مرتے مین کہا تہا کہ آنکھین روتی ہین اور دل دردمند ہے اور مین وہ نہین کہتا جو موجب غضب پروردگار ہے۔ اے ابراہیم مین تجہ پر اندوہناک ہون الخ (۲) اور بوقت وفات فرمایا)، اے فاطمہ جب مین مرجاؤن تو اس وقت تم اپنے بال میری مفارقت سے نہ نوچنا اور نہ اپنی

گیسو پریشان کرنا اور نہ واویلا کرنا اور نہ مجھپر نوحہ کرنا اور نہ نوحہ کرنیوالون کو بلانا (جلاء العیون باب فصل ۱۴)
(۲) نیز حضرت امام حسین نے بوقت قریب شہادت اپنی بہن کو یہ آخری وصیت کی کہ "اے خواہر گرامی تم کو قسم دیتا ہون کہ جب مین تیغ اہل جفا سے بعالم بقا رحلت کرون تو نہ گریبان چاک کرنا اور نہ منھ نوچنا اور نہ واویلا کرنا (ایضاً باب ۵ فصل ۱۴)"
(۳) بسند معتبر امام صادق سے روایت ہی کہ جب حضرت جبرئیل خبر شہادت امام حسین جناب رسولخدا کے پاس لائے تو آپ جناب امیر کو لیکر خلوت مین دیر تک اس معاملہ مین گفتگو کرتے رہے اور دونون پر گریہ غالب ہوا۔ فوراً پھر جبرئیل نازل ہوئے اور کہا کہ بعد سلام خدا فرماتا ہی کہ مین تم کو قسم دیتا ہون اس مصیبت پر صبر کرو۔ پس رسولخداؐ اور جناب امیرؑ نے بحکم خدا صبر کیا (ایضاً باب ۵ فصل ۶) انتہی
خوشی کے متعلق بھی بقول مجلسی، حبیب ابن مظاہر جو کربلا مین امام کے میسرۂ لشکر کے سردار تھے فرماتے تھے کہ "عاشورہ سے بڑھکر کون روز زیادہ خوشی کا ہی" انتہی
الغرض اہل سنت کا مسلک خود کتب شیعہ سے بھی ثابت ہی مگر جو لوگ قاتلان حسین شیعہ کے بہائی اور دشمن اہل بیت ہین وہ اللہ ورسول وائمہ کے خلاف بجائے روزہ کے فاقہ اور بعوض صبر کے بےصبری اور خوشی کے بدلہ مین غم کرتے ہین۔ خود حضرت علیؑ کا ارشاد ہی کہ من جدد قبراً او مثل مثالاً فقد خرج عن الاسلام (من لایحضرہ الفقیہ باب نوادر) یعنی جس نے نئی قبر یا قبر کی مثال بنائی وہ یقیناً دین اسلام سے خارج ہوگیا مگر شیعہ ہین کہ سب ہی چیز کی نقل و مثال بناکر عشرہ محرم مین نکالتے اور اسلام سے خارج ہوتے ہین اور اپنے ابو الائمہ کے قول کا کچھ بھی پاس ولحاظ نہین کرتے۔ خیر جو شیعہ چاہین سو کرین ہمین تو سنیون سے مطلب ہے۔ پس سنیو! سنو۔ شریعت مین جب میت کے ورثا کو آواز سے رونے کی ممانعت ہی تو تعزیت کنندگان کو اس کی اجازت کیون ہونے لگی۔ پھر تعزیہ محرم کے عدم جواز کا کیا پوچھنا۔ قطعاً ناجائز اور حرام ہی دشمنان آل رسول کے اس ایجاد کا سنیون کو کبھی بھولکر بھی نام نہ لینا چاہئے کیونکہ ؎

حسینؓ زندہ ہین جنت مین چین کرتے ہین	حسد ہے اُن سے جنہین، شور شین کرتے ہین
خوشی سے اُن کی جو خوش ہین وہ غم سے ہین آزاد	جو اس سے جلتے ہین دن رات بین کرتے ہین

فقط

احقر العباد
(عبدالشکور عفا عنہ مرزاپوری)

رجسٹرڈ نمبر اے ۱۴۱۱

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما انا قاسم واللہ یعطی

القاسم

دور جدید

جلد ۳ شوال المکرم سنہ ۱۳۴۶ھ نمبر ۱۰

مرکز العلوم الاسلامیہ جامعہ قاسمیہ دار العلوم دیوبند کا ماہوار دینی و علمی رسالہ

زیر ادارت

فخر الہند حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب ناظم ثانی جامعہ قاسمیہ

باہتمام

خاکسار طاہر بن احمد القاسمی نائب المدیر

مطبع قاسمی دیوبند میں طبع ہوکر

دفتر القاسم دار العلوم دیوبند سے شائع ہوا

قیمت سالانہ دو روپیہ آٹھ آنہ مع محصولڈاک

فی پرچہ ۴ر

فہرست مضامین رسالہ "القاسم" بابت ماہ شوال المکرم ۱۳۴۶ھ

جو

بیادگار حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قدس اللہ سرہٗ

بانی دار العلوم دیوبند

بسرپرستی

قدوۃ الانام حضرت مولانا الشاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی و حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب صدر مہتمم و حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی و دیگر مقدس و مقتدر علمائے دیوبند سے

شائع ہوتا ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اتمام الکلام فی تحقیق حکومۃ الاسلام

حامدًا ومصلیًا اس زمانہ مین یہ خیال عام ہوگیا ہی کہ اسلامی حکومت جمہوری ہے نہ کہ شخصی
چنانچہ جنکو آجکل اہل علم سمجھا جاتا ہے وہ بھی اس بلا مین گرفتار ہین۔ اور اس کا اثر یہ ہے کہ دینی مدارس
کے طلبہ بھی اس سے محفوظ نہین۔ اس لئے ضرورت ہے کہ ہم حکومت اسلامی کی حقیقت نمایاں
کردین۔ تاکہ مسلمان اس غلطی کے نتائج بد سے محفوظ رہین۔ کیونکہ اس خیال مین سب سے بڑی
خرابی تو یہ ہے کہ اس مین خدا اور رسول پر بہتان باندھنا ہے کہ انہون نے مسلمانون کو جمہوری
حکومت قائم کرنے کا حکم دیا اور دوسری خرابی یہ ہے کہ جب خدا نے اسلامی حکومت کو شخصی
قرار دیا ہے تو گویا انہون نے شخصی حکومت کے مصالح عالم کے لئے مفید ہونے کا دعوی کیا ہی۔
پس جب کوئی شخص جمہوریت کو مصالح عالم کے لئے مفید بتلاتا ہے۔ تو گویا وہ بزبان حال
دعوی کرتا ہی کہ مین مصالح عالم کو خدا و رسول سے زیادہ جانتا ہون اور خدا و رسول کا بیان غلط
ہے۔ تیسری خرابی اس مین یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے اس خیال سے دینی اور دنیوی بربادی کی
حمایت کرتے ہین۔ کیونکہ جمہوری حکومت کا نتیجہ دین اور دنیا دونون کی بربادی ہے۔ چنانچہ جب
ترکون نے دیکھا۔ کہ اسلام اور جمہوریت جمع نہین ہوسکتے تو انہون نے جمہوریت کی خاطر احکام اسلام

کو چھوڑ دیا اگر کسی کو یہ شبہہ ہو کہ اس وقت دنیا مین جمہوری حکومتین ترقی کر رہی ہین تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ ترقی بھی استبدادہی کی بدولت ہی۔ نہ کہ جمہوریت کی بدولت۔ کیونکہ صحیح معنیٰ مین جمہوریت کا وجود کسی جگہ بھی نہین اس لئے جہان کہین بھی جمہوریت ہے وہان ایک متحد الخیال جماعت اپنی استبدادی قوت سے کمزورون کو دبائے ہوئے ہی اور بجبر اُن پر حکومت کر رہی ہی۔ جو کہ اصول حریت کے خلاف ہے اگر اس اصول پر صحیح طور سے عمل کیا جائے اور ہر شخص کو کامل آزادی دیجائے پھر دیکھین کونسی حکومت دنیا مین قائم رہتی ہے اور دنیا مین امن کیونکر قائم رہ سکتا ہی۔

پس ثابت ہوا کہ امن کا ضامن صرف جبر و استبداد ہی اور حریت امن عامہ کے لئے سخت خطرناک ہی۔ پس جبکہ جمہوریت کا خیال اسقدر مہلک نتائج پر مشتمل ہے تو ضرور ہوا کہ مسلمانون کو اس غلطی پر متنبہ کیا جائے تاکہ وہ ان نتائج سے محفوظ رہین۔ اس لئے کہا جاتا ہی کہ جن تنقیحات پر ہمین بحث کرنی ہے وہ حسب ذیل ہین۔

تنقیحی سوالات

(۱) جمہوریت اور ملوکیت کی حقیقت اور اُن کا باہمی فرق کیا ہی؟۔

(۲) ان دونون مین کونسی اصطلاح اور کونسا طریقہ قدیم ہے؟۔

(۳) اسلام سے پہلے کونسا طریقہ رائج تہا۔ اسلام نے آکر اسے قائم رکہا۔ یا تبدیلی کی؟ اور تبدیلی کی تو کن وجوہ سے۔ ؟ اور خلفائے راشدین کی حکومت کا طریقہ کیا تہا؟۔

(۴) طرز حکومت کے متعلق اسلام کی تصریحات کیا ہین اور ان سے کونسا طرز صحیح ثابت ہوتا ہی؟

(۵) شرعی الفاظ امامت یا امارت یا خلافت مذکورہ بالا دونون اصطلاحون کے موافق ہین یا کسی ایک کے اور کس کے؟۔

یہ پانچ تنقیحات ہین۔ اب ہم ان کا جواب عرض کرتے ہین۔ غور سے ملاحظہ فرمایا جائے۔

جواب سوالات مذکورۂ بالا،

حقیقت جمہوریت (جسکو علامہ شبلی نے جو نئی روشنی کے علما اور لیڈرون کے امام ہین۔ الفاروق

مین بیان کیا ہے - یہ ہی کہ حکمران مسلوب الاختیار ہو کر کارکن جماعت کا ایک فرد بن جائے اھ اور ملوکیت چونکہ جمہوریت کی ضد ہی - اس لئے اس کے یہ معنی ہین کہ تمام اختیارات حکمران کے ہاتھہ مین ہون - اور رعایا اس کے احکام کی ماننے والی اور اس کی فرمانبردار ہو اس لئے جمہوریت اور ملوکیت کے مابہ الامتیاز کو ان چند عنوانون سے ظاہر کیا جاسکتا ہی -

اوّل جمہوریت مین صدر جمہوریت مسلوب الاختیار ہوگا - اور ملوکیت مین با اختیار -

دوم جمہوریت مین صدر جمہوریہ قوم کا نمائندہ ہوگا - اور بادشاہت مین بادشاہ قوم کا نمائندہ نہ ہوگا -

سوم جمہوریت مین صدر جمہوریہ رعایا کی مرضی کے تابع ہوگا اور ملوکیت مین قوم اس کی تابع ہوگی -

چہارم جمہوریت مین صدر جمہوریت برائے نام حاکم اور درحقیقت قوم کا محکوم ہوگا - اور بادشاہت مین بادشاہ اسماً و معنیً حاکم اور قوم اس کی محکوم ہوگی - ان دونون مین طریق ملوکیت قدیم اور طریق جمہوریت یورپ کی ایجاد ہی - اسلام سے پہلے طریق ملوکیت ہی رائج تھا - اسلام نے آکر اس مین کوئی تبدیلی نہین کی - صرف اتنا تغیر کردیا کہ پہلے بادشاہ انسانون کو اپنی رعایا سمجھکر اپنی حسب منشا حکومت کرتے تھے اور اسلام نے بادشاہون کو یہ تعلیم دی کہ بادشاہ حقیقی حق تعالیٰ ہین اور تمام مخلوق ان کی رعایا اور تم ہماری رعایا پر ہماری جانب سے حاکم مقرر کئے گئے ہو اور تم کو ہماری جانب سے ایک دستورالعمل دیا گیا ہی - جس کا نام دین اور شریعت ہے تم خود بھی اس کی پابندی کرو - اور ہماری رعایا سے بھی اس کی پابندی کراؤ -

اور تم ان پر اس قانون کے ماتحت رہ کر حکومت کرو - اور اس بنا پر ملوکیت دو قسم پر منقسم ہوگئی ایک وہ ملوکیت جس مین بادشاہ مخلوق خدا کو اپنی رعایا قرار دے کر ان پر خود مختارانہ حکومت کرے - اور ایک وہ ملوکیت جس مین بادشاہ اپنے کو شہنشاہ حقیقی کا نائب السلطنت سمجھکر اسکی رعایا پر اس کے قانون کے مطابق حکومت کرے - پہلی قسم کی ملوکیت قیصر و کسریٰ کی ملوکیت تھی - اور دوسری قسم کی ملوکیت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے خلفائے راشدین کی اور ان دونون ملوکیتون مین حقیقت کا فرق نہین بلکہ طرز عمل کا فرق ہے جیسے ملوکیت عادلانہ

کو چھوڑ دیا اگر کسی تو...
یہ ہے کہ وہ ترقی بھی استبدادی ...
کا وجود کسی جگہ بھی نہین اس لئے جہان ...
استبدادی قوت سے کمزورون کو دبائے ہو...
کے خلاف ہے اگر اس اصول پر صحیح طور سے عمل ...
دیکھین کونسی حکومت دنیا میں قائم رہتی ہے اور دیت...
پس ثابت ہوا کہ ان کا منشا صرف جبر و استبداد ...
خطرناک ... کہ جمہوریت کا خیال اسقدر مہلک نتائج پر ...
اگر اس غلطی پر ... تاکہ وہ ان نتائج سے محفوظ رہین - اس سے ...
تنقیحات ... بحث ... ہے وہ حسب ذیل ہین -

تنقیحی سوالات

(۱) جمہوریت اور ملوکیت کی حقیقت اور اُن کا باہمی فرق کیا ہی ؟-
(۲) ان دونون مین کونسی اصطلاح اور کونسا طریقہ قدیم ہے ؟-
(۳) اسلام سے پہلے کونسا طریقہ رائج تھا - اسلام نے آکر اسے قائم رکھا - یا تبدیلی کی ؟ ...
تبدیلی کی تو کن وجوہ سے - ؟ ... خلفائے راشدین کی حکومت کا طریقہ کیا تھا ؟-
(۴) طرز حکومت کے متعلق اسلام کی تصریحات کیا ہین اور ان سے کونسا طرز صحیح ثابت ہوتا ...
(۵) شرعی الفاظ امامت یا امارت یا خلافت مذکورہ بالا دونون اصطلاحون کے موافق ہین یا کسی
ایک کے اور کس کے ؟-
یہ پانچ تنقیحات ہین - اب ہم ان کا جواب عرض کرتے ہین - غور سے ملاحظہ فرمایا جائے -

جواب سوالات

قراءۃ مصحف القرآن

ـران کے بارے میں

ق التفسیر فی القرآن

نہایت ہی مطابق تفسیر کرتے ہیں

اھم من النیران

سب سے زیادہ بچنے والے ہیں

یدالمسلمین کہا کرتے تھے اور بار بار

یہ امراض کیا ہیں اور کیون آتے

ض کیا کہ اگرچہ تھوڑی ہی سی

کہ مجھے علیحدہ ہانہون

تحاریں

ہیں بادشاہ

طریق جمہوریت یورپ

طریق

اگر اس میں کوئی تبدیلی نہیں

کر دیا کہ پہلے

حسب منشا حکومت کرتے تھے اور اسلام نے بادشاہوں کو یہ تعلیم دی

ان کی رعایا اور تم ہماری رعایا

ایک دستور العمل دیا گیا

ہماری رعایا

ہم زمانہ اسلام کی حکومتوں

حکومت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکومت کس قسم کی تھی آیا جمہوری

شخصی۔ تو واضح ہو کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ ... تھے اور آپ کے

و جائز نہ ہین۔ اور ملوکیت کی اسی قسم ثانی کا نام ہے امامت یا امارت یا خلافت ہے اور اسی کی اسلام نے تعلیم دی ہے۔ اور جمہوریت اور ملوکیت کی قسم اول اسلام کی تعلیم کے خلاف ہین یہ مختصر جوابات تھے۔ سوالات کے اب ہم ان پر کسیقدر تفصیل سے گفتگو کرتے ہین۔

(۱) قال اللہ تبارک وتعالی: الم تر الی الملاء من بنی اسرائیل من بعد موسی اذ قالوا لنبی لهم ابعث لنا ملکا نقاتل فی سبیل اللہ الی ان قال تبارک وتعالی: وقال لهم نبیهم ان اللہ قد بعث لکم طالوت ملکا قالوا انی یکون له الملک علینا ونحن احق بالملک منه ولم یوت سعة من المال قال ان اللہ اصطفاه علیکم وزاده بسطة فی العلم والجسم واللہ یوتی ملکه من یشاء:

ان آیات سے نہایت صفائی کے ساتھہ چند باتین معلوم ہوئین۔

(الف) بنی اسرائیل نے اپنے نبی سے درخواست کی کہ ہمارا کوئی بادشاہ مقرر کردو۔

(ب) نبی نے ان سے یہ نہین کہا کہ ملوکیت خدا کے ساتھہ مخصوص ہے اس لئے ملوکیت کا سوال بے معنی ہے تم کمیٹی کرکے صدر جمہوریت مقرر کرلو۔ بلکہ ان کی درخواست کو جائز قرار دیکر منظور کیا اور حق تعالے کے حکم سے طالوت کو ان کا بادشاہ بنا دیا۔

(ج) قوم نے چیخ پکار مچائی کہ یہ کیا کیا کہ ایسے شخص کو ہم پر حاکم بنا دیا جس کو ہم پر حکومت کا کوئی حق نہین بلکہ اس سے زیادہ تو حکومت کے ہم مستحق ہین۔ کیونکہ وہ ایک معمولی حیثیت کا آدمی ہے۔ برخلاف ہمارے کہ ہم اس سے اعلی ہین اور وہ ایک غریب آدمی ہے اور ہم مالدار لیکن ان کی اس چیخ پکار پر کوئی توجہ نہین کی گئی اور ان سے کہا گیا کہ تم کو طالوت ہی کی حکومت قبول کرنی ہوگی۔ کیونکہ گو وہ تم سے زیادہ مالدار نہین مگر وہ علم اور قوت مین تم سے بڑھا ہوا ہے۔ علاوہ ازین ملک تمہارا نہین کہ تم اپنی مرضی سے جسے چاہو بادشاہ بناؤ بلکہ ملک خدا کا ہے۔ اُسے اختیار ہے جسے چاہے دے۔ تم حق تعالی کی رعایا ہو تمہارا کام اطاعت ہے نہ کہ سلطنت کے معاملات مین مداخلت۔ لہذا تمہین اس مین مزاحمت کا کوئی حق نہین۔

(د) اس سے معلوم ہوا کہ بادشاہ اسلام ایک شاہی عہدہ دار ہوتا ہے۔ جسکا تقرر منجانب اللہ ہوتا ہے۔ اور رعایا پر اس کی اطاعت لازم ہوتی ہے اور وہ رعایا کا مقرر کردہ اور ان کا محکوم

اوران کے تابع نہین ہوتا۔

(۵) نیز اس سے معلوم ہوا کہ جب رعایا مین صحیح انتخاب کی قابلیت نہ ہو تو انتخاب امام انکے سپرد نہ کیا جاوے گا۔ بلکہ ان پر بجبر حکومت کیجاوے گی خواہ وہ اسے پسند کرین یا ناپسند ان امور سے صاف طور پر واضح ہوگیا کہ ملوکیت خدا کا قانون ہے اور وہی قدیم طریقہ ہے اور جمہوریت کا طریق قانون الٰہی کے بالکل خلاف ہے۔

(۲) جو انبیاء بادشاہ ہوئے ہین جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت داوٗد علیہ السلام حضرت سلیمان علیہ السلام اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ سب خودمختار تھے اور رعایا کے نمائندون کی کمیٹی کے ماتحت نہ تھے یہ بھی اس کی دلیل ہے کہ ملوکیت ہی طریق قدیم اور وہی قانون الٰہی ہے اور جمہوریت طریق محدث اور قانون الٰہی کے خلاف ہے۔

(۳) حضرت سلیمان علیہ السلام نے حق تعالیٰ سے دعا کی تھی۔ رب ھب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی یہ بھی ایک نبی کی دعا ہے۔ جس مین ملوکیت کی درخواست ہے نہ صدر جمہوریت ہونے کی۔ لہٰذا اس سے بھی معلوم ہوا کہ ملوکیت ہی طریق صحیح اور مطابق قانون الٰہی ہے اور جمہوریت اس کے خلاف۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا۔ کہ طلب حکومت مین اگر غرض صحیح ہو۔ تو وہ مذموم نہین۔ یہ تو وہ تصریحات تھین۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ قبل از اسلام بھی قانون الٰہی ملوکیت ہی تھا اور قیصر و کسریٰ کی حکومت اس لئے قابل اعتراض نہین تھی کہ انہون نے اپنا نام ملک کیون رکھا تھا اور لوگون کو جمہوریت کیون نہین دی تھی بلکہ ان کی ملوکیت اس لئے قابل اعتراض تھی کہ انہون نے شہنشاہ حقیقی سے بغاوت کرکے اپنے کو خودمختار بادشاہ بنالیا تھا اور شہنشاہ حقیقی کی رعایا پر بحیثیت شاہی افسر کے حکمران نہ تھے بلکہ ان پر باغیانہ حیثیت سے حکمران تھے۔ اب ہم زمانہ اسلام کی حکومتون کا ذکر کرتے ہین اسلام مین سب سے پہلے حکومت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے اب ہم کو دیکھنا یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکومت کس قسم کی تھی آیا جمہوری یا شخصی۔ تو واضح ہو کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مین تمام اختیارات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ مین تھے۔ اور آپ کے خلاف کسی کو کوئی اختیار

نہ تہا۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتے ہین۔ ما کان لمؤمن ولا مؤمنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امرا ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم۔ اس کے علاوہ ایسے نصوص سے قرآن وحدیث بہرے پڑے ہین جن سے لوگون پر رسولؐ کی اطاعت کی فرضیت ثابت ہوتی ہے یہ تو آپ کے استقلال واستبداد کی حالت تھی لیکن باوجود اس کمال اختیار کے آپ کو شہنشاہ حقیقی کی جانب سے شاورھم فی الامر کا بھی حکم تہا اور اس بنا پر جسوقت آپ کو ضرورت ہوتی تھی اس وقت آپ صحابہ سے خود بھی مشورہ لیتے تھے۔ اور صحابہ آپ کو از خود بھی مشورہ دیتے تھے۔ لیکن چونکہ مشورہ کا لینا یا اسپر عمل کرنا اسی طرح مشیر کا انتخاب وغیرہ تمام امور آپ کی رائے پر منحصر تھے اور آپ کسی بات مین مجبور نہ تھے اس لئے اس مشورہ لینے سے آپ کی ملوکیت اور شاہانہ اختیارات پر کوئی اثر نہ پڑتا تہا۔ پس اس تفصیل سے جس طرح اس حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے کہ آپ کی حکومت ملوکیت کی قسم سے تھی نہ جمہوریت کی اسی طرح اس سے یہ حقیقت بھی واضح ہوجاتی ہے کہ ملوکیت اور شوریٰ مین منافات نہین بلکہ شوریٰ ملوکیت کے ساتھ جمع ہوسکتا ہے اور اس سے ان لوگون کے خیال کی غلطی روز روشن کی طرح منکشف ہوجاتی ہے جنہون نے اپنی نادانی کی بنا پر یہ خیال جمالیا ہے کہ ملوکیت اور شوریٰ مین منافات ہے اور اس لئے انہون نے بلا تعمق یہ حکم صادر کردیا ہے کہ حکومت اسلامی جمہوری ہے اور ملوکیت اسلام کے خلاف ہے۔ اور جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکومت کی نوعیت معلوم ہوگئی جو کہ حکومت اسلامی کے صورت اعلیٰ ہین تو اسی سے خلفائے راشدین کی حکومت کی نوعیت بھی معلوم ہوجاتی ہے کہ وہ بھی شخصی محض اور از قسم ملوکیت تھی نہ کہ جمہوریت۔ کیونکہ خلفائے راشدین اپنی طرز حکومت مین جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقلد تھے اور اپنی طرف سے کوئی نیا طریقہ ایجاد کرنیوالے نہ تھے اور نہ ان کو ایسا کرنے کا حق تہا اور جب کہ اس سے خلفائے راشدین کی حکومت کی نوعیت بھی معلوم ہوگئی تو اب ہم کو اس بات مین زیادہ کہنے کی ضرورت نہین معلوم ہوتی لیکن نافہمون کے بعض خلجانات دفع کرنے کیلئے ضرورت معلوم ہوتی ہے کہ ہم خلافت قدرے تفصیلی گفتگو کرین۔

٭ باقی آئندہ ٭

نونیۃ الآحاد

گذشتہ سے پیوستہ

قد کان اقرءھم اُبیٌّ ابن کعب ؏	فی قراءۃ مصحف القرآن
سب سے زبردست قاری ابی ابن کعب تھے	قراۃ قران کے بارے مین
اما ابن عباس فواحد عصرہ ؏	فی اوفق التفسیر فی القرآن
لیکن ابن عباس پس یکتائے دہر ہین	قرآن کریم کی نہایت ہی مطابق تفسیر کرتے ہین
اَمّا ابو ذر فاصدق لہجۃً ؏	منھم واتقاھم من النیران
لیکن ابوذر غفاری پس سب سے زیادہ سچ مین زبان کے	اور جہنم کی آگ سے سب سے زیادہ بچنے والے ہین

؏ ابی ابن کعب قراء سبعہ مین سے ایک قاری ہین - فاروق اعظم ان کو سید المسلمین کہا کرتے تھے اور بار بار ان سے قرات سنتے تھے ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم سے پوچھا کہ یہ امراض کیا ہین اور کیون آتے ہین - فرمایا کہ گناہون کے کفارہ کرنے کیلیئے آتے ہین اسپر حضرت ابی ابن کعبؓ نے عرض کیا کہ اگرچہ تھوڑی ہی سی تکلیف ہو - فرمایا اگرچہ ایک کانٹا بھی چبھ جائے اسپر ابی ابن کعبؓ نے دعا کی کہ یا اللہ تکلیف و مرض کبھی مجھسے علیحدہ نہو مگر ہان حج - جہاد - صلوۃ جماعۃ سے مین کبھی محروم نہون - (تاکہ کفارہ سیأت ہوتا رہی) چنانچہ وفات تک حرارۃ و بخار مین مبتلا رہی - ان کے بدن پر ہاتھہ رکھنے سی حرارت محسوس ہوتی تہی - حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی عہد خلافت مین یوم جمعہ ۳۰؁ھ مین وفات پائی - رضی اللہ عنہ " ؏ عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ قرآن کے عالم اور امت کے زبردست مفسر ہین انکا لقب حبر امۃ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کیلئے دعا فرمائی تہی کہ اللھم علمہ الحکمۃ - انکا علم وکلمۃ اسی دعاء کا پرتوہ تہا - لیث بن ابی سلیم کہتی ہین کہ مین نے طاؤس سی کہا کہ مین نے تو بس اس لڑکے کی ملازمت اختیار کرلی ہی اور اکابر صحابہ کو ترک کردیا ہی یعنی ان کے علم نے سب کے علوم سے مستغنی کردیا - ۶۸؁ھ مین طائف مین وفات پائی اور آپ کی عمر ایک قول کے مطابق ۷۰ سال کی ہوئی -۱۲- ؏ ابوذر جندب ابن جنادہؓ صادق القول ہونیمین ممتاز ہین - حدیث مین انکے مناقب موجود ہین کہ پردۂ زمین پر ابوذر سی زیادہ سچے لہجہ والا کوئی نہین حدیث مین ان کیلئے زہد عیسیٰ ثابت کیا گیا ہی انہون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسپر بیعت کی ہی کہ حق کہنے مین لومۃ لائم سے کبھی خوف نہ کہاؤنگا اور حق ضرور کہونگا خواہ تلخ ہی معلوم ہو - چنانچہ انکی حق گوئی کی مثالون سے سیرۃ صحابہ بھری پڑی ہی - رضی اللہ عنہ ۱۲ منہ

اين الشجاعة من شجاعة خالد	قد كان اشجع اشجع الاقرآن
خالد کی شجاعت سے کس کی شجاعت مقابلہ کر سکتی ہے	جو اپنے اقران میں سب سے زیادہ بہادر تھے
سيف سلول من سيوف الهكم	قد سل سيف الحق والبرهان
اللہ کی تلواروں میں سے اک کھینچی ہوئی تلوار تھے	اللہ نے حق و حجت الٰہی کی اک تلوار کھینچ رکھی تھی

ف خالد بن الولید - مشاہیر صحابہ میں سے ہیں ۸ھ میں اسلام لائے - اسلام کے بڑے بڑے معرکے انکی جانبازی و شجاعت نے سر کئے ہیں۔ اسی لئے بارگاہ نبوی سے ان کو سیف اللہ کا خطاب ملا آپ نے فرمایا - خالد بن الولید سیف من سیوف اللہ سلہ اللہ علی الکفار - (خالد اللہ کی تلواروں میں سے اک تلوار ہے جسے اللہ نے کفار پر کھینچا ہے - جنگ یرموک میں ان کی ٹوپی گم ہو گئی بہت پریشان ہوئے اور لوگوں سے تلاش کرنے کیلئے فرمایا جب تک نہ ملی ٹھیرے رہے - اتفاق سے انہیں کے پیچھے پڑی ہوئی مل گئی - لوگوں نے پریشانی اور اتنی توجہ کا سبب پوچھا - فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرہ سے فارغ ہو کر حلق کرایا دست مبارک اور لوگ سر کے بالوں کو حاصل کرنے کے لئے دوڑ پڑے اژدحام ہو گیا میں سب میں آگے تھا اور سر کے اگلے حصہ کے مبارک بال میری قسمت میں آئے - میں نے اُن کو اس ٹوپی میں سی لیا پس جس جنگ میں بھی یہ ٹوپی پہن کر جاتا ہوں فتح و نصرت میری ساتھ ہوتی ہے - ۲۱ھ میں حمص میں وفات پائی وفات کے وقت فرمایا کہ میں نے ڈھونڈ ڈھونڈ کر شہادت اور قتل فی سبیل اللہ کے موقع نکالے مگر مقدر یہ تھا کہ چارپائی پر جان دوں رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔

عقائد الاسلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامدًا ومصلیًا

بچون کی تعلیم،

ا ب ت ث ،

ہمارے قابل فخر محترم حضرت مولانا منصور دام اللہ فیوضہم العالی۔ جن جانثاران اسلام ہستیون مین سے ہین اسکو حقیقت شناس نظرین خوب جانتی ہین۔ آنمکرم القاسم دور جدید کے اجرا سے ہی نہایت مسرت وبہجت کیساتھ القاسم کی سرپرستی فرماتے رہی ہین اور اپنے زرین خیالات اور عالمانہ تفکرات سے وقتاً فوقتاً القاسم کے اوراق کو زینت دیتے رہے ہین۔

پچھلے دنون جب کہ القاسم کے مخصوص دارالعلوم نمبر نکالنے کا قصد ہوا تو مولانا نے نہایت عرق ریزی سے یہ مضمون ترتیب دیکر ارسال فرمایا تھا چونکہ القاسم کا مخصوص نمبر بعض ناگزیر مجبوریون کیوجہ سے شائع نہوسکا اسوجہ سے اس مفید وقابل قدر مضمون کو شائع کیا جاتا ہے۔ حقیقت بین وکنہ شناس نظرین اس مضمون کے داد دیئے بغیر نہ رہینگی۔ اور مولانا کی جانفشانی وعرق ریزی پر بے اختیار کلمات تحسین وآفرین جاری ہون گے۔

چونکہ مضمون اپنی اہمیت کیوجہ سے طوالت پکڑ گیا ہی اسوجہ سے بدون اسکے چارہ نہین کہ اسکو کئی نمبرون مین مسلسل شائع کیا جائے۔ اُمید کہ ناظرین کرام اس سلسلہ سے خاص دلچسپی لین گے۔ (ادارت)

برادر عزیز مکرم عم فیوضکم وایدکم اللہ بنصرہ العزیز۔ السّلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

مجھے ماوراء النہر، قفقاز ترکیہ کے سفر مین اپنی خط کے خلاف زبردست پروپگنڈا دیکھنے کا موقع ملا تھا اور اب سنتا ہون کہ مخالفین نے وہانپر اپنے افکار کو تلوار کے زور سے عملی جامہ بھی پہنا دیا ہی۔

مجھے عرصہ سی خیال تھا کہ اس زمین مین فضلاء ہند کیخدمت مین کچھ عرض کرون۔ اسوقت آپنے

دارالعلوم کے مبارک نمبر کیلئے کچھ نکچھ لکھنے کو فرمایا۔ ادھر "نیرنگ خیال" کے عید نمبر مین جناب مولوی سید امتیاز علی صاحب ممبر کورٹ آف مسلم یونیورسٹی کے مضمون "ا ب ت ٹ" کے مطالعہ کا اتفاق ہوا۔ اس سے یاد آیا کہ مجھے بھی اس سلسلہ مین کچھ عرض کرنا ہی جو بچون کی تعلیم، کے عنوان سے لکھکر تقدیم کرتا ہون ع

گر قبول افتد زہے عز و شرف

یہ ایک ناقص کی نقصانون سے لبریز پیشکش ہے جسکو وہ ناداری کے عالم مین اپنی محبوب وطن (ہندوستان) کے فضلار کی خدمت مقدس مین تقدیم کرنیکا شرف حاصل کرتا ہی۔

جناب مولوی سید امتیاز علی صاحب کے مضمون (ا ب ت) کے دیکھنے سے مجھے نہایت گہری اور حقیقی مسرت حاصل ہوئی۔

مین اپنے رب ہادی کا سچے دل سے شکریہ ادا کرتا ہون کہ ہندوستان کے فضلار اس سرزمین مین صرف حق کے متلاشی ہین اور وہ ترکیہ کی کمالستون کیطرح غیرون کے اندھے مقلد نہین ہین فلله الحمد اولاً و آخراً۔

اس تحریر مین تمہید کے علاوہ تین حصہ ہین۔ پڑھنا[۱]۔ لکھنا[۲]۔ اندھی تقلید[۳]۔

اس آوارہ نے آخری حصہ مین اپنی بساط کے موافق کمالیون کی مفسدہ کاری پر تنقید کی ہی جوانہون نے ترکیہ سے مسلمانی خط کے محو کرنے مین کی ہے، حق تعالی ہم سب کو صراط مستقیم کی ہدایت فرماکر اپنی رحمت عمیم سے ان فنا خیز اعتقادی اور مسلکی امراض گوناگون سے بچائے۔ جنمین آج کل سر برآوردہ ننگ اسلام جماعتین بالعموم مبتلا ہین۔

خداوندا، ہم کو حفاظت اور ترقیات اسلام کی مناسب زمانہ توفیقات مرحمت فرماکر اسلام سے ہم کو اور ہم سے اسلام کو زندہ فرما۔ آمین ثم آمین فقط"

آوارۂ مسلمانان ہند

ابوالحامد محمد منصور عفا اللہ عنہ

از جلال آباد (افغانستان)

مکتب رشیدیہ

مضمون

مسلمان ایک مدنی اور خلافت و ہدایت ارض کے مستحق امت ہونیکی حیثیت سے "اعلی عملی قابلیت"

ہر زمانہ کی لائق حاصل کرنے پر مجبور ہی۔ اور اس بنا پر لازم معلوم ہوتا ہی کہ وہ اپنی عملی قابلیت کے سنگ بنیاد (ابتدائی تعلیم) کے اوپر خاص الخاص توجہ کرے۔ کیونکہ ٹیڑھی بنیاد پر اٹھنے والی بلند دیوار آخر تک کج ہی رہتی ہے۔

بچّون کی ابتدائی تعلیم ایک تو طبعی معلّمین (ماؤن) کے گود مین ہوتی ہے اور دوسری معلّمین ثانوی (اوستادون) کے ذریعہ سے جسکو آجکل کی اصطلاح مین مکاتب اور اسکولون کی تعلیم کہنا چاہئیے۔ اسوقت ہماری بحث اسی دوسری قسم سے مخصوص ہوگی۔ "عملی قابلیت" پیدا ہوتی ہی "عملی تعلیم" سے اس لئے میرے نزدیک مسلمان بچّون کی تعلیم مین "کتاب" سے زیادہ ان کی دماغی اور حواس ظاہری اور ہاتھ پیر کی قوتون سے کام لینا چاہیئے مگر بدقسمتی سے موجودہ دور انحطاط مین ہمارے مکاتب اور اسکول طلبہ مین "عملی روح" پھونکنے کی بجائے ان کو کتابون کے کیڑے بنانے مین زیادہ مصروف ہین تو اسوقت اگر ہم بھی کتابی تعلیم کی اولین خشت بنیادی (ا ب) کے متعلق کچھ عرض کرین تو نامناسب نہ ہوگا۔

عام بچّون کو ا ب کی تختی عموماً ایسے وقت شروع کرائی جاتی ہے کہ وہ نہایت کمزور اور بہت ہی کم سمجھ ہوتے ہین ان کا دماغ تعلیم سے بالکل مانوس نہین ہوتا۔ ان کے مرغوبات اور مطلوبات کھیل کود اور آزادانہ دوڑ دھوپ ہوتے ہین۔ اس لئے لازم ہی کہ اُن کے سامنے جو چیز بھی تعلیم کی غرض سے پیش کیجائے اسمین دو وصف کی ضرور رعایت ہونی چاہئیے۔

ایک یہ کہ۔ بہت ہی ہلکی پھلکی ہو۔ **دوسری** یہ کہ۔ آزادی اور کھیل کود سے بھی زیادہ دلربا و دلکش ہو۔ تاکہ اُن کے دماغ پر کوئی زائد از حوصلہ بار بھی نہ پڑے اور بقدر ضرورت تعلیم ان کو اپنی طرف بھی کھینچ لے مگر ا ب کے مروجہ صورت تعلیم کو دیکھتے ہوئے اقرار کرنا پڑتا ہی کہ اس بالکل سادہ اور اہم ابتدائی تعلیمی مسئلہ پر ہم نے مناسب توجہ نہین کی اور اس لئے وہ ابتک عمومی شیرینی اور جاذبانہ انداز سے عموماً بالکل محروم ہی۔

بلکہ بعض آثار سے معلوم ہوتا ہی کہ واضع نے جو سہولت ا ب مین رکھی تھی وہ بھی ہماری غفلت شعاری اور غلط کاری کا شکار ہوگئی۔

ہم کو ا ب کی تعلیم پر بحث کرنے کے لئے اس کے دو حصّے کر دینے چاہئیین۔ (۱) پڑھنا (۲) لکھنا۔ اس کے بعد ہم ان دونون حصّون پر علی الترتیب عرض کرنا چاہتے ہین۔

پڑھنا پڑھنے کے متعلق دو چیزیں قابل غور و بحث ہیں۔

(۱) آیا بچوں کو اول تختی میں حروف کے نام (آ ب ج ق وغیرہ) بتانے چاہییں؟ جیسا کہ اسوقت عام رواج ہے۔

(۲) آیا اس طریقۂ تعلیم میں اصلاح کی ضرورت ہے؟۔

یہ آوارہ اپنے شخصی تجربہ کی بنا پر مروجہ طریقہ کو معصوم بچوں پر ایک ایسا بار سمجھتا ہے جس سے ان کی عمر عزیز کا بہترین حصہ ضائع ہوجاتا ہے۔ اس لئے ذمہ داران تعلیمات امّت کی خدمت میں اصلاح کی پُرزور سفارش پیش کرتا ہے۔

صورت اصلاح کی سمجھنے سے پہلے یہ معلوم کرنا مفید ہوگا کہ حروف مفردہ (اب بھ پ الخ) انسان کی مختلف آوازوں کی تصویریں ہیں جو واضعین خط نے الفاظ و کلمات کی تصویریں اور ان کے ذریعہ سے مختلف معانی و مضامین کے فوٹو تیار کرنے کی غرض سے بنائی ہیں۔ اور (اب ت الخ) ان آوازوں یا ان کی تصویروں کے نام ہیں۔ تو اب دیکھنا یہ ہے کہ ہم کو (ا ب) کی تعلیم دیتے وقت بچوں کو ان تصاویر کے نام بتانے مقصود ہوتے ہیں یا وہ آوازیں جن کی یہ تصویریں ہیں اور جنسے عام الفاظ اور کلمات مرکب ہوتے ہیں؟۔

میرے خیال میں تعلیم کا مقصد ان کی آوازیں ہیں نہ کہ ان کے نام۔ اس لئے ان کی آوازیں تعلیم کرنی چاہییں نہ کہ ان کے نام۔ وجہ یہ ہے کہ:۔

(۱) قاعدہ پڑھانے کی تکمیل اس پر ہوجاتی ہے کہ بچے کلمات کو پڑھنے کی قوت حاصل کرلیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اصل میں مرکبات (کلمات) کا پڑھانا مقصود ہے اور مفردات (حروف) کی تعلیم صرف اس کے واسطہ اور موقوف علیہ ہونے کی غرض سے دیجاتی ہے۔

اس دعوی کے سمجھنے کے لئے "کلمات" اور "حروف" کی حقیقت کا مطالعہ کرنا مفید ہوگا۔

لکھے ہوئے حروف (اب) بسیط آوازوں کی تصویریں ہیں۔

لکھے ہوئے کلمات (زمین، انسان وغیرہ) مرکب آوازوں کی تصویریں ہیں جو ان بسیط آوازوں کی حامل ہیں جنپر حروف دلالت کرتے ہیں۔

ابتدا میں چونکہ چھوٹے چھوٹے بچوں کی سمجھ نہایت ہی بسیط ہوتی ہے وہ کسیطرح مرکب تصویروں

(لکھے ہوئے کلمات) سے مرکب آوازون کے سمجھنے کی صلاحیت نہین رکھتے اس لئے بلند فکر اساتذہ نے بڑے طویل تجربون کے بعد مرکب آوازون کو تحلیل کرکے اُن کے چھوٹے سے چھوٹے حصے نکالے اور ہر ایک حصہ (بسیط آواز) کے لئے ایک ایک تصویر بھی (حروف) بنائے۔ پھر ہر بسیط آواز کے مختلف لہجون (آھنگون) کو ایک دوسرے سے تمیز دیکر اُن کے لئے بھی الگ علامتین (حرکتین) مقرر فرمائین، اور بسیط آوازون کو ملاکر کلمات (یعنی مرکب آوازین) بنانے اور (ھجا) ان کی مرکب تصویرون کو پڑھ سکنے کے آسان قواعد ترتیب دیئے۔ یہ واقعہ ہے اور اس سے بداہتًا ثابت ہوتا ہی کہ:۔
لکھے ہوئے کلمے مرکب آوازون کی اور نوشتہ حروف بسیط آوازون کی تصویرین ہونے سے زیادہ حقیقت نہین رکھتے۔ اور یہ کہ لکھنے کے حروف کی ایجاد کرنے سے غرض محض بچّون کی تعلیمی آسانی ہی ورنہ عام طور پر بولے ہوئے حروف (بسیط آوازین) الفاظ مہمل سمجھی جاتے ہین صرف ان کے خاطر تصویرین بنانا ایک مہمل کام ہی جو قرین عقل نہ ہونے کی وجہ سے ہوشمندون کی مصروفیت و توجہ کے قابل نہین ہو سکتا۔
غرضکہ تعلیم حروف کا اصلی مقصد یہ ہی کہ: "بچّون مین کلمات پڑھ سکنے" یعنی کاغذ پر کھینچی ہوئی مرکب تصویرون "سے ان کی "مرکب آوازین" سمجھنے کی لیاقت پیدا ہو جائے۔
پس اس سے بداہتًہ ثابت ہو گیا کہ "ا ب" سے بچّون کو اُن کی آوازین سکھانی چاہئین نہ کہ ان کے نام، کیونکہ حروف کے نام (الف، بے، لام، ہمزہ، وغیرہ) کلمات کے اجزاء ہرگز نہین ہین جن کے معلوم ہونے سے مرکب کے معلوم ہونے مین مدد ملسکے۔

(۲) اُردو کے مفرد حروف (ا ب بھ پ الخ) ۷۸ ہین ان مین کچھ تو عربی فارسی، بہاشا، انگریزی کے مشترک حروف ہین جو مشترک آوازون پر دلالت کرتے ہین اور بعض عربی کی مخصوص حروف (مثلاً ث، ذ وغیرہ) اور کچھ فارسی کے خاص حرف (مثلاً ژ) اور بہت سے بہاشا کے خاص حروف (مثلاً بھ ڈ وغیرہ)۔
اب دیکھنا یہ ہی کہ ہر زبان کے خاص مفرد آواز کے لئے اُردو رسم الخط کے موجدین نے کیا طریقہ اختیار کیا ہی؟۔
معلوم ہے کہ فارسی حرفون کے اوپر بعض مناسب علامات (ط یا نقاط) اضافہ کرکے ان آوازون

کی ترجمانی کی گئی ہے۔ اس سی معلوم ہوگیا کہ اگر حروف مفردہ سے مقصود ان کے نام ہوا کرتے تو موجدین خط اُردو فارسی حروف پر علامات بڑھانے کی زحمت گوارہ نہ کرتے بلکہ اپنی رسم الخط کے ذریعہ سے ان حروف کے نام نقل کردیتے، حالانکہ ایسا نہین کیا گیا۔

(۳) اُردو ادا کرنے کی آوازین اتنی زیادہ ہین کہ حروف مفردہ باوجودیکہ اُردو مین بہت زیادہ ہین پھر بھی اُس کے بولنے کیلئے کافی نہین۔ اس لئے اساتذہ نے بہت سی دوسری علامتین بنائین جن کے ذریعہ سے قربت رکھنے والے مختلف آوازین ایک ہی شکل سے ادا ہوجاتی ہین۔ مثلاً ھر حروف کیلئے تین حرکتین (ـَ ـِ ـُ) اور ایک جزم (ـْ) ایجاد کرکے ایک ایک شکل سی چار چار آوازین ظاہر کرنے کا کام لیا۔ علیٰ ہذا عربی رسم الخط سے تشدید اور تنوین اور مد یعنی (ـّ ـٌ ـً ـٍ ـٓ) لیکر اس سی بھی زیادہ آوازون کی ترجمانی کا سامان کیا گیا، جس سے ممکن ہوگیا ہی کہ صرف ۳۷ حروف کے ذریعہ سے دو سو سے بھی زیادہ بسیط آوازون کی تصویر کھینچی جاسکے۔

یہانپر ملاحظہ ہو کہ حرکات اور دوسری علامتین اگر حروف مفردہ پر لگائی جائین تو ان سے آوازین بڑہتی ہین یا یہ کہ حروف کے نام اضافہ ہوتے ہین؟۔

اور یہ کہ حرکت وسکون آوازون کی شکلون کی حالتین ہین یا حروف کے نامون کی؟۔ اس کا جواب یہی ہوگا کہ آوازین بڑہتی ہین اور آواز کی شکلون کی حالتین ہین۔

الحاصل حرکت وسکون وغیرہ اس امر پر دلیل ہین کہ حروف مفردہ بسیط آوازین ہین حروف کے نام نہین ہین۔

(۴) ایک لکھے پڑھے بچے سے جب کہا جائے کہ الف بے وغیرہ لکھو تو وہ فوراً حروف مفردہ کی شکلین لکھدیتا ہے (مثلاً ا ب) اور جب اس سے کہا جائے کہ ابجد لکھو تو وہ اَبْجَدْ کی شکل کھینچکر ہمارے سامنے رکھدیتا ہی، اس سے معلوم ہوا کہ الف بے وغیرہ اشکال مفردہ (ا ب وغیرہ)۔ کے نام ہین اور اَبْجَدْ اس آواز کی تصویر ہے جسے سُنکر بچّے نے اسے کھینچا۔ اور چونکہ وہ آواز مرکب ہی (اَ بْ جَ دْ) سے اسلئے چارون مفردات کے ذریعہ سے لکھا گیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ ہر کس وناکس کے نزدیک لکھے ہوئے حروف اور حرکات وسکون خاص خاص آوازون کی تصویرین ہین کہ جن کے اوپر حروف وحرکات وغیرہ اپنی وضعی شان کی ساتھہ دلالت کرتے ہین۔

اسیطرح جبکہ ایک بچہ کو قُلْ لکھکر دیا جائے کہ اُسے پڑھے تو وہ اُسکو دیکھتے ہی "قُ لْ" دو مفرد آوازون سے مرکب آواز بول اُٹھیگا۔ یہی بول اٹھنا دلیل ہی کہ اس تصویر کی دلالت اس آواز پر ہی جو اسکے ذہن کا انتقال اس کیطرف ہوا۔

(۵) بعض حلقون مین نہایت زور شور سے تمسخر آمیز اعتراض اٹھایا جاتا ہی کہ عربی رسم الخط مین حروف مفردہ مین ایک مرکب کلمہ بھی ٹھونس دیا گیا ہی جسکو "لام الف" کے نام سے یاد کیا جاتا ہی جو ایک بے معنی بات ہی۔ اور اس سے بڑھکر یہ کہ عربون کے جامد مقلدون نے بھی مکھی پر مکھی مارکر اسکو فارسی اور اُردو تک مین نقل کرلیا۔ حالانکہ اس کے دونون حرف جن سے یہ مرکب ہی (ل - ا) تختی مین گذر چکے ہین۔

لیکن اگر میری گذارش پر کان دھرا جائے تو معلوم ہو جائیگا کہ عربون کا (لا) کو مفردات مین ذکر کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ حروف مقطعہ کے واضعونکا مقصد یہ ہے کہ ان سے بسیط آوازین ادا کی جائین۔

ملاحظہ فرمائیے ا جو کھڑا حرف رَأْسٌ مین ہی اُس کی آواز اس سے بالکل مختلف ہے جو ما مین ہے، علیٰ ہٰذا۔ اَنْ اِنْ اُنْ مین اُن کی کھڑی صورت نے جو صدائین دی ہین وہ بھی اس سے اجنبی ہین جو لا کے دوسرے حرف سے نکلتی ہی۔

ان ہمشکل حروف سے پانچ صورتین علی الترتیب نکلین جسکو کاغذ پر ان صورتون مین جلوہ دیا جاتا ہے (اَ اِ اُ اْ - ا) یعنی اول کی چار پر زبر زیر پیش اور سکون کی علامتین لائی جاتی ہین۔ اور پانچوین پر کچھ نہین لایا جاتا۔ عربی اصطلاح خط مین متحرک اور سکون قبول کرنیوالے فوٹو (ا) کو ہمزہ اور اس سے خالی کو الف کہتے ہین۔

علمائے اصوات سے پوشیدہ نہین ہے کہ الف کی آواز ایک مستقل وجود ہے جو ہمزہ کے آہنگ سے اگرچہ وہ ساکن ہی کیون نہو بون بعید رکھتا ہی۔ و نیز جو تصویر تختی کے آغاز مین لائی جاتی ہے اگرچہ اس کو آجکل الف کہا جاتا ہے مگر بعد مین اسپر حرکتین بھی لائی جاتی ہین وہ عربون کے نقطۂ نظر سے کسی طرح الف نہین ہو سکتا بلکہ درحقیقت وہ ہمزہ ہے۔ اس کے بعد بھی ب سے لیکر ہ تک اور "ء - ی" مین سے کسی حرف نے الف کی صورت کو ادا نہین کیا حالانکہ عربی فارسی اُردو

بلکہ ہر زبان مین اس آواز کا استعمال کثرت سے ہے اس لئے لازم ہوا کہ اسکو ضرور کسی تصویر کے
لاکر رسم خط کو مکمل کیا جائے۔
(۲) بیشک مرکب کلمہ ہے ۔مگر اس مین صرف حرف ثانی (ا) الف کی آواز کی وضعی تصویر
عربون کے نقطۂ نظر مین تمام حروف حرکات وسکون ، تشدید و تنوین قبول کرنے کی
رکھتے ہین مگر الف ہی کہ سکون اُس کی حقیقت کا جزو ہی ۔ بلکہ وہ اسقدر ضعیف حقیقت ہی
ادا کرنے مین ذراسے جھٹکے کا بھی تحمل نہین کرتی ۔ دوسرے اُن کا قانون ہی کہ ساکن حروف
دوسرے متحرک حروف سے بنے ہوئے کلمہ کے ابتدا مین بھی آجائے تو اُس سے کسی آواز کا
محال ہے ۔ ایسی صورتون مین حروف ساکن سے آواز حاصل کرنے کا طریقہ عربون کے
کہ ساکن سے پہلے ایک متحرک حروف لے آتے ہین ۔یہان بھی انہون نے یہی کیا کہ الف کی
حاصل کرنے کیلئے اُس کے اول مین لام مفتوح لے آئے ۔
(۳) ایک نہایت ہی عام کلمہ ہی جسکو ہر عرب بچہ دن مین کو ہزار بار کہتا اور سُنتا ہی اس
الف کی صورت سمجھانے کی دوسری صورت نہین ہوسکتی تھی ۔
اس مفصل گذارش کا مآل ظاہر ہی کہ اگر حروف سے رسم خط کے موجدون کا مقصد دار صور
تو وہ مفردات کے ذیل مین ایک مرکب کلمہ ہرگز نہین لا سکتے تھے چونکہ ان کو الف کی آ
کرتی تھی اور الف کوئی حرکت قبول نہین کرسکتا تہا اور تنہا ہونے کی صورت مین پڑھا بھی نہ
تہا ، مجبوراً ایک مرکب کلمہ لائے تاکہ اس کی آواز کی ترجمانی ہوسکے ۔
اگر موجدین خط کا منشا مفردات کے نام گنوانا ہوتا تو وہ صرف تصویر (ا) لکھکر اسکا نام بتا
سمجھتے ۔ ان معروضات سے غالباً مین نے کافی روشنی ڈالدی ہے کہ حروف مفردہ (ا ب
سے موجدین رسم خط کا مقصد ان مختلف آوازون کے جنسے کوئی زبان مرکب ہوتی ہے تصو
تاکہ مختلف معانی جیساکہ زبان کی اصوات کا جامہ پہنکر قوت سامعہ کے ذریعہ سے دوسر
دماغ مین پہنچائے جاسکتے ہین اسیطرح قلم وسیاہی اور کاغذ کی باہمی امداد سے وہ آنکھو
سے بھی قابل دماغون اور دلون مین اُتارے جاسکین ۔" اسلئے مجھے اب مکرر عرض کرنیکی حاجت
کہ ہم کو ان حروف سے فقط انکی آوازون کی ہی تعلیم دینی چاہئے نہ کہ ان کے مرکب نامون (اب ت وغیرہ
د

اس واقعہ مین خلیفہ اول رضؓ کے فیصلہ نے ہمارے مسئلہ زیر بحث کا نہایت وضاحت سے فیصلہ کر دیا ہے کہ اگر مشورہ مین اختلاف آرا کی نوبت آئے تو ان سب آرا مختلفہ کو سننے کے بعد امیر کی رائے جس جانب پر قائم ہوجائے بس وہی قابل انفاذ ہے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ خلفاء راشدین مین سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی انتظامی خصوصیت اور اس مین انتہائی قابلیت فقط اہل اسلام مین نہین۔ بلکہ تمام دنیا کے قدیم وجدید سیاسی طبقون مین بلا خلاف تسلیم کیجا چکی ہے۔ اور اسی لئے ہمارے مسلمانون مین بھی جن حضرات کے نزدیک یورپین تمدن ومعاشرت ہی تمام خوبیون کا معیار ہے اور روشن خیالی اسی کا نام ہے کہ اسلامی قبار کو کھینچ تان کر اس جسم نازیبا پر راست بنادین اگرچہ اس کھینچا تانی سے خود قبار پھٹ جائے۔ انہون نے یورپ کی موجودہ جمہوریت کو بھی جب اسلام کے سر تھوپنے کی ٹھانی تو اس کا ذمہ دار حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو ٹھیرایا ہے۔

اس لئے عہد فاروقی کے چند واقعات پیش کئے جاتے ہین جن کے مجموعہ سے اس مین شبہ نہین رہتا کہ خلافت فاروقی کے زمانہ مین بھی جب کہ سیاسی انتظامات کمال کو پہنچ چکے تھے۔ خلیفہ وقت کثرت رائے کا محکوم نہ تہا۔ بلکہ صحیح معنی مین حاکم تہا اور ہر مختلف فیہ مسئلہ مین آرا مختلفہ سننے کے بعد جس جانب کی ترجیح پر اس کا شرح صدر ہوتا تہا۔ وہی تمام ممالک کیلئے نافذ ہوتی تھی۔ یہ دوسری بات ہے کہ امیر کے شرح صدر کا سبب کبھی کثرت رائے ہی ہوجائے اور کبھی دوسری وجوہ۔

امام ابوجعفر طبری بحوالہ صحیح بخاری ومسلم نقل فرماتے ہین کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب حضرت عمر رضؓ شام کی طرف چلے اور مقام سرغ[لہ] تک پہنچ گئے۔ تو شام کے اسلامی حکام اور فوجی سردار آگے بڑھکر یہان آملے۔ اور خبر دی کہ آجکل شام مین وبار (طاعون) پھیلی ہوئی ہے۔

ابن عباس فرماتے ہین کہ یہ خبر سنکر حضرت عمر رضؓ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ مہاجرین اولین کو جمع کرو۔ مین نے حکم کی تعمیل کی۔ جب سب جمع ہوگئے تو وبار کی خبر سنا کر اُن سے مشورہ طلب کیا۔ اُن کے

لہ مدینہ طیبہ سے تیرہ منزل کے فاصلہ پر ایک گاؤن کا نام ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ یہ گاؤن وادی تبوک مین واقع ہے (الریاض النضرہ صفحہ ۱۷ جلد ۲) ۱۲ منہ +

آپس مین اختلاف ہوا۔ بعض نے عرض کیا کہ آپ ایک اسلامی کام کے لئے نکلے ہین۔ اسلئے ہم مناسب نہین سمجھتے کہ اب اسکو چھوڑکر واپس ہوجائین۔ اور بعض نے کہا کہ آپ کی ساتھہ خدا کی ایک عظیم مخلوق اور تمام صحابہ کرام کا جتھا ہی۔ ہمارے نزدیک مناسب نہین ہے کہ آپ ان سب کو وبا مین ڈالدین۔ خلیفہ وقت نے یہ اختلاف رائے سنکر نہ دونون کے عدد شمار کئے اور نہ کثرت وقلت کو دیکھا۔ بلکہ سب کو رخصت کردیا۔ اور پھر حضرت ابن عباس رض نے فرمایا کہ انصار کو جمع کرو۔ جب وہ جمع ہوگئے تو ان سے بھی یہی مشورہ طلب کیا۔ ان مین بعینہ یہی اختلاف رائے پیش آیا۔ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کو بھی رخصت کردیا۔

اور پھر حضرت ابن عباس رض سے فرمایا کہ اب ان سن رسیدہ قریشی مہاجرین کو جمع کرو جنھون نے فتح مکہ سے پہلے ہجرت کی تھی۔ ابن عباس فرماتے ہین کہ مین نے ان کو جمع کیا۔ ان سب نے یہ معاملہ سنکر یک زبان ہوکر کہا کہ ہماری رائے یہ ہے کہ آپ واپس لوٹ جائین اور تمام خلق اللہ کو وبا کی آگ مین نہ ڈالین۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ نے یہ سنکر لشکر مین اعلان فرمادیا کہ ہم علی الصباح یہان سے مدینہ کو واپس ہوجائین گے۔

صوبہ شام کے امیر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ کیا آپ تقدیر خداوندی سے بھاگتے ہین۔ فاروق اعظم چونکہ ان کی بہت قدر کرتے اور ان کے خلاف کو پسند نہ کرتے تھے۔

اس لئے فرمایا کہ اگر تمہارے سوا کوئی اور ایسا کہتا تو بعید نہ تھا لیکن تم جیسے فہیم آدمی سے ایسا اعتراض بعید ہی۔ سُن لو کہ بیشک ہم تقدیر خداوندی سے تقدیر خداوندی ہی کی طرف بھاگتے ہین۔ (مطلب یہ تھا کہ خلق اللہ کو ہلاکت اور مضرت کی جگھون سے بچانا بھی حکم خداوندی ہی ہے لہذا ہم ایک تقدیر سے دوسری تقدیر کی طرف بھاگ رہے ہین اسمین مضائقہ ہی)۔

اور پھر فرمایا کہ اگر آپ کسی جنگل مین اپنے اونٹ چرانے کیلئے لیجائین اور ایسی جگہ مین جاکر اترین جسکے دو حصہ ہون ایک قحط زدہ اور خراب اور دوسرے مین سبزہ لہلہاتا ہو تو کیا یہ بات صحیح نہین کہ اگر آپ خراب حصہ مین چرائین گے وہ بھی تقدیر خداوندی سے چرائین گے۔ اور اگر اچھے سبزہ زار مین چرائین گے تو وہ بھی تقدیر الٰہی سے ہوگا۔

حضرت عبدالرحمن ابن عوف رضی اللہ عنہ کہین باہر تشریف لے گئے تھے۔ اتفاقاً اس وقت پہنچ گئے اور واقعات سنکر فرمانے لگے کہ مجھے اس کا شرعی حکم معلوم ہی۔ کیونکہ مین نے خود حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنا ہی کہ:۔

اذا سمعتم به بارض فلا تقدموا علیه واذا وقع بارض وانتم بها فلا تخرجوا فرارًا منه } جب سنو کہ کسی شہر مین طاعون ہے تو وہان مت جاؤ اور اگر جس جگہ تم پہلے سے موجود ہو وہان طاعون آجائے تو وہان سے نہ نکلو۔

حضرت فاروق رضؓ نے یہ سنکر خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ اور حسب ارادہ واپس ہوگئے۔ اس واقعہ نے صاف طور پر بتلا دیا کہ مشورہ کا فیصلہ اسلامی خلافت مین کثرت رائے کے حوالہ نہ تہا۔ بلکہ مشورہ کی غرض محض یہ ہوتی تھی کہ لوگون کی رائین سُنکر مسئلہ کے تمام پہلو روشنی مین آجائین اور پھر جس چیز پر امیر کا شرح صدر ہو وہ عمل مین لایا جائے۔

اس واقعہ مین جب تک حضرت فاروق کو شرح صدر حاصل نہین ہوا مجلس شوریٰ کو بدلتے رہے۔ لشکر کی تنظیم اور مال غنیمت وغیرہ کی تقسیم کے بارہ مین بھی جب حضرت فاروقؓ نے مجلس مشورت طلب فرمائی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت عثمانؓ اور ولید ابن ہشام ابن مغیرہؓ وغیرہم کی مختلف رائین مجلس مین پیش ہوئین۔ اسوقت بھی حضرت فاروقؓ نے کثرت وقلت کی طرف کوئی التفات نہین فرمایا۔ بلکہ ولید ابن ہشام کی رائی کو زیادہ قوی اور مفید سمجھکر اسی کو نافذ فرمادیا۔ سیوطیؒ نے تاریخ الخلفاء مین اس مشورہ کے فیصلہ کے متعلق جو الفاظ نقل کئے ہین وہ اس کیلئے شاہد عدل ہین۔ وہی ہذا:۔

فاخذ بقوله (ای بقول ولید) تاریخ الخلفاء صـ۱ } آپ نے ولید کے قول کو قبول کرکے نافذ کیا۔

یہ چند واقعات ہین حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی مجالس مشورت کے۔ جن کے دیکھنے کے بعد ایک مسلمان کو اس مین تردد نہین رہ سکتا۔ اسلامی مشورہ کا فیصلہ کثرت رائے کا محکوم نہین ہوتا۔

خیال تہا کہ اسلامی تاریخ سے اس سلسلہ کی پوری تکمیل کیجائے۔ اور حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ان کے بعد جمہور خلفاء اسلام کی مجالس مشاورت روداد مین پیش کرکے مسئلہ زیر بحث کو مؤید و مشید کیا جائے۔ لیکن ایک طرف تو ہجوم افکار وحوادث اور ضیق وقت

وقلت فرافت اس مین سنگ راہ ہورہی تھی دوسری طرف یہ بھی خیال ہوا کہ ایک حق طلب مسلمان کی تشفی واطمینان کیلئے تو اسقدر بھی کافی ہے۔ اور معاند ومخالف کے لئے ہزار دفتر بھی مفید نہین۔ اس لئے اس تاریخی سلسلہ کو یہین ختم کردینا مناسب معلوم ہوا۔ آخر مین کثرت رائے کی حقیقت اور اس کے ایک گونہ فائدہ پر بھی متنبہ کردینا ضروری ہی۔

کثرت رائے کی حقیقت اور اُس کا فائدہ

اگر مشورہ کی حقیقت اور اس کی اصلی غرض پر نظر کیجائے تو معلوم ہوتا ہی کہ مشورہ کا مقصد صرف یہ ہی کہ زیر غور معاملہ کی تمام جوانب منافع اور مضار روشنی مین آجائین اور پھر مشورہ لینے والا جس جانب کو اختیار کرے علی بصیرۃ اختیار کرے۔ کیونکہ بہت مرتبہ ایک کام کے منافع انسان کے سامنے ہوتے ہین اور اس کی مضرتون کا اسکو علم نہین ہوتا یا ان سے ذہول ہوتا ہے مشورہ سے اس کے تمام مضار ومنافع پہلو واضح ہوکر ایک جانب کو علی بصیرۃ ترجیح دینے پر قدرت ہوجاتی ہے یہی مشورہ کی اصلی غرض اور مقصد۔ اس کا مقتضی خود یہ ہے کہ مشورہ طلب کرنیوالا بعد مشورہ کے بھی ایسا ہی آزاد رہے جیسا قبل مشورہ تہا۔ قلت وکثرت کا محکوم نہو بلکہ مسئلہ کے تمام جوانب کو دیکھکر جو اس کی رائے قایم ہو اُسی کو توکلاً علی اللہ اختیار کرے۔

اور درحقیقت کسی رائے کے صائب اور مفید ہونے کو کثرت وقلت سے کوئی تعلق نہین بلکہ بعید نہین کہ کثرت رائے اکثر غیر مفید بلکہ مضر جانب پر ہوا کرے۔

مولانا محمد حسین صاحب الہ آبادی نے سرسید احمد خانصاحب سے اس مسئلہ مین گفتگو کرتے ہوئے ایک عجیب لطیفہ بیان کیا۔ کہ اس عالم مین باتفاق عقلائے دنیا اچھی چیزین کم ہین اور بُری زیادہ۔ تمام طبقات عالم مین یہ کلیہ مشاہد ہے بالخصوص انسان مین تو بہت ہی واضح ہے۔ دنیا کی تمام مردم شماری کے ساتھہ جب اہل علم وفضل اور کسی طبقہ کے اہل کمال اور صائب الرائی لوگون کا موازنہ کیا جاتا ہے تو ہزار مین ایک بھی بمشکل نکلتا ہی جس سے معلوم ہوا کہ دنیا مین بیوقوف اور ناتجربہ کارون کی بہت کثرت ہی اور عقلاء وتجربہ کارون کا سخت قحط۔ لہٰذا کثرت رائی کا فیصلہ اکثر حماقت اور بے وقوفی کے فیصلہ کا مرادف ہوگا۔

اور حقیقت یہی ہے کہ ذرا سے غور کرنے پر یہ بات مشاہد ہو جاتی ہے کہ کسی رائے کے صواب اور
عمل کیلئے کثرت کا اس کی طرف ہونا ہرگز معیار نہین ہو سکتا۔ اور نہ کثرت وقلت کو اس سے
تعلق ہے۔ ایک ماہر اور تجربہ کار انسان کی تنہا رائے ایسے سیکڑون انسانون کے مقابلہ مین قابل
ہے جنھین مہارت وتجربہ نہین۔

الغرض رائے کی خطا وصواب معلوم کرنے کیلئے کثرت کی طرف جانا بالکل عقل سلیم کے خلاف
البتہ کثرت رائے پر عمل کرنے مین ایک فائدہ ہے وہ یہ کہ اس سے بظاہر نزاع قطع ہو جاتا ہے
کسی کو یہ کہنے کا موقع نہین ملتا کہ امیر نے کسی فریق کی جانب داری کی لیکن اس نزاع اور
قطع نزاع کی صورت وضرورت جبھی پیش آتی ہے جبکہ لوگون کے قلوب آجکل کی بے معنی آزادی
سے متاثر ہون کہ انھین اپنی رائے چھوڑ دینا اور خلق اللہ کے مفاد پر اپنی شخصی رائے کا ایثار کر
مصیبت گذرتا ہو اور ہر شخص اپنے آپ ہی کو متبوع ومطاع سمجھتا ہو۔
مگر جس مذہب کی تمام تعلیم کا خلاصہ ایثار واخلاص اور تواضع ومسکنت ہو اسکو کیا ضرورت
کہ یہ صورت اختیار کرے جو لوگ اس تعلیم سے متاثر ہون گے وہ تو اپنی رائے کے خلاف پر بھی
حکم امیر اسی طرح راضی ہون گے جس طرح موافقت پر۔ اور جو لوگ اس سے متاثر نہین انہ
سلطنت کی قوت متاثر کرے گی۔

خلاصہ یہ کہ کثرت رائے کو ترجیح دیدینا درحقیقت قرعہ کی مثال ہے کہ اس سے نزاع ایک
حدتک قطع ہو جاتا ہی۔ لیکن وضوح حق کو اس سے کوئی تعلق نہین۔ پس الحمدللہ ثابت ہو
کہ نظام عالم کی درستی کے لئے کثرت رائے پر فیصلہ کرنا ہرگز ہرگز مفید نہین ہی۔

آزادی اور غلامی کا بے معنی راگ

حیرت ہے کہ موجودہ زمانہ کے روشن خیال حضرات اطاعت امیر کو غلامی
بین۔ اور اس کے مقابلہ مین موجودہ جمہوریت کو سراہتے ہوئے کہتے ہین کہ یہ
آزادی خیال اور حریت کی حامی ہی۔ لیکن اگر ذرا عقل سے کام لین تو اس بارہ مین دونون
کوئی فرق نہین رہتا۔ کیونکہ اطاعت امیر اگر آزادی کے خلاف اور ایک گونہ غلامی ہے تو پارلیمنٹ
یا ممبران کونسل کی اطاعت مین کونسی فضیلت ہے کہ اس کو غلامی نہ کہا جائے۔ صرف اتنا
ہے کہ خلافت اسلامیہ مین تمام رعایا (ان کے قول پر) ایک شخص کی غلام بنتی ہے تو یہان جمہو

مین اس آدمیون کا غلام بننا پڑتا ہے۔ کیونکہ جس طرح اسلامی خلافت مین امیر کے خلاف کسی شخص کو کوئی حرکت کرنے کی اجازت نہین اسی طرح جمہوریت مین بھی ممبران مجلس مین سے اکثر نے جو فیصلہ کر دیا وہی سارے ملک کو ماننا پڑتا ہی اگرچہ سب کی رائے کے خلاف ہو۔ اُسوقت ان آزاد خیال احرار سے کوئی پوچھے کہ یہ کونسی آزادی ہے جس کی خاطر اصول اسلامیہ کو چھوڑا جاتا ہے۔ آزادی اور حریت تو جب تھی کہ آپ اپنی اپنی رائے کے پابند ہوتے۔ اور جو چاہتے کرتے الغرض اگر آزادی کے یہ معنی ہین کہ انسان جو چاہے کرے اور اپنی رائے کو کبھی وقت نہ چھوڑتے تو جب تک آدمی کسی سیاست ونظام کا پابند ہو اسکو آزاد کہنا بالکل بے معنی ہی۔ نہ شخصیت کے ماتحت رہکر ایسا آزاد ہو سکتا ہی اور نہ جمہوریت کے ماتحت۔ اور اگر آزادی اور آزاد خیالی کا مفہوم یہ ہی کہ ہر شخص اپنی رائے پیش کرنے مین آزاد ہے تو یہ آزادی دونون صورتون مین کہین نہین جاتی اور جس طرح جمہوریت مین اس کی رائے سُنی جاسکتی ہے اسی طرح بلکہ اس سے زیادہ ٹھنڈے دل سے اسلامی خلافت کا دروازہ اسکے لئے کھلا ہوا ہی۔ بلکہ اگر حالات کی تفصیل پر نظر ڈالی جائے تو موجودہ جمہوریت مین آزادی رائے کا نام نہین سارے ملک مین سے صرف چند ممبرون ہی کو اہل الرائی قرار دیا ہی اور بس یہی وجہ ہے کہ اگر رعایا کے افراد مین سے کوئی شخص نہایت تجربہ کار اور ماہر سیاست عالم فاضل اپنی رائے پیش کرنا چاہے تو اگر یہ باضابطہ ممبر نہو تو اس کی رائے کو کوئی رائے ہی نہین سمجھا جاتا اور نہ قصر جمہوریت تک اس غریب کی آواز پہنچ سکتی ہے۔ بلکہ اگر قانون انتخاب ممبران کو دیکھا جائے تو اکثر ایسے شخص کو ممبری مین بھی قبول نہین کیا جاسکتا۔ کیونکہ وہان تو ممبری کا مدار کثرت مال اور حیثیت اور جائداد وغیرہ پر ہے۔ گویا اہل الرائی اور عاقل کی تعریف جمہوریت کے قانون مین یہ ہے کہ زیادہ پیسہ والا ہو۔ یا للعجب کثرت مال کو اہل الرائی اور صائب الفکر ہونے سے کیا تعلق۔ بلکہ اقوام عالم کا اکثری تجربہ بالکل اس کے خلاف ثابت کرتا ہی کہ مالداری کی ہوس اور ثروت کا نشہ انسان کے قوی دماغیہ پر عموماً اس طرح چھاجاتا ہی کہ اسے دوسرون کے راحت وآرام کی مطلق پروا نہین رہتی۔

الغرض جمہوریت کے قانون مین رائی پیش کرنے کا بھی صرف وہی شخص مجاز ہے جس کی گرہ مین ٹکے زیادہ ہون چاہے دماغ عقل سے خالی ہو۔ اور پھر رائی پیش کرنیکے بعد وہ بھی

آزاد نہین بلکہ کثرت کے فیصلہ کا پابند ہی چاہے اس کے موافق ہو یا مخالف۔
بخلاف اسلامی خلافت کے کہ وہان آزادی رائے مین مساوات کا کھلا ہوا اعلان ہے اور
جو شخص اپنی رائے کسی معاملہ مین پیش کرنا چاہے اس کو ٹھنڈے دل سے سُنکر اُس پر بھی اسیطرح
غور کیا جاتا ہے جس طرح ممبران شوریٰ کی رائے پر۔ فرق صرف اتنا ہے کہ مدار کار ممبران
شوریٰ کی رائین ہوتی ہین۔ اور ان سے مشورہ طلب کرنا ضروری ہوتا ہے دوسرون سے طلب
کرنا ضروری نہین لیکن اگر وہ خود پیش کرنا چاہین تو کسی کے لئے کوئی روک ٹوک نہین۔
اس سے ثابت ہوا کہ جو حقیقی آزادی رائے اسلامی خلافت مین ہے نہ موجودہ جمہوریت مین پائی
جاتی ہے اور نہ ملوک عجم کی شخصیت مین اور اسی سے ہمارا اصلی دعویٰ بھی بحمد اللہ ثابت ہوگیا کہ

خلافت اسلامیہ نہ موجودہ جمہوریت کا نام ہی نہ شخصیت کا

بلکہ وہ ان دونون کے درمیان ایک معتدل اور محکم قانون کا نام ہے جو نظام عالم کی اصلاح کیلئے
بہترین کفیل ہے۔ جس مین ایک حد تک تمام رعایا کو حقوق مساوات دئے گئے ہین۔ مگر ساتھ
ہی فرق مراتب کو بھی ہاتھ سے نہین دیا گیا۔ بلکہ ہر طبقہ اور ہر درجہ کے انسان کے لئے کچھ حدود
مقرر کی ہین۔ اپنی حدود مین ہر شخص مکمل آزاد ہے۔ البتہ اس حد سے آگے آزادی دینا چونکہ دوسرون
کے حقوق ضائع کرنے کا مرادف اور نظام عالم کے خلاف ہے اس لئے بالکل شتر بے مہار
بھی نہین کر دیا گیا۔ اگر ایک طرف تمام رعایا پر اطاعت امیر فرض کی تو دوسری طرف رعایا کے
ہر چھوٹے بڑے کو اس کا بھی حق دیا کہ اگر امیر کو کوئی کام خلاف شرع کرتا ہوا دیکھے تو دا آداب
امر بالمعروف کا لحاظ رکھتے ہوئے صاف صاف اسکو غلطی پر متنبہ کردے۔
اگر ایک طرف تمام اموال مسلمین اور بیت المال پر تنہا امیر کے تصرف کو نافذ فرمایا۔ تو دوسری
طرف یہ بھی قاعدہ رکھا گیا کہ امیر بھی بیت المال کے لئے مثل ایک ملازم کے ہے اور صرف اسقدر
اپنے لئے لے سکتا ہے کہ توسط کے ساتھ اپنا اور اپنے اہل وعیال کا خرچ چلا سکے۔ یہی وجہ ہے
کہ خلفاء راشدین اور مابعد کے خلفاء کے مجموعی مصارف ایک متوسط الحال فرد رعایا سے نہین بڑھتے
حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلافت اور ملوکیت مین فرق کا معیار ہی یہ رکھا ہے۔
جس کا واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُن سے دریافت کیا

کہ میں پادشاہ ہون یا خلیفہ" انہون نے جواب دیا کہ اگر آپ بیت المال کا کوئی درہم بے جگہ صرف کرتے ہین تو خلیفہ نہین بلکہ پادشاہ ہین اور اگر اس کے ایک ایک پیسہ کو ٹھکانے لگاتے ہین تو خلیفہ ہین۔ (تاریخ الخلفا للسیوطی)۔

یہ ہے حقیقی جمہوریت کی روح جسکو اسلام نے اور صرف اسلام نے ہی مضبوط پکڑا ہے۔ دنیا کی جمہوریتین جس مساوات کے دعوی کرتی ہین اسلام نے اسکو عمل سے دکھلایا ہے۔ آج یورپ کو اپنی جمہوریت اور اس کی ماتحت رعایا کی آمد و خرچ مین کیا نسبت ہے کچھ عرصہ گذرتا ہی کہ مین نے اخبارات مین دول یورپ اور اس کے امراء دولت کے مصارف کی فہرست پڑھی تھی۔ جس کو دیکھکر حیرت مین رہگیا کہ جس کی رعایا مین ہزارون انسان بھوک اور فاقہ سے ہلاک ہورہے ہون اور بُری سے بُری غذا سے بھی پیٹ نہ بھر سکتے ہون اس کا حکمران بادشاہ اسطرح سونے مین کھیلتا ہی اور پھر مساوات کا دعوی اور زیادہ حیرت انگیز ہے۔

اخبار انقلاب لاہور مورخہ ۱۹ محرم الحرام ۱۳۴۶ھ مین بعض یورپین تاجدارون کے مصارف کی فہرست چھپی تھی جس کا اجمالی نقشہ درج ذیل ہے۔

شاہ سیام ،	۳۵ لاکھ روپیہ سالانہ	شاہ جاپان ،	۲۲½ لاکھ روپیہ سالانہ
شاہ اٹلی ،	۳۰ لاکھ روپیہ سالانہ	شاہ ہسپانیہ ،	۱۸ لاکھ روپیہ سالانہ
شاہ برطانیہ ،	۲۹ لاکھ روپیہ سالانہ	شاہ ہالینڈ ،	۵ لاکھ روپیہ سالانہ
شاہ رومانیہ ،	۲۵ لاکھ روپیہ سالانہ	شاہ ڈنمارک ،	۴ لاکھ روپیہ سالانہ

شاہ ناروے۔ ۲½ لاکھ روپیہ سالانہ

اور بعض رپوٹون سے معلوم ہوتا ہی کہ شاہ انگلستان کے ماہواری مصارف ستر لاکھ پچاس ہزار روپیہ ہین۔ حسب تفصیل ذیل ہین۔

جیب خرچ ۔ ایک لاکھ دس ہزار پونڈ ماہوار	محلات شاہی کی آرایش کیلئے ۔ بیس ہزار پونڈ ماہوار
ملازمون کی تنخواہ ۔ ایک لاکھ پچیس ہزار آٹھ سو پونڈ "	انعامات و خیرات کیلئے ۔ تیرہ ہزار دو سو پونڈ "
سفر کا خرچ ۔ ایک لاکھ ترانوے ہزار پونڈ "	متفرق اخراجات ۔ آٹھ سو پونڈ "
میزان کل مصارف ۔ ۰۰۰۰۷۴ پونڈ ماہوار	بحساب روپیہ ۔ ۰۰۰۰۵۰۷ روپیہ

(باقی آئندہ)

اللطائف للطائف

لطیفہ۔ (۳۴) درغلطی زاعمین کفایت اعتقاد توحید بدون تصدیق رسالت (از الرفع والوضع) افسوس مسلمانوں میں بھی بعض لوگ ایسے پیدا ہو گئے ہیں جنکا خیال یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف توحید کی تعلیم کے لئے آئے تھے تو جو شخص توحید کا اقرار کرے وہ نجات پائے گا۔ گو حضورؐ کی رسالت کا اقرار نہ کرے یاد رکھو یہ قول بالکل باطل ہے نجات بدون تصدیق رسالت کے ہرگز نہیں ہوسکتی جس طرح توحید رُکن ایمان ہے اسی طرح تصدیق رسالت بھی رُکن ایمان ہے ان لوگوں نے اس آیت سے دھوکہ دینا چاہا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَادُوْا وَالنَّصَارٰی وَالصَّابِئِیْنَ مَنْ آمَنَ بِاللّٰہِ والیوم الآخر وعمل صالحًا فلھم اجرھم الآیۃ۔ ترجمہ۔ جو لوگ ایمان لائے اور جو یہودی و نصرانی ہیں اور جو صابی ہیں (ان میں سے) جو کوئی بھی اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لے آئے اور اچھے کام کرے (قانون شریعت کیموافق) ایسوں کے لئے اُن کے پروردگار کے پاس حق الخدمت بھی ہے اور (وہاں) اُنپر کسی طرح اندیشہ بھی نہیں اور نہ وہ مغموم ہوں گے اس آیت میں تصدیق رسالت کا ذکر (ظاہرًا) نہیں ہے بلکہ سب فرقوں کی نجات کا مدار صرف ایمان باللہ وایمان بالآخرۃ کو قرار دیا گیا ہے اس سے بعض لوگوں نے اس غلطی میں ڈالنا چاہا کہ نجات کے لئے تصدیق رسالت محمدیہ کی ضرورت نہیں۔ جواب اس کا یہ ہے کہ ایمان باللہ بدون تصدیق رسالت محمدیہؐ کے متحقق ہی نہیں ہوسکتا پس یہ کہنا غلط ہے کہ یہاں تصدیق رسالت کا ذکر نہیں تفصیل اس جواب کی وہ ہے جو میں نے ایک ڈپٹی کلکٹر صاحب سے کھلا کر بھیجی تھی وہ بندۂ خدا بھی اسی غلطی میں مبتلا تھے ویسے بڑے نیک پابند صوم وصلوٰۃ تھے مگر شیطان نے اُن کے دل میں یہ وسوسہ ڈال رکھا تھا کہ نجات کے لئے صرف ایمان باللہ کافی ہے تصدیق رسالت کی ضرورت نہیں واقعی بدون علم دین کے کامل اصلاح نہیں ہوتی عقائد بھی درست نہیں ہوتے۔ افسوس آجکل لوگوں نے

انگریزی پڑھنے کو بھی علم سمجھ لیا ہی بس وہ ایسا ہی علم ہے جس سے روپیہ پیسہ معلوم ہوجاتا ہے خدا اس سے معلوم نہین ہوسکتا مین نے اُن ڈپٹی کلکٹر صاحب سے کہلا کر بھیجا کہ ایمان باللہ کے صرف یہی معنی نہین کہ اللہ تعالیٰ کو موجود مان لے کیونکہ وجود کا انکار تو مشرکین بھی نہین کرتے بلکہ ایمان باللہ کے معنی یہ ہین کہ اللہ تعالیٰ کو صفات کمال سے متصف اور صفات نقص سے منزہ سمجھے اب مین کہتا ہون کہ صفات کمال مین سے ایک صفت صدق بھی ہی جس کی ساتھہ خدا تعالیٰ کو موصوف ماننا توحید کے لئے ضروری ہے اور صفات نقص مین سے ایک صفت کذب بھی ہے جس سے خدا تعالیٰ کو منزہ سمجھنا لازم ہی ایک مقدمہ تو یہ ہوا۔

دوسرا مقدمہ یہ کہ حق تعالیٰ قرآن مین فرماتے ہین محمد رسول اللہ (اور قرآن کا کلام الٰہی ہونا دلائل عقلیہ سے ثابت ہے) تو اس خبر کو بھی سچا سمجھنا واجب ہے پس جو آپ کو رسول نہین مانتا وہ خدا تعالیٰ کو کاذب کہتا ہے جب کاذب کہا تو پھر اللہ پر کہان ایمان لایا پس ثابت ہوگیا کہ خدا تعالیٰ پر ایمان لانا بدون تصدیق رسالت کے ممکن نہین مین نے یہ بھی کہلا بھیجا کہ جواب کے لئے دس سال کی مہلت ہے اس دلیل کا اُن کے پاس کچھ جواب نہ تھا پھر خدا نے کیا اُن کی اصلاح ہوگئی بعد مین مجھسے ملے بھی تھے اسوقت اُن کا شبہ رفع ہوچکا تھا بیچارون کا خاتمہ اچھا ہوا۔

پس خوب سمجھ لو کہ بغیر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تعلق کے نجات ہرگز نہین ہوسکتی۔

لطیفہ (۴۳) در شرکت جسد مبارک در معراج (از الرفع والوضع) سمجھئے کہ معراج کی حقیقت کیا ہے لوگ معراج اس کو سمجھتے ہین کہ حضور زمین سے آسمان پر تشریف لے گئے تو خوب سمجھ لیجئے کہ یہ عروج آسمانی حقیقت معراج نہین بلکہ صورت معراج ہے اور اس کا یہ مطلب نہین کہ یہ صورت آپ کے کمالات مین سے نہین بلکہ مطلب یہ ہے کہ حقیقت معراج اسی صورت پر موقوف نہین بلکہ اُس کا تحقق دوسری صورتون سے بھی ہوسکتا تھا گو جو صورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے متحقق ہوئی ہے وہ سب سے افضل واکمل ہی اور آپ معراج کی حقیقت وصورت دونون کے

جامع ہین اوریہان سے اُن لوگون کی غلطی معلوم ہوگئی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عروج صوری یعنی عروج آسمانی کا انکار کرتے ہین اوراس معراج کو منامی یا کشفی تبلاتے ہین سو یہ بالکل نصوص کے خلاف ہے بلکہ احادیث مشہورہ سے آپ کا آسمانون پر تشریف لیجانا ثابت ہی اور بیت المقدس تک تشریف لیجانا تو نص قرآنی سے ثابت ہی جسکا انکار بلاتاویل کفر ہے اور بتاویل بدعت ان منکرین معراج آسمانی کے پاس کچھ دلائل تو عقلی ہین کچھ نقلی عقلی دلائل تو یہ ہین کہ اس سے افلاک مین خرق والتیام لازم آتا ہی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ فلاسفہ کے پاس خرق والتیام کے امتناع پر کوئی دلیل نہین اور وہ جب دلائل پیش کرین گے اُسوقت انشاءاللہ ہم اُن سب کا لغو و باطل ہونا ظاہر کردین گے چنانچہ متکلمین اس سے فارغ ہوچکے ہین دوسری دلیل یہ ہی کہ جس طرح حضور کی معراج کا قصہ احادیث مین آتا ہے کہ آپ اتنی جلدی سیر سماوات سے فارغ ہوکر واپس آگئے کہ صبح بھی نہ ہونے پائی تھی یہ محالات سے ہے کہ مکہ سے بیت المقدس تک اور پھر وہان سے ساتوین آسمان تک آپ سیر کر آئین اور یہ سارا قصہ ایک رات کے تھوڑے سے حصہ مین ہوجائے ہم کہتے ہین کہ اس مین استحالہ کی کیا بات ہی ہان استبعاد ہوسکتا ہی سو وہ بھی بطریق الزام کے اس طرح مدفوع ہے کہ تمہارے نزدیک زمانہ حرکت فلک الافلاک کس کا نام ہے۔

چنانچہ رات اور دن کا آنا طلوع وغروب کا ہونا یہ سب حرکت فلک سے مرتبط ہی اگر حرکت فلک موقوف ہوجائے تو جو وقت موجود ہوگا وہی رہیگا اگر رات موجود ہوگی رات ہی رہیگی دن موجود ہوگا دن ہی رہیگا تو ممکن ہے کہ حق تعالی نے اس رات حرکت فلک کو تھوڑی دیر کیلئے موقوف کردیا ہو اور اس مین کچھ تعجب نہین معزز مہمان کی عظمت ظاہر کرنے کیلئے دنیا مین بھی یہ قاعدہ ہے کہ جب بادشاہ کی سواری نکلتی ہے تو سڑک پر دوسرون کا چلنا بند کردیا جاتا ہے۔ ہم جب حیدرآباد گئے تو ایک دن دیکھا کہ پولیس کے سپاہی لوگون کو سڑک پر چلنے سے روک رہے ہین اُسوقت سڑک پر سناٹا چھایا ہوا تھا معلوم ہوا کہ نواب صاحب کی سواری نکلنے والی ہے اسی طرح حق تعالی نے حضور کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے اگر آسمان اور چاند سورج سب کی حرکت کو

اُس رات کچھ دیر کیلئے بند کردیا ہو کہ جو چیز جہان ہے وہین رہے پس آفتاب جس جگہ تھا اُسی جگہ رہا اور ستارے جہان تھے وہین رہے کوئی بھی اپنی جگہ سے ہلنے نہ پایا اس مین کیا استبعاد ہے جب حضور معراج سے فارغ ہوگئے پھر فلک کو حرکت کی اجازت ہوگئی تو اب ظاہر ہے کہ حرکت فلک جس جگہ سے موقوف ہوئی تھی وہین سے شروع ہوگی تو آپ کی سیر مین چاہے کتنا ہی وقت صرف ہوا ہو مگر دنیا والون کے اعتبار سے سارا قصہ ایک ہی رات مین ہوا کیونکہ حرکت زمانہ اس وقت موقوف ہوچکی تھی۔ اب اگر کوئی دوام حرکت فلک کا دعویٰ کرے تو وہ اس کے لزوم کو ثابت کرے انشاء اللہ ایک دلیل بھی قائم نہ کرسکے گا۔ دوسرا عاشقانہ جواب اس اشکال کا مولانا نظامی نے دیا ہے ؎

تن او کہ صافی تر از جان ماست	اگر آمد و شد بیک دم رواست

یعنی یہ بات سب کو معلوم ہے کہ خیال انسانی ذراسی دیر مین بہت دور پہنچ جاتا ہے۔ چنانچہ آپ اسیوقت عرش کا تصور کیجئے تو ایک منٹ سے بھی کم مین عرش پر خیال پہنچ جائیگا خیال کی حرکت بہت سریع ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ خیال روح کی ایک قوت ہے اور روح نہایت لطیف چیز ہے وہ مادیات کی طرح کثیف نہین اس لئے اس کی سیر مین کوئی حاجب ومانع نہین ہوتا تو مولانا نظامی فرماتے ہین کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بدن مبارک تو ہمارے خیال سے بھی پاکیزہ تر ہے جب خیال ذراسی دیر مین کہین سے کہین پہنچ جاتا ہے تو آپ کا جسم اطہر زمین سے آسمان تک اور وہان سے عرش تک ذراسی دیر مین ہو آئے تو اُس مین تعجب کی کیا بات ہے۔ (باقی آئندہ)

مرزا صاحب کی بے ایمانی خود انکی زبانی

زلیخانے کیا خود چاک دامن ماہ کنعان کا ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق مین

(الف) جناب مرزا صاحب قادیانی اس شخص کے متعلق جو امام حسین رضی اللہ عنہ یا ائمہ مطہرین مین سے کسی کی توہین وتحقیر کرتا ہے اپنے اشتہار تبلیغ الحق مؤرخہ ۸ ار اکتوبر ۱۹۰۵ء مطبوعہ ضیاء الاسلام قادیان مین تحریر کرتے ہین جسکو منشی قاسم علی احمدی نے اپنی کتاب دین الحق یا ہمارا مذہب کے صفحہ ۸۵ پر نقل کیا ہے۔ وہو ہذا۔ غرض یہ امر نہایت درجہ شقاوت اور بے ایمانی مین داخل ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ کی تحقیر کیجاوے۔ اور جو شخص حسین رضی یا کسی اور بزرگ کی جو ائمہ مطہرین مین سے ہے تحقیر کرتا ہے یا کوئی کلمہ استخفاف کا اس کی نسبت اپنی زبان پر لاتا ہے وہ ایمان کو ضائع کرتا ہے کیونکہ اللہ جل شانہ اس شخص کا دشمن ہو جاتا ہے جو اس کے برگزیدون اور پیارون کا دشمن ہے"۔ (دین الحق صفحہ ۸۵)۔

مرزا صاحب کے دوسرے اقوال ملاحظہ کیجئے (۱) اور اے قوم شیعہ اس پر اصرار مت کرو کہ حسین (رضی اللہ عنہ) تمہارا منجی ہے کیونکہ مین سچ کہتا ہون کہ آج تم مین ایک (مرزا صاحب) ہے کہ اس حسین (رضی اللہ عنہ) سے بڑھکر ہے۔ (دافع البلاء صفحہ ۱۳)

(۲) کربلائے است سیر ہر آنم ۔ صد حسین است در گریبانم۔ کربلا کی سیر مجھکو ہر وقت حاصل ہے۔ سو حسین (رضی اللہ عنہ) میرے گریبان مین (نزول المسیح در مرزا صاحب صفحہ ۹۹)۔

(۳) وقالوا علی الحسنین فضل نفسہ ۔ اقول نعم واللہ ربی سیظہر ۔ اور انہون کہا کہ اس شخص (مرزا صاحب) نے امام حسن رض اور حسین رض سے اپنے تئین اچھا سمجھا۔ مین کہتا ہون کہ ہان میرا خدا عنقریب ظاہر کردیگا۔ وشتان ما بینی وبین حسینکم ۔ فانی اوید کل آن وانصر ۔ اور مجھہ مین اور تمہارے حسین (رضی اللہ عنہ) مین بہت فرق ہے۔ کیونکہ مجھے تو ہر ایک وقت خدا کی تائید اور

مدد مل رہی ہے۔ واما حسین فاذکروا دشت کربلا۔ الی ہذہ الایام تبکون فانظر۔ مگر حسین پر تم دشت کربلا کو یاد کرو۔ اب تک تم روتے ہو پس سوچ لو۔ واللہ لیست فیہ منی زیادۃ۔ وعندی شہادات من اللہ فانظروا۔ اور بخدا اسمین مجھ پر کچھ زیادتی نہیں۔ اور میرے پاس خدا کی گواہیان ہین پس دیکھ لو۔ وانی قتیل الحب لکن حسینکم قتیل العدی فالفرق اجلی واظہر۔ اور مین خدا کا کشتہ ہون لیکن تمہارا حسین (رضی اللہ عنہ) دشمنون کا کشتہ ہے پس فرق کھلم کھلا اور ظاہر ہے۔ (اعجاز احمدی مترجمہ مرزا صاحب ص۶۹)۔

(ب) مرزا صاحب دعوی نبوت کے متعلق فرماتے ہین۔ وھو ھذا (۱) اور سیدنا مولانا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہون۔" نوٹ اس عبارت کو منشی قاسم علی احمدی نے مرزاجی کے ایک اشتہار سے اپنی کتاب دین الحق مین نقل کیا ہے۔ من شاء فلیرجع (۲) وما کان لی ان ادعی النبوۃ واخرج من الاسلام والحق بکافرین (حمامۃ البشری ص۷۹، از دین الحق ص۴۲) مین کیون نبوت کا دعوی کر کے خارج از اسلام ہون اور کافرون مین شامل ہو جاؤن) مرزا صاحب کے دوسرے اقوال دیکھیے [(۱) ہمارا دعوی ہے کہ ہم رسول اور نبی ہین" اخبار بدر ۵ رمارچ ص۱۹۰۸ء) (۲) مین خدا کے حکم کے موافق نبی ہون" اخبار عام لاہور ۱۹۰۸ء (۳) سچا ہے خدا جس نے قادیان مین رسول بھیجا" دافع البلا، ص۱۱)۔

نوٹ :- مین مرزا صاحب کو کسی لقب سے ملقب نہیں کرتا لیکن یہ ضرور کہون گا کہ ع الجھا ہے پاؤن یار کا زلف دراز مین + لو آپ اپنے دام مین صیاد آگیا۔ اور نیز ناظرین سے پوچھونگا کہ آپ ہی انصاف سے فرمائین کہ مرزا صاحب اپنے قول کے رو سے کون تھے اور کیسے تھے۔ ع تمہین کرتے ہین قائل یا خطا پر بتاتے ہین + مجھے بھی دیکھنی ہے منصفی انصاف والون کی :- احمدی دوستو! کہو یہ کون دھرم ہے۔ ع وہ ہی اللہ رے دیسی حسن پہ یہ بے نیازیان + بندہ نواز آپ کسی کے خدا نہیں۔

یہ ہین مرزا صاحب کے وہ متضاد اقوال وعقائد کہ جن کی بنا پر آج دنیا کی عقلین ان کی حقیقت سمجھنے سے قاصر ہین کہ وہ کیا تھے اور کون تھے؟۔

الحنین الی العطن

یعنی

الاغتراب وتذکار الوطن

طلع الهلال وما نری فرحاً لنا ... لا یرتوی بالماء ذو استسقاء
یا ایها القمر الذی قد نورت ... بطلوعك الدنیا وکنت رجائی
فاق الدهور ضیاء وجهك مفرحاً ... لکنّ حرّ النار فی احشائی
نار یزید بها فؤادی حرقة ... نفذت حرارتها الی اعضائی
این السرور بیوم عید لی اذا ... خلّفت احبابی الکرام ورائی
لا ینفع القلب الحزین اذا بکت ... عینی الخمور ولا القیان حذائی
بینی عن الاحباب اورثنی قلی ... داء یزید وفی البکاء شفائی
هم یاکلون ویشربون موسعاً ... والدمع شربی والبکاء غذائی
هجمت علی دنف حزین مکمد ... احزانه فلم جنود بکاء
یا ایها الدهر الذی ارضیتهم ... سخطی علیك فاین منك رضائی

محمد اعزاز علی امروهوی عفرلہ
مدرس دار العلوم دیوبند

(لیلۃ العید)

فتاوی دارالعلوم دیوبند

سوال ۱ اگر امام نماز فرض یا عیدین پڑھا چکا ہو تو وہ دوسرے لوگون کو دوبارہ نماز پڑھا سکتا ہی یا نہین؟ (۲) عیدین کی نماز سے پہلے عیدگاہ مین ایک شخص تکبیر تشریق بلند آواز سے کہتا ہی بعد کو تمام لوگ بلند آواز سے تکبیر کہتے ہین یہ کیسا ہی؟ (۳) امام خطبہ مین ترجمہ کر سکتا ہی یا نہین؟ (۴) ایک شخص نے مغرب یا عشاء کی نماز مین اول رکعت مین سورہ فیل اور دوسری مین سورہ ماعون پڑھی یہ جائز ہی یا نہین؟ - بینوا توجروا =

الجواب ۱ جو امام نماز فرض یا نماز جمعہ و عیدین پڑھا چکا وہ دوسرے لوگون کی امامت دوبارہ نہین کر سکتا (۲) بلند آواز سے تکبیر اسوقت مشروع نہین ہی تسبیح و تہلیل وغیرہ آہستہ پڑہتے رہین" (۳) ترجمہ کرنا خطبہ مین مکروہ ہی۔ (۴) فرائض مین اسطرح قرات کرنا مکروہ ہی اور نوافل مین درست ہے۔ ۸ - ۳ - ۴۵ +

سوال ۲ بعد نماز عید الاضحیٰ فوراً جنازہ رکھکر نماز جنازہ ادا کی گئی عمر کہتا ہے کہ جنازہ ممبر و محراب کے پاس رکھکر نماز پڑہنا بروز عید بوجہ جماعت کثیر ہونے کے جائز ہے اور زید اس کو ناجائز کہتا ہے جناب کی کیا رائی ہی۔ بینوا توجروا =

الجواب ۲۔ درمختار مین ہے وکراهة تحریماً وقیل تنزیهاً فی مسجد جماعة هو ای المیت فیه وحده او مع القوم واختلف فی الخارجة عن المسجد الخ والمختار الکراهة مطلقاً الخ اس سے معلوم ہوا کہ مسجد جماعت مین نماز جنازہ مطلقاً مکروہ ہی البتہ جو مسجد خاص نماز جنازہ کیلئے بنائی گئی ہے۔ اسمین درست ہے۔ فقط واللہ اعلم بالحق والصواب۔ ۱۱ - ۳ - ۴۵ +

رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۴۷۱

[illegible]

القاسم

دور جدید

جلد ۳ ذی الحجہ سنہ ۱۳۳۶ھ نمبر ۱۲

مرکز العلوم الاسلامیہ جامعۂ قاسمیہ دار العلوم دیوبند کا ماہوار دینی و علمی رسالہ

زیر ادارت

فخر الہند حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب ناظم ثانی جامعۂ قاسمیہ

باہتمام

خاکسار طاہر بن احمد القاسمی نائب المدیر

مطبع قاسمی دیوبند میں طبع ہو کر

دفتر القاسم دار العلوم دیوبند سے شائع ہوا

قیمت سالانہ دو روپیہ آٹھ آنہ مع محصول ڈاک

فہرست مضامین رسالہ القاسم بابت ماہ ذی الحجہ ۱۳۴۶ھ ہجری

جو

بیادگار حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قدس اللہ سرہٗ

بانی دارالعلوم دیوبند

بسرپرستی

قدوۃ الانام حضرت مولانا الشاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی وحضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب صدر مہتمم وحضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی ودیگر مقدس ومقتدر علمائے دیوبند سے شائع ہوتا ہے

گذارش - براہ کرم سالانہ چندہ بھیجتے وقت منی آڈر کے کوپن پر اپنا مفصل خوشخط پتہ تحریر فرمائیے یا نمبر خریداری فقط لکھدیجئے۔ منی آڈر یکم محرم تک پہنچ جانا چاہیے ورنہ ۱۵ محرم کو وی پی کا انتظام کیا جائیگا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

القاسم کا تیسرا سال ختم ہو رہا ہے

خریداران "القاسم" سے ضروری گذارش

محترم ناظرین! خدائے رحیم و ستار کے لطف و کرم سے اور اسکے مخلص بندوں کی توجہ و اعانت سے دار العلوم کا ماہوار رسالہ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ میں بارھواں نمبر پیش کرکے تیسرے سال کو بخیر و خوبی پورا کر رہا ہے اور ۱۵ محرم ۱۳۳۷ھ تک بصد آب و تاب انشاء اللہ چوتھے سال میں قدم رکھنے والا ہے۔ ہمکو اس کا دعویٰ نہیں ہے کہ ہم اپنی ذمہ داریوں کو کما ینبغی ادا کر سکے ہیں، نہ یہی ہمیں اس پر فخر ہے کہ ہمنے ناظرین کی ضیافت علمی کیلئے دسترخوان اشاعت پر ایسی انوکھی غذائیں چنی ہیں کہ جنسے دوسرے لوگ قاصر رہے ہوں ہاں یہ کہنے میں ہم کو کوئی پس و پیش نہیں ہے کہ جس مقدس اور یگانہ عالم ہستی کے یادگار کے سلسلہ میں ہمنے اس بند شدہ رسالہ کو اب سے تین سال پہلے جاری کیا تھا بحمد اللہ کہ ابتک باوجود ہر قسم کی دشواریوں کے برابر چلایا اور آئندہ کیلئے بھی یہی ارادہ ہے۔

القاسم کا شاندار سالانہ دار العلوم نمبر

چونکہ حسن اتفاق سے اجراء القاسم اور اجراء دار العلوم دونوں کی تاریخ ۱۵ محرم ہی ایک ہے اسلئے کارکنان القاسم نے دار العلوم کی نیک شہرت کے تحفظ کیلئے ارادہ کیا ہے کہ ہر سال ایک مخصوص سالانہ دار العلوم نمبر ۱۵ محرم کو نکالا کریں جو دار العلوم اور القاسم دونوں کے سالانہ حالات و واقعات پر عمدگی سے روشنی ڈالے اور دونوں کیلئے ایک بہترین یادگار ہو۔ چنانچہ کارکنان القاسم اس سال کے دار العلوم نمبر کی تیاری میں بڑی ہمت اور [illegible] سے کام لے رہے ہیں [illegible] تاریخ تعلیم و ثمرات انتظام کو مرتب کر رہے ہیں دار العلوم کی اعانت و حمایت کو عبادت کیوں سمجھتے ہو [illegible] لئے اس مخصوص نمبر کیلئے کثیر اخراجات بلا خیال نفع و ضرر نہایت بیدردی سے کر رہے ہیں لیکن کیا اسکے بعد بھی ہمارے سالانہ خریدار ہماری ہمت افزائی کیلئے کوئی زحمت نہ اٹھائیں گے کیا دردمند بہی خواہان دار العلوم اب بھی توجہ نہ فرمائینگے کہ ہم کس [illegible] سے سرشار ہوکر یہ اپیل کر رہے ہیں بلاشبہ محسنین دار العلوم و خریداران القاسم پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اس اپیل کو دیکھتے ہی [illegible] ایک ایک جدید خریدار بنا کر اپنا اور اسکا آئندہ سال کا

سالانہ چندہ بذریعہ منی آرڈر روانہ کردیں

تاکہ دی پی کی واپسی کے نقصانات سے [illegible] محفوظ [illegible] بہتر حالت میں [illegible] دار العلوم نمبر کو پیش کرسکے [illegible] خریداران القاسم [illegible] دی پی [illegible] منی آرڈر کے ذریعہ سالانہ چندہ عہ بھیجنے میں علاوہ دار العلوم نمبر مفت حاصل کرنیکے کی آنکی بچت بھی ہے کیونکہ دی پی کے ذریعہ [illegible] عہ صرف ہونگے۔

دی پی بلا تاخیر وصول کرلیا جائے

حسب قاعدہ سالانہ دی پی ۱۵ محرم ۱۳۳۷ھ کو بھیجا جاتا ہے۔ جب اطلاعی کارڈ ملے تو دی پی کو علی الفور وصول کرلیا جائے ایسا نہ ہو کہ آپ کی غیبت یا غفلت کے سبب ڈاکخانہ دی پی کو واپس کردے ایک دی پی پر قریب ۳ ؍ کے ٹکٹ ڈاکخانہ کو ادا کرنے پڑتے ہیں [illegible] کی صورت میں کسقدر نقصان رسالہ کو پہونچ جاتا ہے۔

(طاہر بن احمد القاسمی [illegible] القاسم)

دکان [illegible]

دارالعلوم دیوبند کے علمی۔ مذہبی۔ اخلاقی۔ تمدنی۔ تاریخی ماہوار رسالہ

القاسم کا شاندار دارالعلوم نمبر

بتاریخ اشاعت دارالعلوم نمبر ۱۵ محرم الحرام ۱۳۴۷ھ

جس مین

بلند پایہ علمی مضامین۔ بزرگان دارالعلوم کے قابل دید تذکرے۔ مخصوص عمارات دارالعلوم و مزارات بزرگان و بعض متبرک مخصوص تحریرات کے عکسی فوٹو بہترین ترتیب کے ساتھ دکھلائے جائینگے

دارالعلوم دیوبند نے اپنی چونسٹھ سالہ دور حیات مین جو نمایان ترقیات حاصل کین اور جو زرین خدمات اسلام اور مسلمانون کی انجام دین وہ حقیقت شناس نظرون سے مخفی نہیں کارپردازان القاسم ایک عرصہ سے اس ضرورت کو محسوس کر رہے تھے کہ متوسلین دارالعلوم کی فرحت و خوشنودی کیلئے القاسم کا ایک مخصوص نمبر شائع کیا جائے جسمین بلند پایہ علمی مضامین کیساتھ دارالعلوم کی چونسٹھ سالہ تاریخ یعنی تاریخ تعلیم و ثمرات انتظام تغیرات و حوادث موازنہ آمد و صرف تعداد طلبا وغیرہ کو سنوار مرتب کرکے یکجا دکھلایا جائے معاونین دارالعلوم و خیراندیشان مدرسہ کی مزید دلچسپی کیلئے انکی عزیز ترین واحد اسلامی مرکزی درسگاہ کی مخصوص عمارات مثل مسجد دارالعلوم دارالحدیث صدر درسگاہ وغیرہ کے فوٹو دیدئے جاوین۔ نیز حضرت بانی دارالعلوم و حضرت گنگوہی و حضرت شیخ الہند کے مزارات مقدسہ کے فوٹو بھی دکھلائے جائین اور بطور تبرک حضرات تابعین رحمہم اللہ کے زمانہ کے لکھے ہوئے قرآن مجید کا عکس جو کتبخانہ دارالعلوم کے لئے ایک بڑی مایہ ناز چیز ہے اور حضرت بانی علیہ الرحمۃ والغفران کے خاص قلم کے لکھے ہوئے چند اصول جنپر اس مدرسہ کو چلایا گیا ہے انکا عکس بھی اس مبارک نمبر مین ہدیہ ناظرین ہو۔ الحمدللہ کہ اس مبارک خیال نے عملی شکل اختیار کرلی ہے۔ چنانچہ ٹھیک اس تاریخ مین جسمین اب سے چونسٹھ برس پہلے دارالعلوم کا افتتاح ہوا تھا اور جس تاریخ مین اب سے تین سال پہلے القاسم دور جدید کا اجرا ہوا تھا یعنی ۱۵ محرم الحرام ۱۳۴۷ھ کو القاسم کا دارالعلوم نمبر نہایت آب و تاب سے شائع ہوگا۔ غرض دارالعلوم نمبر اپنی ظاہری و معنوی خوبیون کی وجہ سے ایک قابل قدر تحفہ ہوگا جو ادبی دلچسپیون کے علاوہ ایک دائمی کارآمد پرچہ بھی ہوگا۔ لہذا۔

مخلصان و خیر اندیشان دارالعلوم سے مودبانہ گذارش

ہے کہ وہ اس مخصوص نمبر کی اشاعت میں جسقدر اور جس حیثیت سے بھی سعی فرما سکتے ہوں دریغ نہ فرماویں، کیونکہ اس کے مطالعہ سے علاوہ علمی دلچسپیوں کے دارالعلوم کے متعلق وہ تمام اتہامات شکوک و شبہات بھی دور ہو جائیں گے جو اس کے وقار و عظمت کو صدمہ پہنچانیوالے چند ناعاقبت شناس لوگوں کی طرف سے اصلاح کی صورت میں ظاہر کئے جا رہے ہیں۔

دارالعلوم نمبر کیلئے مضمون عطا فرمانیوالے حضرات

دارالعلوم نمبر کیلئے جن اکابر ملت و دردمندان اسلام نے مضامین مرحمت فرمائے یا جن کے مضامین عالیہ کے درج ہونیکی کافی توقع ہے اُن کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں۔

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب، حضرت فخر الہند مولانا حبیب الرحمٰن صاحب، حضرت مولانا حسین احمد صاحب، حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب، جناب مولانا احمد سعید صاحب، حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب، حضرت مولانا مرتضیٰ حسن صاحب، جناب مولانا اعزاز علی صاحب، جناب مولانا سید مناظر احسن صاحب، جناب مولانا مظہر الدین صاحب اڈیٹر الامان، جناب مولانا سعید الدین صاحب. جناب مولانا احمد علی صاحب لاہوری و دیگر سربر آوردہ حضرات، ان کے علاوہ جو فضلاء دارالعلوم و دیگر مشاہیر اہل قلم اس تاریخی نمبر کے لئے مضامین عطا فرماویں گے انشاء اللہ حسب گنجائش بشرط موافقت مسلک دارالعلوم دیوبند بسر و چشم قبول کئے جاویں گے۔ جو مضمون موجودہ ضروریات اسلام کو مشتمل ہوگا وہ مستحق ترجیح ہوگا۔ ضخامت کا اندازہ اسوقت ۰۰ صفحہ سے کسی طرح کم نہیں ہے سائز ۲۰×۲۶/۸ ۲۷ سطر، مع عکسی فوٹو کتابت طباعت ٹائٹل دیدہ زیب نہایت خوشنما قیمت باوجود ان تمام خوبیوں کے بغرض رفاہ عام صرف ۵ر رکھی گئی ہے۔

القاسم کے خریداروں کو دارالعلوم نمبر مفت

جو حضرات القاسم کے پہلے سے سالانہ مستقل خریدار ہیں یا القاسم جلد ۲ کے جدید خریدار بنکر سالانہ چندہ عہ بذریعہ منی آرڈر یا وی پی بھیجدیں گے ان کی خدمت میں یہ ضخیم نمبر بلا مزید اضافہ کے حسب معمول روانہ ہوگا۔ ان کو چاہئے کہ وہ یکم محرم ۱۳۴۷ھ تک سالانہ چندہ عہ بذریعہ منی آرڈر بھیجدیں یا عہ کا وی پی بھیجنے کی اجازت دیں یا ۵ر کے ٹکٹ ارسال فرما کر دارالعلوم نمبر کے خریداروں کے رجسٹر میں اپنا نام درج کرالیں۔

مہذب اشتہار دینے والے تاجران و سوداگران

چونکہ یہ نمبر کثیر مقدار مین شائع ہوگا اس لئے مہذب اشتہار دیکر تجارتی فائدہ حاصل کیجئے۔

نرخنامہ رعایتی اشتہارات:۔ سالم صفحہ (للعہ) نصف صفحہ یا ایک کالم (عہ) ۱/۴ صفحہ (سے) خلاف شرع اشتہارات نہین لئے جاوین گے۔

اخبارات و رسائل کے ایجنٹ صاحبان کیلئے نادر موقع

ایجنٹ صاحبان کو چاہئے کہ وہ دارالعلوم نمبر کے اشتہارات منگواکر بکثرت انہین اپنے شہر مین تقسیم کرین اور ہم سے دارالعلوم نمبر کا معقول مقدار مین معاملہ طے کرلین کمیشن مین کافی رعایت کی جاوے گی اس نمبر کی اشاعت سے دین و دنیا کا فائدہ ہوگا۔

جملہ خط و کتابت و ترسیل زر کا پتہ

(مولوی) محمد طاہر بن احمد القاسمی معتمد المدیر القاسم دارالعلوم دیوبند ضلع سہارنپور یو۔پی

کیا دارالعلوم مین قتل کی کوئی واردات ہوئی؟

اعدائے دارالعلوم کی طرف سے یہ پروپیگنڈا بہت دنون سے جاری ہے کہ دارالعلوم دیوبند مین ایک بنگالی طالبعلم قتل کردیا گیا۔ چونکہ مقدمہ زیر سماعت ہے اسلئے ہم سردست اسکے متعلق کوئی رائے ظاہر نہین کرسکتے۔ البتہ اختتام مقدمہ کے بعد ایک مکمل بیان شائع کرینگے لیکن سردست اتنا بیان پر اکتفا کرتے ہین کہ دارالعلوم دیوبند مین قتل کی کوئی واردات نہین ہوئی۔ رمضان مبارک کے آخر مین بنگالی اور پشاوری طلبہ مین جو چپقلش ہوئی اور ایک دوسرے کے خلاف خشت باری ہوتی رہی اسمین ایک بنگالی طالب علم کے سر مین اینٹ جالگی جو ہسپتال جاکر چند گھنٹہ کے بعد انتقال کرگیا اس بلوہ سے نہ تو بزرگان اہتمام کو کوئی تعلق تھا ورنہ شہر کے کسی دوسرے ذمہ دار شخص کا اسمین ہاتھ تھا بلکہ نماز عصر کیوقت حوض پر وضو کرتے ہوئے ایک بنگالی اور ایک سرحدی طالبعلم کی لفظی بحث سے یہ معاملہ بڑھتا بڑھتا آخر کار فریقانہ کش مکش کی صورت مین تبدیل ہوگیا۔ اس تصادم کے ذمہ دار بالسر بنگالی و سرحدی طلبہ تھے۔ اہتمام دارالعلوم کیطرف منسوب کرنا یا بزرگان اہتمام کے طریق اہتمام کو اسکا ذمہ دار ٹھیرانا انتہا درجہ کی جفاکاری اور ظلم ہے۔ الغرض اس قسم کے بیانات جو اخبارات مین شائع ہون یا کسی دوسرے جریدہ مین بالکل غلط اور ناقابل التفات ہین۔

احکام عید الاضحیٰ

، بقرعید کی نماز بھی مثل نماز عید الفطر کے واجب ہے اور ترکیب اس نماز کی وہی ہے جو نماز عید الفطر کی ہے۔ اور وقت اس کا آفتاب کے بلند ہونے سے زوال سے پہلے تک ہے۔ البتہ جلد پڑھنا اس نماز کا مستحب ہے۔ تاکہ اس کے بعد قربانی کرنے میں سہولت ہو۔ نماز کے بعد امام خطبہ پڑھے جس میں قربانی اور تکبیرات تشریق وغیرہ کے احکام بتلائے۔ اس نماز کیلئے بھی باہر عید گاہ میں جانا مستحب ہے۔ اور راستہ میں پکار کر تکبیر پڑھتا رہے تاکہ دونوں راستے گواہی دیں۔

، بقرعید کی نماز سے پہلے کچھ کھانا اچھا نہیں اگرچہ حرام بھی نہیں بہتر یہ ہے کہ بعد نماز کے قربانی میں سے کھائے۔

۲) تکبیر تشریق ایک دفعہ ہر ایک نماز فرض کے بعد جو جماعت سے پڑھی گئی ہو کہنا واجب ہے۔ امام اور مقتدی سب ایک بار اس طرح تکبیر کہیں اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ نویں ذی الحجہ کی صبح سے تیرھویں تاریخ کی عصر تک۔

قربانی کے احکام

(۳) ہر ایک مسلمان آزاد مقیم جس پر صدقہ فطر واجب ہے ایک بکرا یا بھیڑ یا دُنبہ یا ساتواں حصہ گائے۔ بیل بھینس۔ اونٹ کا قربانی کرنا واجب ہے۔ اور ایک گائے بیل وغیرہ میں سات آدمی تک شریک ہو سکتے ہیں۔ اگر دو یا تین یا چار یا پانچ آدمی شریک ہو کر پوری گائے کریں تب بھی درست ہے۔ بکرا، بکری ایک برس کا پورا ہونا چاہیے گائے بیل بھینس دو برس کی اور اونٹ پانچ برس کا۔ اور گائے کی قربانی بہتر ہے بیل سے اور مینڈھا بہتر ہے بھیڑ سے۔ اور بکرا بکری میں مادہ بہتر ہے نر سے۔ (کذا فی الدر المختار) دُنبہ دُنبی اور بھیڑ اور مینڈھا چھ ماہ سے زیادہ کا بھی درست ہے۔ بشرطیکہ موٹا اور تیار ہو کہ ایک برس کا معلوم ہوتا ہو۔

(۴) قربانی کا گوشت وزن سے تقسیم کیا جائے اندازہ سے تقسیم نہ کریں لیکن اگر کسی طرف پائے کھال بھی لگا دی جائے تو اندازہ سے بھی تقسیم کرنا درست ہے۔

(۶) شہر والے قربانی بعد نماز کے کرین اور اگر کسی عذر سے اُس دن نماز ادا نہ ہوئی تو جس وقت نماز کا وقت گذر جائے اُسوقت قربانی کرنا درست ہے یعنی بعد زوال کے اور دوسرے اور تیسرے دن نماز سے پہلے بھی قربانی درست ہے یعنی اگر نماز بقرعید کی کسی عذر سے قضا ہوگئی تو اگلے دن نماز سے پہلے بھی قربانی جائز ہے۔ اسیطرح بارھوین تاریخ کو بھی۔ اور گاؤن والون کو صبح صادق ہونے کے بعد قربانی کرنا درست ہے۔

(۷) قربانی کے دن تین ہین۔ دسوین۔ گیارھوین۔ بارھوین ذی الحجہ، مگر پہلے دن قربانی کرنا افضل ہے۔ پھر دوسرے دن پھر تیسرے دن۔ اور تیسرے دن غروب آفتاب سے پہلے قربانی ہو سکتی ہے۔

(۸) رات کو قربانی کرنا جائز ہے۔ پسندیدہ اور بہتر نہین۔

(۹) اپنی قربانی کو خود ذبح کرنا بہتر ہے اگر خود ذبح کرنا نہین جانتا تو دوسرے سے ذبح کرانے کے وقت خود وہان کھڑا ہو جانا بہتر ہے۔

(۱۰) قربانی کے وقت کوئی نیت زبان سے پڑھنا یا دعا پڑھنا ضروری نہین اگر صرف دل مین خیال کرلیا کہ مین قربانی کرتا ہون اور زبان سے کچھ نہین کہا صرف بسم اللہ اللہ اکبر کہکر ذبح کردیا تب بھی قربانی درست ہے۔ لیکن اگر دعاء ماثورہ جو آگے آتی ہے پڑھیگا تو بہتر اور ثواب زیادہ ہے۔

(۱۱) جب قربانی کو قبلہ رخ لٹا دے تو یہ دعا پڑھے انی وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض حنیفا وما انا من المشرکین ۝ ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین لا شریک لہ وبذلک امرت وانا اول المسلمین ۝

(۱۲) ذبح کرنیکے بعد یہ دعا پڑھے اللھم تقبلہ منی کما تقبلت من حبیبک محمد وخلیلک ابراہیم علیہما الصلوۃ والسلام

(۱۳) بہتر یہ ہے کہ قربانی کا گوشت ایک تہائی غربا، ومساکین پر صدقہ کرے۔ ایک تہائی اپنے دوستون کو دے اور ایک تہائی اپنے اور اپنے اہل وعیال کیلئے رکھے۔ لیکن جس شخص کے کنبہ بہت ہو یا اور کوئی ضرورت ہو تو تمام گوشت خود خرچ کرسکتا ہے البتہ فروخت کرنا منع ہے۔

(۱۴) جس کے ذمہ قربانی واجب تھی اگر اس نے قربانی کی نیت سے کوئی جانور قربانی کا خرید اتو اُس کے ذمہ اُسکا قربانی کرنا واجب ہوگیا اُس کو فروخت نہین کرسکتا۔ اگر قربانی کے دن گذر گئے اور اُس نے اُس جانور کو ذبح نہ کیا تو زندہ کو اللہ واسطے محتاجون کو دیدینا چاہئے۔ نذر کرنیوالے کا بھی یہی حکم ہے۔

(۱۵) جس شخص کے ذمہ قربانی واجب ہے اگر قربانی کے دن گذر جائیں اور وہ قربانی نہ کرے تو قربانی قیمت صدقہ کرنا ضروری ہے

(۱۶) جس جانور کے سینگ پیدایشی نہ ہون اُسکی قربانی درست ہے اور اگر بیچ مین سے ٹوٹ گیا ہو تب بھی قربانی درست ہے اگر جڑ سے اکھڑ گیا ہو تو درست نہین اور بدھیا کی قربانی بھی درست ہے خواہ ملکر بدھیا کیا گیا ہو یا نکالکر اور اندھے اور کانے کی قربانی درست نہین اور ایسے دُبلے جانور کی قربانی بھی درست نہین جسمین مغز نہ رہا ہو۔ اور نہ ایسے لنگڑے کی جو مذبح تک نہ جاسکے اور نہ ایسے بیمار کی جسکی بیماری ظاہر ہو۔ اور نہ ایسے جانور کی جسکا تہائی سے زیادہ کان کٹا ہوا ہو۔ یا تہائی سے زیادہ دُم کٹی ہوئی ہو۔ اور نہ اُسکی جس کے بالکل کان نہ ہون اور نہ اسکی جس کے دانت نہ ہون۔ البتہ اگر تھوڑے سے گر گئے اور زیادہ باقی رہ گئے تو جائز ہے۔

(۱۷) چرم قربانی کو بدون فروخت کرنے کے اپنے کام مین لا سکتا ہے یعنی ڈول وغیرہ اس سے بنا سکتا ہے خود اسکو فروخت نہ کرنا چاہیے لیکن اگر فروخت کر دیا تو فروخت کرنے کے بعد اسکی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے اور اجرت قصاب کی قربانی مین سے دینا جائز نہین اور عالمگیریہ مین ایک روایت ہے کہ چرم قربانی کو صدقہ کرنیکے لئے فروخت کرنا درست ہے۔

(۱۸) چرم قربانی یا اس کی قیمت کو کسی معاوضہ مین دینا مثلاً امام مسجد و مؤذن کو بسبب اُسکی امامت و اذان کے دینا درست نہین ہے اور طالب علم دین اُسکی بہتر مصرف ہین کہ اسمین دوہرا ثواب ہے۔ صدقہ کا اور اعانت علم دین کا جیساکہ وارد ہوا ہے الصدقۃ علی المسکین صدقۃ وھی علی ذی الرحم اثنتان صدقۃ وصلۃ۔ طالبان علم دین کی مدارات اور اُن کیساتھ ہر قسم کا سلوک کرنیکا حکم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تاکید فرمایا ہے۔ عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الناس لکم تبع وان رجالا یاتونکم من اقطار الارض یتفقھون فی الدین فاذا اتوکم فاستوصوا بھم خیرا۔ رواہ الترمذی

حضرت ابو سعید خدری رض روایت کرتے ہین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کو خطاب کرکے ارشاد فرماتے ہین کہ تمام آدمی تمھارے تابع ہین۔ اور اطراف عالم سے تمھارے پاس بہت سے آدمی علم دین سیکھنے اور دین مین سمجھ حاصل کرنے کیلئے آدین گے سو جب وہ تمھارے پاس آدین تو مین تم کو وصیت کرتا ہون کہ اُن کے ساتھہ بھلائی سے پیش آنا۔"

دار العلوم دیوبند کی قابل اطمینان حالت

ایک محسن قوم کا قدوم دار العلوم میں

دار العلوم دیوبند میں بحمد اللہ ہر طرح سے امن و سکون سے تعلیم اعلیٰ پیمانہ پر جاری ہے۔ جدید طلبہ اس سال اس کثرت سے آئے کہ اب مزید داخلہ کی گنجایش باقی نہیں رہی مجلس شوریٰ کی منظور کردہ تجاویز کے ماتحت دار العلوم میں اصلاحات کا سلسلہ جاری ہے عناصر فتن سے دار العلوم پاک ہوتا جا رہا ہے موجودہ رفتار امن و سکون کو دیکھکر یقین ہوتا ہے کہ بہت جلد دار العلوم اپنی اصلی حالت پر عود کریگا اور فتنہ کا نام و نشان بھی انشاء اللہ تعالیٰ باقی نہ رہیگا لیکن طاغوتی طاقتیں اب بھی اپنے کام سے غافل نہیں ہیں وہ مدرسہ کی سرسبزی و شادابی کو دیکھ نہیں سکے کہ مایوس ہوکر بیٹھ رہتے اب بھی فتنہ انگیزی میں مشغول ہیں جماعت "انما نحن مصلحون" اور دوسری مخالف جماعتوں کیطرف سے مقامات قریبہ و بعیدہ میں یہ بات مشہور کیجا رہی ہے کہ مدرسہ دیوبند قطعاً بند ہوگیا۔ حال ہی میں ہمارے ایک عزیز دوست سفر کر رہے تھے انہوں نے دیکھا کہ ایک شخص باواز بلند اعلان کر رہا تھا کہ "مدرسہ دیوبند بند ہوگیا"

کہیں یہ کہا جاتا ہے کہ اس سال دار العلوم میں طلبہ داخل نہیں ہوئے کسیکو یہ کہکر گمراہ کرنیکی کوشش کیجاتی ہے کہ چندہ دینے والوں نے معاونت مدرسہ سے ہاتھ روک لیا ہے۔ غرض چند افراد ان کے ہم مشرب مخالفت کی پروپیگنڈا بازیاں ہر طرف شرافشانی میں مصروف ہیں۔ یہ لوگ غضب خداوندی سے بیخوف ہوکر اپنی طرف سے تباہی دار العلوم کا کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کر رہے ہیں اور ہر قسم کی غلط خبروں کے پھیلانے میں مصروف ہیں۔ پس ہم قوم سے درخواست کرتے ہیں کہ خدارا اعدا کے گمراہ کن بیانات پر کان نہ دھرے کیونکہ اہل فتنہ کوئی نیک مقصد سامنے رکھکر ان مفسدہ پردازیوں میں مصروف نہیں ہیں بلکہ انکا حقیقی مقصد دار العلوم کو تباہ کرکے ارباب ایمان و ایقان کو علوم دین سے محروم کرنا ہے۔ دار العلوم کے ایک دیرینہ محسن عالیجناب منشی احسان خان صاحب رئیس بلاسپور (صوبہ متوسط) نے اعدا کی فتنہ انگیزیوں اور کذب آفرینیوں سے متاثر ہوکر حالات دار العلوم کا بچشم خود معائنہ کرنا چاہا۔ چنانچہ آپ اس مقصد کیلئے حال ہی میں اپنے وطن (صوبہ متوسط) سے عازم دیوبند ہوئے آپنے اپنے دوران قیام میں یہاں کی ہر چیز کو برائے العین دیکھا اور کامل تحقیق و تدقیق کے بعد کتاب معائنہ پر دار العلوم کی موجودہ حالت کی متعلق حسب ذیل رائے کا اظہار فرمایا۔

نقل معائنہ

میں بتاریخ ۱۲ مئی ۱۹۲۸ء بغرض دیکھنے مدرسہ دیوبند پہنچا۔ عالیجناب مہتمم صاحب مدرسہ مذکورہ سے ملاقات کی حسابات دیکھے، مدرسہ کو طلبہ سے پر پایا۔ حسابات بالکل پاک و صاف ہیں۔ الحمد للہ کہ میری بالکل خاطر جمعی ہوگئی خدا مخالفین کو راہ راست پر لائے۔

(دستخط) احسان خان ولد یوسف خان مالگذار سلفہ ضلع بلاسپور (سی۔پی) ۱۲ مئی ۱۹۲۸ء

بچوں کی تعلیم

اب، ت، ث

(گذشتہ سے پیوستہ)

اس عصر اخیر میں عربی رسم خط کی سادگی اور فضیلت اسمین مطبوعات کے سیسہ کے حروف اور ٹائپ کی ایجاد سے بھی پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی ہے تعجب ہے کہ اس میدان مین یورپ کا نیم رومنی خط تو حروف مفردہ کی حد سے قدم نہین بڑھا سکا۔ بھی قدم نہین رکھ سکا۔ چنانچہ یورپ نے رومن حروف کیلئے اپنی حروف کی شکلین بدلین اور آج انکی تحریری حروف چھاپہ خانے کے حروف سے بالکل مغائر ہین۔ اسیطرح خط نستعلیق بھی اپنی فضول نزاکت کاریون کیوجہ سے اس قابل ثابت نہوا کہ اس سودمند میدان مین کامیاب قدم رکھ سکتا۔

مگر عربی خط (نسخ) طبعی سادگی رکھتا ہے، اس کے تمام مفرد اور ترکیبی اور متحرک حروف اپنی اصلی صورت مین سیسے ڈھالے جاتے ہین۔ اور آج دنیا نسخ کے حروف کی برکت سے ٹائپ کی مشکلات پر بھی غالب آچکی ہے۔ اسمین شک نہین کہ سیسہ کے عربی حروف اور عربی حروف کا ٹائپ بہت دیر مین ایجاد ہو سکے۔ مگر میرے خیال مین رسم خط کی مشکلات کو اسمین اتنا دخل نہ تھا بلکہ موجدین اہل یورپ تھے اور ان کو ہمارے خط مین پوری مہارت نہ تھی اور نہ چندان اس سے لگاؤ ہی تھا اس لئے وہ جلد اس کی ایجاد مین کامیاب نہو سکے۔

اور ملاحظہ فرمایئے! ہمارے خط کی حرکات (زبر۔ زیر۔ پیش) اور سکون بھی عربی حروف پر برابر آتے اور سمجھتے ہین۔ عربی حروف کلمہ مین نمایان ترتیب کے ساتھ لکھے جاتے ہین جو حرکات کیلئے ضروری ہے، فارسی خط اس خوبی سے بھی ایک حد تک عاری ہے۔

خلاصہ اینکہ! عقلی، فنی، اور ایجادات عصریہ کی شہادت سے یہ ثابت ہے کہ عربی صورت تحریر (نسخ) فارسی صورت تحریر (نستعلیق) سے بہت بہتر، بہت آسان اور بہت خوشنما ہے۔ اس لئے نسخ کو نستعلیق کی شکل مین مسخ کر دینا فقط ایرانیت کے فروغ دینے کے سیاسی نقطۂ نظر کی بنا پر ہے جس سے ملک اور متعلمین کو کوئی نفع نہین پہنچا بلکہ معصوم بچون کے نازک ہاتھون اور بھولے دماغون پر نزاکت آفرینیون کا سنگین بار آپڑا ہے۔ جو فضول بھی ہے اور ناقابل برداشت بھی ہے۔ اس لئے اس بارگرانی

کہنا ظلم اور بربریت کے مرادف معلوم ہوتا ہے۔

اگر اس نتیجہ روشن پر پہنچنے کے بعد عالمین تعلیمات کی خدمت مین سفارش کیجائے کہ وہ اُردو کے لئے صرف خط نسخ کو مقرر فرما کر نستعلیق کا بار امت کے کندھون سے ہلکا کر دین تو بیجا نہوگا۔

یہ ایک اُمت کی خدمت ہوگی جس کے نتائج تعلیمی دنیا مین نہایت خوشگوار ہونگے۔ انشاء اللہ تعالی۔

اندھی تقلید آپ ہمارے رسم خط کی افضلیت کو ملاحظہ فرما چکے ہین ہمارا رسم خط دنیا کا بہترین، مترقی ترین رسم خط اور تمام فنی اور عملی خوبیون اور سہولتون کا جامع ہے۔ لیکن یورپ کی اندھی تقلید کا برا ہو کہ آج بعض مقلدین جامد یورپ "ترکیہ، قفقاز، ماوراء النہر مین سرگرم عمل ہین کہ اپنے بہترین خط کو یورپ کے نیم مترقی خط سے بدلکر دنیا کے سامنے اس میدان مین اپنی عقل کے افلاس کا عملی ثبوت پیش کر دین۔

ماوراء النہر کے خانہ ویرانون کی تقلیدی مساعی کا نقطۂ نظر تو یہ دیکھا گیا تہا کہ:۔ اصوات مکررہ کے حروف مین سے ایک ایک حرف لیا جائے مثلاً ص۔ س۔ ث مین سے صرف "س" لیا جائے اور باقی ترک کر دیئے جائین۔

باقی حروف اپنے ہی رہین۔ مگر یورپ کیطرح ان کی ترکیب کھولکر مفرد حروف سے لکھا جائے۔ اور حرکات بھی یورپین طرز پر (ہ۔ ی۔ و) کی صورت مین حروف کے درمیان مین داخل کیجائین۔

مگر ترکیہ کے مقلدین کی تقلیدی شان ماوراء النہر سے بہت ہی بڑھ چڑھکر دیکھی گئی، انہون نے یورپ کی ہوبہو تقلید کرتے ہوئے لاطینی حروف کے بت کے سامنے سجدہ مین گر پڑنا وظیفۂ حیات سمجھا۔

ترک مقلدین کا اصولی عقیدہ ہے جسکا وہ بارہا بہ بانگ دہل اعلان کر چکے ہین کہ:۔ "تمدن یورپ ایک ایسا کُل (مجموعہ) ہے جو کسی طرح بھی تجزی وتحلیل قبول نہین کر سکتا"

بالفاظ دیگر یہ کہ اُن کے نزدیک ہر قوم پر فرض ہے کہ اپنی تمام خصوصیات امتیازات کمالات (علمی وعملی) فوراً سے پہلے ترک کر کے سر سے پیر تک تمدن یورپ مین غرق ہو کر یورپین اقوام مین جذب ہو جائے۔

سچ تو یہ ہے کہ ان نامردون کی یہ کیفیت تقلید نہین بلکہ خالص عبودیت ہے ضَلُّوا فَاَضَلُّوا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ:۔ ہمارے رسم خط کی خوبیان عالم آشکار ہین۔ اس پر اعتراض بداہۃً آفتاب پر تھوکنے کے مرادف ہے۔ پھر وہ کیا اسباب ہین جنکی بنا پر اس کے خلاف حرکت احمقانہ کر کے رسم خط کی ترقیات عجیبہ کو تنزل کے گڑھے مین زبردستی دھکیلا جا رہا ہے۔؟

یورپ آج قوت وسطوت کا مالک ہے۔ یورپ کا موجودہ دور ترقی عصر مذہبی نہین ہے بلکہ مدنیت گذرین جو اس نے اپنے مذہب کو گندگی کا حکم دیکر دفن کردیا ہے۔ آج یورپ کی قوتین کوئی مذہب نہین رکھتین۔ اِس لئے مفتوح اور ضعیف اقوام کو کسی مذہب مین لانا ان کا مقصد نہین ہے۔ چونکہ آج وہ قومیت کا بندہ ہے تو اپنی قومی معاشرت مین کسی قوم کا رنگ دینا ہی اس کا مقصد وحید ہوسکتا ہے۔

قوم پرست یورپ مذہب کا علمبردار نہین ہے وہ اقوام کو اپنے اندر مذہب کے نام سے نہین بلکہ مدنیت کے نام سے اور معاشرت کو بدلنے سے جذب کرتا ہے۔ اپنی معاشرت مین جذب کرکے دنیا کی اقوام کو فنا کرنا اس کا یگانہ مقصد ہے۔

یہی وجہ ہے کہ دانشمندان یورپ کا ہم پر موجودہ ہجوم قومی اور معاشرتی رنگ لئے ہوئے ہے اور مدنیت کے لفافہ مین بند کرکے ہمارے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔

اگر ہم اس ہجوم کی کیمیاوی تحلیل کرین تو اسکو دو اجزا سے مرکب پاتے ہین جو باہم معاون یکدگر اور ایک دوسرے کے لئے متمم ہے۔

اول ہم کو ہمارے مادی اور علمی مراکز سے محروم کرنا۔

دوم۔ ہمکو اپنی معاشرت (قومی حقیقت) مین غرق کردینا۔ دوربینان یورپ نے ہمارے مادی وعلمی مراکز کی تحقیق کی اور بذل مساعی کرکے پتہ لگایا کہ کلہم امور ذیل ہین۔

(الف) خلافت (ب) رسم خط (ج) لباس وغیرہ (معاشرت) (د) زبان عربی (ہ) سترِ زنہا۔

ان امور مین سے اسوقت ہم صرف رسم خط سے بحث کرین گے۔

رسم خط کا ہماری رگ حیات ہونا باین معنی ظاہر ہے کہ کلام اللہ اور اس کی نہایت وسیع تحقیقات احادیث اور اس کے جویں التذییل شعبات تاریخ اور اس کی کثیر المنفعت نتائج زراعت کے تمام علمی تدقیقات و ترقیات کے لاتعدود ذخائر سب کے سب اسی رسم خط کی عظیم الشان زمین مین مدفون ہین۔ اگر یہ زمین قوم کی نگاہ سے اوجھل کردیجائے تو وہ اول ہی آن مین اپنی ہر خصوصیت بلکہ اپنی اصل حقیقت سے اجنبی ہوجائیگی۔

اصولاً ہمارا علمی مرکز (مجموعہ علوم) یہی ہے۔ مگر اس مین بھی شک نہین کہ رسم خط کے گم ہونے کے بعد اس مجموعہ کا جتنا حصہ ہمارے ہاتھ رہجاتا ہے وہ ایک قوم کے حفظ وجود کیلئے ناکافی ہے۔

یہی وہ حقیقت جس کے باعث رسم خط کو اہمیت دیگر امحائی خلافت کے متصل اُس کے مٹانے پر بھی پورا زور صرف کیا جا رہا ہے " امحای خلافت کے بعد اگر رسم خط سے بھی ہم کو محروم کر دیا گیا تو ہمارے مہیب دشمنوں کا نصف مقصد پورا ہو جائیگا یعنی مسلمان اپنے مادی مرکز (خلافت) اور علمی مرکز (رسم خط) سے محروم ہو جائینگے " لا قدر اللہ "

دوسری عرض ملاحظہ فرمائیے! یورپ ہماری عروق حیات کی تشخیص کے بعد خاص طور سے عالم اسلام کے سر کے گمراہ کرنے اور اپنے ڈھنگ پر لانے کے لئے متوجہ ہوا۔ کیونکہ دماغ کے ماؤف کرنے کے بعد باقی جسم کا خود بخود مختل پذیر ہو جانا طبعی امر ہے " اسلئے آج کمالی پارٹی ہمارا ماؤف شدہ دماغ ہے اور اس کی امت کے مسلمہ اسباب حیات سے اُسکی علیحدگی و گردانی اور اذکار است سے سرکشی ان طویل مساعی یورپ کا نتیجہ ہے جو اُسنے اُس کے مختل پذیر کرنیکی خاطر کی ہیں اور کر رہی ہے۔ یہ ہی جو آج اس نامراد جماعت نے ہمارے علمی مرکز (رسم خط) کو بھی ہمارے مادی مرکز (خلافت) کیطرح اپنی دماغی خلل کی بھینٹ چڑھا دیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون =

اس اعلان حق کے بعد مجھے ان فریب خوردون کے وہ اقوال نقل کرکے جو رسم خط کو چھوڑنے کیلئے پیش کئے جاتے ہین اُنکے متعلق بھی کچھ بیانات دینے چاہئین۔ انکی سب سے بڑی دو دلیلین پیش کی ہین

اول یہ کہ :۔ ہماری حالت عرصہ سے رو بہ تنزل ہے اسکے اسباب پر نظر ڈالنے سے ثابت ہوا کہ مہم سبب ہمارا رسم خط ہے۔ یہ رسم خط نہین ہے بلکہ نا قابل عبور دریا ہے۔ ہم تمام عمر اسمین ہی شناوری کرتے رہتے ہین اور اس سے کسی طرح خلاصی نہین ہوتی اور اس عرصہ مین دوسری حریف اقوام اپنے آسان رسم خطون کو چند روز مین سیکھ کر ضروری علوم و فنون کی تحصیل مین لگ جاتے اور جلد فارغ ہو کر خدمات قومی پر آ ڈٹتے ہین اور ہم جوان کے تون گرداب خط مین ہی پھنسے رہتے ہین، جس سے مسلمان بکمال رہکر تنزل کرتے اور اہل یورپ کمالدار ہو کر معراج ترقی پر پہنچتے ہین۔

دوسری یہ کہ :۔ ہمارے سپاہیون۔ مزدورون۔ عوام کو جو بڑی عمر کے ہو چکے ہین ضرورت ہے کہ وہ جلد خواندہ ہو کر اپنے متعلق قوانین ضوابط اعلانات اشتہارات، اور عام اخبارات پڑھ سکا کرین حالانکہ ہمارے رسم خط مین یہ قابلیت نہین۔ اسلئے ہمارے یہ اصناف پستی سے نہین نکل سکتے۔ اور ملک رو بہ تنزل ہے " اول مجھے دلیل اول کی نسبت عرض کرنا چاہئے :۔ اول دلیل کی بنیاد صرف

دو باتون پر ہے۔ اول:۔ ہمارا رسم خط مشکل ہی جس سے تنزل حاصل ہوا؛ دوسرے، یورپ کی ترقی
کی علت انکا سہل رسم خط ہی۔ اس کے مقابلہ مین مجھے دو باتون کو ثابت کرنا ہی۔ (١) آسان رسم خط ترقی
کی علت نہین۔ (٢) ہمارا رسم خط یورپ کے رسم خط سے اسقدر مشکل نہین جتنا کہ کہا جاتا ہی۔ بلکہ ممکن ہی کہ طریقہ
تعلیم کی اصلاح کے بعد وہ اس سے بھی آسان ثابت ہو سکے۔

کہا گیا ہی کہ آسان رسم خط ترقی کی علت ہوتا ہی۔ اسلئے ہر ترقی خواہ قوم کو چاہئے کہ اسکو اختیار کرے۔ مگر
ایسا نہین ہی۔ ہم ہندوستان کے اندر ہزارون ایسی ملتین دیکھتے ہین جن کے رسم خط یورپ کیطرح آسان
ہین مگر انہون نے قرنہا قرن سے ترقی کی بو تک نہین سونگھی۔ دعوی کیا جاتا ہی کہ مسلمانی رسم خط مشکل
اور تنزل آور ہے۔ مگر محض یہ فریب ہے۔ کون نہین جانتا کہ مسلمانون بلکہ خود ترکون نے اسی مشکل رسم خط
رکھنے کے زمانہ مین عظیم الشان ترقیات کین۔ اور آسان رسم خط رکھنے والی مشرقی اور مغربی اقوام پر
یادگار زمانہ فتوحات حاصل کین۔ انکی رہبری کی۔ انپر سرداری کی اور وہ سب کچھ کیا جو آج یورپ کر رہا ہے۔
ہم کو بتلایا جائے کہ ہمارے خط کی مشکلات کا نا پیدا کنار دریا کہان ہی؟ ایک خط مین مشکلات ان راستون
سے داخل ہوتی ہین" (١) حروف یا تصاویر معانی کی تعداد کثرت۔ (٢) تصاویر اصوات کی بے حد قلت
(٣) حرکات وغیرہ لوازمات کے عدم۔ حالانکہ ہمارا خط ان تمام عیوب سے بالکل پاک ہی۔ (١) اشکال اصوات
کی کثرت کے معاملہ پر دو طرفہ نگاہ فرمائی جائے۔ مثلاً انگریزی کی بڑی چھوٹی۔ اے۔ بی۔ سی۔ ڈی کے لکھنے
اور چھاپنے کی (١٠٤) اشکال یاد کرکے ایک بچہ نوشت و خواند پر قادر ہو سکتا ہی۔ اسکے مقابلہ مین ہمارے
رسم خط کی کل اشکال یہ ہین:۔

نقشہ جملہ تصویرات حروف مسلمانان

نمبر شمار	١	٢	٣	٤	٥	٦	٧	٨	٩	١٠
[illegible]	ا	ب	ج	د	ر	س	ص	ط	ع	ف
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	٩ ل	[illegible]	١٠ سـ	١١ صـ	[illegible]	١٢ ـعـ	١٣ ـفـ
[illegible]	١١	١٢	١٣	١٤	١٥	١٦	١٧	١٨	١٩	-
[illegible]	ق	ک	ل	م	ن	و	ه	ء	ی	×
[illegible]	[illegible]	١٤ کا ١٥ گ	١٦ ل ١٧ ل	١٨ مـ	[illegible]	[illegible]	١٩ هـ ٢٠ ه ٢١ ه		[illegible]	×

ان اشکال مین دو وصف ہین جو دوسرے خطوط مین نہین دیکھے جاتے۔ اوّل حروف کی اصلی شکلین کل (۱۹) ہین باقی اشکال ترکیبی ہین جو اصلی اشکال سے بہت ہی مشابہ واقع ہوئی ہین۔ ترکیبی تصویرین عموماً اصلی شکلون کے نمایان حصہ ہین جنکو بچہ حروف اصلی سے مناسبت کیوجہ سے خودبخود بھی سمجھ سکتا یا ادنیٰ غور سے یاد کر سکتا ہی۔ یہ اصلی اور ترکیبی حروف کی باہمی مشابہت بچے کی قوت قیاسیہ کیلئے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے جو ہمارے رسم خط کا ہی حصہ ہے۔ اشکال کی کمی تعداد کیساتھ اسکی تعلیمی آسانی کی اسقدر رعایت بیشک قابل ستائش امر ہے جس سے اس خط کی خوبی کالشمس فی النصف النہار ہوجاتی ہے۔ دوم باقی تمام اصوات (ث۔ ج۔ ڈ۔ ڑ۔ ش۔ ض۔ ظ۔ غ وغیرہ) صرف دو علامتون (۰۔ ط) کے دور کرنے یا اضافہ یا تبدیل مکان کرنے سے انہین یادشدہ (۱۹) تصویرون کے ذریعہ سے ادا کی گئی ہین۔ تجربہ کار حضرات معلمین سے پوشیدہ نہین ہے کہ ہر آواز کے لئے ایک نئی تصویر یاد کرنے سے بچہ کے لئے یہ نہایت آسان ہے کہ ایک یادشدہ شکل پر ایک بات بچانی علامت کم یا زیادہ کرکے ایک نئی صوت کی صورت سیکھ لے۔

اب اس کے بعد دنیا انصاف کرکے خود ہی ان سوالون کا جواب دے لے کہ:۔

آیا ہمارے رسم خط مین یورپین رسم خط سے زیادہ اشکالات ہین؟ آیا ان مین باہمی قرب شکل متعلم کی سہولت کا موجب ہے یا دشواری کا؟۔

جبکہ ہمارے خط مین شکلین یورپین خطوط سے کم ہین، اور جبکہ ہمارے خط مین اس کی تعلیمی سہولت کی بھی بیحد رعایت کی گئی ہی تو آیا دول اسلامیہ کی مدعیان غیرت ہستیون مین سے کوئی اٹھ سکتا ہی کہ اقوام یورپ کو ان کی ہمسائی کی خاطر ان کے رسم خط کے چھوڑنے اور ہمارے مکمل اور آسان رسم خط کے اختیار کرنے کی دعوت دے؟ کیونکہ مین دیکھ رہا ہون کہ ان میں اپنے خط کے خلاف پروپیگنڈا کرنیوالی مدہوش ذوات کی کمی نہین ہے۔ (۲) تصاویر اصوات کی بیحد کمی بھی جسکیوجہ سے ہمارا رسم خط قابل دار قرار دیا جاسکے ہمارے نظر سے نہین گذری۔ بلکہ اگر غریب عربی کو ان مادر النہر کی کہرافشانی کو وقعت دی جائے تو اس کے مطابق (ث۔ ص۔ ح۔ ذ۔ ظ۔ ع۔ ق۔ ض) کو اگر نکالدیا جائے تب بھی باقی اشکال ادائے معانی کیلئے بالکل کافی ہین۔ لیکن اگر انہیں ارشادات کا ان ندھرا جائے اور عربی اشکال سے عربی کلمات مین کام لیا جانا ہی ضروری سمجھا جائے تب بھی اصوات کے مقابل اشکال کی مساوات لازم آئیگی۔ دراصل قلت اصوات ایک بدیہی البطلان دعوی ہے۔ اسپر زیادہ وقت ضائع کرنا فضول کاری ہی۔

۳ - حرکات وغیرہ لوازمات کا عدم بھی ایک حل شدہ مسئلہ ہی جسپر ہم گذشتہ معروضات مین بھی کافی روشنی ڈال چکے ہین ۔ اس تفصیل سے آشکارا ہوگیا کہ ہمارا خط وجوہات اشکال مین سے ایک کی ماہیت بھی آشنا نہین ہے یہ ہے جس سے ہمارے مدہوش ترکون از خود رفتہ مادر البہریون اور خود فراموش تنقاذیون کی فریب خوردگی یا فریب کاری غلطی نظر اور بیہودہ دعاوی طشت از بام ہوجاتی ہے ۔ اسکی ساتھ جب اپنے خدا کی دیگر خوبیون پر نظر پڑتی ہے تو ان مہربانون کی یہ حالت اور بھی عالم آشکار ہوجاتی ہی ۔

ہجاء کے مسئلہ کو غور سے دیکھئے ہو بچون کو تصاویر کے ذریعہ سے اصوات کے جوڑنے کی طرف رہبری کرتا ہے ۔ مثلاً انگریزی مین حرف ہو یا حرکت دونون کیلئے پورے پورے حرف ہی کا نام لیا جاتا ہے اور لطف یہ کہ چند حرفت کا نام مسلسل پڑھکر ایک کلمہ بولا جاتا ہے کہ یہ ہوا ۔ یہان طوطی صفت بچون کی شان تقلیدی استاد کی امداد کرتی ہے ۔ ورنہ صحیح المذاق انسان کو تو ان حروف کے نامون اور کلمہ کی آوازین چندان مناسبت معلوم نہین ہوتی ۔

اسکے علاوہ انگریزی ہجا اور رسم خط ایسے کلمات مین فرق کرنے سے عاجز ہے جہان ایک کلمہ مین حرف مفتوح کے بعد الف ہو اور دوسرے مین صرف حرف مفتوح ہو ۔ یا ایک مین حرف مکسور کے بعد یا ہو اور دوسرے مین صرف حرف مکسور ہو وغیر ذلک (مثلاً نادر ۔ قدیر ۔ وغیرہ) ۔ حرکات کا مسئلہ لیجئے یہ جسقدر صاف موزون اور فنی ہمارے رسم خط مین ہے وہ دوسری زبانون کو نصیب نہین ہوا ایک شکل کو جو کسی حروف کی آواز ادا کرنے کو تحریر مین آتی ہے حرکت کیلئے حرف ہی کی وضع پر لکھنا کوئی موزون انداز نہین ہوسکتا ۔ اس طریقہ سے حروف اور حرکات مین کوئی امتیاز قائم نہین ہوتا ۔ اور نہ اس سے حرکات کی حروف مین تاثیر کی تصویر ہی کھنچتی ہے جس سے یہ عیان ہو کہ ایک شکل مختلف حرکات کی تاثیر سے مختلف آوازین دینے کی قابلیت رکھتی ہی ۔ یہ ہے وہ یورپین انداز جس کی تعریف ہورہی ہے ۔ اس کے مقابلہ مین ملاحظہ ہو کہ ہمارے موجدین نے حرکات کی تصویرین حروف سے بالکل ممتاز تراشین ۔ اسکے علاوہ اُن کے اوپر نیچے لانے سے اُن کی تاثیر کی اور حروف کے محل تاثیر ہونیکی تصویر بھی کھینچکر رکھدی ۔

اس حقیقت طرازی کے اثر سے بچہ حروف کی آواز اسمین حرکت کی تاثیر ۔ حروف و حرکت کے تعلق اور ہر شکل کے چند آوازین دینے کو ایک حرف مین سمجھکر اسکو دوسرے حروف مین بھی خود بخود جاری کرنیکے قابل ہوجاتا ہے ۔ ہماری حرکات مین یہ بھی خوبی ہے کہ ایک کلمہ کے حروف کو باہمی معانقہ سے بھی نہین روکتین

سب سے بڑھکر یہ کہ رسم خط مین انتقال ذہنی کی طبعی خواہش یہ ہے کہ ایک مفہوم کی تصویر بھی ایک ہی ہونی چاہیئے ۔ حالانکہ یوروپین رسم خط مین ایک مفہوم کی تصویر کو اسقدر ذرہ ذرہ کرکے اور پریشانی حالت مین پیش کیا جاتا ہے کہ اس سے زیادہ ممکن نہین ، تمام اصوات اور حرکات کی کھال اتار کر ہر ایک کے لئے ایک ایک شکل لکھکر ایک لمبی قطار تیار کر دیجاتی ہے ۔ گویا اس مذہب مین ذہن ایک مرغ ہے جو قطار کیصورت مین ڈالے ہوئے دانون کو ایک ایک کرکے چگنے کے لئے پیدا کیا گیا ہے ۔ یہ صورت لاریب انتقال ذہنی کیلئے ایک سنگلاخ راہ سے کم نہین ہے ۔ اسلئے اس رسم خط مین اسکا ٹھوکرین کھاتے اور گرتے پڑتے ہوئے کلمہ کی شکل اور اس سے معنی تک پہنچنا طبعی ہے ۔ حالانکہ ہمارا رسم خط تحلیل صوت اور تصویر اجزاء کلمہ کے بہترین اصول پر عامل ہونے کے باوجود اس عیب سے پاک ہے ۔ وہ ایک کلمہ کی آواز کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے انمین سے ہر ایک کیلئے ایک ایک صوت لیتا ہے ۔ اور پھر ان سب کو شیر و شکر کرکے ایک احد تصویر بنا کر کھڑی کر دیتا ہے ۔ جسمین ایک قابل دیکھنے والے کو اسیقدر اسکے اجزاء کا دھیان آتا ہے جیسا کہ اس کلمہ کے سننے کیوقت اجزاء صوتی کا خیال آتا ہے جو بالکل نہونے کے برابر ہے ۔ اپنے اور یوروپین خط کے مقابلہ مین ان معروضات کے بعد مجھے کسی افصاح کیضرورت نہین اہل انصاف کیلئے انشاء اللہ تعالیٰ یہ کافی ہوگی ، باقی ہٹ دھرمون نے نہ کبھی پہلے سیدھی طرح مانا ہے اور نہ وہ اب مانین گے ۔ انکے مقابل ہم قلمی سعی کرنیکے بجائے اپنا اسلامی اصول جو اس عصر کے مناسب حال ہے پیش کرتے ہین ۔ فَلْيَنْتَظِرُوْا اِنَّا مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ۝ =

کسقدر عجیب اور مضحکہ خیز تماشا ہے کہ ایک قوم نے صرف ۲۶ - آوازون کے لئے اس سے جو گنتی مین (۱۰۴) تصویر بنائین جب لکھنے پڑھنے کے قابل ہوئے اور حرکات کی حروف سے جُدی تصویر بنانے سے بھی قاصر رہی اور دوسری امت ہے کہ اُسنے صرف ۱۹ شکلون سے قریباً چالیس آوازون کی تصویرون کو بچون کے ذہن نشین کر دیا ، حرکات کی شکل اور فن کی رو سے بہترین صورتین بنائین ، کلمہ کو بصورت واحد پیش کیا وغیرہ وغیرہ ۔ مگر اول قوم قابل تعریف ہے ، قابل تقلید ہے ۔ اور دوسری امت ملامت ہے کشتنی ہے گردن زدنی ہے ، عجب انصاف اور عجب دانشمندانہ فیصلہ ہے !!! کوئی ان سے پوچھے اے عقل کے دیوتاؤ ! کیون ؟ آیا اسلئے اور صرف اسلئے کہ دوسری قوم خدا تعالیٰ کے وجود باوجود اسکے رسول علیہ السلام اسکے کلام پاک کو برحق مانتی ہے ۔ اور اول قوم تمہارے نزدیک ان تاریک خیالون سے روگردان ہوچکی ہے ۔ اگر ایسا ہے تو جاؤ تم مین ملجا ۔ خدا تعالیٰ تمہاری جگہ دوسری قوم کھڑا کرنے پر قادر ہے ۔ اور نیز ہم سے کامل مایوس

دجاؤ کیونکہ ایسی حالت مین ہم مجبور ہین کہ خداتعالیٰ کے دربار مین مقبول ہونیوالی قوم کے معین ہونے کا بے صبری سے انتظار کرین ۔ اے خدائے کارساز ، اے خدائے کافی ، اے خدائے حافظ تو ہماری حد سے بڑھی ہوئی مشکلات کو دیکھ رہا ہے تو ہی ان کے کافور ہونیکا کافی سامان فرما آمین یارب العٰلمین ؟ ۔

باینہمہ اگر تنزلاً چند دقیقہ کو مان بھی لیا جائے کہ :۔ ہمارے رسم خط مین اشکال ہے تو ہم اپنے مہربانون سے دریافت کرنے پر مجبور ہین کہ وہ ہمارے کلمات کی بہم کے قریب آوازون کے لئے کتنی شکلین مرحمت فرمائین گے ؟ ۔ اگر چھوٹی بڑی اور لکھنے اور چھاپنے کے ناقابلانہ دم چھلون کو یہان بھی راہ دے گئے تو اس اعتبار سے قریباً ڈیڑھ سَو اشکال ہمارے سر مڑھے جائین گے جسکا باریقیناً ہمارے موجودہ رسم خط سے کئی گنا زیادہ ہوگا تو اسکو تو ہم دور ہی سے سلام کرتے ہین ۔ اور اگر تعداد مین اشکال اصوات کی برابر ہونگی تو اور سب شبہات کو ہم چھوڑکر یہ پوچھتے ہین کہ اس عجیب طریقہ کو اہل یورپ اپنے محبوب اقوام کو کیون نہین تعلیم دیتے اور کیون ابتک ان کے خیال مین یہ نہین گذرا کہ ایک ایک صوت کیلئے چار چار اشکال یاد کرانا فضول گران ، اور احمقانہ کام ہے ؟ ۔ یہ اگر نسخۂ حیات ہے تو آپ اول اپنی اقوام کو پلایئے اس کے بعد ہماری فکر فرمایئے ۔: دل خویش بعدہٗ درویش ۔ آخر اس الٹی گنگا کے بہنے مین کیا راز ہے ؟ ۔ کمائیون وغیرہ سے اول دلیل کی اظہار حقیقت کرنیکے بعد مجھے ان کے دوسری دلیل کی نسبت بھی عرض کرنا چاہیئے ۔

بیشک اس کی ضرورت (علی الخصوص عصر حاضر مین) یقیناً ہے کہ ہمارے بڑی عمر کے ناخوان (سپاہی ۔ عوام مزدور وغیرہ) جلد از جلد لکھنا پڑھنا سیکھ جائین ۔ اسمین بھی شک نہین کہ ہمارے رسم خط سے "جسمین حروف مرکب اور بغیر بدون حرکت ہین" یہ قابلیت جلدی حاصل نہین ہوسکتی ۔ ہم کھلے دل سے مانتے ہین کہ ضرورت حق اور یہ اعتراض بجا ہے ۔ مگر معاف فرمایا جاؤن اگر یہ عرض کرون کہ :۔ اس موقع پر بھی ہمارے مہربانون نے اپنی حقیقت ایک گوش شنوا سے زیادہ ثابت نہین کی ۔ کاش وہ اپنی عقل کو بھی تھوڑا سا ادھر صرف کرتے تو انکو جلد ہی منکشف ہوجاتا کہ ہمارے خط مین اشکال ترکیب حروف سے پیدا نہین ہوا "ترکیب تو ذہن کی طبیعت انتقالی کی مطابق ہونے کیوجہ سے سہولت کا باعث ہے" بلکہ اشکال کی علت حذف حرکات ہے ۔ اور حذف حرکات قابل اور منتہی لوگون کیلئے کیا جاتا ہے ، تو آموزون اور اناڑیون کے لئے وہ ہرگز جائز نہین ہے ۔

سب سے بڑھکر یہ کہ رسم خط مین انتقال ذہنی کی طبعی خواہش یہ ہے کہ ایک مفہوم کی تصویر بھی ایک ہی ہونی چاہیئے ، حالانکہ یورپین رسم خط مین ایک مفہوم کی تصویر کو اسقدر ذرّہ ذرّہ کرکے اور پریشانی حالت مین پیش کیا جاتا ہے کہ اس سے زیادہ ممکن نہین ، تمام اصوات اور حرکات کی کھال اتارکر ہر ایک کے لئے ایک ایک شکل لکھکر ایک لمبی قطار تیار کردیجاتی ہے ، گویا اس مذہب مین ذہن ایک مُرغ ہے جو قطار کیصورت مین ڈالے ہوئے دانون کو ایک ایک کرکے چگنے کے لئے پیدا کیا گیا ہے ۔ یہ صورت لاریب انتقال ذہنی کیلئے ایک سنگلاخ راہ سے کم نہین ہی ۔ اسلئے اس رسم خط مین اسکا ٹھوکرین کھاتے اور گرتے پڑتے ہوئے کلمہ کی شکل اور اس سے معنی تک پہنچنا طبعی ہے ۔ حالانکہ ہمارا رسم خط تحلیل صوت اور تصویر اجزا کلمہ کے بہترین اصول پر عامل ہونے کے باوجود اس عیب سے پاک ہی ۔ وہ ایک کلمہ کی آواز کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے انمین سے ہر ایک کیلئے ایک ایک صوت لیتا ہی ۔ اور پھر ان سب کو شیر دشکر کرکے ایک واحد تصویر بنا کر کھڑی کردیتا ہے ۔ جسمین ایک قابل دیکھنے والے کو اسیقدر اسکے اجزا کا دہیان آتا ہی جیسا کہ اس کلمہ کے سُننے کیوقت اجزا صوتی کا خیال آتا ہی جو بالکل نہونے کے برابر ہے ۔ اپنے اور یورپین خط کے مقابلہ مین ان معروضات کے بعد مجھے کسی الفتاح کیضرورت نہین اہل انصاف کیلئے انشاء اللہ تعالیٰ یہ کافی ہونگی ، باقی ہٹ دہرمون نے نہ کبھی پہلے سیدھی طرح مانا ہی اور نہ وہ اب مانین گے ۔ انکے مقابل ہم قلمی سعی کرنیکے بجائے اپنا اسلامی اصول جو اس عصر کے مناسب حال ہے پیش کرتے ہین ۔ فَلْيَنْتَظِرُوْا اِنَّا مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ٥ =

کسقدر عجیب اور مضحکہ خیز تماشا ہی کہ ایک قوم نے صرف ٢٦ - آوازون کے لئے اس سے جوگنی (١٠٤) تصویرین بنائین جب لکھنے پڑہنے کے قابل ہوئے اور حرکات کی حروف سے جُدی تصویر بنانے سے بھی قاصر رہی اور دوسری امت ہی کہ اُسنے صرف ١٩ شکلون سے قریبًا چالیس آوازون کی تصویر دن کو بچّون کے ذہن نشین کردیا ، حرکات کی شکل اور فن کی رو سے بہترین صورتین بنائین ، کلمہ کو بصورت واحد پیش کیا وغیرہ وغیرہ ۔ مگر اول قوم قابل تعریف ہی ، قابل تقلید ہی ۔ اور دوسری امت ملامت ہے ، گشتنی ہے ، گردن زدنی ہے ، عجب انصاف اور عجب دانشمندانہ فیصلہ ہی !!! کوئی ان سے پوچھے اے عقل کے دیوتاؤ کیون؟ آیا اسلئے اور صرف اسلئے کہ دوسری قوم خدا تعالیٰ کے وجود باجود اسکے رسول علیہ السلام اسکے کلام پاک کو برحق مانتی ہے ۔ اور اول قوم تمھارے نزدیک ان تاریک خیالون سے روگردان ہوچکی ہی ۔ اگر ایسا ہی تو جاؤ تم ہمین ملچا　　خدا تعالیٰ تمھاری جگہ دوسری قوم کھڑا کرنے پر قادر ہے ۔ اور نیز ہم سے کامل مایوس

ہوجاؤ کیونکہ ایسی حالت مین ہم مجبور ہین کہ خداتعالیٰ کے دربار مین مقبول ہونیوالی قوم کے معین ہونے کا بےصبری سے انتظار کرین۔ اے خدائے کارساز، اے خدائے کافی، اے خدائے حافظ تو ہماری حد سے گذری ہوئی مشکلات کو دیکھ رہا ہے تو ہی ان کے کافور ہونیکا کافی سامان فرما آمین یارب العٰلمین ؟ -

باینہمہ اگر تنزلاً چند دقیقہ کو مان بھی لیا جائے کہ :- ہمارے رسم خط مین اشکال ہے تو ہم اپنے مہربانون سے دریافت کرنے پر مجبور ہین کہ وہ ہمارے کلمات کی بہم کے قریب آوازون کے لئے کتنی شکلین مرحمت فرمائین گے ؟ :- اگر چھوٹی بڑی اور لکھنے اور چھاپنے کے ناقابلانہ دم چھلون کو یہان بھی راہ دے گئی تو اس اعتبار سے قریباً ڈیڑھ سو (۱۵۰) اشکال ہمارے سر مڑھے جائین گے جسکا بار یقیناً ہمارے موجودہ رسم خط سے کئی گنا زیادہ ہوگا تو اسکو تو ہم دور ہی سے سلام کرتے ہین :- اور اگر تعداد مین اشکال اصوات کی برابر ہونگی تو اور سب شبہات کو ہم چھوڑ کر یہ پوچھتے ہین کہ اس عجیب طریقہ کو اہل یورپ اپنے محبوب اقوام کو کیون نہین تعلیم دیتے اور کیون ابتک ان کے خیال مین یہ نہین گذرا کہ ایک ایک صوت کیلئے چار چار اشکال یاد کرانا فضول گران، اور احمقانہ کام ہے ؟- یہ اگر نسخہ حیات ہے تو آپ اول اپنی اقوام کو پلایئے اس کے بعد ہماری فکر فرمایئے، اول خویش بعدہٗ درویش - آخر اس الٹی گنگا کے بہنے مین کیا راز ہے ؟- کمالیون وغیرہ کے اول دلیل کی اظہار حقیقت کرنیکے بعد مجھے ان کے دوسری دلیل کی نسبت بھی عرض کرنا چاہیئے :-

بلاشک اس کی ضرورت (علی الخصوص عصر حاضر مین) یقیناً ہے کہ ہمارے بڑی عمر کے ناخوان (سپاہی - عوام مزدور وغیرہ) جلد از جلد لکھنا پڑھنا سیکھ جائین :- اسمین بھی شک نہین کہ ہمارے رسم خط سے "جسمین حروف مرکب اور پھر بدون حرکت ہین" یہ قابلیت جلدی حاصل نہین ہوسکتی - ہم کھلے دل سے مانتے ہین کہ ضرورت حق اور یہ اعتراض بجا ہے - مگر معاف فرمایا جاؤن اگر یہ عرض کرون کہ :- اس موقع پر بھی ہمارے مہربانون نے اپنی حقیقت ایک گوش شنوا سے زیادہ ثابت نہین کی - کاش وہ اپنی عقل کو بھی تھوڑا سا ادھر صرف کرتے تو انکو جلد ہی منکشف ہوجاتا کہ ہمارے خط مین اشکال ترکیب حروف سے پیدا نہین ہوا "ترکیب تو ذہن کی طبیعت انتقالی کی مطابق ہونے کیوجہ سے سہولت کا باعث ہے" بلکہ اشکال کی علت حذف حرکات ہے، اور حذف حرکات قابل اور منتہی لوگون کیلئے کیا جاتا ہے، تو آموزون اور اناڑیون کے لئے وہ ہرگز جائز نہین ہے -

آپ لوگ اپنے عوام کو قوانین اعلانات اور اخبارات حرکتون سے خالی حروف مین چھاپکر دیتے ہین جو قابل لوگون کیلئے مخصوص ہین اور چاہتے ہین کہ وہ ناقابل عوام جنہون نے قابلیت کے میدان مین ابھی چند قدم ہی اُٹھائے ہین اسکو فرفر پڑہنے لگین۔ بنظر انصاف ملاحظہ فرماکر فیصلہ کیجئے کہ:۔

اسمین قصور ہمارے رسم خط کا ہے یا ہماری حماقت عملیہ کا؟۔ اگر ہم ایک ناتوان بچے کے سامنے جسنے ابھی بمشکل کھڑا ہونا ہی سیکھا ہے فٹ بال ڈالکر توقع کرین کہ وہ نوجوان کھلاڑیون کی طرح کھیلکر ہماری مسرت اور لطف انگیزی کا سامان فراہم کریگا تو اس صورت کی ناکامی مین فٹ بال کے۔۔۔ (اور اس کے موجد) پر کتنا الزام عائد ہوسکتا ہے؟ اگر آپ کو واقعی اپنے کم علم حضرات کا غم ستا رہا ہے تو ایسے بیمدا خطے سے آپ کی علمی سفینۂ نجات مفلس نہین ہے۔ پھر آپ کیون اپنی علمی دولت اور فنی اکتشاف سے قدیم ناآشناؤن کی طرح پشت پھیر کر غیرون کے سامنے ہاتھ پھیلاتے مین نہین شرماتے؟ اور کیون آپ دشمنون مین جذب ہونے اور اپنون سے بیگانے بننے کی بے غیرتی اور سفاہت سے منفعل نہین ہوتے؟۔

ہمارے ہاتھ مین اعراب وسکون والے رسم خط کا نہایت آسان نہایت پرمنفعت آلہ موجود ہے اعراب وسکون، مد وشد، تنوین وغیرہ کی تصویرین ہم نے صرف کم قابلیت رکھنے والون کے لئے ایجاد کی تہین جو عبارت کو یورپین خط ہی جیسا آسان کردیتی ہین۔

جب یہ ہے تو ایک مدعی اسلام قوم، ایک غیور قوم، ایک جسور قوم ایک غیرون سے ناگفتہ بہ مصائب اٹھانیوالی قوم کے مشہور نامور افراد پر اگر وہ تعلیم یورپ کے اثر سے واقعی اسلام سے بیزار نہین ہوچکے ہین۔ اور اگر وہ دراصل اسلام کے مٹانے کا قصد نہین کرچکے ہین، اگر ان کا مقصد صرف اپنی کم قابلیت بھائیونکی غمخواری ہے لازم ہے کہ وہ اپنے:۔

ابتدائی قابلیت والے سپاہیون، مزدورون، عوام کے پڑہنے کیلئے جو بھی تجویز کرین ایسے متحرک حروف مین نشر وطبع کرین۔ ایسی نشریات کے حروف صاف اور عربی رسم خط (نسخ) مین ہونے چاہئین۔ انکی خبرین، اخبارات، اعلانات، رسائل، ہدایات، قوانین سب کے سب اسی قسم کے نشر ہون ؎

الحاصل اگر نیک نیتی سے تجربہ کیا جائے تو ہمارا متحرک عربی حروف والا رسم خط جسمین عام طور سے کلام آلہی لکھا جاتا ہی کسی طرح بھی یوروپین پاشان اور نامطبوع خط سے دشوار نہین ہے۔

لہذا مشکل ہونیکا بہانہ تراش کر اسکو چھوڑنا اور سہولت کے نام سے یوروپین خط کو اختیار کرنا ہر دردمند اسلام کے دل مین شبہہ پیدا کرتا ہی کہ اس دال مین ضرور کالا ہی! ہان! چونکہ ہمارا طرز تعلیم عرصہ سے خراب چلا آرہا ہی اسکی اصلاح اور صورت تسہیل تعلیم کیطرف متوجہ ہونا نہ صرف مناسب بلکہ ازبس ضروری ہی، ہم کچا ہئے تہا کہ تعلیم کے آسان بنانیوالے قاعدے خود بھی سوچین اور جہان سے بھی ملین انہین بے تامل اختیار کرلین ع

مرد باید کہ گیرد اندر گوش	گر بنشت است پند بر دیوار

مگر اسکے بجائے توجہ کرتے ہین تو اس پر کہ اپنے علمی اور روح کے خزانہ (رسم خط) کو تو فنا کر ڈالین حالانکہ اسکے اوپر اسوقت ہماری حقیقت ہمارے وجود کا مدار ہی اور اسکے بجائے اجنبی رسم خط کو اختیار کرلین۔ یہ یقیناً خیانت ہے اور قطعاً اسلام اور مسلمانون سے عداوت۔

مین فضلای ہندوستان کی خدمت مین اس "اندھی تقلید" کے فتنہ سے عالم اسلام کو بچانے اور اپنے کم قابلیت بھائیون کے نفع پہنچانے کیلئے اور دوسری روحی وجوہ کی بناپر دو امر کی سفارش کو مکرراً عرض کرتا ہون :۔

اول :۔ خط نستعلیق کو ترک کرکے خط نسخ کو عام امت کا رسم خط قرار دیا جائے اور اس راہ مین باقاعدہ سعی شروع فرمائی جائے۔

دوسرے :۔ کم قابلیت جماعتون کیلئے اخبارات، رسائل، پمفلٹ وغیرہ عربی متحرک اور صاف حروف مین چھپے ہوئے جاری کئے جائین۔ ایسی نشریات کیلئے اصلی ٹائپ کے حروف کے پریس قائم کئے جانے مفید خیال کرتا ہون۔ امید ہے کہ اسپر خاص طور سے غور فرمایا جائے گا۔

اس آوارہ نے حروف اصلی اور حروف ترکیبی کے اشکال کے نقشہ کے پیش کرنے سے انکی تعلیم کی آسانی کیطرف اشارہ کیا ہی۔ اور اسکا نہایت صفائی سے اقرار ہے کہ مین کوئی تعلیمی دماغ کا آدمی نہین ہون

یہ تعلیمی میدان مین قدم رکھنا طبعی میلان کی بجائے ضرورت پر مبنی ہی۔ جب کہ توجہ کی برکت سے حق
شانہٗ نے مجھے اس درجہ اس مسئلہ مین کامیابی دی ہے تو اگر حضرات اساتذہ اس طرف توجہ مبذول
تو افضال نا متناہی اور بیحد نتائج زرین حاصل ہونیکی قطعی امید ہی۔

عالم اسلام کے بہترین حصہ مین فتنہ کے مجسم ہونے، اور مسلمانون کی مدعی آزادی و ا
استقلال رکھنے والی اقوام کے ان غلامانہ اور اجنبی پرستانہ طرز عمل سے اپنی طرز تعلیم کی ا
علی الخصوص ابتدائی اور "بچون کی تعلیم" پر فوق العادہ توجہ کرنے کی ضرورت ثابت ہو چکی ہی۔ اس
مین اس راہ مین جہاد سے قاعد بدترین منافق ہی ہو سکتا ہی۔

باقی اس امر کا اعادہ بھی بے محل نہو گا کہ برادران ماوراء النہر قفقاز۔ ترک (کمالیون) جو
نے ہمارے رسم خط سے منھ موڑا ہی۔ یا مخبوط الحواس ہین یا مجبور۔

اگر دو اول جماعتون کو ایجیو معذور کہا جائے تو کہا جائے۔ مگر حزب کمال مجبو نہین مانے
امحا خلافت کے بعد فوراً اس کا امحا خط کے لئے ان کا کھڑا ہو جانا" ہم کو بتا دیتا ہی کہ یہ مخبوط
مسلمین کی اہلیت نہین رکھتا، تلك الایام نداولها بین الناس +

اس کے بعد دنیا مین کونسی قوم تنفیذ او امر الٰہیہ کے لئے منتخب کی گئی ہی وہ اس وقت
مجھے معلوم نہین، مگر یہ ضرور ہی کہ نزاکت وقت اور عالمگیر نفاق کو دیکھتے ہوئے جو فوق العادہ
اور بلند آہنگ قدویت اسلامی اور عبدیت الٰہی کے آسمان رس دعاوی مین چھپایا گیا ہے اسے
قدم خوب دیکھ بھال اور ٹھوک بجا کر اٹھانا چاہیے۔ وما علی الا البلاغ +

فالحمد للہ اولاً و آخراً و صلی اللہ علی خیر خلقہ محمد
عبدہ و رسولہ الامین و علی آلہ و صحبہ اجمعین

ختم نبوّت

خدائے قدوس اپنے کلام معجز نظام مین حضرت خیر الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مخاطب کرکے فرماتا ہے۔

انا ارسلناک شاھدًا ومبشرًا ونذیرًا وداعیًا الی اللہ باذنہ وسراجًا منیرًا (پ ۲۲)	اے رسول ہمنے آپکو شہادت دینے والا بشارت دینے والا، ڈرانے والا اور اللہ کے حکم سے اسکی طرف بلانیوالا اور ایک نورانی چراغ بناکر بھیجا ہے۔

لیکن رب العزت نے دوسری جگہ آفتاب کو بھی سراج سے تعبیر کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

وجعل القمر فیھن نورًا وجعل الشمس سراجًا	اور خدا نے آسمان مین چاند کو بھی بنایا جو ایک نور ہے اور سورج کو بھی ظاہر فرمایا جو ایک روشن چراغ ہے۔

اس اشتراک تشبیہ سے حق تعالیٰ کو یہ جتلانا منظور تہا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت بھی آسمانی سورج کی طرح ایک روحانی آفتاب ہے۔ جس طرح آفتاب کی روشنی مین دور نزدیک، ادنیٰ اعلیٰ، سیاہ وسپید، باغ ودشت کی کوئی تمیز نہین ہوتی اسی طرح آفتاب رسالت کی روشنی بھی بلا تمیز ہر چیز پر چمک رہی ہے، گو آسمان ہدایت پر شریعت الٰہی کے ہزارون ستارے نمودار ہوئے، مگر تار کی کفر وشرک کو قطعی اور آخری ہمت دینے کے لئے دنیا کو آفتاب رسالت ہی کی ضیا پاشی کا انتظار تہا۔ اس آفتاب ہدایت کے طلوع ہوتے ہی سمائے رسالت کے تمام چاند اور ستارے غروب ہو گئے۔ پس اسوقت تک کہ عالم کائنات مین آفتاب نبوت کی ضیا گستری باقی ہے کسی جدید چاند اور نئے چراغ کی ضرورت نہین۔ اسی آفتاب کی روشنی یعنی قرآن کا نور اور تعلیمات نبوی کا ضو قیامت تک قائم ودائم رہیگا۔

قاعدہ کی بات ہے کہ جبتک انسان اپنی منزل مقصود تک نہین پہنچ جاتا چلتا رہتا ہے۔ اسیطرح نبوت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے چلتے چلتے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک جو اسکا منتہائے مقصد تہا آکر ختم ہو گئی۔ آپ دیکھتے ہین کہ ابتدا مین بچے کے کپڑے بہت چھوٹے ہوتے ہین لیکن جون جون اس کا نشو ونما ہوتا جاتا ہے کپڑے بھی تبدیل ہوتے رہتے ہین۔ اسی طرح نبوت بھی آدم

علیہ السلام کے زمانہ مین عالم طفلی مین تھی یہان تک کہ بڑہتے بڑہتے حضرت افضل البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میمنت مین جوان ہوگئی اور اس کا مزید نشو ونما بند ہوگیا۔ جب تک جوانی کا یہ لباس میلا نہ ہوگا یا پھٹ نہ جائیگا اسوقت تک تبدیل نہ کیا جائیگا لیکن یاد رکھو کہ یہ لباس نہ تو قیامت تک میلا ہوگا اور نہ کبھی پھٹے گا۔ اس لئے دنیا کو کسی نئے نبی کی ضرورت باقی نہین رہی۔ ارشاد خداوندی ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا (ای نبی ہمنے آپکو قیامت تک ہر انسان کیلئے بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے۔

سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت عمومی آپ کا اعجاز دوام، اور تکمیل دین آیات مُبین وغیرہ بھی اس بات کے دلائل ہین کہ آپ کے وجود اقدس پر تمام پیغمبرانہ نعمتون کا خاتمہ ہوگیا۔ نبوت ورسالت کا دور منتہی ہوگیا اور دنیا کسی نئے آنے والے کے وجود سے مستغنی ہوگئی۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی مکتوبات مین لکھتے ہین کہ جناب خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم جمیع کمالات اسماء وصفات کے جامع اور بر سبیل اعتدال تمام انبیا کے مظہر تھے۔ جو کتاب آپ پر نازل ہوئی وہ بھی جمیع کتب سماوی کا خلاصہ ہے اور جو شریعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا ہوئی وہ تمام شرائع ماتقدم کا زبدہ وملخص ہے۔ علی ہذا جن اعمال کی اس شریعت حقہ مین تلقین فرمائی گئی ہے وہ نہ صرف شرائع سابقہ کے عملون سے بلکہ ملائکہ کے اعمال سے بھی ماخوذ ہین، کیونکہ بعض ملائکہ رکوع کے مامور ہین بعض سجود کے اور بعض قیام کے۔ اسیطرح امم سابق مین سے بعض امتون پر صرف نماز صبح فرض تھی اور بعض پر نماز عصر لیکن شریعت احمدی کے اعمال، امم سابقہ اور ملائکہ مقربین کے اعمال کا انتخاب کرکے مامور بہا ہوئے۔ پس اس شریعت کی تصدیق فی الحقیقت جمیع شرائع کی تصدیق اور خاتم الانبیا صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا تمام انبیاء سلف کی نبوت پر ایمان لانا ہے۔

انبیاء ماسبق کی شریعتون مین ان کی حالت ومزاج کے مطابق احکام مین بھی شدت اور نرمی ہوتی تھی۔ بنی اسرائیل پر سالہا سال تک ظلم وجور کے پہاڑ ٹوٹا کئے۔ جناب موسیٰ علیہ السلام نے انکی یہ عبرتناک پستی دیکھکر تعلیم کے اثر اور عمل کے زور سے قوم کے دل مین ہمت اور بازؤن مین زور پیدا کرنے کی کوشش کی آپ ہر وقت اسی ادھیڑبن مین سرگرم تھے کہ کسی طرح بنی اسرائیل کے دل سے فرعون کا

خوف و ہراس اٹھ جاے اور وہ اطمینان اور امنگ سے کام کر سکین ۔ موسیٰ علیہ السلام اس کوشش مین کامیاب ہوئے اور بنی اسرائیل کی حالت حضیض مذلت سے اوج رفعت پر پہنچ گئی ۔ ان کی حالت مین اس درجہ انقلاب پیدا ہوا کہ جو دل خوف و دہشت کا گہوارہ بنے ہوئے تھے وہ ہمت اور شجاعت کا نشیمن بن گئے ۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان لوگون مین اس حد تک جوش و ولولہ پیدا کیا کہ اب وہ رفتہ رفتہ نہایت بیباک اور درشت خو ہوگئے ۔ آخر ان کی درشت مزاجی اور بے لگامی یہان تک رنگ لائی کہ ان کیلئے تشدد آمیز قوانین کی ضرورت پیش آئی چنانچہ ان کیلئے جو احکام نازل ہوئے ان کی شدت و سختی کا اندازہ آپ اسی امر حقیقت سے لگا سکتے ہین کہ ان کے ہان کبیرہ گناہون کی توبہ محض ندامت و استغفار سے نہ ہوتی تھی بلکہ گناہ کا کفارہ ہلاکت نفس تہا ۔ اور اگر ان کے کپڑے پر نجاست کا قطرہ پڑجاتا تو اس مقام مجس کا قطع کر دینا ضروری تہا ۔

آخر مسیح علیہ السلام آئے اور بنی اسرائیل کو زہد و رہبانیت تحمل و بردباری، عجز و نیازمندی، فروتنی و انکسار کے وعظ سنا سنا کر ان کے مزاج کو اعتدال پر لانے کی کوشش کی ۔ اب ان کے مزاج پر زہد اور فروتنی کا یہان تک رنگ چڑھا کہ ان مین اعتدال کی بجائے ضرورت سے زیادہ عجز و انکسار کی روح پیدا ہوگئی ۔ چنانچہ ان کی موجودہ نرم مزاجی کی مناسبت سے ان کے لئے احکام بھی نہایت نرم رکھے گئے تھے ۔ یہی وجہ تھی کہ دین مسیح مین زانی اور قزاق جیسے مجرمون کیلئے کوئی شرعی سزا ہی مقرر نہ تھی ۔ عیسائیون کو جنگ و جدال کی قطعی ممانعت تھی ۔ انہین یہان تک حکم تہا کہ اگر کوئی شخص تمھارے ایک گال پر طمانچہ مارے تو اپنا دوسرا رخسار بھی اس کے آگے کر دو ۔ غرض انجیل پر پوری طرح عمل کر کے سچا عیسائی بننا نہایت مشکل ہے اور جہان تک الفاظ اور ان کے معانی کا تعلق ہے مسیح علیہ السلام کی شریعت پر اُن کی ذات خاص کے سوا بہت کم افراد نے پوری طرح عمل کیا ۔ پس یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ مسیح علیہ السلام کی شریعت محمدی شریعت کے مقابلہ مین نہایت غیر مکمل شریعت ہے ۔

اب ظاہر ہے کہ احکام کے افراط و تفریط کیوجہ سے ایسی شریعتون کا ہمیشہ جاری رہنا نہ صرف حرج و تکلیف کا باعث بلکہ بالکل ناممکن تہا ۔ پس اس خدائے رؤف و رحیم نے اپنی رحمت کاملہ

کے اقتضاء سے فخر دوجہان محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک معتدل زمانہ مین قیامت تک کیلئے ایک ایسی جامع و معتدل شریعت دے کر بھیجا جو افراط و تفریط سے قطعاً ناآشنا تھی - اور جس کے تمام احکام مین اعتدال و میانہ روی ملحوظ تھی یہان تک کہ خدائے قدوس نے اس نعمت عظمیٰ کو آپ کی ذات اقدس پر ختم کر دیا - اسی لئے قرآن پاک نے ایک بہت بڑے مجمع مین یہ اعلان عام کیا -

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا (مائدہ)	اے ارباب ایمان آج کے دن مین نے تمھارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمت کی تم پر تکمیل کر دی اور تمھارے لئے دین کی حیثیت سے اسلام کو پسند کیا -

یہ آیۃ جو سنہ ۱۰ھ مین نازل ہوئی اس بات کی بشارت تھی کہ قصر نبوت قریباً شش ہزار سالہ تعمیر کے بعد آج تکمیل کو پہنچ گیا - اس آیت کی تنزیل کے ساتھ ہی بعثت انبیاء کا مقصد اور ملت حنیفی کا نشر و ابلاغ بھی انتہائی منزل پر پہنچ گیا، اور انسان کی اصلاح معاش و معاد کے متعلق حجت الٰہی ختم ہوگئی - پس جس طرح کسی کامل کی تکمیل ناممکن ہے اسی طرح تکمیل دین اور ختم رسالت کے بعد کسی نئے نبی کا مبعوث ہونا بھی محال ہے -

اب ہم سورۂ احزاب کی وہ آیت پیش کرتے ہین جس مین رب ذی المنن نے ہمین صاف طور پر بتایا ہے کہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہین - آپ کے بعد کوئی نیا پیغمبر نہ آئیگا -

ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین (مائدہ)	محمد تم مین سے کسی مرد کے صلبی باپ نہین ہین لیکن وہ رسول ہین اور رسول اپنی امت پر ماں باپ سے زیادہ مہربان ہوتا ہے علاوہ برین محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پہلے رسولون کی طرح سلسلۂ نبوت کی درمیانی کڑی نہین بلکہ وہ آخری نبی ہین -

اور ظاہر ہے کہ جس نبی کے بعد کوئی اور نبی آنیوالا ہو گو وہ بھی امت کے حق مین وعظ و نصیحت اور بیان و تذکیر مین کوئی دقیقہ فروگزاشت نہین کرتا لیکن جس نبی کے بعد کوئی اور نبی آنیوالا ہی نہین وہ اپنی امت پر کس قدر مہربان نہ ہوگا - اور انہین ہدایت و سعادت کی کیسی کچھ راہین نہ دکھلائے گا (ناتمام)

ابوالقاسم رفیق دلاوری

(ایڈیٹر "الانصار")

اتمام الکلام فی تحقیق حکومۃ الاسلام

(گذشتہ سے پیوستہ)

ان امور کے بعد ہم دکھلانا چاہتے ہین کہ مسلمانون کے امام وقت سے بیعت کا کیا عنوان تہا۔ سو عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ کہتے ہین کہ بایعنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی السمع والطاعۃ فی العسر والیسر والمنشط والمکرہ وعلی اثرۃ علینا وعلی ان لا ننازع الامر اہلہ۔ (متفق علیہ)
یہ عنوان تہا مسلمانون کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتہہ بیعت کا۔ اور یہی عنوان خلفا کیلئے رہا ہی۔ چنانچہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے جو عبدالملک بن مروان سے بیعت کی ہی اس کا حاصل بھی یہی ہی اس سے معلوم ہوا کہ رعایا بادشاہ کی کامل اطاعت کا عہد کرتی ہی اور اس عہد کی پابندی اس پر لازم ہوتی ہے اور یہی ملوکیت ہی پس قرآن وحدیث وسنۃ خلفائے راشدین اور اجماع مسلمین سے ثابت ہی کہ اسلامی حکومت شخصی اور ملوکیت ہی، نہ کہ جمہوریت۔ پس جو لوگ جمہوریت کا راگ الاپتے ہین۔ وہ تخئیر قانون الٰہی مخالفت اجماع مسلمین کے مجرم ہین اور جو لوگ یورپ کے مقلدون کی تقلید کرتے ہین وہ بھی انہین کیساتہہ شریک ہین اللّٰھُمَّ احفظنا من شرور انفسنا وسیئات اعمالنا
یہانتک ہم نے نقلی طور پر اس مدعا پر کلام کیا ہی۔

اب ہم عقلی طور پر اس پر بحث کرتے ہین اور کہتے ہین کہ حکومت کا مقصد جرائم کا انسداد ہی اور صحیح جمہوریت کی صورت مین یہ انتظام ناممکن ہی۔ کیونکہ جب حکومت جرائم پیشہ افراد کی مزاحمت کریگی۔ تو وہ کہدینگے ہمنے آپ کو اسلئے حاکم مانا تہا کہ آپ ہمپر ہماری خواہش کے موافق حکومت کرین اور جب کہ آپ اپنی فرائض کے انجام دینے مین کوتاہی کرتے ہین تو ہم آپ کی حکومت نہین مانتے۔ اگر برسراقتدار پارٹی ان کی آزادی کو تسلیم نہ کرے۔ تو وہ صحیح معنی مین جمہوریت نہ ہوگی بلکہ استبدادی حکومت ہوگی۔ جو کہ لوگون پر بزور شمشیر اُن کی خواہش کے خلاف حکومت کرتی ہی۔ اور اگر وہ اُنکی آزادی کو تسلیم کرے تو پھر جرائم کا انسداد کیونکر کر سکینگے۔ پس ثابت ہوا کہ صحیح معنی مین جمہوریت ناممکن ہے۔

اور ہر حکومت جبری واستبدادی ہے اور جبکہ ہر حکومت جبری واستبدادی ہی تو شخصی حکومت جمہوری حکومت سے لامحالہ بہتر ہوگی کیونکہ شخصیت مین صلاح ایک شخص کی صلاح پر موقوف ہی اور جمہوریت مین صلاح اکثریت کی صلاح پر۔ اور اکثریت کی صلاح ایک شخص کی صلاح سے ابعد ہی۔ کیونکہ اکثریت کی صلاح ایک شخص کی صلاح کو مستلزم ہی برخلاف ایک شخص کی صلاح کے کہ وہ اکثریت کی صلاح کو مستلزم نہین پس ثابت ہوا کہ شخصیت جمہوریت سے معتبر اور اقرب الی الصلاح ہی۔ پھر جمہوریت مین صدر کے انتخاب علی ہذا نمائندون کے انتخاب مین پارٹی بندیان اور باہمی مخالفتین لازمی ہین برخلاف شخصیت کے کہ وہان یہ باتین نہین بلکہ وہان ایک قوت تمام قوتون کو جمع کئے ہوئے اور تشتت وتفرق سے روکے ہوئے ہوتی ہے۔ پھر جمہوریت مین کسی قانون کے پاس ہونے مین جو زحمتین ہوتی ہین وہ شخصیت مین نہین ہوتی اس لئے شخصیت جمہوریت سے بہتر ہی۔ اس مقابلہ مین اگر کوئی شخصیت کے مفاسد پیش کرے تو اس کا جواب یہ ہی کہ شخصیت کے مفاسد دو باتون کی طرف راجع ہین ایک رعایا کی نافرمانی اور سرکشی دوسرے بادشاہ کی ناقابلیت۔ سو یہ دونون نقصان جمہوریت مین بھی ہین اگر رعایا سرکش ہوگی یا اقتدار پارٹی ناقابل حکومت ہوگی تو وہی مفاسد جو شخصیت مین ہین جمہوریت مین بھی ہون گے بلکہ ان سے بڑھکر ہون گے اور اگر رعایا اور حکمران دونون مین اہلیت ہی تو جس طرح جمہوریت مین خطرہ نہین یونہی شخصیت مین بھی خطرہ نہین بلکہ شخصیت ابعد عن الخطر ہے۔ کیونکہ جمہوریت مین اگر یکجہتی سے نہین تو اختلاف آرا سے شر و فساد ممکن ہی اور شخصیت مین یہ بات نہین پس عقلاً بھی ثابت ہوا کہ شخصیت جمہوریت سے بہتر ہے۔ اس کے علاوہ جمہوریت مین بھی شخصیت ہی ہوتی ہے۔ کیونکہ جب مختلف حلقہائے انتخاب اپنے نمائندے منتخب کرتے ہین تو وہ اپنی قسمتون کی باگ اپنے نمائندون کے ہاتھ مین دیدیتے ہین۔

اور وہ جو چاہتے ہین کرتے ہین۔ اسی کا نام شخصیت ہے۔ بلکہ یہ شخصیت ملوکیت سے بدتر ہے۔ کیونکہ ملوکیت مین بادشاہ اپنی رعایا کو نفع پہنچا سکتا ہے۔ اور جمہوریت مین کسی قوم کا نمائندہ اس کو کوئی نفع نہین پہنچا سکتا۔ کیونکہ اگر وہ دیانت سے بھی کام لے تو صرف اتنا کر سکتا

ہے کہ جس قوم نے اسکو نمائندہ بنایا ہے۔ اس کے مفاد کے موافق پارلیمنٹ مین صحیح رائے پیش کردی
ں سے زیادہ وہ کچھ نہین کر سکتا۔ اب اگر اکثریت اس کے موافق ہوئی تو خیر ورنہ اس کی رائے
ر ہو جائے گی۔ اور اس قوم کو ان لوگون کے فیصلہ کے آگے سر جھکانا پڑیگا۔ جن پر اسے اعتماد نہین ہے
ریہ ملوکیت سے زیادہ بڑا استبداد اور جبروت ہے۔

پس ثابت ہوا کہ جمہوریت بالکل خلاف عقل اور سراسر غلط ہے اور عقلاً و نقلاً ہر طرح ملوکیت
صحیح ہے۔ یہان تک ہمنے اپنے دلائل بیان کئے ہین آئندہ ہم حامیان جمہوریت کے دلائل پر کلام
ین گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

بچپن کی شادی اور مولوی محمد یعقوب صاحب مرادآبادی

لوی محمد یعقوب صاحب ڈپٹی پریذیڈنٹ اسمبلی سے ہم بخوبی واقف ہین ہماری خستہ حالی پر انکی نہایت مشفقانہ توجہات مبذول رہتی ہین
ہن ان کی نیت اور ان کے جذبات کا پورا پورا علم ہے اسلئے ہم نے بھی حق مذہبی ادا کرنے کیلئے ضروری سمجھا کہ اس مسئلہ مین مختصراً کچھ عرض کر دین
پن کی شادی کے دو پہلو ہین (۱) معاشرتی (۲) مذہبی۔ مذہب مین تبدیل کا تو اختیار مولوی صاحب کے نزدیک بھی کسیکو حاصل نہین۔ البتہ
اشرت مین تبدیلی کا حق اس حد تک مسلمانونکو حاصل ہے جب تک دین مین کوئی تغیر تبدل واقع نہوتا ہو سو چونکہ بچپن کی شادی کو
نوع قرار دینے مین ہم اپنی اس حد سے متجاوز ہو جائین گے جسکا اختیار ہم مین سے کسیکو حاصل نہین اسلئے اگرچہ کوئی نفع
جلہ حاصل بھی ہوتا ہو۔ تو ہمکو نفع عاجل کی خاطر اسے ترک کرتے ہوئے اپنی حد پر قائم رہنا چاہیے۔ مین جانتا ہون کہ مولوی صاحب
موصوف نے یہ جو مسئلہ اٹھایا تھا اخلاص ان خرابیون کو دیکھکر اٹھایا تھا جو مسلمانون مین دین کی بے اعتدالی کیوجہ سے پیدا ہوگئی ہین لیکن
لوی صاحب موصوف نے مسلمانونکو اعتدال پر لانے کیلئے افسوس خود ایسی بے اعتدالی فرمائی کہ وہ اس سے نتیجۃً کہین بڑھکر ہے۔
حکم شریعت کو مطلق رکھتے ہوئے جو تدبیرین اس بے اعتدالی سے مسلمانون کو بچا سکین مولوی صاحب کو ان کی
ن توجہ کرنا چاہیے۔ چونکہ یہ مسئلہ بالکلیہ منقح ہو چکا ہے اسلئے امید ہے کہ مولوی صاحب موصوف اپنے خیال سے رجوع فرماکر
راست بازی کا پورا پورا ثبوت دین گے۔ کیونکہ ان سے یہی توقع ہے۔

خاکسار

(محمد طاہر بن احمد القاسمی کان اللہ لہ)

عید الاضحیٰ کی تقریب مین

"دار العلوم دیوبند کو ضرور یاد رکھیے"

دارالعلوم دیوبند مسلمانون کی وہ عزیز ترین مذہبی مرکزی درسگاہ ہے جس نے چونسٹھ برس مین لگاتار ہزارون لاکھون بندگان خدا تک شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی آواز کو پہنچادیا۔ اور برابر پہنچا رہی ہے۔ یہ وہ مقدس مرکزی درسگاہ ہے جس نے چونسٹھ برس مین ہزارون کی تعداد مین عالم بنائے اور برابر بنا رہی ہے۔ دارالعلوم دیوبند اس مستحکم نظام کا نام ہے جس کے ماتحت بہت سے ممتاز مدرسون نے پڑھایا اور برابر پڑھا رہے ہین۔ ہزارون طلبہ نے مختلف علوم و فنون حاصل کئے اور کر رہے ہین۔ اس سال بھی باوجود چند ناعاقبت اندیش بزعم خود جماعت مصلحین اور اس کے آرگن "مہاجر" کے نہایت ہی گمراہ کن پروپیگنڈا کے حسب معمول ۲۴۸ جدید طلبہ داخل ہوچکے ہین۔ اور قدیم طلبہ کی تعداد اس سے زائد اور اس کے علاوہ ہے۔

امسال حضرت مولانا حسین احمد صاحب صدر مدرس۔ حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب استاذ حدیث حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب۔ مولانا محمد ابراہیم صاحب۔ مولانا محمد رسول خانصاحب۔ مولانا محمد اعزاز علی صاحب۔ وغیرہم جیسے جلیل القدر علمی دنیا کے آفتاب ماہتاب اساتذہ روزانہ نہایت مستعدی سے درس دیرہے ہین۔ طلبا نہایت مستعدی اور سکون کیساتھ پڑھ رہے ہین۔ اس سال طلبا شروع ہی سے ایسی محنت کر رہے ہین جیسے آخر سال مین امتحان سالانہ کی تیاری کیوقت کیا کرتے تھے، جس سے صاف طور پر محسوس ہوتا ہے کہ وہ پچھلے سال کی خلفشار کے نتیجہ یعنی حرج تعلیم کو بخوبی سمجھکر اس طریقہ کو خود مضر سمجھنے لگے ہین۔ دارالعلوم دیوبند کا ماہواری صرف تقریباً تین ہزار روپیہ ہے، چونکہ اسکا فیض کسی علاقہ کیلئے محدود نہین بلکہ ہندوستان سے گذر کر دیگر ممالک اسلامیہ

مین بھی دیوبند کے ہی فارغ التحصیل علماء تعلیم خدمت دین مین مصروف ہین ا دا س عظیم الشان درسگاہ کیلئے حسب
وصیت حضرت بانی علیہ الرحمۃ والغفران کبھی جائداد وغیرہ کا ایسا مستقل بندوبست کارکنان کیطرف سے
نہین کیا جاتا جس سے عام چندون سے استغنا ہو سکے ۔ اس لئے مسلمانون کا فرض ہے کہ وہ اس
خالص مذہبی درسگاہ کو جس کا ⅔ حصہ قومی اعانتون سے ہر سال پورا ہوتا ہے ۔ عید اضحیٰ کے موقعہ پر
خاص طور سے یاد رکھین ۔ دارالعلوم دیوبند کی نیک شہرت اور اس کے بدیہی خدمت کو دیکھکر طاغوتی
طاقتین صبر نکر سکین ۔ گذشتہ چند سال سے "جو فتنہ" اصلاح کے نام سے اٹھایا گیا تھا ۔ اس مین گو چند
نیک نیت حضرات بھی شریک تھے مگر زیادہ تر حصہ اسی مخفی طاقت کا تھا بہرحال شورش رفع ہو چکی
ہنگامہ آرائی ختم ہو گئی ۔ بدستور سابق تعلیم و تعلم نہایت اعلیٰ پیمانہ پر جاری ہی اسلئے مسلمانون کا
فرض ہی کہ وہ پہلے سے زیادہ اپنی چونسٹھ سالہ درسگاہ کی خدمت کرین ۔ جو صدمہ اس کو مصلحین کے ہاتھون
پہنچا ہے اس کا تدارک فرمادین ۔

بقرعید کے موقع پر ہزار دن دیندار کھالین فروخت کر کے اسکی قیمت سے دینی کام انجام
دیتے ہین اسلئے عرض ہی کہ محافظت علم شریعت سے بڑھکر کوئی اہم خدمت نہین ۔ کیونکہ عمل کی خرابی
اور درستگی علم کے صحیح اور غیر صحیح ہونے پر موقوف ہی ۔ اگر مسجدین بنانا اسلئے ثواب کا کام ہے کہ اس مین
نمازی نماز ادا کرتے ہین ، تو دارالعلوم کی اعانت اسلئے ضروری ہی کہ وہ نمازیون کو نماز اور شریعت
کے احکام اور ان کی حقیقت اور ان کی ضرورت کو بتلاتا ہی ۔ مخلصان وخیر اندیشان دارالعلوم سے یہ بھی
گذارش ہی کہ آجکل بہت سے خود غرض (نام نہاد مصلح) دارالعلوم کو بدنام کرنیوالے لوگ سنا جاتا ہی کہ مدرسہ
دیوبند کی نام سے چندہ وصول کر کے اپنی اغراض کیلئے صرف کرتے ہین اسلئے آپ جو بھی چندہ مدرسہ دیوبند مین دینا چاہین وہ بذریعہ
منی آرڈر یا کسی معتبر شخص کی وساطت سے روانہ فرمادین ۔ اور جبتک باقاعدہ مدرسہ کی رسید یا منی آرڈر پر دستخط نہ
دیکھلین اطمینان نفرماوین ۔ جملہ ترسیل چندہ متعلقہ دارالعلوم دیوبند بنام مہتمم صاحب دارالعلوم دیوبند ہونا چاہیئے ۔

دعاگو ، محمد طاہر بن احمد القاسمی کان اللہ لہٗ

نوٹ ۔ جو حضرات القاسم کی اس اپیل کو دیکھکر دارالعلوم کی امداد فرمادین وہ "القاسم" کا حوالہ بھی دیدین تو بہتر ہے ۔

فتاوی دارالعلوم دیوبند

سوال

کلکتہ مین ایک صوفی صاحب رہتے ہین جن کے یہان بجائے اذان کے گھنٹہ بجتا ہے۔ پتھر مریدون سے پوجا یا جاتا ہے۔ لونگ مبارک اور رسالہ مبارک کی پرستش ہوتی ہے۔ خیر یہ سب پورانی باتین ہین۔ اب انہون نے گائے ذبح کرنا حرام قرار دیا ہے اور کھانا بھی لِلّٰہِ فِی سَبِیْلِ اللّٰہ۔ مین علماء کرام سے فتوی چاہتا ہون کہ مسئلہ کیا ہے حکم شرعی کیا ہے، اور اس فتوی کو ضرور شائع فرمایئے، ناظرین القاسم کیلئے دلچسپی کا باعث ہوگا۔ آج سے تین ہفتہ پہلے ایک مقام خیرپور ضلع مدنی پور مین صوفی اذان گاچھی صاحب کیطرف سے جلسہ عرس قرار پایا تھا۔ اور اعلان یہ تھا کہ گائے کا کھانا حرام ہے لہٰذا میری خانقاہ مین گوشت نہین آویگا۔ ممن افتری علی اللہ کذبا۔ فمن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا۔ یہ خبر خانقاہ کی کلکتہ تک پہنچی کہ صوفی صاحب گائے کو حرام ثابت کرتے ہین۔ پس کلکتہ کے معزز و محترم علمائے کرام مقام مذکور پر تشریف فرما ہوئے واسطے مناظرے کے وقل جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔ فرار ہوگئے۔ مولانا گل محمد صاحب نعمانی خراسانی نے خوب تقریر فرمائی۔ لہٰذا مین ملتجی ہون کہ علماء کرام اس پر توجہ فرما کر۔ ایسے سادھوؤن کے پروپیگنڈے کو دنیا سے نیست و نابود کرین آمین "

الجواب

درمختار باب الاذان مین ہے وھو سنۃ للرجال فی مکان عال مؤکدۃ ھی کالواجب فی لحوق الاثم اور شامی مین ہے قولہ ھی کالواجب) بل اطلق بعضھم اسم الواجب علیہ لقول محمد لو اجتمع اھل البلدۃ علی ترکہ قاتلتھم علیہ ولو ترکہ واحد ضربتہ وحبستہ وعامۃ المشایخ علی الاول والقتال علیہ لما انہ من اعلام الدین وفی ترکہ استخفاف ظاھر بہ قال فی المعراج وغیرہ الی ان قال

واستدل فی الفتح علی الوجوب بان عدم الترک مرۃً دلیل الوجوب الخ ان روایات سے معلوم ہوا کہ اذان کے بارہ مین فقہا رحمہم اللہ تعالیٰ کے دو قول مین بعض فقہا رحمہم اللہ کا یہ قول ہے کہ اذان سنت موکدہ مثل واجب کے ہے لحوق اثم مین یعنی تارک اس کا گنہگار ہوگا۔ اور بعض فقہا رحمہم اللہ نے اذان کو واجب فرمایا ہے بوجہ قول امام محمد رحمۃ اللہ کے لو اجتمع اہل بلدۃ علی ترکہ قاتلتہم علیہ ولو ترکہ واحد ضربتہ وحبستہ یعنی امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین کہ اگر کسی بستی کے لوگ ترک اذان پر متفق ہوکر اذان کہنا ترک کردین تو مین اُن سے قتال کرونگا اور اگر ایک شخص اذان کہنا ترک کردے تو مین اسکو مارونگا اور قید کردونگا، کیونکہ اذان اعلام دین مین سے ہے اور اس کے ترک کرنے مین استخفاف دین ہے۔ اس قول سے معلوم ہوا کہ اگر حاکم اسلام ہے تو وہ تارک اذان کو مار سکتا اور قید کر سکتا ہے۔ اور عامہ مشایخ اذان کو سنت موکدہ فرماتے ہین اور فتح القدیر مین استدلال کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک دفعہ بھی اذان کو ترک نکرنا دلیل وجوب کی ہے، لہذا صوفی مذکور جو تارک اذان ہے اور بجائے اذان کے گھنٹہ بجاتا ہے اگر اذان کی سنیت کا منکر ہے تو چونکہ سنیت اذان قرآن اور احادیث اور تواتر اور اجماع سے ثابت ہے لہذا وہ سادھو بصورت صوفی کافر ہے۔ اور اگر منکر سنیت نہین تو فاسق ہوتا اگر پتھر وغیرہ کی پرستش نکرتا لہذا وہ کافر مشرک بلکہ مشرک گر ہے اور اگر یہ فعل شرکیہ اس سے سرزد نہ ہوتا تب بھی چونکہ گائے کا ذبح کرنا اور کھانا حرام قرار دیا ہے اور اسکی حلت قطعیہ کا منکر ہے اور گائے کی حلت بھی منجملہ ضروریات دین کے ہے اسوجہ سے بھی وہ مرتد اگر کبھی مسلمان تھا تو کافر ہوگیا، مسلمانون کو ایسے کفار سے پوری احتیاط لازم ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ مسعود احمد عفا عنہ

الجواب صحیح

فقیر اصغر حسین عفا اللہ عنہ

(مدرس دار العلوم دیوبند)

سوال نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا عقیقہ کیا ہے یا نہین؟ ایک شخص اتنی جائداد رکھتا ہے کہ اس کا سالانہ منافع قابل گذارا نہین ہے اور مقروض بھی ہے اس پر قربانی عقیقہ واجب ہے یا نہین؟

(۲) اگر کسی کے والدین مفلس ہون اور وہ اپنے لڑکے کا عقیقہ نہ کر سکین - اور وہ لڑکا دس بارہ برس کے بعد صاحب نصاب ہو جاوے تو وہ اپنا عقیقہ اور ختنہ کس طریق سے کرے اور اگر نہ کرے تو کچھ گناہ اس لڑکے پر تو نہین ہی۔

(المستفتی کریم اللہ از تھانپور ضلع بلند شہر)

الجواب شرعۃ الاسلام مین اسقدر نقل کیا ہی وروی انہ عق النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن نفسہ بعد ما بعث نبیاً وفیہ تنبیہ علی انہا لا تسقط بالفوت عن الوقت المعہود الخ اور شخص مذکور پر قربانی اور صدقۃ الفطر واجب ہی اور عقیقہ کسی پر واجب نہین ہے وہ امر مستحب ہے، (۲) ختنہ بطریق معہود کرادے اور عقیقہ ضروری نہین ہے اگر چاہے کر لیوے کچھ حرج نہین ہی۔

سوال چرم قربانی کا تصدق واجب ہی یا نفل اسمین تملیک شرط ہی یا نہین؟ (۲) چرم قربانی کو مدرسہ یا مسجد کی تعمیر کیلئے دینا اور منتظمین کا اسکو فروخت کرکے مسجد و مدرسہ مین صرف کرنا جائز ہی یا نہین؟ (۳) اگر کسی غنی کو چرم قربانی تملیکاً دیا جاوے اور وہ اسکو فروخت کرکے مدرسہ و مسجد کی تعمیر مین صرف کردے تو جائز ہی یا نہین؟ (۴) اگر محلہ کے سب لوگ چرم قربانی جمع کرکے ایک شخص کو اس شرط پر دیوین کہ وہ ان کھالون کی عوض انکو ایک دیگ اتنے وزن کی اور اتنی قیمت کی دیوے نفع نقصان اُسی کا ہی تو یہ صورت جائز ہی یا نہین؟-

(۵) اگر کوئی شخص منت مانے کہ اگر میرا فلان کام ہو گیا تو فلان مسجد مین مبلغ (عہ) للہ دونگا پھر وہ کام ہو گیا اور روپیہ مسجد مین دیا تو یہ روپیہ مسجد مین لگانا جائز ہی یا نہین؟ بینوا توجروا۔

الجواب چرم قربانی کو اگر بلا فروخت کئے کسیکو دیوے تو یہ صدقہ نافلہ ہی خواہ صدقہ کرے یا نہ کرے بلکہ خود اپنے کام مین بھی لانا درست ہی اور بعد فروخت کرنیکے اسکا صدقہ کرنا فقراء پر واجب ہو جاتا ہی اور تملیک فقراء اسمین ضروری ہی اور مصرف اسکا وہی ہی جو مصرف زکوٰۃ ہی (۲) قیمت چرم قربانی کو تعمیر مدرسہ و مسجد مین صرف کرنا درست نہین ہی کیونکہ تملیک فقیر اسمین واجب ہی البتہ اگر چرم قربانی بعینہ کسی شخص کی ملک کردی پھر وہ اسکو فروخت کرکے اپنی طرف سے تعمیر مدرسہ و مسجد مین لگا دے تو یہ جائز ہی (۴) یہ صورت جائز نہین ہی (۵) وہ روپیہ فقراء کو دینا چاہیے، فقط۔

تنبیہ نافع

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امابعد۔ احقر حبیب احمد کیرانوی عرض پرداز ہے کہ اسوقت ہمارے سامنے اخبار مہاجر دیوبند کے دو پرچے ہیں جنمیں مولوی شبیر احمد عثمانی نے اپنا ایک طویل مضمون شائع کرایا ہے جسکو اتمام حجت کے عنوان سے معنون کیا گیا ہے اُس کے ابتدائی حصہ میں نہایت قابلیت کیساتھ مسلمانوں کو مدرسہ دیوبند پر فوجکشی کی دعوت دیگئی ہے اور آخر میں اس مراسلت کو شائع کیا گیا ہے جو اُن کے اور حجۃ اللہ فی الارض مجدد الملۃ والدین حضرت مولانا **اشرف علی** صاحب عم فیضہم دوام ظلہم کے درمیان ہوئی ہے۔ اس مراسلت کی اشاعت سے چونکہ بہت بڑی حد تک غلط فہمی پیدا ہونیکا امکان ہے۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اسکو تنقید و تبصرہ کے ساتھ شائع کریں۔ تاکہ حقیقت حال واضح ہوجاوے۔ اور جو شخص کوئی رائے قائم کرے۔ وہ بصیرت کیساتھ قائم کرے۔ اور کسی غلط فہمی میں مبتلا ہو کر ضرر دینی میں مبتلا نہ ہوجائے۔ جب لوگوں پر اس مراسلت کی حقیقت منکشف ہوجائیگی تو اسی سے مولویصاحب موصوف کے مضمون کے جز اول کی حقیقت بھی واضح ہوجائیگی۔ جسمیں اُنہوں نے مسلمانوں کو مدرسہ پر فوجکشی کی دعوت دی ہے۔ لیکن اگر اس کے بعد بھی ہمکو مزید توضیح کی ضرورت معلوم ہوئی تو ہم اُس پر مستقلاً کلام کریں گے۔ اس مختصر گذارش کے بعد ہم اصل مقصود پر کلام کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مولوی صاحب نے اُس مراسلت کو جس تمہید کے ساتھ شروع کیا ہے۔ وہ حسب ذیل ہے۔

مجھے اپنی ذات کے متعلق یہ عرض کرنا ہے کہ تقریباً چھ ماہ سے جب سے میں پہلی اسٹرائک ختم ہوجانے پر حیدرآباد دکن کیطرف روانہ ہوا تھا۔ دار العلوم کے معاملات سے مجھے کوئی سروکار نہیں رہا۔ اور چونکہ اُسی وقت طلبہ اور اہتمام کی کشمکش میرے ظن اور توقع کے خلاف ایسی حدتک پہنچ چکی تھی (خواہ اُس کے اسباب کچھ ہی کیوں نہ ہوں) جس سے دار العلوم کا اصل وجود ہی معرض خطر میں آگیا۔ اور درستی معاملات کی امید بالکل ضعیف ہوگئی۔ اسلئے میں نے اپنے حق میں اُسی وقت سے یہ فیصلہ کرلیا تھا کہ آیندہ اس معاملہ میں کسی قسم کا دخل نہ دونگا الخ اس کے متعلق ہماری گذارش یہ ہے

کیا تھا۔ یا تاریکئ جہل و ضلالت میں؟ ہمارے زعم میں آپکی طبیعت کی ساخت آپکو شق ثانی کو اختیار نہ کرنے دیگی بلکہ آپ شق اول ہی کو اختیار کرینگے۔ اب سوال یہ ہے کہ جب بروئے قرآن و حدیث اصلاح سے مایوسی کی حالت میں آپ کو اعتزال اور گوشہ نشینی جائز ہے۔ تو اگر حضرت مولانا نے آپکے ہنگامہ آرائیوں کا نتیجہ تخریب مدرسہ دیکھکر آپ کو سکوت کا مشورہ دیا تھا تو کیا بیجا کیا گیا تھا۔ اور آپ تھانہ بھون کی مجلس شوریٰ میں بزعم خود آخر دم تک جنگ پر کیوں آمادہ رہے تھے۔ چنانچہ آپنے خود اپنے خط میں اقرار کیا ہے۔ کہ میں نے آخر میں کہا کہ اگر ہمیں اس مجلس شوری ہی پر اعتماد نہ ہو تو ہمیں کیا کرنا چاہئے اگر ہم خاموش ہوتے ہیں تو ہمارے زعم میں ایک عظیم الشان امانت الٰہیہ برباد ہوتی ہے الخ جس کا مطلب یہ تھا کہ ہمارے لئے سکوت جائز نہیں ہے اور ہمیں اجازت دیجادے کہ ہم برابر جنگ کرتے رہیں۔ اور آپ کی طرف سے حضرت مولانا پر اہل مدرسہ کی طرفداری کا الزام کیوں عائد کیا گیا۔ اور اس پر کیوں زور دیا گیا کہ ہمکو افہام و تفہیم کا موقع دیا جاوے جیسا کہ آپ کا دعوی ہے۔ اور جبکہ بزعم خود آپ کو اس کا موقع نہ دیا گیا تو آپ ناخوش کیوں ہوئے۔ الحاصل اگر آپ کا قصداً اعتزال فتن شریعت کی حد میں تھا تو حضرت مولانا کا آپ کو اور آپ کی فوج کو فتنہ سے علیحدہ رہنے کا مشورہ دینا بھی ضرور شریعت کی حد میں تھا۔ اور جبکہ وہ شریعت کی حد میں تھا تو آپنے اُسے کیوں نہ مانا۔ اور جبکہ آپ شریعت کے حکم کو ماننے کے لئے تیار نہیں۔ تو آپ قرآن و حدیث کی روشنی میں فیصلہ کرنے کا دعوی کرکے لوگوں کو مدرسہ پر فوجکشی کی دعوت کیوں دیتے ہیں اب آپ ہی تلائیے کہ ہم آپ کے مضمون اتمام حجت کو مدرسہ کے لئے ایک خطرناک پروپیگنڈہ سمجھیں یا آپکی اس قسم کا اعتبار کریں جو آپنے کھائی ہے۔ کہ ہم قرآن و حدیث کے فیصلہ کو ماننے کے لئے تیار ہیں۔ الغرض مولوی صاحب کے اس مضمون نے انکے تمام مضمون کی حقیقت کھول دی اور بتلا دیا کہ مولوی شبیر احمد مدرسہ کے معاملہ میں جو کچھ کر رہے ہیں وہ کسی حکم شرعی سے مجبور ہوکر نہیں کر رہے ہیں۔ بلکہ اس کا منشا سراسر نفسانیت ہے کیونکہ انکے بیان کے موافق شریعت انکو اجازت دیتی ہے۔ کہ وہ ادارۂ اہتمام کو اُس کی ذمہ داری پر چھوڑ کر الگ ہوجائیں مگر وہ نہیں مانتے۔ اور خواہ مخواہ قرآن کی غلط تفسیریں کرکے لوگوں کو مدرسہ پر فوجکشی کی دعوت دیتے ہیں

خیر اُسکے بعد مولوی صاحب رقمطراز ہیں۔ دکن سے واپس آتے ہی یہاں کے ماحول میں اپنی یکسوئی کا قائم رکھنا سخت دشوار ہوگیا۔ تاہم سخت مجبور کن حالات کے باوجود میں اپنے عزم پر مستقیم رہا الخ اس فقرہ میں ہم نہیں سمجھ سکے کہ وہ ماحول کیا تھا۔ جسکی بنا پر آپ کو اپنی یکسوئی پر قائم رہنا سخت دشوار ہوگیا۔ اور

کو دھوکہ دینے کے اور کیا نتیجہ نکلسکتا ہے۔ ہم کو بتلایا جاوے۔ کہ کیا یہ تلبیس کا طرز عمل بھی جناب نے قرآن وحدیث ہی کی روشنی میں اختیار کیا ہے۔ کیا وہ مجبوریاں آپ کو اہل مدرسہ کی جانب سے لاحق ہوئیں تھیں اور وہ آپ کو مجبور کرتے تھے۔ کہ آپ گوشۂ تنہائی سے نکلکر باغیوں کی فوج کی کمان کریں۔ یا آپ کے حلیفوں کی طرف سے تھیں۔ کہ اُنھوں نے آپکو مجبور کیا کہ آپ ہم کو مصیبت میں پھنسا کر خود الگ ہوگئے آخر کچھ تو کہئے۔ جب تک آپ کوئی بات نہ کہیں اُسوقت تک ان مجبوریوں کا علم کیونکر ہو اور آپ کے صدق و کذب میں امتیاز کیسے ہو۔ اُس کے بعد مولوی صاحب کہتے ہیں مجھے افسوس ہے۔ کہ جناب مولانا حسین احمد صاحب نے میرے سکوت کو باقی نہ چھوڑا اور اُن کے جواب میں چند الفاظ لکھنے پڑے۔ تاکہ ہمارا سابق طرز عمل اور نصب العین مشتبہ نہ رہجائے۔ ۱ھ لیکن ہم کہتے ہیں کہ آخر آپ یہ بھی تو خیال فرمائیں۔ کہ مولوی حسین احمد صاحب کو کس چیز نے مجبور کیا۔ جو اُنہوں نے آپ کو مخاطب کیا۔ خود آپ نے کیونکہ جسوقت آپنے مسلک اعتزال کو اختیار کیا تھا اگر اُسی وقت آپ اپنے اس سلک کا اعلان کردیتے تو آپ کو آپکے مسلک کے اظہار کے لئے کیوں مخاطب کیا جاتا۔ لیکن جب آپنے اس فرض کے ادا کرنے میں کوتاہی کی۔ تو مولویصاحب نے آپ کو اس طرف توجہ دلائی۔ اب آپ قرآن وحدیث کی روشنی میں اس پر غور فرمائیے۔ کہ قصور کسکا ہے۔ آیا آپ کا یا مولوی حسین احمد صاحب کا؟ کیسی عجیب بات ہے کہ اپنے لئے آپکا لائٹ ہاوس مظلم و تاریک ہوجاتا ہے۔ اور آپ کو کوئی راہ نہیں بتاتا اور دوسروں کے لئے وہ روشن بنجاتا ہے۔ اور فوراً راہ نمائی کرنے لگتا ہے شاید حضرت جنید بغدادی کے مقولہ الصادق یتقلب فی یوم اربعین مرۃ کے یہ معنی ہیں۔ کہ جو سچا پیر طریقت ہے۔ وہ ایک دن میں (نہیں ایک نشست میں) چالیس پلٹے کھاتا ہے اور جو ریاکار ہے (جیسے خاکم بدہن آپکے مرشد حضرت مولانا اشرف علی صاحب) وہ چالیس سال ایک بات پر اڑا رہتا ہے (کہ ہم شریعت سے ایک انچھ نہیں ہٹ سکتے) اُس کے بعد مولوی صاحب نے لکھا ہے۔ اسی اثنا میں سرپرست دارالعلوم (گویا آپکے کچھ نہیں۔ افسوس) حضرت مولانا اشرف علی صاحب نے اس باب میں احقر سے مراسلت شروع فرمائی۔ اور جانبین کے پانچ چھ خطوط کے بعد خود ہی اس سلسلہ کو بند کر دیا۔ اس مراسلت نے اصلاح بطریق مصالحت کی رہی سہی توقعات کا قطعاً خاتمہ کر دیا ۱ھ مولوی صاحب نے اس مضمون میں عجیب وغریب دھوکا دینے کی کوشش کی ہے۔ وہ یہ کہ (۱) حضرت مولانا نے چھیڑ کی ابتدا کی اور انکو مہر سکوت کے توڑنے اور میدان کارزار میں آنے پر مجبور کیا (۲) مولانا نے اُن سے بحیثیت

سرپرست دارالعلوم ہونے کے خط وکتابت کی (۳) مولوی صاحب مصالحت پر آمادہ تھے - لیکن مولانا اس پر آمادہ نہ ہوئے - لیکن یہ تمام بیانات غلط اور سرتاپا غلط ہیں کیونکہ اس مراسلت سے نہ حضرت والا کا مقصود نزاعات کا فیصلہ کرنا تھا اور نہ اُنہوں نے بحیثیت سرپرست دارالعلوم ہونے کے انکو خط لکھا کیونکہ اگر اس حیثیت سے مولانا ان کو خطاب کرتے تو کیا وجہ تھی کہ مولوی انور شاہ اور مفتی عزیز الرحمٰن صاحبان کو چھوڑ دیتے بلکہ اصل حقیقت یہ تھی کہ ایک زمانہ میں مولوی شبیر احمد نے حضرت مولانا کو اپنا مربی روحانی تسلیم کیا تھا - اور احمد حسن سنبھلی کی طرح قطع تعلق کا اعلان نہ کیا تھا - اس واقعہ نے حضرت مولانا کو دھوکے میں ڈالا - اور وہ یہ سمجھے کہ اب تک وہ تعلق باقی ہے پس اس غلط فہمی کی بنا پر مولانا نے ان کو مخاطب کیا - لیکن جبکہ اُن کے خطوط سے حضرت والا کو یہ اطمینان ہوگیا کہ یہ شخص انا خیر منہ کا مدعی ہے - اور طالب اصلاح نہیں ہے - تو حضرت مولانا نے اس سلسلہ کو بند کر دیا - یہ حقیقت تھی اس واقعہ کی جسکو مولوی صاحب نے قرآن و حدیث کی روشنی میں بالکل صورت بدل کر ظاہر کیا ہے - اُس کے بعد مولوی صاحب نے لکھا ہے -

دارالعلوم کے متعلق ان خطرناک حالات اور مایوس کن افکار سے متاثر ہو کر میں یہ اعلان کرتا ہوں - کہ فریقین کے آیندہ جنگ سے اور معرکہ آرائی سے تائیداً یا تردیداً مجھے کسی قسم کا تعلق نہ ہوگا اور علیکم بخاصة نفسک پر انشاء اللہ عمل پیرا رہنے کی کوشش کرونگا - آیندہ میرے متعلق جو کچھ برا یا بھلا لکھا جاوے یا کہا جاوے - اُس سے میں بالکل علٰحدہ ہوں - اور اصلاحی جد وجہد میں اپنے ہر قسم کی مساعی اور دوسرے صاحبوں کی تمام کارروائیوں کو جو میرے مقابلہ پر کی گئیں - اُس علیم وخبیر قادر و توانا کے سپرد کرتا ہوں وھو لکل شیٔ محیط - لیکن اس کے متعلق اولاً معروض ہے کہ آپ اسی تحریر میں مدرسہ والوں پر فوج کشی کی دعوت بھی دے رہے ہیں - اور اسی میں آپ اپنے معاملات کو علیم وخبیر و قادر و توانا کے حوالہ کرکے الگ تھلگ ہو رہے ہیں - یہ دونوں رویّے کیونکر جمع ہو سکتے ہیں - ایسی حالت میں ہم آپ کو آگ لگا جمالو دور کھڑی کا مصداق نہ سمجھیں - تو کیا سمجھیں - ثانیاً - اسوقت جو رویہ آپ نے اختیار فرمانے کا اعلان کیا ہے اُسی رویہ کی آپ کو آپ کے شیخ نے تھانہ بھون کے جلسہ شوری کے موقع پر دعوت دی تھی - لیکن اُسوقت آپنے بزعم خود حضرت مولانا اور تمام اہل شوری کو ایک معقول سوال کے ذریعہ سے لاجواب کر دیا تھا - اب گذارش ہے - کہ کیا اب جناب کو جناب کی طبیعت وقادہ نے اُس لاینحل سوال کا جواب سمجھا دیا - یا اُس کا نشا یہ ہے کہ مزید سوالات وجوابات میں خانہ ساز شیخت اور شہور علم وفضل کے چہرہ سے نقاب اُلٹنے کا اندیشہ ہے - اس لئے

مسلک اعتزال اختیار کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی ہے۔ مولوی صاحب ہمیں آپ کی نافہمی اور ناشکری پر افسوس ہے کہ آپنے اپنے محسن اور مربی کے اس خیرخواہانہ مشورہ پر کان نہ دھرا۔ جسکی تقویت آج آپ اپنے اس اعلان سے فرما رہے ہیں۔ ورنہ آپ کو ان رسوائیوں سے دوچار ہونا نہ پڑتا۔ جو آپکے لئے رونما ہوئیں مثل مشہور ہے سے آنچہ دانا کند۔ کند ناداں۔ لیک بعد از خرابی بسیار۔ ثالثاً ہمیں یہ بھی گذارش کرنا ہے کہ کیا آپنے اپنی فوج کو بھی اس کی ہدایت کردی ہے کہ اب میں جرنیلی سے استعفا دیچکا ہوں۔ اب انکی کارروائیوں کو میری طرف منسوب نہ کیا جاوے۔ اور اگر آپنے ایسا کیا۔ اور مخالفین نے تمہاری تحریرات سے مجبور ہو کر سیر کے متعلق کچھ لکھا تو اس کے ذمہ دار تم ہوگے۔ ہمارے خیال میں آپ نے ایسا نہیں کیا کیونکہ اگر آپ ایسا کرتے تو اپنے اس مضمون میں اس کو لکھتے۔ نیز اس مفسد جماعت کے اخبار کو اپنا آرگن نہ بناتے۔ بلکہ کسی اور اخبار میں اسے شائع کراتے۔ کیونکہ اس اخبار کو اپنا آرگن بنانا صاف بتاتا ہے کہ آپ اس جماعت سے قطع تعلق نہیں کرنا چاہتے اور در پردہ آپ ابتک اسکے حامی ہیں۔ اس کے بعد مولوی صاحب نے لکھا ہے۔ اب مجھسے مخاطبت و مکاتبت اس معاملہ میں بالکل بے سود ہوگی اھ لیکن ہم کہتے ہیں۔ کہ ہم تو پہلے سے جانتے ہیں کہ آپسے مخاطبت و مکاتبت بے سود ہے۔ اس لئے ہم خود آپ سے مکاتبت و مخاطبت پسند نہیں کرتے لیکن جو فتنہ کا درخت آپ لگا چکے ہیں۔ جبتک اسکے کانٹے مسلمانوں کے لئے ضرر رساں رہیں گے۔ اسوقت تک تو آپکا ذکر خیر ضرور ہوگا۔ اور اس کے ذمہ دار آپ خود ہیں۔ اگر آپ نسیاً منسیاً بننا پسند کرتے ہیں تو اس کی صورت صرف یہی ہے۔ کہ آپ اس درخت کو کاٹیں ورنہ اس کی توقع فضول ہے۔ اس کے بعد مولوی صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ الّا یہ کہ اپنے سابق طرز عمل یا نصب العین کے ایضاح کے متعلق بہت ہی سخت ضرورت اور مجبور کن حالت پیش آجائے۔ تو بقدر کفایت کچھ عرض کر دیا جائیگا اھ اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ ہم ہتھیار ڈالنا نہیں چاہتے۔ ورنہ جب آپ اپنے تمام معاملات کو علیم و خبیر قادر و توانا کے حوالہ کر چکے۔ تو پھر یہ الّا کیا۔ مولوی صاحب آپ کا طرز تحریر بتلاتا ہے کہ آپ جو کچھ کر رہے ہیں محض پالیسی سے کر رہے ہیں۔ اور نہ آپ الگ ہی ہونا چاہتے ہیں اور نہ مرد میدان بنکر سامنے آنا چاہتے ہیں۔ بندۂ خدا جو کچھ کرنا ہے یکسو ہو کر کرو۔ یہ تلون مزاجی کیسی کہ کبھی کچھ کبھی کچھ۔ لیکن اگر آپ ایسا کریں تو پھر حضرت جنید کے فتوے کی بنا پر ریاکار نہ ہو جائیں گے اور صادق کیسے رہیں گے۔ افسوس صد افسوس۔ یہ وہ لوگ ہیں جنکو جاہل اور نافہم۔ امام اور حجت الاسلام اور شیخ التفسیر و شیخ طریقت کہتے ہیں سہ اس کے بعد مولوی صاحب کہتے ہیں۔ ذیل میں وہ مراسلت بالترتیب درج کیجاتی ہے

جو حضرت مولانا تھانوی مدظلہ اور احقر کے درمیان ہوئی۔ تاکہ اندازہ ہو سکے کہ مراسلت کے اس مایوس کن طرز کو میرے اس اعلان میں کسقدر دخل ہے۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ مولوی صاحب کے الفاظ بالکل مجمل اور مبہم ہیں۔ ہماری سمجھ میں ان کا مطلب ہی نہیں آیا۔ اگر مولوی صاحب اپنی قابلانہ تحریر میں ہم جیسے کند ذہنوں کی بلادت کی رعایت بھی رکھا کریں تو بہتر ہے اُس **اعلان** کے لفظ میں ہم نہیں سمجھتے کہ کس طرف اشارہ ہے اور اُس اعلان میں اس مراسلت کو کیا دخل ہے۔ مہربانی فرماکر اس کی توضیح فرمادیں تاکہ ہم بھی سمجھ سکیں کہ درحقیقت اس مراسلت نے آپ کو اس اعلان کے لئے مجبور کیا ہے۔ یا اُس کا منشا کچھ اور ہے۔ اُسکے بعد مولویصاحب اس مراسلت کو شائع کیا ہے۔ اور اس کی سرخی یہ ہے۔ دارالعلوم کا موجودہ خلفشار حضرت مولانا اشرفعلی صاحب و حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی کی اہم مکاتبت۔ حضرت سرپرست کی یکطرفہ حمایت کا حیرت انگیز مظاہرہ اُس کے بعد مراسلت کی تمہید میں لکھا ہے۔ ذیل میں ہم وہ مراسلت بجنسہٖ درج کرتے ہیں جو دارالعلوم کے موجودہ خلفشار کے متعلق دارالعلوم کے سرپرست حضرت مولانا تھانوی مدظلہ اور حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی مدظلہ کے درمیان ہوئی ہے۔ قارئین اس مراسلت کو پڑھکر بخوبی یہ اندازہ فرماسکیں گے کہ حضرت سرپرست نے اپنے موجودہ طرز عمل کے قائم کرنے میں۔ کس ... تحقیق ... سے کام لیا ہے۔ اور انکی موجودہ ذہنیت کا منبع کیا ہے۔ نیز اس سے مولانا کی اُس تحریر کی حقیقت بھی پورے طور پر منکشف ہو جائیگی۔ جو انکی طرف سے قند دیوبند کے نام سے اکناف ہند میں شائع کیگئی ہے۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ یہ گفتگو محض دھوکا ہے اور یہ وہی خیالات ہیں۔ جو مولوی شبیر احمد نے اپنی تحریر میں اجمالاً ظاہر کئے تھے۔ جنکا جواب ہم پیشتر دے چکے ہیں۔ اور اس بیان علاوہ مغالطہ دہی کے جس بدتہذیبی کا ارتکاب کیا گیا ہے۔ اُسکی شکایت ہم کو کارپردازان مہاجر سے نہیں۔ بلکہ مولوی شبیر احمد سے ہے کہ وہ اپنے سابق شیخ کے مقابلہ میں صرف خود ہی نہیں آئے۔ بلکہ مدرسہ کے لونڈوں کو لے آئے۔ اور ہم اپنے مجروح دل کو حضرت عارف رومی کے اس شعر سے تسکین دیتے ہیں ؎

ہر کجا باشد ریاضت بارہٗ ... از لگد خوردن نہ باشد چارہٗ

یعنی جو شخص گھوڑوں کے سدھانے کا ذمہ دار ہو۔ اُسے اُنکی لاتیں مجبوراً کھانا پڑتی ہیں۔ ہم عجیب حیرت میں ہیں کہ کارپردازان مہاجر کے ایمان و انصاف کو کیا ہوگیا۔ کہ جب وہ خود بزرگوں کے طرز عمل پر گستاخی سے نکتہ چینی کرتے ہیں۔ تو کہتے ہیں۔ کہ یہ کوئی جرم نہیں ایک بڑھیا نے حضرت عمرؓ پر اعتراض کیا تھا۔ لیکن جب انکے زعم میں کسی بڑے شخص کی طرف سے (علمبرداران حریت) کی نسبت یہ الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔ اصلاح دارالع

س میں اگرچہ واقعیت وغیرہ واقعیت کی پاسداری بھی نہیں رکھی - اور آخر میں ایک طالبعلم کا نام لکھدیا
ہے تو وہ اس پر اس قدر چراغ پا ہوتے ہیں کہ بدتہذیبی کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھتے چنانچہ ان کے مضمون
بند فقرے ملاحظہ کے لئے نقل کرتا ہوں جو کہ حسب ذیل ہیں - اس پردۂ زنگاری میں جو معشوق جلوہ نما
ہے - حقیقت شناس نگاہیں اگرچہ اُس کو ایوب صاحب کی گندہ دہنی میں دیکھ رہی ہیں تاہم اس تعفن
میں جو نجاست اُچھالی گئی ہے اُس میں اسلامی طہارت وتہذیب (یعنی خود یہ تہذیب وطہارت
سے کارپردازان مہاجر کو حصہ ملا ہے) ہمیشہ قائم کرتی رہیگی کوتاہ اندیش اور جاہل لڑکوں کو
ر بنا کر بزرگوں کے سر چڑھانا کچھ زیادہ تدبر کی بات نہیں پھر کیا بوالعجبی ہے کہ مان نہ مان میں تیرا مہمان
صداق بنکر ایسی اخلاق سوز حرکات کرائی جارہی ہیں اھ ان دونوں فقروں کی اسلامی تہذیب پر
ب کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں - ہاں اس بات پر ضرور متنبہ کرنا ہے کہ پہلے فقرہ میں دعوی کیا ہے - کہ
مون ایوب انصاری کا نہیں - بلکہ کسی اور نے اُس کے نام سے ایسا کیا ہے - اور دوسرے فقرہ میں
یوب انصاری کو اس کا مرتکب مان لیا ہے - یہ دماغی حالت ہے - اس مصلح امت گروہ کی -
رحم کرے - اور اس سے زیادہ بوالعجبی یہ ہے - کہ ادارۂ اہتمام اگر جاہل لڑکوں کو محض برائے نام
وں کے سر چڑھائے - تو وہ تدبر کے خلاف ہے - لیکن اگر وہ حضرات جنکو اکابر ثلثہ کے لقب سے یاد کیا
ہے - جاہل لڑکوں کو بزرگوں کے سر چڑھائیں - تو یہ عین تدبر ہے - ہم ان اکابر ثلثہ سے دریافت کرتے
- کہ کیا یہ باتیں قرآن وحدیث کی روشنی میں کیجا رہی ہیں - اگر آپ یہ فرمائیں کہ یہ غیر ذمہ دار لوگوں کی
ت ہیں - تو آپ اس غیر ذمہ دار جماعت سے برات کا اعلان کیوں نہیں فرما دیتے - اور اپنی تحریروں
ہ سے ان کی ہمت افزائی اور سرپرستی کیوں کرتے ہیں کیا اس سے ہم یہ نہ سمجھیں کہ یہی آپ حضرات کا
تدبر ہے کہ باہمہ وبے ہمہ کی پالیسی پر عمل پیرا ہیں - اور اگر یہ صحیح ہے تو پھر ہمکو بتلایا جاوے - کہ کیا یہ تدبر بھی
ن وحدیث کی روشنی میں اختیار کیا گیا ہے - یا یورپ کی پالیسی کے ماتحت - اُس کے بعد مہاجر نے وہ
سلت شائع کی ہے - لیکن چونکہ ہمارے نزدیک اُس کو بلا تنقید شائع کرنا احتمال غلط فہمی سے خالی نہیں
کہ ہم پیشتر عرض کر چکے ہیں - اس لئے ہم اُس کو اپنی تنقید کے ساتھ شائع کرتے ہیں - لیکن قبل اس کے کہ ہم
مکاتبت کو معرض تحریر میں لائیں یہ دکھلانا چاہتے ہیں کہ حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ کے بعد حضرت مولانا
ن صاحب قدس سرہ شاہ عبدالرحیم صاحب قدس سرہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہ

حضرت مولانا اشرف علی صاحب عم فیضہم دوام مجدہم - یہ چار حضرات ایسے تھے جنکو دیوبند کے ارکان اربعہ مانا جاتا تھا - مولوی شبیر احمد نے ان چار ارکان میں سے اپنی تربیت کے لئے اول حضرت مولانا محمود حسن صاحب کو منتخب کیا تھا - اور جبکہ اُن سے استفادہ متعذر ہوگیا (جسکی وجہ ہم اسوقت نہیں بیان کرنا چاہتے) تو اُن کے بعد حضرت مولانا اشرف علی صاحب کو منتخب کیا - اور ایک عرصہ تک سلسلہ تربیت جاری رہا - اسی سلسلہ میں حضرت مولانا نے ان کو اجازت بیعت بھی دیدی - اُس کے کچھ عرصہ کے بعد حضرت مولانا کو اپنی اجازت کا نسخ مناسب معلوم ہوا اور اُنہوں نے تنبیہات وصیت کے ایک تتمہ میں اُس کی منسوخی کا اعلان فرمادیا یہ واقعہ ۱۳۴۲ھ کا تھا - لیکن اُس کے پانچ چھ برس بعد جو ایک تحریر دیوبند کے شوریدہ سر طالب علموں کی طرف سے شائع ہوئی - اُس میں مولوی شبیر احمد کو خلیفہ مولانا اشرف علی صاحب ظاہر کیا گیا تھا - جو وقت وہ تحریر حضرت مولانا کی نظر سے گذری - تو اُن کو خیال ہوا کہ میں تو عرصہ ہوا کہ اپنی اجازت کو منسوخ کرچکا ہوں اب یہ خلافت کیسی - اُدھر حضرت مولانا مدرسہ کے واقعات سے متاثر تھے - ان واقعات نے حضرت والا کو آمادہ کیا کہ وہ مولوی شبیر احمد کو ان امور کے متعلق ایک مربیانہ خط لکھیں - چنانچہ حضرت والا نے ان کو ربیع الاول میں ایک خط لکھا - لیکن وہ اُسکو روانہ نہ کرنے پائے تھے کہ مولوی شبیر احمد حیدرآباد روانہ ہوگئے - اس لئے اُسوقت اُس کی روانگی ملتوی رہی - اور شعبان میں اُن کی واپسی پر اسکو اُن کے پاس بھیجا گیا - وہ خط یہ ہے -

مکتوب حضرت مولانا بنام مولوی شبیر احمد - از اشرف علی عفی عنہ السلام علیکم - آپ کو تعجب ہوگا کہ خلاف معمول یہ خط کیسے آیا مگر اس خلاف معمول کا داعی ایک ضرورت ہوئی - اور وہ ضرورت ایک خاص بنا پر ایک خاص اطلاع دینے کی ہے - وہ بنا اس زمانہ کے واقعات ہیں - جو مدرسہ دارالعلوم دیوبند کے متعلق آپ سے ظاہر ہوئے - اور وہ اطلاع یہ ہے - کہ اگر ان واقعات کے کافی تدارک کا ارادہ ہو تو پوچھنے پر میں عرض کرسکتا ہوں - اور اگر تدارک کا ارادہ نہ ہو تو میں آیندہ آپ سے ملنے کے قابل نہیں - اور ایک واقعہ قابل تدارک ان واقعات سے قبل کا ہے میں اُس کے متعلق خاص خطاب سے عرض کرتے ہوئے شرماتا تھا - مگر ان واقعات نے اس واقعہ کو بھی شدید اور قابل اطلاع بنا دیا - وہ واقعہ میری طرف انتساب کرکے لوگوں کو بیعت کرنیکا ہے - چونکہ وہ انتساب خلاف واقعہ ہے - لہذا اُس کا تدارک - اس کا اعلان کردینا اور ماضی میں ایسی بیعت کے غیر معتبر ہونے کی اطلاع کردینا - اور مستقبل میں اُس کا ترک کردینا

ہے آگے اپنے دین کا ذمہ دار ہر شخص خود ہے والسلام از مقام بنوں ربیع الاول ۱۳۵۸ھ **نوٹ**۔ آپ کے سفر کے سبب اس کی روانگی میں دیر ہوئی۔ انتہی المکتوب۔ **ناظرین!** آپ اس مشفقانہ اور مربیانہ خط کو من اولہ الی آخرہ پڑھیں۔ اور قبل اس کے کہ آپ مولوی شبیر احمد کے جواب کو پڑھیں۔ خود اپنے دل میں سوچیں کہ ایک سعادتمند اور مخلص مرید اپنے ایسے مشفق مربی کو جو کہ خود اس سے کہتا ہے۔ کہ مجھے تو اپنی فکر نہیں۔ مگر مجھے تیری فکر ہے۔ اگر تو اپنے مرض کا علاج کرنا چاہے تو میں نسخہ لکھدوں کس عنوان سے جواب دیتا ہے اس کے بعد مولوی شبیر احمد کے جواب کو پڑھیں۔ اور بتلائیں کہ اس شخص میں پیری تو درکنار مریدی کی بھی قابلیت ہے۔ اگر آپ پیری مریدی کی حقیقت سے واقف ہیں۔ تو میں یقین کرتا ہوں۔ کہ آپ یہی جواب دیں گے کہ حاشا وکلا کیسی مشیخت اس میں تو مریدی کی بھی لیاقت نہیں۔ اب ہم وہ جواب آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں جو کہ حسب ذیل ہے۔

جواب مولوی شبیر احمد۔ از شبیر احمد عثمانی عفا اللہ عنہ۔ بخدمت گرامی مخدوم محترم بندہ حضرت مولانا دام مجدہم۔ بعد سلام مسنون معروض آنکہ میں سفر سے واپسی میں بیمار ہوگیا۔ اور ابھی تک سلسلۂ علالت جاری ہے۔ والانامہ غیر متوقع طور پر وصول ہوا۔ میں بالکل صفائی اور سچائی سے عرض کرتا ہوں کہ آج تک میں نے ایک شخص کو بھی آپکے انتساب کی بنا پر بیعت نہیں کیا۔ جو کوئی آپ سے ایسا نقل کرے وہ جھوٹا ہے۔ لہذا میں اس کے خلاف اعلان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں سمجھتا۔ جناب کو اختیار ہے۔ جس عنوان سے چاہیں اعلان فرما دیں۔ باقی ہر شخص اپنی ذمہ داری کو خود محسوس کرسکتا ہے۔ اب رہ گیا مدرسہ کا معاملہ اس کے متعلق میں پورے وثوق اور بصیرت کے ساتھ یہ گذارش کرسکتا ہوں۔ کہ جناب والا کو جو واقعات جس عنوان سے پہنچتے رہے ہیں وہ اکثر غلط ہیں۔ جس کی تحقیق اگر آپ ضرورت سمجھیں۔ تو مشافہۃً ہوسکتی ہے۔ بہرحال اگر مجھ سے اس معاملہ میں کوئی شرعی غلطی ہوئی ہو۔ بحمد اللہ ہر وقت میرا قلب اُس کے اعتراف اور تدارک اور تلافی کے لئے کشادہ ہے جس میں کسی لوم لائم کی پروا نہیں۔ جو کوئی شخص مجھکو کسی ایسی حرکت پر متنبہ کریگا۔ جس سے میں خدا کے نزدیک مدرسہ کے معاملہ میں ملزم ٹھہرتا ہوں۔ وہ ہر طرح میری شکر گذاری کا مستحق ہے۔ باقی اگر جناب کو میرے ملنے سے تکلیف ہوتی ہے تو تا اجازت ثانیہ میں جناب کو ایسی تکلیف ہرگز نہ دونگا۔ وافوض امری الی اللہ واللہ بصیر بالعباد کوئی چھوٹا ہو یا بڑا خدا کے سامنے سب چھوٹے ہیں۔ ہر ایک کو اپنے اپنے درجہ کے موافق وہاں جوابدہی کرنی ہوگی۔ حق تعالیٰ ہمارے فہم وبصیرت کی آنکھیں اندھی نہ کرے۔ اور ہمیشہ اپنی مرضیات کا تابع بنائے

اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ از دیوبند اشتہار
یہ جواب تھا۔ مولوی شبیر احمد کا۔ مسلمانو! تم اس جواب کو ایک مرتبہ نہیں بلکہ کئی مرتبہ پڑھو اور سرسری نہیں
بلکہ غور سے پڑھو۔ اور بتلاؤ۔ کہ کیا مخلص مرید اپنے شیخ کو یوں ہی خطاب کرتے ہیں۔ اور کیا اگر مولوی شبیر احمد
یا مفتی صاحب یا شاہ صاحب کا کوئی مرید اُن کو اس طرح خطاب کرے اور کہے کہ آپ ہمیں کیا نصیحت کرتے
ہیں۔ اپنی خبر لیجئے۔ خدا کے نزدیک جیسے ہم ہیں ویسے ہی آپ ہیں۔ بلکہ ہماری بہ نسبت آپ سے زیادہ باز پرس
ہوگی۔ آپ کور باطن ہیں اور آپ کی بصیرت کی آنکھیں اندھی ہیں۔ وغیرہ وغیرہ اور ان پاکیزہ مضامین کو ایسے
خوبصورت پیرایہ میں ادا کرے جس میں مولوی شبیر احمد نے ادا کیا ہے۔ تو کیا وہ اُس مرید کو سرکش گستاخ مغرور
نافرمان اور خود رائے نہ قرار دینگے۔ ضرور دیں گے۔ تو اب آپ انصاف سے تبلائیں کہ ہم اُن کی نسبت کیا خیال کریں
خیر ہم اس بحث کو چھوڑ کر اُس خط کے اصل مقصود پر کلام کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ مولوی شبیر احمد نے اس کو
تو تسلیم کیا کہ میں لوگوں کو بیعت کرتا ہوں۔ لیکن اس کی حضرت مولانا کی طرف نسبت کرنے سے انکار کیا۔ اب
اس جگہ سوال یہ ہے۔ کہ اگر آپ مولانا کی طرف نسبت کرکے بیعت نہیں کرتے۔ تو پھر کس کی طرف نسبت کرکے بیعت کرتے
ہیں۔ کیا کسی شیخ مجاز نے آپ کو اس کی اجازت دی ہے؟ اگر نہیں دی۔ تو کیا ایسی پیری مریدی حب جاہ
و مال سے ناشی نہیں ہے۔ اگر ہے۔ تو کیا ایسے عبد الدینار والدرہم اور جاہ پرست کو پیری مریدی کرنا جائز ہے؟
اور کیا اپنے بزرگوں کا یہی شیوہ تھا۔ نیز کیا یہ خیانت عظیمہ اہل مدرسہ کی فرضی یا واقعی خیانت سے کم ہے
اور کیا یہ استبداد ارباب اہتمام کے استبداد سے گھٹا ہوا ہے۔ اگر ان سوالات کا جواب نفی میں ہے۔ تو
کیا آپ کا دینی اور اخلاقی فرض نہیں ہے۔ کہ آپ اس پروپیگنڈہ سے توبہ کریں۔ اور جسقدر جاہلوں کو آپ نے
اس جال میں شکار کیا ہے اُن کو رہا کریں۔ نیز کیا ایسی حالت میں یہ باور کیا جاسکتا ہے کہ اہل مدرسہ کے خلاف
آپ کا پروپیگنڈہ نیک نیتی پر مبنی ہے۔ ہرگز نہیں۔ دوسرا امر قابل بحث یہ ہے۔ کہ آپنے لکھا ہے کہ ہر شخص
اپنی ذمہ داری کو خود محسوس کرسکتا ہے۔ جس کے بظاہر یہ معنی ہیں۔ کہ آپ کو میری پیری مریدی کے معاملہ
میں دست اندازی کی ضرورت نہیں۔ اگر میں آپ کی خلافت کا دعویدار ہوکر بھی لوگوں کو بیعت کرتا ہوں تو
اس کا میں ذمہ دار ہوں۔ نہ کہ آپ۔ لہٰذا آپ کو کوئی ضرورت نہیں۔ کہ آپ مجھ سے کہیں۔ کہ تو میری طرف
نسبت کرکے مرید نہ کر۔ پس اگر آپ کا یہی مطلب ہے تو اس پر سوال یہ ہے۔ کہ کیا ارباب اہتمام کے مقابلہ میں
یہ اصول نہیں چل سکتا۔ اور مدرسے کے اہتمام کو انکی ذمہ داری پر نہیں چھوڑا جاسکتا۔ اگر نہیں تو کیوں۔

اور اگر وہاں بھی یہ اصول چل سکتا ہے۔ تو پھر آپ کی ان شورشوں اور فتنہ پردازیوں کی ضرورت کیا ہے
اور کیا یہ اس بات کی دلیل نہیں ہے۔ کہ آپ کو اصلاح مقصود نہیں ہے۔ بلکہ آپ کا مقصود تفریق پیدا
کرکے اپنا الو سیدھا کرنا ہے۔ تیسرا امر قابل بحث یہ ہے کہ آپ نے لکھا ہے کہ جناب والا کو جو واقعات جن ذرائع
سے پہنچتے رہے ہیں وہ اکثر غلط ہیں۔ اس پر سوال یہ ہے۔ کہ آپ کو کیا معلوم کیا واقعات پہنچتے رہے ہیں۔ اور
کس عنوان سے پہنچتے رہے ہیں۔ کیا یہ چور کی داڑھی میں تنکا نہیں ہے۔ اگر آپ بری تھے۔ تو آپ کو مولانا سے
سوال کرنا چاہئے تھا۔ کہ میرے علم میں کوئی ایسا واقعہ نہیں ہے۔ اگر جناب والا کے علم میں ہو۔ تو اس سے مطلع
فرماکر مجھے اس کے تدارک یا اظہار برامت کا موقع دیں۔ پھر ہم نے مانا کہ اکثر غلط ہیں لیکن اقل تو صحیح ہیں۔
جیسے وہ واقعات جن کی بابت آپ نے مولوی حبیب الرحمن صاحب سے معافی چاہی تھی۔ تو کیا ان کے
تدارک کی ضرورت نہیں۔ پھر آپ کا یہ کہنا کہ اگر آپ تحقیق کی ضرورت سمجھیں۔ کسقدر مہمل بات ہے۔ ایک شخص
سنکھیا کھاتا یا اس پر سنکھیا کھانے کا شبہ ہے۔ ایک طبیب اپنے ظن کی بنا پر کہتا ہے۔ کہ ظالم تو نے سنکھیا
کھایا ہے اگر تو اس کے علاج کے لئے تیار ہے تو مجھ سے کہدے میں دوا دیدونگا۔ اس پر وہ کہتا ہے کہ حکیم
صاحب آپ کا یہ خیال غلط ہے۔ اگر آپ ضرورت سمجھیں تو میں فلاں شرط کے ساتھ آپ کو اطمینان دلا سکتا ہوں
کہ میں نے سنکھیا نہیں کھایا۔ اب کوئی ہم کو تبلائے کہ وہ طبیب اس کا کیا جواب دیگا۔ کیا وہ اس احمق کی
شرائط کا پابند ہو کر اس سے کہیگا۔ کہ واقعی مجھے ضرورت ہے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ اسے یہ جواب دے گا
کہ مجھے کوئی ضرورت نہیں۔ نہ مجھے کسی شرط کی پابندی کی ضرورت ہے۔ تو جان تیرا کام جانے۔ ہمارے خیال
میں یہ فقرہ مولانا کے اس فقرہ کے جواب کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ کہ اگر ان واقعات کے کافی تدارک کا
ارادہ ہو۔ تو پوچھنے پر میں عرض کرسکتا ہوں۔ سو اگر واقعہ یہی ہے تو ہم مولوی صاحب کی خوش فہمی اور
ادب و تہذیب کی داد دیتے ہیں۔ چوتھا امر قابل بحث یہ ہے کہ آپ نے لکھا ہے کہ بہرحال اگر مجھ سے اس
معاملہ میں کوئی شرعی غلطی ہوئی ہو۔ بحمد اللہ ہر وقت میرا قلب اس کے اعتراف و تدارک اور تلافی کے لئے
کشادہ ہے۔ اس میں کسی لوم لائم کی پروا نہیں الخ۔ اس کے متعلق سوال یہ ہے کہ کیا وہ خط جو میں نے آپکو
لکھا تھا حرف بحرف غلط تھا۔ اگر نہیں تھا۔ اور فی الحقیقت نہیں تھا۔ تو کیا آپ کا قلب اس کے قبول کرنیکے
لئے کشادہ ہوا۔ اور آپ میرے شکر گذار ہوئے۔ ہرگز نہیں تو اب سوال یہ ہے۔ کہ کیا مشائخ اور پیران
طریقت کو اس زور کے ساتھ جھوٹ بولنا جائز ہے۔ جس زور کے ساتھ آپ نے بولا ہے استغفر اللہ۔ پھر

آپ نے جو مدرسہ کے معاملہ کی قید لگائی ہے۔ اس کا فائدہ نہیں معلوم ہوا۔ کیا اس سے پیری مریدی کے معاملے سے احتراز مقصود ہے۔ اگر ایسا ہے تو اس کے معنی یہ ہوتے۔ کہ پیری مریدی کے معاملہ میں تو مجھے خدا کے یہاں ملزم بننا گوارا ہے۔ اور دوسرا اس معاملہ میں تو کسی کی نہ سنونگا۔ ہاں مدرسہ کے معاملہ میں سن لوں گا۔ اس کا شکر گذار ہوں گا۔ پس گو اس کا جزو ثانی بھی غلط ہے۔ لیکن اگر وہ صحیح بھی ہو تو کیا آپ کو ایسا ہی چاہئے۔ اور کیا پیر طریقت اور مصلح ایسے ہی ہوتے ہیں۔ الغرض یہ مواخذات تھے جو اس خط پر حضرت مولانا کی طرف سے ہو سکتے تھے۔ لیکن انہوں نے ان تمام باتوں کو چھوڑ کر جو اس گستاخانہ خط کا جواب دیا وہ حسب ذیل ہے۔

جواب حضرت مولانا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ خط سابق کے دونوں جزو میں سے کوئی جزو روایات پر مبنی نہ تھا۔ روایات کی حالت مجھکو بھی معلوم ہے۔ بلکہ جزو اول کی بنا تو اس کا مشاہدہ ہے۔ کہ مطالبات کا یہ طرز مدرسہ کے لئے یقیناً مہلک ہے۔ مطالبہ کا بے ضرر طریقہ یہ تھا کہ اول مہتمم صاحب کو ان کی کوتاہیوں پر مطلع کیا جاتا۔ وہ نہ مانتے تو اہل شوریٰ کو اطلاع کی جاتی۔ وہ نہ مانتے سکوت کیا جاتا وہ خود عند اللہ ذمہ دار ہوتے۔ اہل مطالبہ اپنے فرض سے سبکدوش ہو جاتے۔ سو یہ مشورہ اگر جی کو لگے تو اس پر عمل کیا جاوے اور دوسرے حضرات کو بھی یہی رائے دی جائے۔ ورنہ جو صواب معلوم ہو۔ اور جزو ثانی کی بنا ایک مطبوع مضمون کا مطالعہ ہے جو جید برقی پریس میں چھپا ہے۔ جس کی سرخی یہ ہے "خالص اصلاحی تحریک پر افساد کا پردہ ڈالنے کی ناکام سعی" الخ اس میں آپ کے نام کے ساتھ خلیفہ فلاں (احقر) لکھا ہے۔ جس سے آپکی موافقت مظنون ہوتی ہے۔ سو اگر بعد اطلاع آپکے نزدیک اس کا تدارک ضروری ہو کر دیا جاوے۔ ورنہ خیر اس تدارک میں میری کوئی مصلحت نہیں۔ اس لئے مجکو اس کی اشاعت کی حاجت نہیں۔ والسلام دعا گو و دعا جو اشرف علی ۱۵ شعبان ۱۳۴۶ھ۔

ناظرین! آپ مولوی شبیر احمد کے خط کی بیہودگیوں کو پیش نظر رکھ کر مولانا کے جواب کی نرمی متانت اور درگذر کو ملاحظہ فرمائیں۔ اور حضرت مولانا۔ اور مولوی شبیر احمد کے مراتب کے تفاوت کو بھی پیش نظر رکھیں۔ پھر بتلائیں۔ کہ مولوی شبیر احمد کی طرف سے اس عفو و کرم کا جواب کس عنوان سے ہونا چاہئے۔ اگر آپ میں سلامت فہم و سلامت طبع کا جوہر ہے۔ تو آپ ضرور یہی کہیں گے کہ اس کے جواب میں اپنی گستاخیوں پر ندامت اور اپنی تقصیرات کی معافی وغیرہ امور ہونے چاہئیں لیکن

ہم آپ کو بتلاتے ہیں۔ کہ مولوی شبیر احمد پر اس کا الٹا اثر ہوا۔ اور اُن کے غرور کا پارہ پہلے سے بھی اوپر چڑھ گیا۔ چنانچہ پہلے خط میں تو اُن کو اپنی گستاخیوں کا احساس ہی نہ ہوا تھا۔ اور اس خط میں ان کا احساس بھی ہوا۔ اور اقرار بھی کیا۔ لیکن بجائے اس کے کہ ان گستاخیوں کو ترک کیا جاتا تو حضرت مولانا سے مطالبہ کیا جاتا ہے۔ کہ آپ ان باتوں سے متاثر نہ ہوجئے۔ اور ہم جو میں کہوں مجھے کہہ لینے دیجئے۔ **کیوں مسلمانو!** کیا یہ مولوی شبیر احمد کی انتہائی نخوت اور استبداد اور نااہلیت ناشکری۔ احسان فراموشی۔ بے مروتی۔ وغیرہ اوصاف کی کافی دلیل نہیں ہے۔ ہے اور ضرور ہے۔ لیکن اگر کوئی اس کے ماننے میں تامل کرے۔ تو ہم پوچھتے ہیں۔ کہ اگر یہی طرز حضرت مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہ کے مقابلہ میں اختیار کیا جاتا۔ تو کیا آپ اس کو گستاخی وغیرہ نہ کہتے ضرور کہتے۔ پھر کوئی وجہ نہیں۔ کہ حضرت مولانا کے مقابلہ میں اس کو ایسا نہ کہا جاوے۔ الغرض مولوی شبیر احمد نے اس کے جواب میں پہلے سے زیادہ گستاخی سے کام لیا اور حسب ذیل خط لکھا۔ **خط مولوی شبیر احمد**

از بندہ شبیر احمد عثمانی عفا اللہ عنہ۔ بخدمت گرامی مخدوم محترم حضرت مولانا صاحب دام مجدہم۔ بعد سلام مسنون معروض آنکہ۔ والانامہ میرے عریضہ کے جواب میں پہونچا۔ اگرچہ میرا قصد نہیں تھا کہ سلسلہ مراسلت کو مزید طول دیا جاوے۔ لیکن والانامہ کے سیاق کو دیکھتے ہوئے چند سطور لکھنا ناگزیر ہوا۔

اصلاح مدرسہ کے متعلق جو ترتیب جناب نے تحریر فرمائی ہے عجیب بات ہے کہ ٹھیک اُسی طرح عملدرآمد بھی ہوا۔ مدت دراز تک یہاں اندرون خانہ مہتمم صاحبان کو قابل اصلاح امور پر مطلع کیا جاتا رہا۔ ادب۔ تہذیب۔ حیا۔ مروت اور معقولیت غرض ہر چیز کی رعایت کے ساتھ باربار گذارشیں کی گئیں۔ آخر مجبور ہو کر یہ سوال تحریری طور پر ہم تین شخصوں کے دستخط سے مجلس شوریٰ میں اُٹھایا گیا۔ پھر تھانہ بھون میں جناب کے مواجہ میں جو گفتگو ہوئی اُسکے اعادہ کی حاجت نہیں۔ صرف بعض اجزاء اُس گفتگو کے یاد دلانا چاہتا ہوں جو شاید معرض ذہول میں آگئے ہیں۔ کیونکہ میں نے سنا ہے کہ قند دیوبند اور النور میں جس جگہ یہ مکالمات نقل ہوئے ہیں وہ اجزاء نقل کرنے سے رہ گئے ہیں۔ جناب نے مجلس میں مجھ سے سوال کیا تھا۔ کہ اگر جماعت شوریٰ تمہاری تجاویز کے خلاف فیصلہ کردے۔ تو پھر تم کیا کروگے۔ میں نے عرض کیا کہ میں دوبارہ آپ حضرات سے گذارش کروں گا کہ افہام وتفہیم کا موقع دیا جاوے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر اُس کے بعد بھی وہی فیصلہ رہا تو کیا کروگے میں نے کہا کہ پھر زبان ساکت ہوجائیگی۔ گو قلب مطمئن نہ ہوگا۔ اخیر میں میں نے عرض کیا کہ ایک سوال باقی ہے وہ یہ

کہ اگر فرض کیجئے ہمکو اور دوسرے مخلص مسلمانوں کو اس جماعت شوری ہی پر اعتماد نہ رہے اور وہ اس
جماعت کو (بہ ہیئات مجموعی) اس منصب کا اہل نہ سمجھیں تو اُسوقت ہمکو کیا کرنا چاہیئے اگر خاموش رہتے ہیں تو
اپنے زعم میں عظیم الشان امانت الٰہیہ برباد ہوتی ہے۔ اور بولتے ہیں۔ تو آپ فرماتے ہیں کہ دار العلوم کو نقصان
پہنچاتے ہیں۔ اس سوال پر بعض ممبران چیں بجبیں ہوئے مگر آپ نے فرمایا۔ کہ نہیں۔ سوال معقول ہے۔ اور
بے شک یہ جز قابل غور ہے۔ اور چونکہ پہلے یہ سوال ذہن میں نہ تھا۔ اس لئے میں اسوقت کوئی جواب نہیں دیسکتا
تم بھی اس کے جواب میں ہماری مدد کرو۔ اُس کے بعد مجلس ختم ہوگئی۔ آپنے نیچے اُتر کر بیحد مسرت کا اظہار فرمایا
اور یہ بھی فرمایا۔ کہ آج کے جلسہ میں تیری شرکت نہ صرف موجب مسرت بلکہ موجب برکت ہوئی۔ اور بیشک
میں ایسی صفائی کو پسند کرتا ہوں۔ یہ جملے بعض دوسرے صاحبوں نے جو قریب ہی موجود تھے سنے۔
یہاں تک تو میرے مطالبات کی طرز آپ کے نزدیک موجب برکت تھی۔ اس کے بعد میں نے کوئی مطالبہ اچھے
یا بُرے طرز میں پیش نہیں کیا۔ جسکا مشاہدہ آپ کو ہوتا۔ جو کچھ بھی اُس کے بعد آپ کو معلوم ہوا ہے وہ روایات
سے ہی ہوگا۔ لیکن جناب اپنے خط میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ میرے خط سابق کے دونوں جزو میں سے کوئی جزو
روایات پر مبنی نہ تھا۔ روایات کی حالت مجھ کو بھی معلوم ہے۔ بلکہ جزو اول کی بنا تو اُس کا مشاہدہ ہے کہ
مطالبات کا یہ طرز مدرسہ کے لئے یقیناً مہلک ہے۔ کیا میں یہ معلوم کرنے کی سعادت حاصل کرسکتا ہوں کہ
روایات کو چھوڑ کر مطالبات کی وہ کون سی طرز مشاہدہ میں آئی جو مدرسہ کے لئے یقیناً مہلک ہے۔ جہاں تک
مشاہدہ کا تعلق ہے اُس حد تک تو آپ موجب مسرت و برکت خیال فرماتے رہے ہیں اور کسی طرح کے
انقباض کا اظہار نہیں ہوا۔ آگے مشاہدہ کے بعد یا تو روایات ہیں خواہ زبانی یا کتابی یا اخباری۔ اور یا کوئی
میری تحریر مشاہدہ میں آئی ہوگی۔ سو الحمد للہ میری تحریر تو ایک سطر کی بھی کوئی پیش نہیں کیجا سکتی اور روایات
پر آپ بنا نہیں کرتے۔ پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ ہجران مسلم وغیرہ آثار کا مبنی شرعی کیا ہے۔ النور اور قند دیوبند
میں سنا ہے کہ مجھپر یہ الزام رکھا گیا ہے۔ کہ میں نے تھانہ بھون کے مکالمات کے خلاف سکوت کو قائم نہیں رکھا
لیکن جو گفتگو اوپر نقل کرچکا ہوں اُس کے موافق کیا۔ جنانچہ شوری نے ہمکو ہماری تجاویز کے متعلق مسترد
کرنے کے بعد کوئی موقع مخلصانہ افہام و تفہیم کا دیا۔ پس اگر میں نے تھانہ بھون کی مجلس کے بعد کسی سے کچھ
کہا ہے تو یہی کہا ہے کہ ہماری تجاویز اصلاح کے متعلق جو فیصلے کئے گئے اُس میں قطعاً ہمکو موقع افہام و تفہیم کا
نہیں دیا گیا۔ اور جو چیزیں مسترد کی گئیں ہمکو معلوم نہیں کن وجوہ سے مسترد کی گئیں۔ بہت سے سوالات

مدتین ممبروں کے اضافہ کی تجویز کو مسترد کرنے کی جو وجہ آپ نے دیوبند وغیرہ میں بیان ہوئی ہے کہ ان میں
جدت کا رنگ چڑھ گیا ہے ۔ کیا جناب والا اس جدت کی کچھ تفصیل فرما کر ہم گنہگاروں کو موقع دیں گے کہ
ہم اس جدت کی اصلاح کرلیں کیونکہ ہم میں خواہ کتنی ہی برائیاں موجود ہوں لیکن اب تک یہ پورا یقین ہے کہ
میں اس جرم کا مجرم نہیں ہوں ۔ بلکہ جدت کے مقابلہ میں ہمیشہ سینہ سپر رہتا ہوں جس کے لئے حق تعالی نے الحمدللہ
توفیق دیا ہے ۔ حیرت یہ ہے کہ مولانا حسین احمد صاحب جو جدت کے رنگ کی وجہ سے ممبری کے قابل نہ تھے چند
روز کے بعد وہ دارالعلوم کی صدر مدرسی اور پھر صدر مدرسی کی حیثیت سے جماعت شوری کی رکنیت کے قابل
ہوگئے حالانکہ اُس جدت کے گناہ سے کوئی توبہ بھی اُن کی شائع نہیں ہوئی جو بڑے لوگ ہیں ۔ وہ اس کے زیادہ
مستحق ہیں کہ خدا سے ڈریں ۔ جناب خود ذرا سی دیر کے لئے للہ غور فرمائیں کہ یہ سب کارروائیاں کیا واقعی خدا
سے ڈر کر ہو رہی ہیں ۔ یہ خاکسار نیاز مند محض لوجہ اللہ پھر ایک مرتبہ عرض کرتا ہے ۔ کہ آج مدرسہ کی ناؤ کو
ڈبونا یا ترانا صرف آپ کے سر ہے ۔ مدرسہ کی ہلاکت کوئی سرسری چیز نہیں ۔ اگر جناب ذرا تدبر ۔ تحقیق معاملات
اور جرأت سے کام لیتے یا اب لیں ۔ تو دارالعلوم کی ہستی کو موت کے منہ سے نکال سکتے ہیں ۔ تعلق اس کا ہے کہ
جناب نے ایک مرتبہ اتنا بھی نہ کیا کہ جو ہنگامہ برپا ہے اور جس طرح اہل حق کی جماعت رسوا ہو رہی ہے اُس سے متالم ہو کر فریقین
کے زعماء کو جمع کرنے اور چند روز کے لئے دیوبند آنے کی تکلیف اٹھاتے ۔ اور کم از کم دونوں فریق سے مشافہتہً قصہ
سنتے یا سرزمین کو مرعی رکھ کر اور رواداری اور بردباری سے بیانات سنکر کوئی سبیل اصلاح و فلاح کی نکالتے
یا تو یہ کیا ۔ کہ بجائے جوڑنے اور ملانے کے خود انقطاع تعلقات کے احکام صادر فرماتے ہیں ۔ ایسے بڑے حضرات
سے یہ توقع نہ تھی ۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ میرا لہجہ کچھ تلخ ہوگیا ہے ۔ اور ممکن ہے آپ مجھے گستاخ اور بدتہذیب خیال فرمائیں
لیکن واللہ باللہ میں اسوقت بالکل درد اور اخلاص سے کہہ رہا ہوں ۔ اور چاہتا ہوں ۔ کہ جناب والا میرے لب و لہجہ
سے قطع نظر کرکے ٹھنڈے دل سے بجائے خود غور فرمائیں ۔ میں پانچ چھ ماہ سے تقریباً خاموش ہوں اور پچھلی اسٹرائک
کے بند کرنے میں جو کوشش محض لوجہ اللہ سب کو ناراض کرکے میں نے کی اُس کی شہادت سب موافق و مخالف دے
سکتے ہیں ۔ لیکن کوئی شبہ نہیں کہ حضرت مفتی صاحب پر جو ظلم کیا گیا ہے اُس سے دل پر بیحد صدمہ پہنچا ہے اور حیران
ہوں کہ دارالعلوم کی بقا کی سعی میں سب سے زیادہ دعوی رکھنے والے کیا اپنی ان حرکات کے عواقب کو بالکل نہیں سمجھتے

سہ گوئیا باور نمی دارند روز داوری کیں ہمہ قلب و دغل در کار داور می کنند

دوسرے جزو کے متعلق یہ عرض ہے کہ میں نے آج تک وہ تحریر نہیں دیکھی ۔ جس میں میرے متعلق خلیفہ کا لفظ لکھا ہے

اور نہ یہ معلوم کہ وہ تحریر کس کی ہے۔ نہ معلوم آپ کے نزدیک اُس سے میری موافقت کس طرح مظنون ہوئی۔ بہرحال جو تدارک جناب مناسب خیال فرمائیں وہ کریں۔ غالباً اُس مضمون نگار نے خلفاء کی جو فہرست عرصہ ہوا آپ کے یہاں سے شائع ہوئی تھی۔ جس میں میرا نام بھی تھا دیکھی ہوگی اور خلع خلافت کا اُس کو علم نہ ہوا ہوگا اس کی ذمہ داری مجھ پر نہیں ہے۔ والسلام از دیوبند۔ ۲۴ر شعبان ۱۳۴۶ھ۔

یہ خط تھا۔ مولوی شبیر احمد کا جو اُنہوں نے اپنے مربی اور محسن اور کریم النفس شیخ کو لکھا ہے۔ سو اس کو تو آپ پڑھ چکے۔ اب ہماری سنئے۔ مولوی شبیر احمد کہتے ہیں۔ والانامہ میرے عریضہ کے جواب میں پہونچا۔ اگرچہ میرا قصد نہیں تھا۔ کہ سلسلۂ مراسلت کو مزید طول دیا جاوے۔ لیکن والانامہ کے سیاق کو دیکھتے ہوئے چند سطور لکھنا ناگزیر ہوا اھ لیکن اے مسلمانو! تم ہمیں بتلاؤ۔ کیا مرید پیروں کو اسی طرح خطاب کیا کرتے ہیں جبکہ ایسا نہیں ہے تو کیا اس سے ہم یہ نہ سمجھیں۔ کہ احمقوں کی مبالغہ آمیز تعریفوں اور بیجا تعظیموں نے ان کا دماغ خراب کر دیا ہے۔ اور اس لئے ان کی نخوت کی کوئی حد نہیں رہی ہے۔ پس کیا ایسے خود پسند مغرور اور طالب جاہ کی نسبت اگر ہم یہ خیال کریں۔ کہ اُس کی پیری مریدی اور مدرسہ میں مداخلت وغیرہ سب کا مبنی حب جاہ و مال ہے۔ تو ہم کیوں قصور وار ہیں۔ اُس کے بعد مولوی صاحب کہتے ہیں۔ اصلاح مدرسہ کے متعلق جو ترتیب جناب نے تحریر فرمائی ہے۔ عجیب بات ہے کہ ٹھیک اُسی طرح عملدرآمد بھی ہوا اھ لیکن ہم کہتے ہیں کہ جو ترتیب مولانا نے تحریر فرمائی ہے۔ وہ یہ ہے۔ مطالبہ کا بے ضرر طریقہ یہ تھا کہ اول مہتمم صاحب کو اُن کی کوتاہیوں پر مطلع کیا جاتا۔ وہ نہ مانتے تو اہل شوریٰ کو اطلاع کیجاتی۔ وہ نہ مانتے سکوت کیا جاتا اھ کیوں مسلمانو! کیا واقعی اسی ترتیب سے عملدرآمد ہوا۔ ہم نہیں سمجھتے۔ کہ کوئی باخبر مسلمان اس کا دعوی کر سکے۔ پھر ہم نہیں سمجھتے کہ مولوی شبیر احمد نے ایسا جھوٹا دعوی کیونکر کیا۔ جسکو ہر واقف شخص جھوٹا کہہ سکتا ہے۔ کیا مولوی شبیر احمد کہہ سکتے ہیں۔ کہ مولوی گل محمد صاحب کو زدوکوب نہیں کیا گیا۔ اور مہتمم صاحب کے مقابلہ میں شورش برپا کرنے کے لئے انجمن نہیں بنائی گئی اور خود اُنہوں نے اس کی کارروائیوں میں حصہ نہیں لیا۔ اور کیا شاہ صاحب و مفتی صاحب کو مہتمم صاحب کے مقابلہ کے لئے بڑی کوششوں سے ہموار نہیں کیا گیا۔ وغیرہ وغیرہ وہ ضرور یہ کہیں گے کہ یہ سب کام کئے گئے۔ لیکن ہم مولانا کی ترتیب میں ان امور کا نام و نشان نہیں پاتے۔ پھر باوجود اس کے یہ دعوی کیونکر صحیح ہے۔ کہ ٹھیک مولانا کی ترتیب کے موافق عملدرآمد ہوا۔ الغرض یہ بیان بالکل غلط ہے۔ افسوس ہے۔ اس علم و دیانت پر کہ اپنی بات کی پچ کے لئے ایسی کارروائیوں سے بھی احتراز نہیں کیا جاتا۔ جو شرعاً مذموم

ہونے کے ساتھ اخلاقاً بھی مذموم ہیں۔ نیز مولوی شبیر احمد لکھتے ہیں۔ جناب نے مجلس میں مجھ سے سوال کیا تھا۔ کہ اگر جماعت شوریٰ تمہاری تجاویز کے خلاف فیصلہ کردے تو پھر تم کیا کرو گے۔ میں نے عرض کیا تھا کہ میں دوبارہ آپ حضرات سے گذارش کرونگا۔ کہ افہام وتفہیم کا موقع دیا جاوے۔ آپنے فرمایا۔ کہ اگر اس کے بعد بھی وہ ہی فیصلہ رہا تو کیا کرو گے۔ میں نے کہا کہ پھر زبان ساکت ہو جائیگی گو قلب مطمئن نہ ہوگا۔ آخر میں میں نے عرض کیا کہ ایک سوال باقی ہے۔ وہ یہ کہ اگر فرض کیجئے۔ مجکو اور دوسرے مخلص مسلمانوں کو اس جماعت شوریٰ ہی پر اعتماد نہ رہے۔ اور وہ اس جماعت کو (بہیئت مجموعی) اس منصب کا اہل نہ سمجھیں۔ تو اسوقت ہم کو کیا کرنا چاہئے۔ اگر خاموش رہتے ہیں تو اپنے زعم میں عظیم الشان امانت الٰہیہ برباد ہوتی ہے۔ اور بولتے ہیں تو آپ فرماتے ہیں۔ کہ دارالعلوم کو نقصان پہنچتا ہے۔ اس سوال پر بعض ممبران چیں بجبیں ہوئے۔ مگر آپ نے فرمایا۔ کہ نہیں۔ سوال معقول ہے۔ اور بیشک یہ چیز قابل غور ہے۔ اور چونکہ پہلے یہ سوال ذہن میں نہ تھا۔ اس لئے میں اسوقت کوئی جواب نہیں دیسکتا۔ تم بھی اس کے جواب میں ہماری مدد کرو۔ الخ۔ لیکن ہم کہتے ہیں۔ کہ ہم نے اس واقعہ کے متعلق حضرت مولانا سے دریافت کیا تو اُنہوں نے فرمایا کہ مجھے سوچنے سے بھی یاد نہیں آتا۔ کہ یہ واقعہ ہوا ہو یہ جواب تو حضرت مولانا کا تھا۔ اب ہم کہتے ہیں۔ کہ اگر یہ واقعہ آپ کی متخیلہ کا اختراع ہے۔ تب تو وہ بنیاد ہی منہدم ہوئی جاتی ہے۔ جسپر آپنے اپنے خط کی عمارت تعمیر کی ہے۔ لیکن اگر وہ آپ کی متخیلہ کا اختراع نہیں۔ بلکہ حضرت مولانا کو ذہول ہوا ہے۔ تب بھی یہ واقعہ آپکے لئے کچھ مفید نہیں۔ کیونکہ اس سے آپ نے یہ نتیجہ نکالا ہے۔ کہ یہاں تک میرے مطالبات کی طرز آپکے نزدیک موجب برکت تھی۔ لیکن یہ صرف آپکی خوش فہمی ہے۔ اور کچھ بھی نہیں۔ کیونکہ اس بیان سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے۔ کہ مولانا سے جو گفتگو ہوئی۔ اُس میں جو آپنے صفائی برتی۔ اور نفاق سے کام نہیں لیا اُس کو حضرت مولانا نے پسند فرمایا۔ اور آپ کی شرکت کو موجب برکت اس لئے فرمایا کہ آپ نے اُن کو ایک ایسے سوال کے حل کی طرف توجہ دلائی۔ جو ابھی تک اُن کے ذہن میں نہ آیا تھا۔ اور اس سے یہ امر کسی طرح ثابت نہیں ہوتا۔ کہ اس جلسہ میں مولانا نے آپکے طرز مطالبہ کو پسند فرمایا تھا۔ پھر آپ کا اُس سے یہ نتیجہ نکالنا کیونکر صحیح ہے کہ میرے طرز مطالبہ آپ کو پسند تھی۔ اور جبکہ یہ نتیجہ صحیح نہیں۔ تو آپ نے آئندہ جو عمارت اس اختراعی بنیاد پر قائم کی ہے وہ سب ڈھے گئی۔ اس کے علاوہ خود آپ کا یہ سمجھنا ہی غلط ہے کہ مولانا کا مطلب یہ ہے کہ طرز مطالبہ میری شاہدہ کی ہوئی ہے۔ بلکہ اُس کا مطلب یہ ہے کہ اُس طرز کا اثر اہلاک مشاہدہ سے ہے رہی خود طرز سو اُس کے علم کا طریق یہاں نہیں بیان کیا گیا۔ اب اگر

آپ کی جانب سے یہ سوال ہو۔ کہ آخر اُسکا علم کس ذریعے سے ہوا۔ تو اُس کا جواب یہ ہے۔ کہ اُس کا علم
اس ذریعے سے ہوا کہ آپ نے اُس طرز سے نادم ہوکر مولوی حبیب الرحمٰن صاحب سے اسکی معافی چاہی
بس حضرت مولانا کا مقصد صرف یہ تھا۔ کہ طرز مطالبہ کی برائی کا خود آپ کو بھی اقرار ہے۔ جیسا کہ آپ کے طلب
معافی سے ظاہر ہے۔ اور گو آپنے اُس کا بذریعہ طلب عفو تدارک کرنا چاہا۔ لیکن میرے علم میں وہ تدارک کافی
نہیں۔ پس اگر اُس کے کافی تدارک کا ارادہ ہو تو پوچھنے پر میں اُس کا طریق بتلا سکتا ہوں۔ اور جبکہ واقعہ
یہ ہے تو آپ کا جواب بالکل غلط ہے۔ اور آپ حضرت مولانا کو الزام دینے میں بالکل ناکام رہے۔ یہاں تک
ہم نے اس واقعہ کے دونوں پہلوؤں کو لیکر کلام کیا ہے۔ جس کا منشا صرف احتیاط ہے۔ ورنہ ہم جہاں تک
غور کرتے ہیں۔ ہمکو یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ واقعہ صرف آپکی تخیلہ کا تراشا ہوا ہے اور واقع میں اس کی
کوئی اصل نہیں۔ کیونکہ آپنے جو سوال کیا تھا۔ وہ کسی طرح ایسا دقیق نہ تھا۔ جسکے جواب سے حضرت مولانا اور
تمام کمیٹی عاجز ہوجاتے۔ بلکہ وہ سوال تو اس درجہ مہمل تھا۔ کہ اگر آپ تعنت اور عناد سے خالی ہوتے
تو خود آپ کے ذہن میں بھی نہ آتا۔ اور اگر حضرات مہتمم صاحبان اور اہل شوریٰ آپ کو آپ کی خواہش کے
موافق کوئی عہدہ دیکر اپنے ساتھ ملا لیتے۔ اور ایسی حالت میں فریق ثانی کی طرف سے سوال پیش ہوتا۔ تو خود
آپ اس کا جواب دیدیتے۔ کیونکہ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ یہ درحقیقت کوئی سوال نہیں ہے۔ بلکہ جنگ کو جاری
رکھنے کے لئے ایک کید نفس ہے۔ اسلئے اگر آپکو یا آپ جیسی مخلص جماعت کو اطمینان نہو تو اُسکے لئے آپ کو جنگ کی اجازت
نہیں دیجا سکتی۔ بلکہ خود اس بے اطمینانی کا علاج لازم ہوگا۔ جس کا طریق یہ ہے۔ کہ اسکے منشا یعنی خود غرضی نفسانیت
اور حب جاہ و مال وغیرہ کا علاج کیا جاوے۔ جب یہ اسباب دور ہوجاوینگے تو اطمینان خود حاصل ہوجاویگا۔ اور
اگر بالفرض اب بھی اطمینان نہ ہو۔ تو پھر اس کا علاج یہ ہے کہ یہ خیال کیا جاوے۔ کہ جو کچھ ارباب اہتمام کریں اُنکو کرنے دو۔ وہ
اپنے افعال کے خود ذمہ دار ہیں۔ کیونکہ بقول آپکے ہر شخص اپنی ذمہ داری کو خود محسوس کرسکتا ہے۔ رہا یہ خیال کہ ہمارے زعم میں
ایک عظیم الشان امانت الٰہیہ برباد ہوتی ہے۔ سو اول تو یہ کید نفس۔ اور وحی شیطانی ہے۔ لان الشیاطین یوحون الی
اولیائہم لیجادلوا اھل الحق۔ اور اگر ایسا نہ بھی ہو۔ تو جب آپکو اس کے انسداد پر قدرت نہیں۔ تو آپ صبر کیجئے۔ اسپر اگر
آپ کہیں۔ کہ ہمیں قدرت کیوں نہیں۔ ہم قوم میں پروپیگنڈا کرکے جھوٹ سچ بول کے فتنہ فساد کرکے مدرسہ والوں کو شکست
دے سکتے ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اول تو یہ خیال ایک توہم ہے۔ اور اگر بالفرض ایسا ہو بھی۔ تو جب تک آپ کامیاب
ہوں گے اُسوقت تک مدرسہ بھی ختم ہوجائیگا۔ پھر آپ کسکی اصلاح کریں گے۔ علاوہ ازیں اگر ہم آپ سے یہ سوال کریں۔ کہ کیوں

صاحب۔ جس طرح آپ کو اور آپکا دعائی مخلصین کو مدرسہ والوں پر اطمینان نہیں۔ اگر مدرسہ والوںکو بھی آپ پر اطمینان نہ ہو تو وہ کیا کریں۔ اگر ایسی حالت میں وہ مدرسہ کو آپ لوگوں کے ہاتھوں میں دیتے ہیں۔ تو اُن کے زعم میں ایک عظیم الشان امانت الٰہیہ برباد ہوتی ہے۔ اور اگر آپ کو نہیں دیتے تو آپ چیختے چلاتے ہیں۔ ایسی حالت میں مدرسہ والوں کو کیا کرنا چاہئے۔ تو آپ اس کا کیا جواب دینگے۔ پس جسوقت آپکے ذہن میں یہ سوال آیا تھا۔ اُسی وقت آپکو چاہئے تھا کہ اس کو اپنے اوپر اٹکر اپنے نفس سے جواب لے لیتے۔ ایسی حالت میں آپکو اس سوال کے پیش کرنے ہی کی نوبت نہ آتی۔ علاوہ ازیں امانت الٰہیہ کا مدرسہ دیوبند میں انحصار نہیں۔ بلکہ اسلام اور شعائر اسلام سب سے بڑی امانت الٰہیہ ہیں جو کہ خود آپکے نیچری بھائیوں کے ہاتھوں برباد ہو رہے ہیں اُن کے مقابلہ میں آپنے کیا کارروائی کی؟ کچھ بھی نہیں۔ بلکہ اپنی دنیا سنوارنے کے لئے اُنکے ساتھ سازش کرلی۔ تو اگر اسی طرح آپ اہل مدرسہ کے ساتھ بھی ملکر کام کریں تو آپ کو کیوں انکار ہے۔ القصہ یہ سوال جسکو آپنے اپنے زعم میں لاینحل ظاہر کیا ہے محض پوچ اور لایعنی ہے۔ اور اس لئے جو عمارت اسپر قائم کیگئی ہے۔ وہ بھی محض کمزور ہے۔ اور آپ ایسی باتوں سے حضرت مولانا کو الزام نہیں دیسکتے۔ علاوہ ازیں ہم کہتے ہیں۔ کہ اگر واقعی آپنے مولانا سے یہ سوال کیا تھا۔ اور حضرت مولانا نے فی الحال اُس کے جواب سے عجز کا اقرار کیا تھا تو ہمکو تبلایا جاوے۔ کہ کیا آپنے بعد کو حضرت مولانا کو یاد دہانی کی کہ یا نو ہمیں ہمارے سوال کا جواب دیا جاوے۔ یا ہمکو اجازت دیجاوے۔ کہ ہم مدرسہ کو برباد کریں۔ کیونکہ ہمارے ارمان ہمارے دلوںمیں موجزن ہیں۔ لیکن ہم مجبور ہیں کہ اسوقت تک انکو نہیں نکال سکتے جبتک ہمکو اجازت نہو جاوے۔ اسکا جواب آپ یہی دیں گے۔ کہ ہم نے ایسا نہیں کیا۔ پھر ہم کیونکر سمجھیں کہ آپنے یہ واقعہ صحیح بیان کیا ہے اُس کے بعد مولوی شبیر احمد نے کہا ہے۔ کیا میں یہ معلوم کرنیکی سعادت حاصل کرسکتا ہوں کہ روایات کو چھوڑ کر مطالبات کی وہ کون سی طرز مشاہدہ میں آئی۔ جو مدرسہ کے لئے مہلک ہے۔ جہانتک مشاہدہ کا تعلق ہے اُس حدتک تو آپ موجب مسرت و برکت خیال فرماتے رہے ہیں۔ اور کسی طرح انقباض کا اظہار نہیں ہوا الخ لیکن ہم کہتے ہیں۔ کہ آپکا یہ بیان خود غلط ہے کہ جہانتک مشاہدہ کا تعلق ہے۔ اُس حدتک آپ موجب مسرت و برکت خیال فرماتے رہے ہیں۔ چنانچہ ہم اسکو پیشتر ثابت کرچکے ہیں۔ اور یہی مبنی ہے سوال کا۔ لہذا سوال ساقط ہے۔ اسکے بعد آپنے لکھا ہے۔ کہ سمجھ میں نہیں آتا کہ جواہرلال مسلم دغیرہ کا نفس پرستی کیا ہے الخ لیکن ہم کہتے ہیں کہ جبتک آپ نفس پرستی میں مشغول رہیں گے۔ اسوقت تک سمجھانے سے بھی سمجھ میں نہیں آسکتا۔ اور جسوقت اسکو چھوڑ دینگے اسوقت خود سمجھ میں آجائیگا۔ اجی حضرت اُسکا مبنی وہی فتنہ پردازی ہے۔ جسنے مدرسہ کو ضرر پہنچایا ہے۔ جسکو آپ اپنی اصطلاح میں اصلاح کہتے ہیں۔ لیجئے وجہ ہم نے بتلادی اگر آپ سمجھ سکتے ہوں سمجھ لیں۔ اُسکے بعد لکھا ہے۔ النور وزمزم دیوبند میں سنا ہے کہ مجھپر یہ الزام رکھا گیا ہے کہ میں نے مخالفانہ معولوں کے مکالمات کے خلاف سکوت کو قائم نہیں رکھا۔ الخ لیکن ہم کہتے ہیں کہ یہ صرف الزام نہیں بلکہ واقعہ ہے۔ جسکا خود آپ کو بھی اقرار ہے۔ یہ دوسری بات ہے۔ کہ آپنے اُسکے لئے ایک حیلہ نکالا ہے

جو کہ یہ ہے۔ کہ گفتگوئے مذکورہ بالا کے مطابق ہم کو افہام وتفہیم کا موقع نہیں۔ لیکن میں کہتا ہوں۔ کہ جو گفتگو
آپ نے نقل کی ہے اگر وہ آپکی تراشیدہ نہیں ہے تب بھی اس میں اس کا کوئی وعدہ نہیں۔ کہ آپ کو افہام وتفہیم
کا موقع دیا جاویگا۔ بلکہ اس میں افہام وتفہیم کا بے سود ہونا بتلایا گیا ہے۔ پھر آپ کو شکایت کا کیا حق ہے۔ اور جبکہ
آپ کو حق نہیں تو پھر آپ کا سکوت کو قائم نہ رکھنا۔ اور اہل مدرسہ کی شکایت کرنا۔ یہ ضرور تھانہ بھون کے مکالمہ کے
خلاف ہے۔ جو کہ آپ کو واقعی طور پر مجرم بناتا ہے۔ اور اگر بالفرض اس میں آپسے افہام وتفہیم کا وعدہ تھا۔ تو آپنے
اس واقعہ کے بعد کس وقت افہام وتفہیم کی درخواست کی ہے۔ جسکو رد کر دیا گیا ہو۔ جبکہ ایسا نہیں ہوا۔ تو صاف
معلوم ہوتا ہے کہ یا یہ واقعہ غلط ہے۔ یا اس سے جو نتیجہ نکالا گیا ہے۔ وہ شرارت نفس ہے۔ اس کے بعد مولوی
صاحب نے لکھا ہے۔ بہت سے سوالات کے بعد تین ممبروں کے اضافہ کی تجویز کو۔ الخ۔ لیکن میں کہتا ہوں۔ کہ اس عبارت
میں فقرہ بہت سے سوالات کے بعد بجز اعتراض کے کوئی خاص فائدہ نہیں دیتا۔ سو اگر اعتراض ہی مقصود ہے تو
اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اول تو بہت سے سوالات کرنیوالے کون ہیں۔ پھر اگر ہیں۔ اور مولانا نے ان کے سوالات
کا جواب دیدیا۔ تو آپکو مشکور ہونا چاہیئے۔ نہ کہ الٹا اعتراض کرنا۔ کیونکہ مولانا کا اصلی جواب یہ ہوتا کہ تم کو پوچھنے کا حق
نہیں۔ اور ہم بتانے کے ذمہ دار نہیں جسکی آپنے بھی تقویت کی تھی جیسا کہ قند دیوبند میں مصرح ہے۔ پھر تعجب ہے۔ کہ
آپ اس جواب کو تسلیم کر لینے کے بعد۔ بہت سوالوں کے بعد جواب دینے کو کیوں قابل اعتراض ٹھیراتے ہیں۔ رہا آپ کا یہ
سوال کہ ہم کو جدت کی تفصیل بتلائی جاتے۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ آپ کو اس جدت کی کچھ تفصیل احقر حبیب احمد نے
بتلادی تھی مگر آپنے کب مانی۔ اور اب آپ کو پھر اسی تفصیل کا حوالہ دیتا ہوں اس کو دیکھکر اطمینان کرلیں۔ اس کے بعد
آپنے اس پر اپنی حیرت کا اظہار کیا ہے۔ کہ مولوی حسین احمد جنکو جدت کی وجہ سے ممبری کے قابل نہ سمجھا گیا تھا۔ ان کو اولاً صدر
مدرسی اور اس کے واسطے شوری کی رکنیت کے قابل سمجھا گیا۔ لیکن آپ متحیر نہ ہوں یہ کوئی حیرت کی بات نہیں ہے۔ کیونکہ
مولوی حسین احمد صاحب کے متعلق صرف تعلیم کا کام ہے۔ اور انتظامی کوئی کام انکے متعلق نہیں۔ اور یہ آپکے بھی متعلق تھا۔
پس آپ اور وہ تعلیم کی اہلیت میں بھی برابر تھے۔ اور انتظام کی عدم مناسبت میں بھی۔ پھر آپ کو شکایت نہ کرنی چاہئے
اور یہ اصول خود غیر مسلم ہے۔ کہ مدرس اول کے لئے رکنیت کی مناسبت لازم ہے۔ ہاں اگر آپکی حیرت کے جواب میں ہم
اپنی حیرت کا اظہار کریں۔ کہ وہ مولوی حسین احمد جنکی ممبری تسلیم کرانے کے لئے یہ شور وشر کیا گیا آج ان کی مدرسی
بھی ناگوار ہے۔ تو ہماری یہ حیرت بالکل بجا ہے۔ اور اس سے زیادہ حیرت کی یہ بات ہے۔ کہ مولوی حسین احمد صاحب جو خود
آپکے تجویز کردہ ممبر تھے تو وہ خود آپکی کارروائیوں کو غلط کہہ رہے ہیں۔ تو آپ کو اس کی تسلیم سے کیوں انکار ہے۔

آگے آپ لکھتے ہیں۔ کہ جو بڑے لوگ ہیں وہ اس کے زیادہ مستحق ہیں کہ وہ خدا سے ڈریں اھ لیکن ہم کہتے ہیں۔ کہ یہ صحیح ہے۔ اور الحمد للہ کہ بڑے لوگ خدا سے ڈرتے بھی ہیں لیکن اگر بالفرض ایسا نہ بھی ہو تو آپ تو مستثنیٰ نہیں ہو سکتے۔ پھر آپ کیوں خدا سے نہیں ڈرتے؟ پس آپ کا فرض ہے کہ آپ خدا سے ڈریں۔ اور اس طرز عمل کو چھوڑیں جو کہ آپ نے تحصیل دنیا کے لئے اختیار کیا ہے۔ اس کے بعد لکھا ہے۔ جناب خود ذرا سی دیر کے لئے للہ غور فرمائیں۔ کہ یہ سب کارروائیاں کیا واقعی خدا سے ڈر کر ہو رہی ہیں اھ لیکن ہم کہتے ہیں۔ کہ "یہ سب کارروائیاں" سے کون سی کارروائیاں کی طرف اشارہ ہے۔ ذرا صاف لکھئے تاکہ جواب دیا جائے۔ اس کے بعد لکھا ہے۔ یہ خاکسار نیاز مند محض لوجہ اللہ پھر ایک مرتبہ عرض کرتا ہے۔ کہ آج مدرسہ کی ناؤ کو ڈبونا یا ترانا صرف آپ کے سر ہے۔ الخ۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ اس بیان میں دعویٰ خلوص وللہیت محض دعویٰ ہے۔ اور حقیقت اس کی وہی اتباع ہویٰ ہے اور کچھ نہیں۔ رہا مدرسہ کا ڈبونا یا ترانا۔ سو نہ اس کے ذمہ دار آپ ہیں۔ اور نہ آپ کو حضرت مولانا کی برابر مدرسہ کا درد ہو سکتا ہے۔ اس لئے مناسب یہ ہے کہ اس کو حضرت مولانا کی رائے پر چھوڑ دیجئے۔ اور خود مداخلت بیجا سے دست بردار ہو جائیے۔ اور اگر آپ لوگوں کی یہی مداخلت رہی تو کچھ بعید نہیں کہ مدرسہ کو نقصان پہونچ جاوے۔ جس کے ذمہ دار آپ ہوں گے۔ اسکے بعد لکھا ہے۔ اگر جناب ذرا تدبر تحقیق معاملات اور جرأت سے کام لیتے یا اب لیں۔ تو دار العلوم کی ہستی کو موت کے منہ سے نکال سکتے ہیں اھ لیکن ہم کہتے ہیں۔ کہ اس فقرہ میں آپ نے اپنے شیخ کی شان میں سخت بے ادبی اور کمال گستاخی سے کام لیا ہے۔ خیر اس کا آپ کو اختیار ہے۔ کہ اپنی عاقبت بنائیں یا بگاڑیں۔ لیکن ہم کو یہ بتا دیا جاوے۔ کہ اس فقرہ میں آپ نے حضرت والا پر تین الزام عائد کئے ہیں یعنی عدم تدبر۔ عدم تحقیق معاملات۔ اور بزدلی لیکن ہم کو یہ بتلا دیا جاوے کہ آخران باتوں کا منشا کیا ہے۔ اور مولانا نے تدبر کیوں نہیں کیا۔ اور معاملات کی تحقیق کیوں نہیں کی۔ اور بزدلی کا کیا منشا ہے۔ اگر آپ کوئی وجہ نہیں بتلا سکتے۔ اور یقیناً نہیں بتلا سکتے۔ تو میں آپ سے کہونگا کہ اس جھوٹ سے توبہ کرو۔ اور خدا سے ڈرو۔ اور لوگوں کو گمراہ اور مدرسہ کو تباہ نہ کرو۔ کس قدر عجیب بات ہے۔ کہ آپ حضرت مولانا کو تو پابند کرتے ہیں۔ کہ وہ جو الزام آپ پر عائد کریں۔ کسی دلیل شرعی کے ماتحت عائد کریں۔ حالانکہ حضرت مولانا کو بحیثیت مربی ہونے کے اس پابندی کی ضرورت نہیں ہے۔ اور وہ آپ کو ایسے مرض کے انسداد کی طرف بھی توجہ دلا سکتے ہیں۔ جس کے آیندہ پیدا ہونے کا احتمال ہو اور آپ اپنے شیخ پر الزام عائد کرنے میں کسی دلیل شرعی کے پابند نہیں ہوتے۔ اس کے بعد لکھا ہے قلق اس کا ہے۔ کہ جناب نے ایک مرتبہ اتنا بھی نہ کیا۔ الخ۔ لیکن میں کہتا ہوں۔ کہ قربان جائیے اس

جیا کے ۔ ہمارے نزدیک یہ ایسی عجیب بے حیائی ہے جسکی نظیر شاید ہی مل سکے ۔ کیونکہ مولوی صاحب کو اس کا ذرا قلق نہیں ۔ کہ اُنہوں نے قصداً اہل حق کی جماعت کو ہنگامہ بپا کرکے رسوا کیا ۔ مدرسہ کو خطرہ میں ڈالا ۔ ہاں اس کا ضرور قلق ہے کہ حضرت مولانا نے ازخود مولانا شبیر احمد صاحب کے در دولت پر حاضر ہو کر ۔ آپ کی خوشامد کیوں نہ کی ۔ واہ واہ سبحان اللہ **صاحبو!** یہ تمام آثار مسخ قلب کے ہیں ۔ خدا بچائے ۔ کیوں مولویصاحب جوقت مولوی منفعت علی صاحب اور حاجی محمد عابد صاحب اور مدرسہ والوں کا جھگڑا ہوا تھا ۔ کیا حضرت گنگوہی اس جھگڑے کو طے کرنے کے لئے دیوبند تشریف لائے تھے ۔ اگر نہیں لائے تھے ۔ تو ہم کو بتلایا جاوے کہ اگر اُموقت آپ برسر اقتدار ہوتے ۔ تو کیا حضرت گنگوہی کی نسبت بھی ایسے قلق کا اظہار فرماکر اُن کو مجرم گردان سکتے تھے ۔ اگر نہیں ۔ تو کیا وجہ ہے کہ حضرت مولانا کی نسبت اس بیہودگی کا ارتکاب کیا جاتا ہے ۔ اس سے زیادہ حیرت کی بات یہ ہے ۔ کہ مولوی صاحب ان خیالات کا اظہار اُس وقت کر رہے ہیں ۔ جبکہ تھانہ بھون میں دونوں فریقوں کے زعماء کا اجتماع ہو چکا ۔ اور حضرت مولانا اپنی کوشش اصلاح کے متعلق کر بھی چکے ۔ اور وہ کوشش خود انہیں مولوی صاحب اور ان کے فریق کی سرکشی کے سبب ناکام بھی ہو چکی ۔ اب اگر مولانا اپنی عادت مستمرہ کے خلاف ازخود دیوبند تشریف لیجا کر خواہ مخواہ مداخلت بھی کرتے تو کس بہبودگی کی توقع ہو سکتی تھی ۔ اور جبکہ نہیں ہو سکتی تھی ۔ تو ایسی حالت میں حضرت مولانا کو ملزم قرار دینا کس قدر بد دیانتی اور بیحیائی کی بات ہے ۔ ان حیادار صاحب سے کوئی پوچھے ۔ کہ جناب یہ آپ کا فرض تھا ۔ کہ تھانہ بھون آکر حضرت مولانا سے واقعات کا اظہار کرتے اور پوچھتے ۔ کہ ہم ان فتنہ پردازیوں کے ذریعہ مہتمم صاحب کو شکست دینا چاہتے ہیں ۔ آیا ہم ایسا کریں یا نہ کریں ۔ یا حضرت مولانا کا فرض تھا ۔ کہ وہ بے بلائے دیوبند جاکر ۔ اور بالخصوص اس معذوری کی حالت میں آپ کی خوشامد کرتے ۔ کہ حضور والا مہتمم صاحبان کی تقصیرات معاف فرمائیں اور مہتمم صاحبان کو بلا قوت کے مجبور کرتے ۔ کہ آپ حضرت مولانا شبیر احمد صاحب کی ماتحتی منظور فرمائیں ۔ اور ان کے اشاروں پر چلیں ۔ جبکہ یہ فرض خود آپ کا تھا اور مولانا کا فرض نہیں تھا ۔ تو آپ کس منہ سے مولانا پر اعتراض کرتے ہیں ۔ اور کیوں اپنی حرکتوں پر نادم نہیں ہوتے ۔ اُس کے بعد مولوی صاحب کہتے ہیں ۔ کیا تو یہ کیا ۔ کہ بجائے جوڑنے اور ملانے کے انقطاع تعلقات کے احکام صادر فرماتے ہیں الخ لیکن ہمیں حیرت ہے ۔ کہ مولوی صاحب کی عقل حیا ۔ اور دیانت کو کیا ہوا ۔ ارے خدا کے بندے ۔ تجھے خود معلوم ہے کہ حضرت مولانا نے جوڑنے اور ملانے میں کوئی کمی نہیں کی ۔ حتیٰ کہ اسی جوڑنے اور ملانیکے لئے اپنی عادت کو چھوڑ کر تجھے اپنی طرف سے ابتداً

خطاب کیا۔ لیکن جب تمام تدابیر بے سود ثابت ہوئیں۔ تو مجبوراً قطع تعلقات کو اختیار کیا۔ کیونکہ جس عضو فاسد کی اصلاح سے مایوسی ہو جائے۔ اُس کا علاج قطع کے علاوہ کچھ نہیں۔ پھر یہ تو بتلائیے کہ آپ ملے ہوئے کب تھے آپ تو اُس وقت سے قطع تعلقات کر چکے تھے۔ جب سے فتنۂ ترک موالات کا وجود ہوا تھا۔ پس جبکہ خود آپ قطع تعلقات کے بانی ہیں۔ تو آپ کو اس قطع تعلق کی شکایت کیوں ہے۔ اور آپ کس منہ سے شکایت کر سکتے ہیں۔ اُس کے بعد مولوی صاحب نے لکھا ہے۔ میرا لہجہ کچھ تلخ ہو گیا ہے۔ اور ممکن ہے کہ آپ مجھے گستاخ اور بدتہذیب خیال فرمائیں۔ لیکن واللہ باللہ میں اسوقت بالکل درد اور اخلاص سے لکھ رہا ہوں اور چاہتا ہوں کہ جناب والا میرے لب ولہجہ سے قطع نظر کرکے ٹھنڈے دل سے بجائے خود غور فرمائیں الخ لیکن میں کہتا ہوں کہ آپ کا لہجہ کچھ تلخ نہیں۔ بلکہ نہایت تلخ ہے۔ اور ہم آپ کو درحقیقت گستاخ اور بدتہذیب خیال کرتے ہیں۔ اور آج سے نہیں بلکہ اُس وقت سے جبکہ آپ نے حضرت مولانا محمود حسن صاحب سے ناخوش ہو کر اُنسے قطع تعلق کیا تھا۔ اور اپنے مربی ومحسن اور بجائے پدر مولوی حبیب الرحمن صاحب کے مقابلہ میں خم ٹھونک کر کھڑے ہوئے تھے۔ اور نہ خود ہی بلکہ مدرسہ کے لونڈوں کو اُن کے مقابلہ پر لا کھڑا کیا تھا۔ رہی آپ کی قسم کہ واللہ باللہ میں اس وقت بالکل درد اور اخلاص سے لکھ رہا ہوں۔ سو یہ قسم ہمارے نزدیک بالکل لیحلفن باللہ ان اردنا الا الحسنی کے قبیل سے ہے۔ اس پر غالباً آپ کچھ اعتراض کریں گے کہ تمہیں میرے دل کا کیا حال معلوم۔ سو اس کا جواب ایک تو یہ ہے کہ جب میں نے آپ کو خط لکھا تھا۔ تو اُس کے شروع میں میں نے قسم کھا کر اطمینان دلایا تھا۔ کہ میں آپ کو جو کچھ لکھ رہا ہوں محض خیرخواہی سے لکھ رہا ہوں۔ لیکن آپ نے میری قسم کا اعتبار نہ کیا۔ تو جس دلیل سے آپ کو میرے دل کا حال معلوم ہوا تھا۔ اُسی دلیل سے مجکو آپکے دل کا حال معلوم ہو گیا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت مولانا رومی قدس سرہ فرماتے ہیں ؎ قول وفعل آمد گواہان ضمیر + زاں دو بر باطن تو استدلال گیر ہ گر گواہ قول کج گوید رد ست + ور گواہ فعل کج پو ید بد ست + پس ہم کہتے ہیں کہ ہم کو آپ کے دل کا حال آپکے گواہ قولی وگواہ فعلی کے ذریعہ سے معلوم ہوا ہے۔ اُس کے بعد مولوی صاحب کہتے ہیں۔ کہ میں چاہتا ہوں کہ میرے لب ولہجہ سے قطع نظر کرکے ٹھنڈے دل سے بجائے خود غور فرمائیں الخ لیکن میں کہتا ہوں۔ کہ کیا عقل حیا۔ مروت اور انصاف سب آپ سے رخصت ہو گئے۔ جو مولانا سے اپنی اتباع ہوی کی درخواست کی جاتی ہے۔ اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ میں تو آپ کی تحقیر اور توہین۔ اور آپ پر افترا وبہتان وغیرہ سے باز نہ آؤنگا۔ لیکن آپ کا فرض ہے کہ ان سے متاثر نہ ہوں۔ اور آپ میری خواہش کے موافق کام کریں۔ آخر یہ کون سی عقل وحیا ومروت وانصاف کا مقتضی ہے۔ مولوی

صاحب میں آپ کو پھر خلوص سے کہتا ہوں کہ آپ ہوش میں آئیں اور جو شہرت یا مقبولیت آپکو جاہلوں یا احمقوں میں ہوگئی ہے۔ اُس پر نازاں نہ ہوں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس کا بنی وہی مدرسہ دیوبند اور خانقاہ امدادیہ ہیں جنکے آج آپ دشمن ہیں۔ اس لئے میں آپ سے کہتا ہوں کہ ایاز قدر خود بشناس۔ اگر آپ میری نصیحت پر عمل کریں تو بہتر ہے۔ اور اگر آپ ابی واستکبر کے مصداق بنے رہے تو عنقریب آپ کو اس کا نتیجہ معلوم ہو جائیگا۔ قال العارف الرومی ؎ خشم مرداں خشک گرداند سحاب + خشم دلہا کرد عالمہا خراب + صد ہزاراں شہر را خشم شہاں + سرنگوں کردہ است اے بدگوہراں + بنگرید اے مردگان بے حنوط + در سیاستگاہ شہرستان لوط + مولوی صاحب کہتے ہیں۔ کہ میں پانچ چھ ماہ سے خاموش ہوں الخ لیکن ہم جانتے ہیں کہ آپ کی خاموشی کیسی ہے۔ آپ کی خاموشی وہی خاموشی ہے۔ جس کی نسبت کسی نے کہا ہے۔ گویا نم وخاموشم چوں خط بکتاب اندر۔ نیز مولوی صاحب کہتے ہیں۔ کہ پچھلی اسٹرائک کے بند کرنے میں جو کوشش محض لوجہ اللہ سبکو ناراض کرکے میں نے کی اُس کی شہادت سب موافق ومخالف دیسکتے ہیں الخ لیکن میں کہتا ہوں کہ آپ ہماری آنکھوں میں خاک جھونکنے کی کیوں کوشش کرتے ہیں۔ ہمیں آپکی محض لوجہ اللہ کی حقیقت بھی معلوم ہے۔ اور کوشش کی بھی۔ مہربان من۔ آپکی کوشش لوجہ اللہ اُسوقت سمجھی جاتی۔ جبکہ آپ حبیب احمد جیسے بے حقیقت ہستی کے مخلصانہ تنبیہ پر ایسا کرتے۔ مگر آپ نے یہ نہیں کیا۔ بلکہ مولوی کفایت اللہ اور مولوی احمد سعید اور مولوی عرفان جیسے قومی لیڈروں کے زور دینے سے ایسا کیا تھا۔ پھر آپ للہیت کا کس بنا پر دعوی کرتے ہیں۔ اچھا اگر آپ نے محض لوجہ اللہ اسٹرائک کو بند کرنے میں کوشش کی تھی تو کیا خدا کی خوشنودی اسٹرائک کے بند کرنے تک محدود تھی۔ اور صرف اسی قدر کوشش سے آپ کو رضی اللہ عنہ کا تمغا مل گیا۔ جبکہ ایسا نہیں ہے تو اب بتلائیے کہ اُسکے بعد اس فتنہ کے انسداد میں آپنے لوجہ اللہ کیا کوشش کی؟ کچھ بھی نہیں۔ پھر آپ کس منہ سے لوجہ اللہ کوشش کرنیکا دعوی کرتے ہیں۔ مہربان من آپ ہمیں دھوکا نہ دیں اور خوب سمجھ لیں ؎ صد نشانست در دروں ایثار را + صد علامت ہست نیکو کار را + پھر آپ کا یہ دعوی بھی غلط ہے کہ یہ فعل میں نے سب کو ناراض کرکے کیا۔ کیونکہ لجنہ والے آپسے ابتک راضی ہیں۔ مفتی صاحب اور شاہ صاحب آجتک آپکے حلیف ہیں۔ پھر وہ ناراض کون ہے۔ آپ ہمکو بتائیے کیا مشائخ کے افعال ایسے ہی ہوتے ہیں۔ اُس کے بعد مولوی صاحب کہتے ہیں۔ لیکن کوئی شبہ نہیں۔ کہ حضرت مفتی صاحب پر جو ظلم کیا گیا ہے اُس سے دل پر بیحد صدمہ پہنچا الخ لیکن ہمیں نہیں معلوم کہ مفتی صاحب پر کیا ظلم کیا گیا ہاں جب مدرسہ والوں نے حضرت مفتی صاحب کی یہ حالت دیکھی کہ جس ہانڈی میں کھاتے ہیں اُسی میں چھید کرتے ہیں۔ تو انھوں نے اُن سے استعفا لے لیا۔ اس میں ظلم کیا ہوا۔ یہ تو خود مفتی صاحب کا اپنے اوپر ظلم تھا۔ یا آپکا اور اُن کے صاحبزادہ عتیق الرحمن وغیرہ

بکا ظلم تھا کہ آپ لوگوں نے اُن کو اس غلط راہ پر لگایا۔ اور اس پر قائم رہنے پر مجبور کیا۔ نیز مولوی صاحب نے لکھا ہے۔ کہ میں حیران ہوں۔ کہ دارالعلوم کی بقا کی سعی میں سب سے زیادہ دعوی رکھنے والے کیا اپنی ان حرکات کے عواقب کو بالکل نہیں سمجھتے گویا یا درنی دار ندر وزداوری + کیں ہمہ قلب و دغل درکار داوری کنند + لیکن میں کہتا ہوں کہ مولوی صاحب نے اس موقع پر اس صفائی سے کام نہیں لیا۔ جس صفائی سے اُنہوں نے اپنے بیان کے مطابق تھانہ بھون کے جلسہ میں کام لیا تھا۔ جب اُن کو حضرت مولانا کے یہاں سے تمغہ تحسین ملا تھا جس کو وہ پیشتر ہدیۂ ناظرین کر چکے ہیں۔ بلکہ بات کو بہت گول مول رکھا۔ کیونکہ نہ اُنہوں نے یہ بتلایا۔ کہ سب سے زیادہ دعوی رکھنے والوں سے کون لوگ مراد ہیں۔ آیا حضرت مولانا۔ یا اہل مدرسہ۔ اور نہ یہ بتلایا کہ وہ کون سے قلب و دغل ہیں۔ جو کہ وہ خدا کے کام میں کرتے ہیں۔ لیکن جہاں تک سیاق کلام ہماری رہنمائی کرتا ہے۔ وہاں تک ہم یہ ہی سمجھتے ہیں کہ سب سے زیادہ دعوی رکھنے والے حضرت مولانا ہیں۔ اور قلب و دغل مدرسہ سے مفتی صاحب کو الگ کرنا ہے۔ اگر درحقیقت ان کا یہ ہی مطلب ہے۔ تو ہم کہتے ہیں۔ کہ اس جگہ اُنہوں نے چند جھوٹ بولے ہیں۔ کیونکہ اس میں چند دعاوی ہیں۔ اول یہ کہ حضرت والا دارالعلوم کی بقا میں سب سے زیادہ سعی کے دعویدار ہیں۔ دوم یہ کہ حضرت مولانا نے فریب سے مفتی صاحب کو علیحدہ کیا ہے۔ سوم یہ کہ مفتی صاحب کی ملازمت مدرسہ خدا کا کام ہے۔ چہارم یہ کہ اُن کو مدرسہ سے الگ کرنا گویا قیامت کا انکار کرنا ہے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ یہ تمام دعاوی جھوٹ ہیں۔ پہلا واقعہ تو اس لئے جھوٹ ہے کہ حضرت مولانا نے کبھی ایسا دعوی نہیں کیا۔ اور دوسرے واقعہ کے متعلق خود مولانا کا بیان شائع ہو چکا ہے کہ میری اس میں شرکت نہیں ہے۔ اور باقی دعاوی کا کذب خود ظاہر ہے۔

اب ایک بحث رہ گئی وہ یہ کہ اگر حضرت مولانا نے نہیں کیا۔ تو جناب مولانا مولوی مسعود احمد صاحب نے کیا۔ اُن کی طرف یہ دھمکی عائد ہوتی ہے۔ کہ وہ اپنی ان حرکات کے عواقب کو بالکل نہیں سمجھتے۔ اور وہ گویا قیامت کی تصدیق نہیں رکھتے۔ جو خدا کے کام میں ایسا قلب و دغل کرتے ہیں۔

تو اُس کے متعلق معروض ہے۔ کہ یہ بیان بالکل غلط ہے۔ اور جناب مولوی مسعود احمد صاحب نے اس کے عواقب کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا۔ اور سمجھ کر یہ دانشمندانہ کام کیا ہے۔ جس کا مدرسہ دیوبند ہمیشہ ممنون منت رہے گا۔ کیونکہ مفتی صاحب مدرسہ کے ایک عضو تھے۔ اور اُن کے مشیر بد اس عضو کے کیڑے۔ پس جبکہ ان کیڑوں نے اُس عضو کو اس درجہ خراب کر دیا تھا۔ کہ مدتوں علاج کرنے پر بھی اس کی اصلاح کی توقع نہ ہوئی۔ اور مدرسہ کی ہلاکت کا اندیشہ ہوا۔ تو ایسی حالت میں اُس کے قطع کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ اور جبکہ یہ کارروائی محض مدرسہ کی مصلحت کے لئے کی گئی ہے۔ تو ایسی حالت میں عواقب آخرت کے اندیشہ کی

بھی کوئی وجہ نہیں۔ اور نہ یہ آخرت کے انکار کو مستلزم ہے۔ بلکہ خود آخرت کا اقرار ہی اس کارروائی کا داعی ہے۔ ورنہ اگر آخرت کا انکار ہوتا۔ تو نہ مدرسہ کی ضرورت ہوتی نہ اُسکی اصلاح کی۔ اُس کے بعد مولوی صاحب نے لکھا ہے۔ کہ دوسرے جزو کے متعلق یہ عرض ہے کہ اب تک میں نے وہ تحریر نہیں دیکھی۔ جس میں میرے متعلق خلیفہ کا لفظ لکھا ہے۔ اور نہ یہ معلوم کہ وہ تحریر کس کی ہے الخ لیکن میں کہتا ہوں۔ کہ مولوی صاحب کا یہ بیان ایسا ہے۔ کہ اس کو بجز مولوی صاحب کے مریدوں کے شاید ہی کوئی سچا کہہ سکے۔ ہم جیسے بد اعتقاد تو اسکے سچ ماننے میں ضرور تامل کریں گے۔ کیونکہ وہ تحریر لجنہ والوں کی ہے۔ اور لجنہ والے اور مولوی صاحب تخریب مدرسہ کے معاملہ میں متحد و متفق ہیں۔ اور اُس تحریر کا تعلق بھی اسی تخریب سے ہے۔ اور مولوی صاحب اور لجنہ والے ایک ہی مقام پر رہتے بھی ہیں۔ پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ لجنہ والوں نے اس تحریر کو مولوی صاحب سے کیسے مخفی رکھا۔ اور کیوں مخفی رکھا۔ اس کے علاوہ خود احقر نے اپنے خط میں اس تحریر کا تذکرہ کیا تھا۔ پس اگر پیشتر سے اُن کو اس کی اطلاع نہ بھی ہو تو میری تنبیہ کے بعد طبعی طور پر ان کو اُس کی جستجو ہونی چاہئے تھی۔ کہ دیکھیں وہ تحریر کس کی ہے۔ اور اُس میں کیا لکھا ہے۔ پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ باوجود احقر کی تنبیہ کے انہوں نے اُس سے تغافل کیوں برتا۔ پس یہ واقعات ہیں جو ہمکو مولوی صاحب کے بیان کے صحیح ماننے سے مانع ہیں۔ بلکہ ہمارا تو یہ ہی خیال ہے۔ کہ مولوی صاحب نے اپنے کو الزام تلبیس سے بچانے کے لئے یہ جواب تراشا ہے۔ اگر ہمارا خیال غلط ہو تو خدا معاف کرے۔ اُس کے بعد لکھا ہے۔ کہ نہ معلوم اُس سے میری شرکت کیسے مظنون ہوئی الخ لیکن ہم کہتے ہیں کہ حضرت مولانا نے اپنی تحریر میں بظاہر مظنون ہوتی ہے۔ لکھا ہے۔۔ اور بظاہر مظنون ہونے کے وجوہات میں اوپر لکھ چکا ہوں۔ یہ مختصر تنقید تھی۔ مولوی شبیر احمد کے اُس خط پر جس میں اُنہوں نے حضرت مولانا کے مقابلہ میں امکانی زہر اُگلا ہے۔ اب آپ منتظر ہوں گے کہ حضرت مولانا نے اس زہریلے خط کا کیا جواب دیا ہوگا۔ لہذا ہم کہتے ہیں کہ حضرت مولانا نے اس کا جو جواب دیا حسب ذیل ہے۔

جواب از حضرت مولانا اشرف علی صاحب ۔ السلام علیکم۔ میں آپ کو مشورہ دے چکا۔ آپ مجکو مشورہ دے چکے۔ گویا میں آپ کا حق ادا کر چکا۔ آپ میرا حق ادا کر چکے۔ اب میرا عمل میرے ساتھ ہے۔ اور آپ کا عمل آپ کے ساتھ ہے۔ اس لئے اس خط پر مکاتبت بند کرتا ہوں۔ اگر دل چاہے میرے لئے دعا کر دیجئے۔ میں آپ کے لئے دعا کرتا ہوں۔ باقی لہجہ کی تلخی سو اس کا درجہ

عنداللہ حفظ حدود ونسبت پرہے۔ وھو علیم بذات الصدور وھو وکیل علی جمیع الامور والسلام۔ اشرف علی از تھانہ بھون ۲۷ ؍ شعبان ۱۳۴۶ھ ۔ اس کے جواب میں پھر ایک خط مولوی شبیر احمد کا آیا جو حسب ذیل ہے۔

مولوی شبیر احمد کا خط بجواب مکتوب حضرت مولانا

از بندہ شبیر احمد عثمانی عفی اللہ عنہ۔ بخدمت گرامی مخدوم محترم بندہ زید مجدہم۔ بعد سلام مسنون معروض آنکہ جناب کا والا نامہ جس میں مکاتبت بند کرنے کی اطلاع دی گئی ہے۔ کل موصول ہوا۔ بندہ گرانی خاطر کے خوف سے اب کچھ لکھنا پسند نہیں کرتا۔ اس کا دل سے شکر گذار ہوں۔ کہ جناب والا میرے لئے دعا فرماتے ہیں۔ حق تعالیٰ شانہ جناب کی دعائے خیر میرے حق میں قبول فرمائے۔ بندہ اپنی گناہوں میں ملوث زبان کو برابر جناب والا کے لئے دعائے خیر میں استعمال کر رہا ہے۔ انہ سمیع قریب مجیب الدعوات۔ اخیر میں یہ گذارش ہے کہ دعائے خیر کے ساتھ خاص بندہ کی ذات کے متعلق دارالعلوم کے معاملات میں جناب والا کے نزدیک جس قدر اعتراضات یا شبہات کسی اصل شرعی کے ماتحت ہوں۔ اُن کے سننے کے لئے نہایت کشادہ دلی بلکہ شکر گذاری کے ساتھ اپنے کو پیش کرتا ہوں۔ اگر جناب والا میری تقصیرات اور کمزوریوں سے مجھکو تحریری یا زبانی طور پر مجھکو از راہ نوازش مطلع فرما دیں گے تو جو تقصیر واقعی ہوگی۔ اُس کی صلاح و تدارک میں پوری سعی کروں گا۔ اور کم از کم اُس کی تسلیم میں کوئی پس وپیش نہ ہوگا۔ اور اگر واقعی نہ ہوگی تو کم از کم جناب کا قلب میری طرف سے صاف ہو جائے گا۔ اور اگر قلمی خطوط یا مطبوعہ رسائل میں میری نسبت کوئی چیز بدون کسی حجت شرعیہ کے لکھی گئی ہے اُس کی تصحیح ہو جائے گی۔ اور اگر میں نے کوئی غلط اور بیجا خیال جناب والا کے متعلق قائم کر لیا ہے یا آیندہ خدانکردہ پیدا ہو سکے۔ تو اس سے محفوظ ہو جاؤں۔ ولا تقف ما لیس لک بہ علم ان السمع والبصر والفؤاد کل اولٓئک کان عنہ مسئولا۔ والسلام

از دیوبند ۲۹ ؍ شعبان ۱۳۴۶ھ۔

یہ خط تھا مولوی شبیر احمد کا جس کا جواب حضرت مولانا نے اس لئے نہیں دیا کہ نہ پہلے خطوں سے اُن کی اُمید کی توقع رہی تھی۔ اور نہ اس خط سے اس کی توقع ہوئی۔ اور یہ سلسلہ ختم ہو گیا۔ اب ہم مولوی شبیر احمد کے اس آخری خط پر تنقید کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ مولوی صاحب نے لکھا ہے۔ بندہ گرانی خاطر کے خوف سے اب کچھ لکھنا پسند نہیں کرتا۔ لیکن ہم کہتے ہیں۔ کہ کیا مزید گالیاں لکھنے کا ارادہ تھا۔ جس

آپ نے گرانی خاطر کے خیال سے روک لیا۔ کیونکہ حضرت مولانا کے سلسلہ مکاتبت کے بند کرنے کی اطلاع کے
بعد آپ کا خط لکھنا آپکے نزدیک موجب گرانی خاطر نہیں۔ کیونکہ آپ نے ایسا کیا ہے۔ علی ہذا۔ اصل قصہ کے
متعلق گفتگو کرنا یہ بھی آپ کے نزدیک موجب گرانی خاطر نہیں۔ کیونکہ آپ نے اس خط میں پھر اس قصہ کو چھیڑا
ہے۔ اب کیا رہ گیا۔ گالیاں لکھنا۔ تو کیا گالیاں لکھنے کا ارادہ تھا۔ مولوی صاحب۔ آخر آدمی کو کچھ تو
سمجھ کر بات کرنی چاہیئے۔ نیز مولوی صاحب لکھتے ہیں۔ اخیر میں گذارش ہے کہ دعائے خیر کے ساتھ خاص
بندہ کی ذات کے متعلق دارالعلوم کے معاملات میں جناب والا کے نزدیک جسقدر اعتراضات یا شبہات
کسی اصل شرعی کے ماتحت ہوں۔ اُن کے سننے کے لئے نہایت کشادہ دلی بلکہ شکرگذاری کے ساتھ اپنے کو
پیش کرتا ہوں۔ لیکن ہم کہتے ہیں۔ کہ ہم نہیں سمجھتے۔ کہ یہ گفتگو آپ مریدانہ کر رہے ہیں یا مربیانہ۔ اگر مریدانہ کر رہے
ہیں تو وہ اصول مریدی کے بالکل خلاف ہے۔ کیونکہ آپ کو شرطیں لگانے کا کیا حق ہے۔ آپ کا تو یہ کام تھا
کہ آپ یہ کہتے۔ کہ اب تک جو کچھ میں نے لکھا۔ وہ میرے نفس کی شرارت تھی۔ اب میں اطلاع کرتا ہوں کہ
میں تعمیل ارشاد اپنی غلطیوں کے تدارک کے لئے موجود ہوں۔ جناب والا مجھے میری غلطی پر مطلع فرمائیں
اور اس کے تدارک سے آگاہ فرمائیں۔ اور اگر مربیانہ کر رہے ہیں تو حضرت مولانا نے کب اپنی تربیت
آپ کے حوالہ کیا ہے۔ اور کیا یہ طریق موجب گرانی نہیں ہے۔ افسوس ہے کہ آپ کو بات کرنے کا بھی
سلیقہ نہیں یہ مجھکو تبلایا جائے۔ کہ اس عبارت میں دارالعلوم کے معاملات کی تخصیص کیوں کی گئی ہے۔ کیا آپکا
مقصود یہ ہے کہ پیری مریدی کے مسئلہ سے تعرض نہ کیا جاوے۔ اگر یہ مقصود ہے تو آپ سے کیا توقع
ہے کہ آپ مدرسہ کے معاملات میں حق کو قبول کریں گے۔ اور جبکہ اس کی توقع نہیں تو آپ سے گفتگو کا نتیجہ
کیا ہے۔ پھر آپ نے اعتراضات وشبہات کے ساتھ یہ قید کیوں لگائی ہے۔ کہ جو کسی اصل شرعی کے
ماتحت ہوں۔ کیا آپ کا مقصود یہ ہے۔ کہ جب حضرت مولانا آپ کی کسی خرابی کی اصلاح کرنے کا خیال
ظاہر فرمائیں تو آپ مناظرہ شروع کر دیں۔ کہ اول یہ ثابت کیجئے کہ یہ کون سی اصل شرعی کے ماتحت ہے
اگر یہ مقصود ہے تو ہم مطلع کرتے ہیں۔ کہ حضرت مولانا کو اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ کہ وہ فضول یہ دردِ
سری کریں۔

مولوی صاحب! آپ نے صرف الفاظ سن لئے ہیں۔ لیکن آپ کو ان کے استعمال کا موقع معلوم
نہیں۔ مہربان من آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ کوئی شیخ اپنے مریدوں کی تربیت میں اس اصول کا پابند

نہیں ہوتا - کیونکہ اُس کا مقصود بدگمانی یا سزا دینا نہیں ہوتا - بلکہ اُس کا مقصود صرف علاج و اصلاح ہوتا ہے - افسوس ہے - کہ آپ پیری مریدی کرتے ہیں - اور آپکو اس اصول کی بھی خبر نہیں - کہ شیخ کے لئے دلیل شرعی صرف اس کا ظن ہوتا ہے - جیسے طبیب اور مجتہد کے لئے - اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آپ اپنے مریدوں کے اندر اپنے نزدیک خرابیاں دیکھیں گے - لیکن آپ کے پاس ایسے دلائل شرعیہ موجود نہ ہوں گے جن سے آپ اُن کو الزام دے سکیں - اس لئے آپ علاج نہ کر سکیں گے - اور مرید ہلاک ہونگے تبلائیے ایسی پیری مریدی کا بجز روپیہ کمانے اور عزت کرانے اور خدمت لینے کے کیا نتیجہ - اچھا آپ مجھے بتائیے - کہ اگر حضرت مولانا آپ کی اس شرط کو قبول کرلیں اور گفتگو کے وقت آپ کی کسی واقعی غلطی کو آپ کے مقابلہ میں دلیل شرعی سے ثابت نہ کر سکیں - تو کیا آپ کے نزدیک وہ غلطی قابل اصلاح نہیں - اگر نہیں - تو آپ قابل خطاب نہیں - اور اگر ہے تو آپ کے حضرت مولانا کو پابند کرنے کا کیا فائدہ ہوا - اُس کے بعد مولوی صاحب لکھتے ہیں - اگر جناب والا میری تقصیرات اور کمزوریوں پر مجکو تحریری یا زبانی طور پر مجکو مطلع فرمائیں گے - تو جو تقصیر واقعی ہوگی - اُس کی اصلاح اور تدارک میں پوری سعی کروں گا اور کم ازکم اُس کی تسلیم میں کوئی پس وپیش نہ ہوگا ؎ لیکن ہم کہتے ہیں کہ جب آپ اپنے کو خطوط سابقہ میں بالکل بری تبلا چکے - تو اب مولانا وہ واقعی تقصیریں کہاں سے لے آئیں گے - جنکو آپ تسلیم فرمالیں - پھر اگر کسی طرح آپ کو آپ کی تقصیرات تسلیم بھی کرادی جاویں - تو آپ عمل کا پختہ وعدہ نہیں کرتے - بلکہ وعدہ عمل کے ساتھ کم ازکم کا دم چھلا لگاتے ہیں - پھر خالی تسلیم سے کیا نفع - نہ مدرسہ کو فائدہ نہ آپ کو - پھر اس دردسری کی کیا ضرورت - اُس کے بعد مولوی صاحب لکھتے ہیں - اور اگر واقعی نہ ہوگی تو جناب کا قلب میری طرف سے صاف ہوجائے گا ؎ لیکن میں کہتا ہوں - کہ اس سے آپ کو کیا فائدہ - ہاں اس میں حضرت مولانا کا فائدہ ہے - کہ وہ ایک شیخ وقت کی طرف بدگمانی کے گناہ سے بچ جائیں - پس یہ درخواست مریدانہ نہ ہوئی - بلکہ مربیانہ اور من حیث المشیخت ہوئی - اُس کے بعد لکھا ہے اور اگر میں نے کوئی غلط وہ بیجا خیال جناب والا کے متعلق قائم کرلیا ہے یا آیندہ خدا نکردہ پیدا ہو سکے تو اُس سے متنبہ ہو جاؤں گا ؎ لیکن ہم کہتے ہیں - کہ اس کے متعلق حضرت مولانا کو پریشان کرنے کی کیا ضرورت ہے آپ صرف یہ دیکھ لیں - کہ میں نے جو خیال قائم کیا ہے - وہ دلیل شرعی کے تحت میں ہے یا نہیں اگر ہے تو آپ بری الذمہ ہیں - اور اگر نہیں [illegible]

اپنے سامنے اپنی صفائی پیش کرنے کی دعوت دینے کی ضرورت نہیں۔ آخر میں آپ نے آیہ۔ لا تقف
ما لیس لک بہ علم ان السمع والبصر والفواد کل اولئک کان عنہ مسئولا۔ تلاوت کی ہے۔
جس سے آپنے اپنی حیثیت کو بالکل واضح کر دیا۔ اور بتلا دیا کہ آپنے یہ خط مریدانہ نہیں لکھا۔ بلکہ مربیانہ اور مصلحانہ
لکھا ہے۔ کہ بلا تحقیق میری نسبت کوئی خیال قائم کرنیسے آپ کو بچنا چاہئے۔ گویا اب تک حضرت مولانا کو اس آیت پر
عمل کا اہتمام نہ تھا۔ استغفر اللہ۔ بھلا حد ہے۔ اس بد دماغی کی۔ یہ مختصر تنقید تھی۔ مولوی شبیر احمد کے خطوط پر
اس سے منصف المزاج اور اہل فہم ناظرین پر اصل حقیقت منکشف ہوگئی ہوگی۔ اور اُن کو معلوم ہوگیا ہوگا۔ کہ مولوی
شبیر احمد کی حالت بلحاظ علم و فہم دیانت و تقوی۔ حیاء ادب۔ مروت و انسانیت عقل و انصاف کیا ہے۔ اور وہ
مدرسہ کے معاملہ میں اپنے دعوی اصلاح میں کہانتک سچے ہیں۔ اور اُن کا پیری مریدی کا پروپیگنڈا کہانتک حدود
شرعیہ کے اندر ہے۔ آخر میں ہم اپنے ناظرین سے درخواست کرتے ہیں۔ کہ اگر ہم نے بغرض اظہار حقیقت مولوی شبیر احمد
کے متعلق کوئی ایسا لفظ لکھا ہو جو سرسری نظر میں اُن کے لئے موجب گرانی ہو تو وہ ہمیں معذور رکھیں گے اور یہ خیال
فرمائیں گے کہ جبکہ مولوی شبیر احمد حضرت مولانا کے مقابلہ میں محض بلا وجہ گستاخی اور بدتہذیبی سے کام لے سکتے ہیں۔ تو اگر
ہم اُن کے مقابلہ میں بغرض اظہار حقیقت کوئی لفظ ایسا استعمال کریں۔ جو بادی النظر میں گراں معلوم ہو۔ تو ہمکو بھی یہ حق ہونا
چاہئے بالخصوص ایسی حالت میں جبکہ مولوی شبیر احمد صاحب کا آرگن مہاجر اپنی اشاعت مورخہ ۲۹ رمضان میں مولوی
ایوب انصاری کے اس مضمون پر تنقید کرتے ہوئے جو اُنہوں نے اتحاد ثلثہ مولوی شبیر احمد اور مفتی صاحب اور شاہ
صاحب کے متفقہ مضمون کے جواب میں لکھا ہے اس حقیقت کا اقرار کرتا ہے کہ مرقاۃ پڑھنے والے طالبعلم کو تو ——
حق نہیں کہ وہ اکابر ثلثہ کے مضمون کا جواب لکھے (اگرچہ اُن کے بیان کے موافق ایک بڑھیا کو حق ہے کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر اعتراض
کرے) لیکن مولانا کو حق ہے کہ وہ اس بیان پر جس نوعیت سے چاہیں تبصرہ کریں۔ کیونکہ غالباً جو تناسب مولوی
حسین احمد صاحب اور مفتی صاحب میں ہے۔ وہی تناسب معکوس طور پر مجھ میں اور مولوی شبیر احمد میں ہے۔ اس لئے
مجھے بالاولی یہ حق ہونا چاہئے۔ آخر میں ہم۔ جناب مفتی صاحب اور شاہ صاحب کے خط کے اس حصہ پر کلام کرتے
ہیں۔ جو کہ اس مراسلت سے متعلق ہے۔ وہ اسی مہاجر میں جس میں مراسلت شائع ہوئی ہے۔ ایک صاحب مجیب کے
نام کے جواب میں شائع ہوئی ہے۔ اس میں لکھا ہے۔ اسے کیا کیا جاوے۔ کہ ابھی حال میں جو مراسلت حضرت
اشرف علی صاحب اور مولوی شبیر احمد کے درمیان ہوئی۔ اور جو میں نے خود دیکھی۔ ان میں مولوی شبیر احمد
طرف سے ہر ممکن سعی اس کی ہے کہ آپ فریقین کے زعما کے بیانات سنیں۔ معاملات کی تحقیق فرمائیں۔ افہام

موقع دیں۔ اور جو کوئی کمزوری یا تقصیر کسی اصل شرعی کے ماتحت آپ ثابت کریں گے۔ اُس کا میں شکر گزاری سے اعتراف کرونگا اور تلافی کی کوشش کروں گا۔ حضرت مولانا نے اس کے جواب میں سلسلۂ مکاتبت ہی بندکردیا اور اپنے سے ملنے کی بھی اجازت نہیں دی۔ اب فرمائیے۔ کہ ایسی صورت میں کیا کیا جاوے ایسے یہ مضمون ایسے دو حضرات کی طرف سے شائع ہوا ہے۔ جن کے تقدس اور علم کی دھوم سے ہندوستان کی طویل وعریض فضا گونج رہی ہے۔ اور ایسی حالت میں اگر ہم کچھ لکھیں۔ تو ممکن ہے۔ کہ لجنہ کے دفتر سے ہم کو وہی انجام ملے جو مولوی ایوب انصاری کو ملا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ہمکو مہاجر کا یہ مضمون کہ ایک بڑھیا کو حضرت عمرؓ پر اعتراض کا حق تھا ہمت دلاتا ہے اور ہم اس کہنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ کہ اے اللہ ان حضرات کے اس تقدس وعلم کو کیا ہوا جس سے ہندوستان کی اسقدر وسیع فضا گونج رہی ہے۔ اور جس حقیقت کو ایک اُردو داں آدمی بھی سمجھ سکتا ہے وہ ان حضرات کی سمجھ میں کیوں نہیں آتی۔ **صاحبو!** یہ ہر دو بزرگوار لکھتے ہیں۔ کہ مولوی شبیر احمد کو مولانا نے ملنے کی بھی اجازت نہیں دی۔ اس کے صاف معنی یہ ہیں۔ کہ مولوی شبیر احمد نے حضرت مولانا سے ملنے اور ملکر معاملہ کا تصفیہ کرنے کی درخواست کی تھی۔ لیکن حضرت مولانا نے منظور نہ کیا۔ اب ذرا اس مراسلت کو اول سے آخر تک پڑھ جائیے۔ اس میں کہیں۔ اس مضمون کا پتہ ہے۔ حاشا وکلا۔ بات صرف اتنی ہے کہ حضرت مولانا نے اپنے پہلے خط میں مولوی شبیر احمد کو اُن کی غلطی کے کافی تدارک کی طرف توجہ دلائی تھی۔ اور جس صورت میں کہ اُنکو تدارک منظور نہ ہو۔ اُس صورت میں لکھا تھا۔ کہ میں آپسے ملنے کے قابل نہیں۔ اب کوئی تبلائے۔ کہ کیا یہ وہی مضمون ہے جو ان حضرات نے بیان فرمایا ہے۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ کوئی اُردو داں بھی ایسا خیال کر سکتا ہے۔ پھر ان حضرات نے دعوی کیا ہے کہ مولوی شبیر احمد نے اسکی امکانی کوشش کی کہ فریقین کے زعما کو جمع کر کے افہام وتفہیم کا موقع دیا جاوے لیکن مولانا نے اس کو منظور نہ فرمایا۔ مگر یہ بھی واقعہ کے خلاف ہے۔ مراسلت مطبوعہ آپ کے سامنے ہے اس میں اس مضمون کا پتہ بھی نہیں۔ بلکہ اُنہوں نے نہایت غصہ سے حضرت مولانا پر اعتراض اور ملامت کی ہے۔ کہ آپ نے دیوبند آکر فریقین کے زعما کو جمع کر کے اور اُن کے بیان کو سنکر فیصلہ کی صورت کیوں نہ نکالی کیوں صاحبو! کیا یہ وہی مضمون ہے۔ جو ان حضرات نے بیان کیا ہے۔ پھر ہم نہیں سمجھ سکتے کہ یہ حضرات کیسے اہل علم اور مقدس ہیں۔ کہ نہ بات کو سمجھتے ہیں اور نہ انصاف سے کام لیتے ہیں۔ پھر یہ بھی ظاہر ہے کہ حضرت مولانا کی مراسلت کا مقصود نزاعات کا تصفیہ نہیں تھا بلکہ طرز مطالبہ میں جو غلطی ہوئی تھی۔ جس کا مولوی شبیر احمد کو خود بھی اقرار ہے۔ کیونکہ اُس سے اُنہوں نے مولوی حبیب الرحمن سے معافی مانگی تھی۔ اُس کی تلافی کے لئے کہا گیا تھا۔ پھر اس کے سلئے فریقین کے

رعاء کو جمع کرنے اور افہام و تفہیم کی کیا ضرورت تھی۔ الغرض ان حضرات کا یہ بیان بالکل غلط فہمی پر مبنی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ نہ ان حضرات نے مراسلت کی نوعیت کو سمجھا۔ اور نہ اُس کے مطلب کو۔ اس وقت ہم اسی قدر پر اکتفا کرتے ہیں۔ لیکن اگر ضرورت ہوئی تو ہم اس پر مبسوط تبصرہ کریں گے۔ سب سے آخر میں ہم مہاجر کی اُس تنقید کی حقیقت کو ظاہر کرتے ہیں۔ جو اُس نے رموز تصوف کے عنوان کے تحت میں کی ہے۔ مہاجر لکھتا ہے۔

قارئین کرام کسی دوسری جگہ وہ مراسلات پڑھیں گے۔ جو نزاعات دارالعلوم کے متعلق ان دونوں حضرات کے درمیان ہوئی ہے۔ ترسیل خطوط کی ابتدا مولانا تھانوی مدظلہ کی طرف سے ہوئی ہے۔ جس میں مولانا شبیر احمد صاحب کو یہ ہدایت کی گئی ہے۔ کہ میرے سلسلہ میں بیعت کا سلسلہ منقطع کر دیا جاوے۔ ہم قارئین کی معلومات کے لئے وہ خلافت نامہ بجنسہ شائع کرتے ہیں۔ جو ۱۳۲۶ھ میں مولانا تھانوی کی بارگاہ تصوف سے مولانا شبیر احمد صاحب کو عطا ہوا تھا۔ اب ہم ان اسباب کے سمجھنے سے قاصر ہیں جنہوں نے حضرت تھانوی کو اس قطع خلافت پر مجبور کیا۔ کیا ادارۂ اہتمام کی حمایت و عدم حمایت میں تصوف کی تمام پنہائیاں مضمر ہیں؟ اس بیان میں کارپرداز ان مہاجر نے جسقدر دیانت انصاف اور تہذیب کا خون کیا ہے۔ ہم اُس کو بیان نہیں کر سکتے۔ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ مولوی شبیر احمد کو خلافت سے علیحدہ کرنے کا واقعہ ۱۳۳۶ھ کا ہے۔ جبکہ فریقین باہم شیر و شکر تھے۔ اور اہتمام اور رنجش کا کوئی جھگڑا تو کیا اُس کا احتمال بھی نہیں تھا۔

لیکن مہاجر دنیا کی آنکھ میں خاک جھونک کر اُن کو بتلانا چاہتا ہے۔ کہ مولانا نے مولوی شبیر احمد کو اس لئے علیحدہ کیا۔ کہ وہ اہتمام کے خلاف ہیں۔ اور وہ علیحدگی اُس وقت عمل میں آئی ہے۔ رہا یہ سوال کہ وہ کیا اسباب تھے جنکی بنا پر ان کو خلافت سے الگ کیا گیا۔ سو اس کا جواب خود تتمات تنبیہات میں موجود ہے۔ لیکن اگر اُس کو ناکافی سمجھا جاوے۔ تو مزید استفسار چودھری عبدالرحمن ساکن بسی شاہ پور سے کیا جاوے جو کہ اُن کے مرید خاص تھے۔ غالباً وہ آپ کو تشفی بخش جواب دیں گے۔ اور اگر اُن سے بھی تشفی نہ ہو تو پھر ہم بتلائیں گے۔ اس وقت ہم اسی قدر تبصرہ پر اکتفا کرتے ہیں۔ جو کہ اہل فہم و انصاف کے لئے کافی سے بھی زائد ہے۔ لیکن اگر اس کے بعد ہم کو مزید تفصیل کی ضرورت محسوس ہوئی تو ہم انشاء اللہ اس کی مزید تفصیل کریں گے۔ والسلام۔ علی من اتبع الہدیٰ۔

(احقر حبیب احمد کیرانوی عفا اللہ عنہ)